

ملفوظات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
سیکس نوٹوز سنڈری ایجوکیشنل سوسائٹی

جلد نمبر

ملفوظات

حضرت میرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام

جلد ۲

دیباچہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت تصانیف اس سے قبل روحانی خزائن کے نام سے ایک سیٹ کی صورت میں طبع ہو چکی ہیں لیکن ایک عرصہ سے نایاب ہونے کی وجہ سے اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس روحانی ماخذ کو دوبارہ شائع کر کے تشذروحوں کی سیرابی کا سامان کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا بجد احسان ہے کہ اسکی دی ہوئی توفیق سے خلافتِ رابعہ کے بابرکت دور میں اب ان کتب کو دوبارہ سیٹ کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ کتب اکثر چونکہ اُردو زبان میں ہیں اور اُردو دان طبقہ کی اکثریت پاکستان میں ہے اس لئے مناسب تو یہ تھا کہ ان کتب کی اشاعت بھی پاکستان میں ہوتی۔ لیکن ناگزیر مشکلات کی وجہ سے مجبوراً بیرون پاکستان سے ہی ان کی اشاعت کا فیصلہ کرنا پڑا۔

اس ایڈیشن کے سلسلہ میں چند امور قابل ذکر ہیں۔

۱۔ قرآنی آیات کے حوالے موجودہ طرز پر (نام سورۃ : نبر آیت) نیچے حاشیہ میں دینے لگے ہیں۔

ب۔ سابقہ ایڈیشن سے محض کتابت کی غلطیوں کی تصحیح کی گئی ہے۔

ج۔ لائق سے لکھی ہوئی انگریزی عبارات کو صاف TYPE میں پیش کیا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سمیردوحوں کو ان روحانی خزائن کے ذریعہ

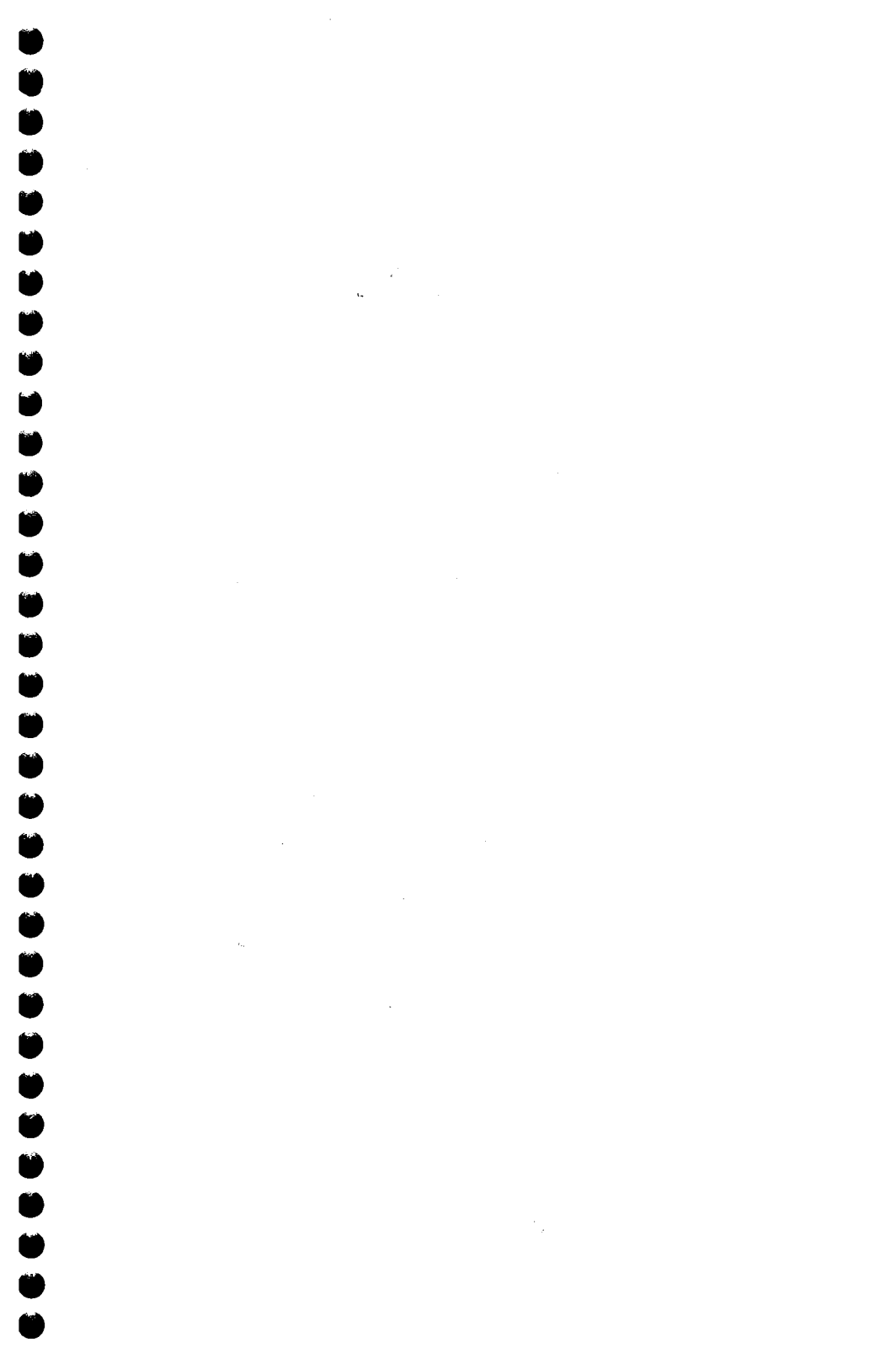
راہ ہدایت نصیب فرمائے اور ہماری حقیر کوششوں کو قبولیت بخشے۔ آمین

خاکسار

الناشر

مبارک احمد ساقی۔ ایڈیشنل ناظر اشاعت

۲۰ نومبر ۱۹۸۴ء





حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات طیبہ کی یہ تیسری جلد ہے جو ہمارے اکتوبر ۱۹۰۶ء سے یکم اپریل ۱۹۰۷ء تک کے ملفوظات طیبہ پر مشتمل ہے۔ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت سے متعلق ملاحظہ ہو پیش لفظ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول اس جلد کی ترتیب و تدوین میری ہدایت کے تحت کرم و محترم مولانا محمد انیسل صاحب دہلی لکھنؤ کی ہرمن منت سے مولانا موصوفت نے جلد سوم کے آگے کے ملفوظات کو نہایت محنت سے جمع کیا بلکہ سابق جلدوں کے مرتبے جو ملفوظات جلد دوم یا جلد سوم میں لکھے گئے تھے انکو بھی اکٹھا کیا جو اس جلد کے شروع میں لکھے گئے ہیں۔ پہلے کیلئے یہ وقت یہ بھی تھی کہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۶ء سے اگلے سال کے علاوہ اخبار الہدٰی بھی جاری ہو گیا اور ملفوظات دونوں اخباروں میں شائع ہونے لگے اور ان میں بعض جگہ بلحاظ الفاظ اور بعض جگہ بلحاظ اختصار و طوالت فرق تھا۔ سو اس کیلئے میں نے انہیں یہ ہدایت دی کہ جس اخبار میں تفصیل درج ہو اسے میں نے رکھا جائے اور دوسرے اخبار میں جہاں کہیں الفاظ یا مفہوم میں فرق ہو اس کے بین کو حاشیہ میں لکھا جائے۔ چنانچہ ایسی ہیچ پر دونوں اخباروں کے ملفوظات کو اس بلڈ میں یکجا کر کے پیش کرنا کی کوشش کی گئی ہے اور جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام جو چار قسموں پر مشتمل ہے اسکا مرتبہ یقیناً اور سند کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ترتیب سے ہے۔

اول وہ کتب و رسائل و اشتہارات جو اپنے خود بخود اشاعت تا یف فرمائیں۔ دوم۔ مکتوبات۔ سوم۔ ملفوظات ہیں جن سے مراد آپ کا وہ کلام ہے جو آپ نے کسی مجمع یا مجلس یا میر وغیرہ میں بطریق تقریر یا گفتگو ارشاد فرمایا اور لکھنے والوں نے اسی وقت بصورت ڈائری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں شائع کر دیا۔ چہارم۔ روایات ہیں۔ وہ بھی ایک نوع ملفوظات کی ہیں۔ اگر وہ ساتھ ساتھ ضبط میں نہیں لائی گئیں بلکہ راولوں کے ملاحظہ کی بنا پر جمع ہوئی ہیں۔ پس اگر کوئی بات ملفوظات میں آپ کی تا یف کردہ کتب و رسائل میں شائع شدہ بات کے خلاف ہو یا آپ کے تعامل کے خلاف ہو تو ملفوظات میں مندرج بات کو چھوڑ دیا جائیگا اور آپ کی کتب و رسائل میں شائع شدہ بات کو ترجیح دی جائیگی۔ کیونکہ ملفوظات میں یہ یقین نہیں کہ ان کے لکھنے والوں تمام الفاظ حضرت اقدس کے ہی لکھے ہوں۔ ملفوظات کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بسا اوقات حضرت اقدس کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں

پیش کرتے ہیں۔ بطور مثال ملاحظہ ہو مسئلہ - ایڈیٹر صاحب الحکمہ کہتے ہیں:-

"ابوسعید نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلئے آئے تھے کہ بعض ناقص بھی موجود تھے انکی تکمیل کیلئے آئے۔"
اور ایڈیٹر صاحب البدرد کہتے ہیں:-

"کہ بعض لوگ دین میں ناقص تھے اور معرفت کے پیاسے تھے انکو پال کرنے اور انکے دلوں کی پیاس بجھانے کیلئے آپ مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔"

اسی طرح مسئلہ ۱۹۹ ملاحظہ ہو - ایڈیٹر صاحب البدرد لندن کے جموٹے مسیح پگڈٹ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:-
"اب ہمدانی سچی کشتی نوح جموٹی پر غالب آچائیگی۔ یورپ دھمے کہا کرتے تھے کہ جموٹے مسیح آتوالے ہیں سو اول لندن میں جموٹے مسیح آگیا اس کا قدم اس زمین میں اٹل ہے بعد ازاں ہارلر ہوگا جو کہ تپا سراج ہے۔"
اور ایڈیٹر صاحب الحکمہ کہتے ہیں:-

"معقول باتوں کی قدر ہوتی ہے اور وہ رہ جاتی ہیں۔ لیکن جاہلانہ باتوں کی مدنیق دوتین سطروں میں جلتی رہتی ہے جموٹے میں مدنیقوں کا قدم پہلے لندن میں رکھا گیا اور پھر سراج کی آواز اس کے بعد لندن پہنچے گی۔"

پس اس اصل کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ طفوفات کا درجہ رحمت اور سند پکڑنے کے لحاظ سے تیسرے درجہ پر ہے پس اگر طفوفات کی کوئی عبارت ایسی ہو جو حضور کی تالیف کردہ کتب اور رسائل کی کسی عبارت کے مخالف ہو یا آپ کے تعال کے مخالف ہو تو وہ لائق ترک ہوگی۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ طفوفات کے لکھنے والے نے حضرت اقدس کے معنی کو صحیح طور پر اخذ نہ کیا ہو لیکن باوجود اسکے طفوفات طیبہ کی اہمیت اور انکی ضرورت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ طفوفات خدا تعالیٰ کے مقدس سراج اور اسکے بچے مامور اور انکی پاک مجالس کا نقشہ پیش کرتے ہیں جنہیں حضرت اقدس اپنے جان نثار اتباع کی روحانی ترقیات اور انکے ازدیاد ایمان و عرفان کے لئے قیمتی نصائح فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخیر دے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکمہ کو اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر البدرد اور انکے رفقاء کو جنہوں نے آئندہ آنے والی نسلیوں کے لئے ان مطاببات کو اپنے اخبارات کے کالموں میں محفوظ کر دیا۔

لے ہمارے پیارے خدا! تو انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرما اور ہم سب کی حرکت انہیں سلامتی کا پیغام پہنچا۔ آمین

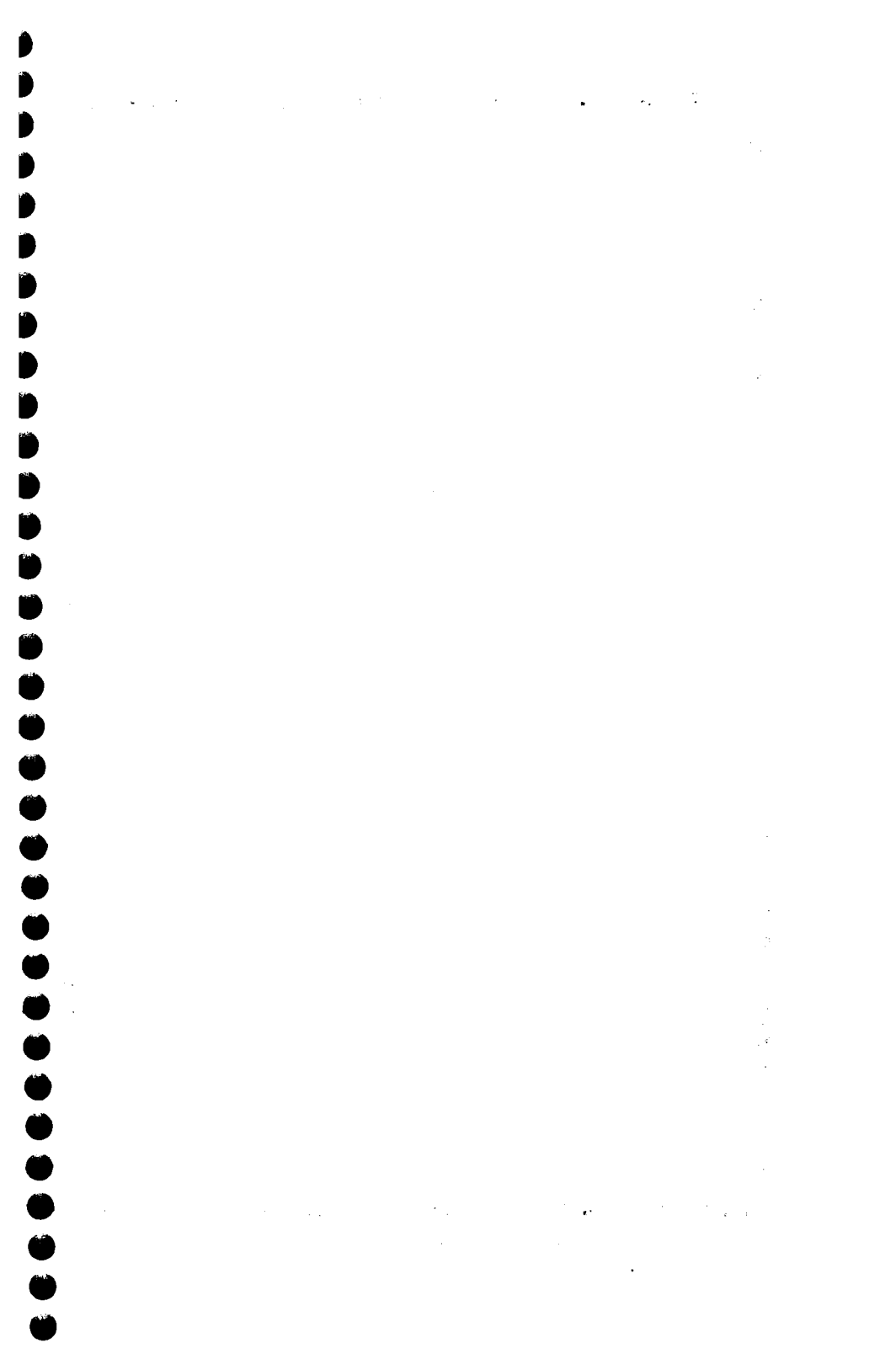
ذیل میں طفوفات کی اس جلد کا انڈیکس بصورت خلاصہ مضامین درج کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمدانی عاجزانہ التجار اور دعا ہے کہ وہ ان طفوفات طیبہ کو نافع الناس بنائے۔ آمین

نعاکسہم جلال الدین شمس

یکم چوانی ۱۹۶۲ء

سابعہ

انڈیکس مضامین



انڈکس بصورت خلاصہ مضامین روحانی خزائن جلد پہلے

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(از ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء تا ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء)

ترجمہ مولانا جلال الدین ماسکھن

حضرت اقدس نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے مشاغل تھے
۳۳۷-۳۳۸ ہیں۔

۷- ایٹک نیا نام - الہام الہی انا الصالحہ ۳۳۹
۸- جواب دینا - اللہ تعالیٰ کا دعا کرنے والے کو جواب

دینا کہ کبھی فرشتے کلام کرتے ہیں۔ کبھی ایسا محسوس
ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان پر کلام
جاری کر رہا ہے۔ ۳۴۰

۹- صفات - اللہ تعالیٰ کی صفات خالق رازق وغیر
دامی ہیں۔ خدا تعالیٰ کبھی محفل نہیں ہوگا۔ ۳۴۱

۱۰- اسم اعظم اللہ ہے۔ ۳۵۱

۱۱- اللہ کا خاصہ ہے کہ جیسے انسان کا قدم بڑھتا
ہے ویسے ہی خدا کا قدم بڑھتا ہے۔ قرب نواب کی

حدیث اور آیت وھو یتوبی الصالحین ۴۰۱
۱۲- تصور - اللہ تعالیٰ کا تصور عیسائی مذہب اور

اسلام میں۔ دونوں کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کے
حسن و احسان کا ذکر قرآن شریف اور سورہ فاتحہ میں

عیسائیوں کا اصول کہ خدا جس سے پیار کرتا ہے اسکو
ہلاک کرتا ہے مسیح نہیں بچا خدا جس سے پیار کرتا ہے اسکی

تائید کرتا ہے۔ کتب اللہ لا غلبت لاناورد علی ۳۴۱-۳۴۲

اللہ

۱- مسیح و مجیب ہے۔ اس خدا پر ایمان لانے سے کیا مراد
جو توبوں کا طرح نہ سمجھتا ہے نہ جواب دیتا ہے۔

۵۹-۶۰

۲- قانون ایک عام قانون قدرت خدا کا ہے۔ اللہ
ایک خاص قانون ہے جو مومنوں اور اپنے برگزیدوں
اور مستبذوں کے لئے رکھا ہے۔ ۵۵-۵۶

۳- خدا بڑا خزانہ اور بڑی دولت ہے۔ ۲۵۵

۴- اللہ تعالیٰ کے وجود پر ابوسعید عرب اور حضرت
سیح موعود اور حضرت عیسیٰ نور الدین صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین

گفتگو۔ اہل آقا اور عقل کا مقابلہ۔ ۲۹۳-۲۹۶

۵- اللہ تعالیٰ کو تو سے نسبت ہے پستی سے نہیں کشتی
صورت میں ہم نے آسمان سے نور نازل ہوتے ہوئے

۳۲۲-۳۲۳ دیکھا ہے۔

۶- روایت باری - کشتی رنگ میں سید عبدالقادر
جیلانی نے اللہ تعالیٰ کو ایمان کی شکل پر اور

حضرت اقدس نے اپنے باپ کی شکل پر اور ایک
اصوری نے حضرت مسیح موعود کی شکل پر دیکھا۔

اسئل

جو مظلوم کو ظالم سے بچائے۔ جبریل زکریا تا مظلوموں کو ظلم سے بچانے پر ولادت کرے۔ ۳۳۵

اسئلہ کمالات اسلام

اس کا اثر ابوسعید تابری عرب پر۔ آزاد شرب اور نچریت کے رنگ میں تھے مگر اس کتاب کو پڑھ کر حقیقتِ اہل اسلام کشف ہوئی۔ حضرت سیح موعوذ کی زیارت کیلئے آئے دیر تک ٹھہرے اور آپ کی انہیں نصیحت کہ حقیقی لذتِ خدا میں ہی ہے۔ اور ایک حصہ دین کا خدا ہی سمجھانا ہے

۲۷۱ - ۲۷۸

آئیم

پشکوئی میں اس کے مسلمان ہونیکا نہیں بلکہ صحتِ رجوع الی الخلق کا ذکر تھا۔ اور اسکا پورا ہونا ۱۵۵ و ۱۹۹

آخرت

آزت کے مغرب کی تیاری سب بیماریوں کا علاج ہے ۱۷۵

آخری زمانہ

آخری زمانہ کی طمانیہ سے کثرت زلزل بھی ہے اور آیت و اخروجت الارض اثقالها میں اسکی طرف اشارہ ہے ۲۰

آریہ

۱۔ آریہ بھی یہودیوں داخل ہیں۔ ان کا ہنوز وغیرہ روم یہود سے حتی ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ برہن مصری اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ مصر سے آئے تھے۔ ۸۴
ب۔ آریہ کثرت ازدواج پر معترض ہیں۔ حالانکہ کرشنجی کی کئی ہزار بیویاں تھیں۔ ۳۳۳

آیات قرآنیہ - ا حسب الناس ان

یتوکوا ان یفعلوا انا و ہم لا یفتنون۔ ۲۹

- نحن ابناء الله و له ابادة ۶۰

- قالت الاعراب انا... الخ... تلو بکر ۱۱۳

- و ما یت الناس یدخلون فی دین الله اذ جا ۱۱۳

- لو كنا نسمع او نعقل ما كنا فی اصحاب ابر ۱۱۵

- لا غلبن انا و مدلی ۱۶۷

- فكیدونی جیبعا تم لا تنظرون ۱۸۵

- تلنا یا انا زکونی برؤا و سلامنا علی ابراهیم ۱۸۶

- و من یتق الله یجعل له مخرجا ۲۰۴

- ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحبکم الله ۲۲۶ و ۲۲۷

- فباقی حدیث بعد الله و آیتہ یؤمنون ۲۲۷

- اخر جبالهم دابة من الارض تکلمهم ۲۳۳

- اولم یروا انما اتی الارض تنقصها من اطرافها ۲۴۱

- آمنت الله لا اله الا الذی و آمنت به یواسعوا ۲۴۷

- ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا ۲۵۰

بسورة من مثله - ۲۵۰

- ان الذین قالوا ربنا الله... الخ... و تعدون ۲۵۲

- و لمن خاف مقام ربہ جنتان ۲۵۳

- و ان من قریة الا نحن مهلکوها لایة ۲۷۹

- و انزلنا الحدید فیہ باس شدید و منافع للناس ۲۸۲

- ربنا ائتانی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة ۲۸۵

- فلا تعلم نفس ما اخی لهم من قرة اعین ۳۳۸

- کونوا مع الصادقین ۳۴۱

- انما امره اذا اراد شیئا ان یقول له ۳۴۷

کن فیکون - ۳۴۷

- قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا....

..... لی..... ہاں بعض - ۳۶۴

- ان الحسنات یدہبن السیئات ۳۴۲

- وما ارسلناک الا رحمة للعالمین ۳۴۹

- انی رسول اللہ الیکم جمیعا ۳۴۹

- لاخوف علیہم ولا هم یحزنون ۳۴۹

- وہو یتوکل علی الصالحین ۳۴۹

- وما من طابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقها ۳۴۹

- ابراہیم الذی وفی ۳۲۹

- اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتها ۳۴۱

- بقیہ آیات دیکھو زیر تفسیر

آئین

بچوں کی آئین کی تقریب کی غرض یہ بیان فرمائی کہ چونکہ یہ بچے خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کا زندہ نمونہ ہیں۔

اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر کرنی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ۴۸

استلاء

(۱) ابتلاء و امتحان کی اغراض

(۱) بچوں اور بچوں میں امتیاز

(۲) مومنوں اور منافقوں میں تین فرق کا اظہار

(۳) شخص زیر امتحان پر اسکی حقیقت ایمانی کا انکشاف

(۴) دوسرے لوگوں پر اس کی خوبیوں کا ظاہر کرنا

۳۰۶۲۹

(ب) ہر مہمور ابتلاؤں کو لئے کرتا ہے اور اس سے

کشف حقائق ہوتا ہے اور اس کی مثالیں - ۳

(ج) دعا اور اس کی قبولیت کے درمیانی زمانہ میں ابتلاؤں

کے آنے میں یہ ستر ہے کہ دعا کے لئے جوش برپا

۲۳۵-۲۳۷

ابراہیم

دبراہیم الذی وفی کی آواز حضرت ابراہیمؑ کو

اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کیلئے تیار ہو گیا ۳۲۹

الوحیۃ

امام اعظم کا مسنگ قابل قدر ہے جو انہوں نے

قرآن کو مقدم رکھا۔ ۱۱۷

الوسعد عرب

دیکھو زیر "عرب"

اجتہادی

اجتہادی مسائل میں نیت کا بہت بڑا دخل ہے ۵

اجتہادی غلطی اور انبیاء دیکھو زیر "نبی"

احمد

احمد وہ ہے جو دنیا سے شیطان کا حصہ نکال کر خدا

کی عظمت و جلال کو قائم کرنے والا ہو اور فارقلیط کا

نشا دوسرے الفاظ میں احمد ہے۔ ۱۹۷-۱۹۸

احمدین (شہ)

شہ احمدین اپیل نویس گوجرانوالہ کا حضور کے حکم پر

گوجرانوالہ سے قانون آنا اور حضور سے گفتگو ۶۳-۶۴

۵۳ و ۵۴

احیاء موتی

حقیقی مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ اگر درست

ہوتا تو قرآن میں ایسے زلفہ ہونے والوں کے لئے

۱۱۷

قانون وراثت بیان ہوتا۔

اختیاراتِ سلسلہ

ان کا ذکر خیر کہ وقت پر جمعہ نمازات وغیرہ
ان میں چھپ کر شائع ہو جاتے ہیں۔ ۲۸۷

ادب

مدینتین خان صاحب نے لکھا ہے کہ اگر آیتِ رفتہ
مکاناً علیہا میں ان کا اعلان پر رفع ملا جائے تو ان کے
واپس آینا عقیدہ بھی ماننا پڑے گا۔ جو صحیح نہیں
اس لئے وہ دفات پائے گئے ہیں۔ ۱۲۳

اذان

دوسرے مذاہب میں ملانے کے لئے مصنوعی آواز
انسانی آواز کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ کسی عمدہ شہادت
ہو ایں گو نجی ہوئی دلوں تک پہنچتی ہے۔ ۱۲۷

اسباب کی رعایت کی ضرورت
سید فضل شاہ صاحب کو نندار کمرہ کو گرم کرنے
کی پڑایت۔ ۴۱۲-۴۱۳

استخارہ

طریق استخارہ ۱۔ دو نفل پڑھے اول رکعت میں
سورۃ الکافرون دوسری میں سورۃ اخلاص پڑھے اور
التیبات میں دعا کرے۔ دعائے استخارہ کا اردو
ترجمہ۔ ۳۰۸-۳۰۷

استغفار

۱۔ اصل معنی کہ مجھ سے کوئی گناہ نہ ہو یعنی معصوم
رہوں۔ دوسرے معنی کہ میں اپنے گناہ بدترائج
سے محفوظ رہوں۔ ۸۸

ب۔ جتنا کوئی استغفار کرتا ہے اتنا ہی معصوم

ہوتا ہے۔ ۲۵۵ د ۲۶۱-۲۶۲

ج۔ استغفار سے مراد تو ترقی مراتب ہے۔ ۱۰۵

استقامت

انبیاء کو جس قدر درجات ملے استقامت ملے۔ ۲۳

امرائیل

امرائیل کے معنی جو خدا سے یونانی نہ کرے۔
اطاعت و محبت کے رشتہ میں منسلک قوم۔ اور
اسلام کے یہی معنی ہیں۔ بہت سی پیشگوئیوں میں امرائیل
سے مراد اسلام ہی ہے اور وہ اسلام کے حق میں
پیشگوئیاں ہیں۔ ۱۲۲

اسلام

- ۱۔ اسلام زندہ مذہب ہے۔ اور ہمیشہ بعض اپنی
پاک تعلیم اور اس کے برکات و ثمرات کے لحاظ
سے پھیلا ہے۔ ۱۱۱
- ۲۔ اسلام کی بہتری کے نشانیوں میں سے ایک
یہ بھی ہے کہ بڑے آدمی دیندار ہو جائیں۔ ۵۴
- ۳۔ فطرتی مذہب صرف اسلام ہے۔ تمام اصول
فطرت انسانی کے موافق ہیں۔ تکلیف اور کفلا
کی طرح نہیں۔ ۱۲۲
- ۴۔ اسلام نے ہمیشہ نصرانیت کی مرکوبی کی ہے۔ ۱۲۷
- ۵۔ احیاء اسلام یہ ہے کہ اس سے انسان اعلیٰ درجہ
کے اخلاق پر ہو کر میسر شخص ہو جاتا ہے۔ ۱۷۵
- ۶۔ اسلام اور سلسلہ یہ ہے کہ جو کچھ خدا اتنا نے
کی راہ میں آئے اس سے انکار نہ کرے۔ ۲۶۰
- ۷۔ اسلام کا نمونہ ظاہر و باطن میں اختیار کرنا چاہیے

اعجاز

اعجاز کی حقیقت دیکھو معجزات

اعجاز احمدی

۱۔ اعجاز احمدی اور اعجاز مسیح کا نشان ہونا۔ یہ معجزات کا مجموعہ ہے۔ ۵۵-۵۶

ب۔ اس کے قصیدہ کی نسبت دل گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہ حالت بھی ہوتی رہی کہ ذرا اونگھ آئی اور ایک شعر لہام ہو گیا۔ اسی طرح کئی شعر اس میں الہامی ہیں۔ ۱۹-۱۹۱

ج۔ میرا تو ایمان ہے کہ یہ کتاب بھی خدا تعالیٰ کا ایک نشان ہے۔ اور ایک آفتاب کی طرح نظر آتا ہے۔ مارمیت اذرمیت ولكن الله دخی ۱۹۳

د۔ کلام کے معجزہ سے آئندہ آنے والے ہمیشہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ ۱۹۷ د ص ۲۰۱

۵۔ سہو کتابت کے متعلق فرمایا۔ نقطہ وغیرہ کا رہ جانا کوئی غلطی نہیں ہو ا کرتی کیونکہ ایسی غلطی ترجمہ سے درست ہو سکتی ہے۔ ترجمہ میں جو تو اصل عبارت سے۔ ۲۰۹-۲۱۰

۶۔ اعجاز احمدی اور مخالفین۔ نواب محمد علی خان کے ذکر پر کہ اعجاز احمدی کے متعلق ایک دہلی کے مولوی نے کہا اگر چاہیں تو ہم اس کا جواب لکھ سکتے ہیں۔ مگر کون وقت مناسب کرے۔ اس پر حضرت اقدس

کوٹ تلون اور ان کی عورتیں بھی انگریزی قلم کو پسند کرتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص آہستہ آہستہ ان کے مذہب کو بھی پسند کرنے لگتا ہے۔ ۲۸۷

۸۔ اسلام اور عواظ مستقیم۔ اسلام سے پہلے براہمہ رہبائیت پسند اور اپنے آپ کو تعذیب بدنی میں ڈالتے تھے عیسائیت نے بھی ان کا طریق اختیار کیا۔ دوسرا فرقہ اباحت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اسلام نے دونوں کو ترک کیا اور صراطِ مستقیم اختیار کیا اور اس کی تفصیل۔ ۲۲۲-۲۲۶

اسماء الہیہ

اسماء الہیہ قرآن میں مفعول کے ذمہ نہیں۔ مثلاً قدوس ہے، معصوم نہیں، ورنہ بچا ہوا اور ہو گا۔ مولیٰ نور الدین صاحب نے فرمایا۔ میں نے دیکھا ہے کہ خدا کا نام موجود نہیں لکھا کیونکہ وہ بعض مذہب کے اور خدا کی شان لا تدركہ الابصار ہے۔ ۱۱۹

اصلاح

جوشیلے کی درستی نسبت منافق کے آسان ہے۔ ۱۱۷

اطاعت

اطاعت بڑی شکل بات ہے۔ یہ بھی ایک موت ہوتی ہے۔ صحابہ کی اطاعت کی مثال حضرت ابو بکر کا اپنا سارا مال اور حضرت عمر کا اپنا نصف مال دینا وغیرہ ۷۲-۷۵ وحاشیہ ۷۲

اعتکاف

اعتکاف کے متعلق بعض ہدایات ۲۸۷-۲۸۸

ایک شخص کا اپنی بکری کے متعلق دعویٰ کا ذکر کیا کہ وہ شیر کا مقابلہ کر سکتی ہے اگر چاہے تو۔

۲۱۳-۲۱۴

ز۔ عجاز احمدی کا اردو حصہ بھی ہمارے تمام رسالوں کا پتو ہے۔

۲۱۳

ح۔ جعفر ڈلی کے اقراض کا جواب کہ یہ غلط ہے کہ پانچ دن میں تیار ہوئی۔

۲۳۶

ط۔ معانی کے جواب کی تیاری پر حضور نے فرمایا۔ لوگ خود اس تجربہ پہنچ جائیں گے کہ قرآن دانی اور عریبت انہیں میں ہے۔

۲۵۰

اعراض کی دیکھیں۔ صوفی یعنی ظاہری اعمال

میں اعراض۔ معنوی اعتقاد میں اعراض۔

۲۰۶

اللواء دھری اخبار

ا۔ اللواء کے کشتی نوح میں مند عبرت لی جیبتنا

الماکتب اللہ لئلا یقرضنا کرباً

۲۲۹-۲۲۸

ب۔ اس اخبار کا جواب بطور نمونہ سنایا۔ میں طرح

تقسیم کیا ہے۔ اولیٰ اعمال رکھے ہیں دوم تقصیر کی

توم خدا تعالیٰ نے اب تک تفریق کر کے دکھلائی

اور مخالفوں کی مخالفت کے کیا نتائج ہوئے۔

۲۴۰

ج۔ مولوی نور الدین صاحب و مولوی عبدالکریم صاحب کا

اس جواب کی تعریف کرنا۔

۳۰۲

الہامات حضرت سید محمود علیہ السلام

ینصرتک اللہ فی مواطن

۳۰

۔ الہامی مصرع۔ ”اگر یہ جڑ ہی سب کچھ رہا ہے“

۴۸

۵۶ - منعہ مانع من السماء

- الامراض تشاع والنفوس تضاع فغیبت

غضباً شدیداً۔

- انی احفظ کل من فی الدار۔ الا الذین علوا

من استکبار۔

ا۔ فرمایا الا الذین ہمیشہ ساتھ ہی ہوتا ہے خواہ کون

اس کے کیا معنی ہیں۔ علو کی تشریح کہ ایک علو

تو اما بنعۃ ربک نحدث کے ماتحت اور ایک

علو شیطان کا ہوتا ہے۔

۶۹ و ۶۵

ب۔ الا الذین علوا کا لفظ ہمیشہ دل میں خطرہ ڈالتا،

کہ تعناء و قدر مقدر ہے۔

۶۹

- احافظک خاصة

۶۹ حاشیہ

- ان اللہ لا ینبیر ما بقوم حتی ینبیروا ما بانفسہم

سے ظاہر ہے کہ تبدیلی کی بڑی ضرورت ہے۔

۶۳ حاشیہ

- انی احافظ کل من فی الدار و لیجعله آیۃ لنا

و رحمة منا و کان امراً مقتضیاً۔

ہندی معالجات اور اس کی لطیف تشریح اور

حضرت ام المومنین کا اس کے مؤید خواب۔ الہام

اور خواب میں عجیب مطابقت۔

۷۶ و حاشیہ

۷۶ و حاشیہ ۷۷ و ۸۲

- انہ اوی القریۃ اور لفظ قریہ کی تشریح جس کے

ہند جو پڑھے قریہ میں داخل نہیں ہوتے۔

۷۹ و ۹۴

اور لفظ اوی کی تشریح

۲۲۲

- تخرج الصدور الی القبور سے مراد بڑے لوگوں کی

وفات ہے۔

۷۸

- اجترجیشی یعنی میں اپنا شکر تیار کر رہا ہوں۔

۹۱ و ۹۵

- اسباب الناس ان یتوکوا ان یقولوا انا و ہم
لا یفقدون۔ ۸۳

- یریدون ان یمضوا نوبک۔ یریدون ان

یتخطفوا عر ضک۔ انی معک ومع اهلک

۲۸۵

- انت منی بمنزلہ اولادی ۹۲

- واما نوبک الذی نعدہم سلسلۃ السطویۃ

ادتو فینک۔ جفت اقلیم بیاہو کائن۔ قل

انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الہکم الہ

واحد۔ الخیر کما فی القرآن۔ فاتقوا النار التی

قد وھا الناس والحجارة اعدت للکافرین

۹۲-۹۳

- لم یکن الذین کفروا من اهل الکتاب منفلین

حقی تا تبہم البینۃ یعنی اہل کتاب کو بینہ دکھا

۹۲

- خدا کا دیان میں نازل ہو گا اپنے وعدہ کے موافق۔

۹۱

- اول الذین امنوا و عملوا الصالحات۔ ۹۱

- انہ اوی القریہ۔ لولا الاکرام لھلک المقام

کی تشریح کہ سلسلہ کے اکرام کی وجہ سے اس سببی

۹۱

- اصنم الفلک با عیننا۔ لا تنما طبی فی الذین

۹۵

ظلموا انہم مغرورون۔

- وجعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی

یوم القیامۃ میں جماعت کے لئے وعدہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا ذکر اور اسلام

کو فوق العادت ترقی اعجازی رنگ میں ملنا۔ ۱۲۸

- نتیجہ خلافت امید ہے۔ ۱۳۲

- انت متی وانا منک کی تشریح۔ لاکاہن چند

مختار عدالت بٹالہ توجید پسند ہندو کے سوال پر

فرمایا۔ یعنی تیرا ظہور میرے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔

وافا منک کہ میری توجید میرا جلال اور میری عزت

کا ظہور تیرے ذلیف سے ہو گا۔ اور اس کی تفصیل

۱۸۱-۱۸۲

- آگ سے ہیں مت ڈرو آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں

کی غلام ہے۔ ۲۱۱-۲۳۸

- یا مسیح الخلق عدا وانا۔ ۲۱۵

- اللہ شدید العقاب انہم لا یحسون۔ ۲۲۵

- خسف القمر والشمس فی رمضان خبا حق

الاول ویکما تکذبان اور الاول سے مراد میں خود

۲۲۸ حاشیہ

- واذا مرضت فهو یشفین اور اس کا شہین ظل

اور دانت کی درد سے شفا پانا۔ ۲۳۱

- اذا جاء نعوذ باللہ والفتیہ وانتھوی امر الزمان

الینا الیس هذا بالحق۔ ۲۳۰ و ۲۵۸

- افلا یتدبرون امرک ولو کان من عند

غیر اللہ لو جودا فیہ لاضلوا کثیرا امت ۲۴۲

- ینحدون علی الازقان معجبوا ربنا اغضربنا

- جاؤنی اکل و اختار و ادار اصبعہ و اشار
يعصمك الله من العدا ويسطوا بكل من
سطا - ۳۳۵
- غضبت غضبا شديداً یہ طاعون منقن، من۳۶۰
- انی مع الرسول اقوم واليوم من يلوم و
اقطر واصوم - فرمایا طامت ایک دل کے ساتھ
اور ایک زبان کے ساتھ ہوتی ہے۔ دلی طامت کہ
بن بالوں کی طرف توجہ نہ کرے جو ہم پیش کرتے ہیں
اور ان پر عمل کے لئے تیار نہ ہو۔ من۳۶۰، ۳۶۵
- یا قی علیٰ جہتم زمان لیس فیہا احد - یثات
الناس ویعصرون ۳۴۲
- قتل خبیة وزید هیبة کا انطباق ایک
سقے کی وفات پر من۳۴۳
- ادیک بوکات من کل طرف - ۳۴۵
- الہام اور عقل**
دیکھو عقل
امانت فرمایا آنکھ کان ناک وغیرہ امتدنا
کی امانتیں ہیں - ۶۲
- امتی امتی دی ہے جو انحضرت مسلم کی
تعلیمات پر پورا کار بند ہو - ۳۳۳
- انجیل و تورات**
- ۱ - انجیل میں الحاقی عباراتیں - ابتدا میں کلمہ تھا۔
اور کلمہ خدا کا کلام تھا وغیرہ یہ سب الحاقی
عبارتیں ہیں - ۹۳
- ۲ - انجیل میں ہرگز کوئی شریعت نہیں بلکہ تورات
کی شرح ہے - ۳۸۲ و ۳۸۵

- انکنا خاطئین - لا تتریب علیکم الیوم یخفر
الله لکم و ہوا رحم الرحیمین - ۲۳۳
- سلمان مٹا اہل البیت - یعنی اس شخص کے
ہاتھ پر دو طلیس ہو گئی ایک اندونی ایک بیرونی -
۲۵۷
- سلام علیک یا ابراہیم - سلام علی امراک
صوت فأنزا - تمہرچ الصدور انی القبور -
یموت قبل یومی هذا - ۲۶۸
- ینادی مناد من السماء ۲۷۱
- بادشاہ تیرے کپڑوں پر رکت ڈھونڈی گئے ۲۸۲
- انی مع الافوج اتی ۲۸۲
- یا قی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ من۲۹۰
- اندہ کویم تمشی امامک و عادی من عادی
اس اہام کے قافیہ سے مشابہ قافیہ والے گذشتہ
اہام سے تعلق من۲۹۹ ر ۳۳۵
- (و) یندی لك الرحمن شیخا - اتی امرأ
فلا تستعجلوه بشارة تلقاها النبیون
اور اس کی اشاعت ۳۲۲-۳۳۵
- (ج) یندی لك الرحمن کی تشریح چھپانے میں
بھی ایک قسم کی غلطی ہوتی ہے - ۳۳۸
- د ۳۵۰ ر ۳۵۱
- افطر واصوم کی نہایت لطیف تشریح -
۳۲۹، من۳۶۰، ۳۶۵
- خدا تمہاری ماری مرادیں پوری کرے گا - قل
ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم - ۳۳۳

۳۲۱۔ اوصاف کی محبت ہو مگر تو وہ اصل جبرئیل کی ہے۔

۵۔ ایمان تو ایک چولہ بدل کر دو سراہنا دیتا ہے۔

۶۔ ایمان کی اول نشانی - ایمان لانے اور عظمت الہی کے لینے ہونے کی تول نشانی یہ ہے کہ دنیا داروں پر رشاک نہ کرے۔

اور خدا کے لئے منقطعین کی نیابت کرے کیونکہ ان کی زیارت صحابہؓ ہوتے اور رحمت کے قریب تر ہوتے

۳۲۱۔

ہیں۔

۷۔ ایمان ایک موت ہے جب تک انسان اس موت کو اختیار نہ کرے۔ دوسری زندگی مل نہیں سکتی۔

۸۔ ایمان اور عرفان - پیگمیاں پوری ہو کر ایمان کو قوی کر کے عرفان بنا دیتی ہیں۔

۳۵۱۔

ب

باب ۱۔ بچے حسن سلوک وغیرہ کے متعلق دیکھو والدین

محبت

۱۔ کرشن اور راجندر کے تون کی پرستش مدراں میں ہوتی ہے۔

۱۹۸۔

ب۔ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب رکھتی ہے۔ اور اُس پر مقدم ہوتی ہے وہ بت ہے۔ اور اس قدر بت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اُس کو تپہ بھی نہیں لگتا کہ وہ بت پرستی کر رہا ہے۔

۳۲۹۔

پہنچسمہ

۱۔ سیرج نے عیسیٰ سے پہنچسمہ لیا اس کے بعد روح القدس کا نزول ہوا۔ گویا سیرج کے برکات کا سرچشمہ بجھے ہی تھے۔

۱۱۰۔

ب۔ عیسائیوں کے پہنچسمہ دینے کے وقت جو پانی وغیرہ

۳۔ تدبیرت داخل میں غفو و قعماص کے متعلق تعلیم

حالات کے مطابق تھی اور تمام انبیاء کی تعلیم میں میں مطابقت رکھتی تھی۔

۳۸۵-۳۸۳۔

انسان

۱۔ دو قسم کے انسان۔ ایک وہ جانتے تو نہیں مگر ان میں ابھی انسانیت ہے۔ دوسرے وہ جن کے آنکھ کان نہم جاتے رہے اور حجازہ میں داخل ہیں۔

۹۳۔

ب۔ انسان کے اندر نیکی اور بدی کی کشش پائی جاتی ہے۔

اور انسان نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کیوں نیکی کر رہا ہے اور شہزوی رومی سے ایک حکایت۔

۱۳۱۔

ج۔ انسان کی اصلاح کبھی بارکھانے سے اور کبھی مار دیکھنے سے ہوتی ہے۔

۲۱۶۔

ایلیاہ

نزول ایلیاہ کی مثال اور قصہ کے صحیح ہونے کی دلیل سیرج کا اس کے متعلق فیصلہ اور یہ کہ سیرج کی آمدنی ایلیاہ کی آمد ثانی کی طرح ہے۔

۲۵-۲۸۔

۱۵۲۔

ایمان

۱۔ حفاظت ایمان - مگر گمی انسان کے اندر ہوتی ایمان رہتا ہے اور اسکی مثال۔

۲۱۶۔

۲۔ ڈو قسبیں - پہلی جو صرف زبان تک محدود ہے دوسری قسم جس کے ساتھ عملی شہادتیں ہوں

۳۱۲۔

۳۔ ایمان انسان کے نفسانی جذبات کو مردہ اور گناہ کی قوتوں کو سلب کر دیتا ہے۔

۳۱۴۔

۴۔ ایمان کی اصلی جڑ - جب اللہ تعالیٰ کی یاد میں لڈ

اسان سے آواز آتی تھی ایھا الکفار اقتلوا النجار۔

بنی اسرائیل خدا کا دیا ہوا لقب ہے۔

اسرائیل کے معنی جو خدا سے بے دفاعی نہ کرے۔ ۱۲۴

بہشت

دیکھو جنت

بہشتی مقبرہ سے متعلق رؤیا ۲۱۷

بئس الفقیر علی باب الہدیٰ کی تفسیر

۳۵۲

بچے باپ ولادت

سیح نامہری کے بن باپ پیدا ہونے میں حکمت

اور آنحضرت معلوم کی بشارت اور بن باپ ہونے کے ضمن

میں عقل اور اہام پر بحث - ۱۹۲-۱۹۳

بیت المقدس

دیکھو یہ دشل

بیعت

۱۔ اوائل عمر کے لوگوں کی بیعت میں مجھے تردد ہوتا ہے

بیعت کرنا اے کی دلی آرزوی کے خیال سے بیعت

لے لیتا ہوں ٹھیک انسان چالیس برس کا

۲۲۲

ہوتا ہے۔

ب۔ بیعت کے ساتھ عمل ضروری ہے۔ ۲۴۷

نیز دیکھو عمل صالح اور جماعت کو نصائح

ب

پادری گر سفورڈ

پادری گر سفورڈ کی کتاب میرزا غلام احمد کا کایج اور

کا ذکر جو اس نے آپ کے دعویٰ کی تردید میں لکھی۔ فرمایا

مخالفوں کی توجیہ سے بہت کام ہنسا ہے۔ اس نے ہر جہ سے

توہین بھی کتاب بطور ہدیہ بھیجی چلیے۔ ۳۱۶

چڑکا جاتا ہے اس کے ذکر پر فرمایا۔ پانی کا ٹھکانہ ایک

نے رکھا ہے۔ ان لوگوں نے تالاب کا گر قرآن نے

گریہ دیکھا کا پانی رکھا ہے۔ ۱۰۶-۱۰۷

طیالہ بناد میں طاعون کے ذکر پر فرمایا۔ یہ

سرزمین بہت گنہی ہے خوف ہے کہ کہیں تباہ نہ ہو جائے۔

۲۶۹

بدلتی

فرمایا۔ ایک آدمی کو انسان بد خیال کرتا ہے پھر

آپ اس کی بدتر ہو جاتا ہے ایک بزرگ اہل اللہ کا واقعہ

۲۶۵-۲۶۶

براہین احمدیہ

۱۔ براہین میں سیح کی آمد کے عقیدہ کا ذکر اور پھر اس کے

خوف دعویٰ کرنے پر اعتراض کا تفصیلی جواب۔

۱۳۰-۱۳۲

ب۔ میں حلفاً کہتا ہوں۔ آج جو دعویٰ کیا گیا ہے۔

براہین میں یہ سارا موجود ہے ۱۳۷ء حاشیہ ۲۹۱

بروز

نیوں کے بروز میں موجود سیح موجود ہے امدہ ایک

ہے جو بروز محمد ہے۔ مآطالذین انھت علیہم میں

نیوں کا بروز اور صالحین سے عیسائیوں کا بروز اور

مغضوب سے یہودیوں کا بروز مراد ہے اور یہ عالم

بروزی صفت میں کیا گیا ہے۔ ۳۵-۱۳۶

بشیر اول

اس کی شکل مبارک سے بہت ملتی تھی ۷۵

بغداد کی تباہی ہا کواں کے ذریعہ اور

گٹ

۱۔ **گٹ** دہلی دہلی کے دعویٰ کی اشاعت پر فرمایا کہ انکی شہرت کا باعث اخبار ہوتے ہیں۔ فرمایا بہ نسبت امریکہ کے ولایت والوں کو ہم سے بہت واسطہ ہے۔ وہ ان کی نسبت اگر ہمارے مقابلہ میں گٹ آئے اور اس کا مقابلہ ہو تو امید ہے کہ اشتقاقی نشان ظاہر کرے۔ ۱۹-۱۱۰

ب۔ گٹ کے ذکر پر فرمایا۔ سوائل لٹن میں جو تاریخ آگیا۔ اس کا قدم اس زمین میں اولیٰ ہے بعد ازاں ہمارا ہوگا جو سچا سچ ہے۔ ۱۹۹

ج۔ گٹ کی شہرت ڈوٹی سے بہت زیادہ ہے، ۲۱۹

د۔ گٹ اس زمانہ میں شیطان کا نظریہ ہے۔ ۲۲۰

ہ۔ گٹ کے نام کا ستر کہ اس میں خنزیر کے مضمے پائے جاتے ہیں۔ ۲۲۱

و۔ گٹ کے متعلق دعا اور دعویٰ اور اہام اللہ

شدید العقاب۔ انہم لا یحسنون معلوم ہوتا ہے اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ ۲۲۵-۲۲۶

پنجابی نظم

ایک انگریزی دوست کی پنجابی نظم سکر فرمایا۔ رد اور دقت سے لکھی ہوئی ہے۔ ۱۹۲

نہایت

ایک حق جو نہایت سے حضرت تقدس کا سکا کہ گناہ سوز فطرت کیونکر پیدا ہو۔ گناہ کیا ہے اور انسان گناہ کی طرف کیوں جھکتا ہے۔ کیوں وغیرہ گناہ۔ گناہ سے بچنے کا صحیح خوف اور محبت ذاتی۔ خدا پر ایمان کی دو تیس۔

اور ایمان کا اثر۔ اور یہ کہ ایمان کیونکر پیدا ہو سکتا ہے ۳۰۵-۳۱۵

پوتیا اور ورثہ

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو محروم الودت قرار دینے کی نہایت لطیف وجہ اور ان کے ساتھ نیک سلوک اور رحم کی خاطر خدا تعالیٰ کا قانون اذا حضر اولوا القسمۃ اولوا القربی الا یہ ۲۹۵-۲۹۸

پیدائش

پیدائش انسان کا طریق اور ہر چیز کی تکمیل کے لئے مراتب ستہ نطفہ طلقہ وغیرہ اور شمار انشا ناہ خلقاً آخر ۳۳۱-۳۳۲

پیشگوئی جمع پیشگوئیاں

۱۔ (د) پیشگوئی کے وقوع میں اختلاف کی جڑ دو ہی باتیں ہیں۔ ایک مجاز اہل استعاذہ کو چھوڑ کر ظاہر یہ حمل کر لینا اور جہاں ظاہر مراد ہے اسے استعاذہ قرار دیدنا۔ ۲۲۴

(ج) پیشگوئیوں کا بہت بڑا حصہ مجازات اور استعاذہ کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ ظاہری رنگ میں بھی پورا ہو جاتا ہے۔ ۳۳

(د) پیشگوئیوں میں مجاز اور استعاذہ کو ظاہر چلنے کے کا نتیجہ آخر میں پیشگوئی کا انکار ہوتا ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں نے اب یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ نزدیکی سچ سے کلیسیا مراد ہے ۲۶

۲۔ پیشگوئی جب تک ظاہر نہ ہو جائے اس کا یقینی طور پر حقیقی مفہوم اور غما معلوم نہیں ہوتا اور

۹ - پیشگوئی کی تفہیم میں احتیاط اور اس میں ضرورت نہیں ہوتا کہ ایسے کھلی کھلی ہوں کہ نام لے لے کر بتایا جائے۔ آنحضرت صلعم کی نسبت تورات میں اور ایلیاہ کی دوبارہ آمد سے تعلق پیشگوئی
۲۸۹-۲۹۰

۱۰ - پیشگوئیاں

۱ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی معصوب یہود اور ضالین عیسائی۔ ان میں پیشگوئی تھی کہ امت میں یہودیت کا رنگ آجائے گا۔ اور وہ بھی یہود کی طرح مسیح موعود کا انکار کرینگے اور ضالین میں نصاریٰ کے فتنہ سے جو خطرناک صلیبی فتنہ ہے بچنے کے لئے دھا سکاھائی۔ ۳۸-۳۴

(ب) کتاب پیشگوئی سے مراد طاعون کا عظیم الشان پیشگوئی مراد ہے جس کے ذریعہ قریباً دس ہزار لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوئے۔ جو سکتا ہی کوئی اور عظیم الشان نشان ظاہر ہو جائے۔ ۵۵

(ج) روح کے مغلوب ہو کر غالب ہونے کے متعلق قرآنی پیشگوئی کا ذکر۔ ۱۱۱

(د) پیشگوئی متعلقہ آتم دیکھو زیر آتم

(ه) مولوی ثناء اللہ کا مطالبہ کہ میری موت کی پیشگوئی کر دو۔ ایک حیلہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہم حکومت معاہدہ کر چکے ہیں کہ موت کی پیشگوئی نہ کرینگے۔ جو کا ذہن وہ پیشتر مر جائے کیوں شائع نہیں کرتے۔ ۲۶۱

(و) اشی برس کے قریب عمر ہونے کی پیشگوئی جیبر

اس کے صدق یا جس کے حق میں ہے اُسے اس کا علم دیا جاتا ہے ۲۸

۳ - مجموعیہ اور انبیاء کی پیشگوئیوں میں فرق انبیاء کی خبروں میں طاقنت ہوتی ہے جیسے دشمن کا ادا بار اور اپنا اقبال۔ دشمن کی شکست اور اپنی فتح۔ ۱۰۸

۴ - بہت سی پیشگوئیوں میں امر اہل کے نام سے مراد اسلام ہی ہے۔ اور وہ پیشگوئیاں اسلام کے حق میں ہیں۔ ۱۲۲

۵ - پیشگوئیوں میں یہ سنت اللہ ہے کہ وہ پیشگوئیوں میں اصل لفظ استعمال کرتا ہے مگر مراد اس کا مفہوم اور مطلب ہوتا ہے۔ ۱۲۲

۶ - اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی معرفت جو پیشگوئیاں کیں بعض ان میں سے پوری ہو گئیں اور کچھ باقی رہ گئیں۔ یہ اس لئے کیا تا ایمانداروں اور ملکہ رو میں امتیاز ہو۔ ۳۱۹

۷ - پیشگوئیاں اپنے وقت پر پوری ہو کر ایمان کو اس کی تقویت کا باعث ہو کر عرفان بنا دیتی ہیں۔ ۳۵۲

۸ - خدا تعالیٰ کے وعدے اور اس کا کلام ہر حال سچا ہے۔ ہاں یہ ہوتا ہے کہ کبھی وہ جسمانی رنگ میں پوری ہوتی ہیں اور کبھی روحانی رنگ میں اور منہاج نبوت میں اس کے نظائر موجود ہیں اور دشمنان آنحضرت صلعم کو کبھی ذبح کرنا اور ہاتھیں سونے کے کٹے دیکھنا۔ ۲۵۵

تیس برس گند بھی گئے ہیں اور یاقون من کل فجر
حقیق کی پیشگوئی - ۳۵۲-۳۵۵

ت

تخلی قلب رکشفت کا دروازہ اُسپر کھلے
کہ خدا کو دیکھے۔ ۲۵۷

تحریرِ نعت

تحریرِ نعت سے خدا تعالیٰ کی محبت برحق ہے
اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے جوش پیدا ہوتا
ہے اور تحریرِ نعت کے طریقے - موجودہ زمانہ میں
درویشوں کی رہبانیت اور اپنے کمال کے اظہار کے لئے
غیر سنون طریق - ۲۳-۲۴

تذکرہ نفس کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُرد
حاصل ہو جائے۔ ۲۵۷

تشبیہ بالقوم کی تشریح مثالوں سے۔ کوٹ
پتلون وغیرہ پہننا۔ عورتوں کا انگریز عورتوں کی طرح بننا
اور بالآخر چھری کانٹے سے کھانا وغیرہ ۲۸۴-۲۸۸

تصویر

۱۔ فوتو کا جواز - فرمایا فوتو کے بغیر آجکل جنگ
(روحانی) ناقص ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس طرح
کے ہتھیار مخالفت تیار کریں تم بھی ویسے ہی تیار
کرد۔ اس سے فوتو کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ منہ ۲۲

ب۔ تصویر اور قیافہ شناسی - ابو سعید عربی نے
ایک چینی کو حضرت مسیح مولود علیہ السلام کی تصویر دکھائی
تھی تو اُس نے کہا یہ شخص ہرگز جھوٹے بولنے والا
ہے۔ ۲۷۸

تفسیر الروایا
تعلیم سے شائبہ ہو۔ انکا اصول ایک ہی ہوتا ہے۔
اختلاف تب ہوتا ہے جو اصول میں ہے۔ فرود علی احوال
اختلاف نہیں کہلاتا۔ اور اسکی مثال - ۳۸۲

تفسیر

۱۔ آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا له لیاظنون
سے ضرورت مجتہد پر استعمال ۶ و ۱۴ و ۲۱ و ۲۲
۲۔ واخرون منہم لما یلحقوا بہم میں ایک
آنے والے احمدی بزدلی خبر ہے۔ ۱۵
۳۔ واذا العشار عطلت میں ریلوے کی طرف
اشارہ ہے۔ ۵۳

۴۔ والرجز فاحش میں صفائی کے التزام کی ضرورت
کا ذکر ہے ۷۷ حاشیہ

۵۔ غیر المذنبون علیہم ولا المذالین

رہی المذنبون اور المذالین میں وہی فرق ہے جو ایک
مذنب محرق اور دھوق میں ہوتا ہے۔ ۸۲

(ب) مذبذب علیہ اور خصال کی مثال لیکھرام اور
آتم ہیں۔ ایک جلدی مرگیا اور دوسرا
ریگستان میں راستہ بھولے بچے کی طرح آہستہ آہستہ
سیسکتا ہوا مرا۔ ۸۲

۶۔ یومنون باللہ وکلماتہ مانعہ من کلمات اللہ

معلوم ہوا کہ تضار و قدر کا نام بھی کلمہ ہے۔ ۹۱
۷۔ عندہ علم الساعة صاعق سے مراد عجب
یہود کی تباہی کا زمانہ ہے۔ پہلے مسیح کے وقت

یصلاکھا نہیں۔ اگر یہ کسی اور کے قبضہ میں کسی وقت چلی بھی جاوے تو وہ جانا ایسا ہی ہوگا جیسے رات اپنی چیز ترس کے قبضہ میں دے دیتا ہے چونکہ یہ سرزمین انبیاء ہے اس لئے اس کی بے حرمتی نہیں چاہتا کہ خیروں کے قبضہ میں جاوے۔
صالحین جن میں کم از کم صلاحیت کی بنا پر قدم ہو
۱۲۵

۱۶۔ کل یحصل علی شاکتہ کی توضیح کے لئے مستنوی

روی سے ایک حکایت کا ذکر۔ ۱۳۱

۱۷۔ انہ لعلم للساعة۔ یعنی یہودیوں کے اداوار اور ذلت کی نشانی مسیح کے آنے کا وقت تھا۔ ۱۱۲
کے معنی آخرت کے بھی ہیں۔ ۱۵

۱۸۔ وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بآیہ قبل

موتہ۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قیامت تک کافر موجود ہیں گے۔ ابو ہریرہؓ کی تفسیر پر تفسیر مظہری نے طعن کئے ہیں۔ ۱۵

۱۹۔ عضی ادم کے معنی صورت عیسان کی ہے یہ

اجتہادی قطعی ہے جس پر مؤاخذہ نہیں اور اس کی ایک مثال۔ ۱۵۳

۲۰۔ وصل علیہم ان ملوکک مسکن لہم سے

جنازہ کی نماز مراد ہے اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سکینت اور ٹھنڈکی بخشتی ہے۔ ۱۵۲

۲۱۔ فلما تو فیتنی۔ اگر زندہ ہیں تو عیسائی مراط

مستقیم پر ہیں کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ عیسائی جن کی وفات کے بعد بگڑے۔ اگر وہ دوبارہ

یہود نے بدبختی لے لی۔ دوسرے مسیح کے وقت نصاریٰ نے۔ ۹۷

۸۔ بلغ اشده۔ اشد دو قسم ہے۔ ایک وحی کی اور دوسری جسمانی۔ منتظ

۹۔ یومئذ یفرح المؤمنون۔ ایک جنگ بدر میں فتح کی۔ دوسری دم والی پیشگوئی پورا ہونے سے
۱۱۱

۱۰۔ دنرنا ما فی صدورہم من غل اور علی

صورت مقبلین میں پیشگوئی ہے کہ آپس میں نہیں ہونگی۔ لیکن غل ہم ان کے سینوں میں سے کھینچ لیں گے۔ اس میں ان شیعہ صاحبان کی تہدید ہے جو صحابہؓ پر طعن کرتے ہیں۔ ۱۱۲-۱۱۳

۱۱۔ ہذا من عمل الشیطان۔ یعنی قبطی نے اس

اسرائیلی کو عمل شیطان دفنارادہ سے دیا یا ہوا تھا۔ ۱۱۵

۱۲۔ الا تکلم الناس ثلاثہ ایاہ مالا رزوا سے

مراد یہ ہے کہ وہ کلام نہ کر گئے لاقستطیع نہیں کہا۔ ۱۲۰

۱۳۔ ولکن شتیہ لہم۔ یعنی وہ زندہ ہی تھا۔ یہود نے اُسے مردہ سمجھ لیا۔ ۱۲۳

۱۴۔ رفحناہ مکانا علیا اس آیت کی تفسیر میں ماننا چاہئے کہ حضرت ادریس وفات پا گئے ہیں۔ ۱۲۳

۱۵۔ ات الاض یزنا علیہ الصالحون۔

۱۵۔ الاض سے مراد شام کی سرزمین ہے جو صالحین کا ورثہ اور مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ یزنا فرمایا

۲۰۷ غیر سے غیر گھٹتا ہے۔

۲۸۔ قل یوم العقول لا ینفع الذین کفروا ایمانہم
اور طلوع الشمس من مغربہا کے وقت توبہ
قبول نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے
فضل سے بخشے تو بخشے ان کی توبہ کوئی حقیقت نہ
رکھے گی۔ ۲۱۵

۲۹۔ یوم اموت و یوم البعث حیثا۔ البعث کی
جگہ انزل کا لفظ نہیں رکھا۔ ۲۱۹

۳۰۔ فضل لوبک وانحی۔ نحر اولاد کے لئے ہوتا
ہے۔ جب عقیدہ ہوتا ہے تو قربانیاں دیتے ہیں۔
۲۲۸

۳۱۔ انزل فیہ القرآن میں تجلی قلب کی طرف
اشارہ ہے۔ ۲۵۷

۳۲۔ رینا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة
دنیا کا حسنة یہ ہے کہ انسان روحانی اور جسمانی دونوں
طور پر گندگی اور ذلت سے محفوظ رہے اور آخرت
کا حسنة دنیا کے حسنة کا ثمرہ ہے۔ ۲۰۲-۲۰۳

۳۳۔ کل یعمل علی شئ کلتہ۔ نیکوں اور بدوں کی
جموں میں شیئیں اور جماعت احمدیہ اور دوسروں کی
حالت میں فرق۔ ۲۰۳

۳۴۔ ان الله معنا۔ موسیٰ نے ان صحی رقی کہا
اس میں یہ راز ہے کہ آنحضرت ﷺ علیہ وسلم
اور آپ کی جماعت کے ساتھ اسم اعظم کی
معیت مع تمام صفات کے پائی جاتی ہے لیکن
قوم موسیٰ کی معیت کو ان کی شرارت وغیرہ کی

اُس کے تو وہ کذاب ٹھہریں گے کہ سب کچھ خدا
دیکھ کر کہیں گے کہ مجھے پتہ نہیں۔ ۱۵۲-۱۵۵

۲۲۔ ما ذالاجبتم قالوا علم لنا۔ یہ لاعلمی
انبیاء کی وفات کے بعد کی امت کے بارے
میں ہوتی ہے۔ یا جو بہت آخری وقت میں آتی
ہے کہ اُسے نبی کی صحبت سے کچھ حقیقت نہیں ملتا
ورنہ کنت علیہم شہیداً کہنا بے معنی ہو جاتا ہے۔
۱۶۵

۲۳۔ ما تلوہ وما صلبوہ۔ یہ دونوں دلدارا
اور مصلوب ہونے کی وجہ سے ملعون ٹھہرایا اور
دونوں الزاموں کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ کیا۔ ۱۶۸

۲۴۔ بعد ذالک ذمیم۔ یعنی دلدارا نام ہے۔ تجربہ
بتاتا ہے کہ دلدارا شرارت سے باز نہیں آیا
کرتے۔ ۱۰۸-۱۰۹

۲۵۔ کنتم امواتا فاحیاکم ثم میتکم مسئلہ
مسئلہ ہے ہر حیات سے پہلے موت ہوتی ہے۔
ایک روحانی تشریح ۱۸۳-۱۸۴

۲۶۔ انزلنا الحديد (ج) سونے چاندی کو چھوڑ
کر حديد کے ذکر فرمانے کی وجہ اُس کا نئی نوع انسان
کے لئے زیادہ نفع رسال ہوتا ہے۔ ۲۰۱

(ب) لوہے کے نافع سامان جنگ وغیرہ کا ذکر
تھا فرمایا میں سارے مضمون لوہے کے ظلم سے
لکھتا ہوں۔ وہی لوہے کی ظلم تلوار کا کام لے
رہی ہے۔ ۲۸۳

۲۷۔ کونوا مع الصادقین۔ بات یہی ہے کہ

اور ہر پتہ اور ہر علم کی ایک صراط مستقیم ہے۔
اور انبیاء یہ دعا ترقی مراتب اور درجات کیلئے
کرتے ہیں۔ ۲۹۹-۳۰۰

۲۲۔ والسماوات ذات الرجح والارض ذات العدد
انہ نقول فصل کی نہایت لطیف تفسیر اور
اس اثبات نزول و ضرورت وحی پر استدلال
۲۲۱-۲۲۲

تفسیر قرآن مسیح موعود کے ذکر کے بغیر۔
ابو سعید عرب نے کہا کہ برہمیں ایک صاحب کہتے تھے
کہ اگر مرزا صاحب تفسیر نکھیں اور اپنے دعاوی کا ذکر
نہ کریں تو میں بہت سارے پیر صرف کر کے طبع کر سکتا
ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ اگر کوئی ہم سے کیسے
تو سارا قرآن ہمارے ذکر سے بھرا ہوا ہے۔ سورۃ
فتح کی آیت غیر المنضوب علیہم استدلال۔ ۲۸۲

تقویٰ

۱۔ تقویٰ جو اسلام اور قرآن کی علت غائی تھی وہ
آج موجود نہیں۔ ۳

۲۔ اسلام کا کمال تو تقویٰ ہے جس سے ولایت ملتی
فرشتے کلام کرتے اور خدا تعالیٰ بتا دیتا ہے
۳۳

۳۔ بغیر تقویٰ نمازیں بھی بے فائدہ اور دوزخ کی کلید
ہو سکتی ہیں۔ ۳۵

۴۔ متقی کے لئے خدا تعالیٰ دروازے کھول دیتا، ۳۰۲

۵۔ تقویٰ اور طہارت بڑھے جس سے ایمان شروع ہوتا
ہے اس سے اس کی آپدائشی ہوتی ہے۔ اور انسانی

وجہ سے منسوب نہیں کیا۔ اس سے رسول اللہ صلعم
کی عظمت اور علو مدارج کا اظہار مقصود ہے۔
۳۵۱

۳۵۔ سبحان الذی اسویٰ بعیدہ۔ جب کمال
معرفت ہوتی ہے تو پھر اس کو عجیب غریب
مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے ۳۵۶-۳۵۷

۳۶۔ امامن خائف مقامہ و نھی النفس
عن العوی۔ جو با ز خواہش اپنے مقام اقتدال
سے بڑھ جائے وہ ہوسنی ہے۔ ۳۷۷

۳۷۔ فمنہم ظالم لنفسہ و منہم مقتصد
دمنہم سابق بالخیوات ۱۲۵

ظالم سے مراد نفس نامہ کے تابع لوگ ہیں کہ جس
راہ پر نفس نے ڈالا اُس پر چل پڑے۔ پھر نفس نامہ
والے جو کہ فرعون کی بیوی کی طرح ہیں۔ پھر نفس
ملٹنہ والے جو مریم بنت عمران کی طرح ہیں۔
سورۃ کی دومی قسم میں امراء فرعون اور
مریم بنت عمران جیسے۔ ۳۸۶-۳۸۷

۳۸۔ واذا النفس ذوجت۔ جب ایک اقلیم
کے لوگ دوسری اقلیم والوں سے ملیں گے ۳۹۱

۳۹۔ واذا الصحف نشرت۔ خط و کتابت کے
ذریعے عام ہونگے۔ کتب کثرت سے دستیاب
ہونگی۔ ۳۹۱

۴۰۔ واذا المشارع عطلت۔ اور ٹھنیاں بے کار
ہو جائیں گی۔ ریل جادی ہو جائیگی ۳۹۱

۴۱۔ اهدنا الصراط المستقیم۔ صیب وکیل

تکلف

۱۔ فرمایا۔ مہمانوں کو تکلف نہیں کرنا چاہیے جس کھانے کی ضرورت ہو بتا دینا چاہیے۔ ص ۱۶۳

ب۔ منشی نعمت علی صاحب کے کھانے کیلئے عرض کرنے پر فرمایا۔ تکلف کی ضرورت کیا ہے۔ ہم کھانا کھا چکے ہیں۔ بیعت کے بعد تم ہمارے بلن کا جزو ہو گئے۔ پھر الگ کیا رہ گیا۔ ص ۱۸۲

تناسخ

تفادد مراتب کے لحاظ سے ضرورت تناسخ کو ماننا غلطی ہے۔ یہ تو نباتات میں بھی ہے۔ اور تناسخ کے ماننے سے جو نقصان لازم آتے ہیں۔ ص ۳۳۳

توحید

فطرت کے موافق توحید ہے تثلیث نہیں۔ ایسا ہی اسلام کی کل تعلیم بر خلافت عیسائیوں کی تعلیم کے امریکہ کے قانون طلاق بر خلافت تعلیم نہیں پاس کرنا پڑا ص ۱۲۲

توسل

اس استفسار پر کہ آیا دعا کے بعد یہ کلمات کہنے کہ یا الہی تو میری دعا کو بظہن حضرت مسیح موعود قبول فرما جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا۔ شریعت میں اعیاد کا توسل جائز ہے۔ ص ۲۲۱

توسل

خدا تعالیٰ پر توسل اور یقین اور امید رکھو تو سب کچھ ہو جائیگا۔ ص ۲۲۳

تہذیب اور احصنت فرجھا کا جواب

جذبات دیتے ہیں ص ۲۲۳ اور اسکی تفصیل ص ۲۵۵-۲۵۱

۶۔ خوف سے انسانی اعمال درست ہوتے ہیں۔ آیاتک نصیحت دیا ایک نستعلیق سے مراد بھی تقویٰ ہی ہے اور تقی کو اللہ تعالیٰ ہر ضروری چیز دیتا ہے۔ ص ۲۵۲

۷۔ اگر تم تقویٰ کر لو اسلے ہو گے تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہوگی۔ اس وقت تمام مذاہب عالم میں تقویٰ مفقود ہے۔ ص ۳۵۶

۸۔ جب تک تقویٰ ایسا نہ ہو جیسے اونٹ کو سوئی کے ناکے سے نکالنا پڑے اس وقت تک کچھ نہیں ہوتا۔ بقدر تقویٰ اللہ تعالیٰ توجہ فرماتا ہے۔ ص ۳۶۰

۹۔ متقی خدا کے ولی ہوتے ہیں۔ تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے۔ ایک امی متقی ہو تو وہ معزز ہوگا ایک متقی اور اسکے غیر میں اللہ تعالیٰ فرقان رکھ دیتا ہے۔ ص ۳۶۲

۱۰۔ اس سلسلہ کو خدا تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے ہی قائم کیا۔ پس جو متقی نہیں گے وہ بطور مجرہ طاعون سے بچائے جائیں گے۔ ص ۳۶۲

۱۱۔ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ ہی ہے۔ خواہ اس نے ہماری دعوت سنی ہو یا نہ سنی ہو ص ۳۶۳

۱۲۔ تنعم اور کھانے پینے میں اعتدال کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ ص ۳۴۵

۱۳۔ متقی کیلئے اخلاق رذیلہ سے پرہیز کر کے بحیثیت مجموعی اخلاق فاضلہ مشقت ہونا ضروری ہے۔ ص ۲۰

کہ یہ خلافت تہذیب نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ عرب میں اس لفظ کا استعمال ان کے عرف کے نزدیک کوئی خلافت تہذیب ہے؛ جب نہیں تو دوسری زبان والوں کا حق نہیں کہ اپنے عرف کے لحاظ سے خلافت تہذیب سے ہر مومناہی کے عرفی الفاظ اور مصطلحات الگ الگ ہیں۔

۱۳۶

ش

شہادۃ اللہ (مولوی)

۱۔ اُن کی حیلہ جوئی کہ موت کی پیشگوئی کریں حالانکہ ہم کو دنٹ سے معاہدہ کر چکے ہیں کہ موت کی پیشگوئی نہ کریں گے۔ کاذب کے پیشتر مرنے کی طر کیوں منہ نہیں کرتے۔

۲۶۱

ب۔ اُن کا قادیان آنا اور مباحثہ کی طرح ڈالنا اور حضرت مسیح موعود کا جواب اور پھر آخر اس کے بے نیل و مرام قادیان واپس جانا۔

۲۱۰-۲۰۲

۲۱۵

ج

جبرائیل کا تعلق قلب ہی سے ہوتا ہے۔ اور یہ عالم الگ ہی ہوتا ہے۔

۱۲۱-۱۲۲

جماعت کو نصائح

۱۔ بار بار کشتی نوح اور قرآن شریف کو پڑھو اور اُس کے موافق عمل کرو۔ حاشیہ ۲ ص ۲۳۳

۲۔ ایسے پاک صاف ہو جاؤ جیسے صحابہؓ اپنی تبدیلی کی۔

ص ۱۱۱ حاشیہ

۳۔ روڈ بنیاد نہ رہو بلکہ خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ ص ۱۱۱ حاشیہ

۳۔ جو شخص پورے طور پر اظہار نہیں کرتا وہ سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔

۷۷

۵۔ تہذیب کی ضرورت اور ساریہ خدا میں آنے کے لئے دوسروں کو سمجھانے اور حاضر کو غائب تک پہنچانے کی نصیحت۔

۹۷-۹۸

۶۔ ہر ایک کو دینی ضرورتوں اور کاموں کے لئے رات دن ایک کر دینا چاہیے۔ یہ بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔

۱۹۶ و ۲۹۳

۷۔ تقویٰ اور استقامت اختیار کرنے کی نصیحت اور اُن کے نتائج۔

۲۰۴

۸۔ آپس میں بل جل کر بیٹھ جاؤ۔ جس قدر تم آپس میں محبت کرو گے اسی قدر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا۔

۲۲۸

۹۔ جب تک بیعت کی حقیقت تک نہ پہنچو گے تب تک نجات نہیں۔ تشریح صبر کرنے والا مغز سے محروم ہوتا ہے۔

۲۳۳

۱۰۔ مخالفوں کی ایذا و ذہمی اور مخالفت پر صبر کی تلقین۔

۲۳۵

۱۱۔ نیک شقی بننے۔ دُعا۔ تضرع صدقہ خیرات کرنے۔ استغفار کو اپنا معمول بنانے اور غفلت کی زندگی سے بچنے اور عمل صالح کرنے کے متعلق نصیحت۔

۲۴۱-۲۴۲ و ۲۸۴

۱۲۔ آدم کی دُعا ربنا ظلمنا انفسنا... انی... خاصہ کی دُعا کرنے کی نصیحت۔

۲۴۵

۱۳۔ طاعون کے وقت جماعت کو نیک بننے اور

۲۰۔ خدانے چاہا کہ تم زمانہ میرت نہ ہو۔ بلکہ مرد ہو۔

۲۲۷

۲۱۔ تقویٰ اختیار کرو تا خدا تمہارے ساتھ ہو۔

صادق کے ساتھ رہو تا تقویٰ کی حقیقت تم پر

کھلے اور تمہیں توفیق ملے۔ - ۲۲۸

جماعت احمدیہ کی ترقی اور غلبہ کا وعدہ

۱۔ اللہ تعالیٰ اعجازی رنگ میں باوجود مخالفوں کے

بڑھا رہا ہے۔ - ۱۲۵ و ۲۳۹

ب۔ بغیر ہماری طرف سے سعی اور واغظوں کے ترقی

ہو رہی ہے۔ مغربی شمالی علاقہ میں جس میں تین آدمیوں

کا بھی علم نہیں۔ مگر مرد شہادی کی نوے سے نو سو سے

زائد آدمی ہیں۔ بعض لوگ محمد حسین کے رسالوں میں

کوئی مضمون پڑھ کر داخل ہوئے۔ - ۱۸۵

ج۔ کوئی درخت اتنی جلدی پہل نہیں لاتا جس قدر جلدی

ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے۔ - ۱۷۶

د۔ ہم اور ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی نگرانی اور

آبپاشی سے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نگاہے ہوئے پلے

کو کون اٹھا دے سکتا ہے۔ - ۱۸۶

ہ۔ تین سال پہلے صرف کئی سو تھی۔ اب ایک لاکھ

ہے۔ - ۲۲۷ و ۲۲۳ - ۲۲۴

و۔ مولوی محمد حسین صاحب بلاوی تین سو خیال کرتا

ہے۔ یہاں اب ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔

۳۵۸

جماعت کی اصلاح کیلئے نشانوں کی

۲۳۹

ضرورت۔

پاک تبدیلی پیدا کرنے۔ تقویٰ سے کام لینے۔ اولیاء

بننے کے لئے کوشش کرنے کی نصیحت - ۲۷۹ - ۲۸۱

۱۲۔ جو بات سمجھ نہ آئے اسے پری پشت نہ کیا جائے۔

اُسے سمجھ لینا چاہیے۔ نیکی اسی کا نام۔ - ۳۶۶ - ۳۶۷

۱۵۔ بہت بلند گوئی چاہیے۔ انسان اگر ذہنی امور میں

بھی ہار دیتا ہے کم بہت دالوں میں بہت خیالی

پیدا ہو جاتی ہے۔ - ۳۳۶ - ۳۳۷

۱۶۔ صدیقی فطرت حاصل کرنے۔ تقویٰ اور طہارت

کے میدان میں ترقی کرینی نصیحت۔ - ۳۵۷

۱۷۔ جماعت کیلئے مزید نصائح اور ترقی مدارج کا

طریق۔ اس پر شوب زمانہ عقلمت و گمراہی میں

تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے۔ خدا تعالیٰ کے احکام

کو ماننے کی نصیحت اور یہ کہ شر سے بچنا قابلِ فخر

نہیں کیونکہ یہ جانو بھی سیکھ سکتے ہیں۔ ایک بی

اور کتے کی مثال۔ دنیا کماؤ اس نیت سے کہ

دین کی خادم ہو۔ - ۳۹۵ - ۴۰۲

۱۸۔ ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا

چاہیے۔ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین تک پہنچا

کے لئے اس نے اپنی قدرت کے صمد نشانہات

دکھائے۔ اگر اعمالِ صالحہ کی قوت اور مسابقت

معلیٰ الخیرات کیلئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ

تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔ - ۲۳۸ - ۲۳۹

۱۹۔ ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری

تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور خلیانہ

اوپر عمل کرتا، محض نام کے جانے سے جہاں نہیں رہ سکتا۔ - ۲۳۹

جماعت کی خوش قسمتی کہ اللہ تعالیٰ نشانوں

کے ذریعہ انکے ایمان کو مضبوط کر رہا ہے۔ ۳۵۱

جمال الدین ساکن سیدالہ کے سوالوں کے

۱۱۹-۱۲۰

جواب -

جمعہ کی تعطیل کے متعلق گورنمنٹ کی خدمت

۲۳۷

پرنسپل سے بھیجے کی تجویز۔

جنازہ

منافق اور غیر زجاجی نماز جنازہ کا حکم ۱۵۲

جنازات

جنوں کے وجود اور ان کی معرفت اشیاء منکونے

کے سوال پر فرمایا۔ اسپر تاوار ایمان ہے عرفان نہیں۔ نیز

جنازات کی ہیں اپنی عبادت معاشرت وغیرہ میں ضرورت

ہی کیا ہے۔ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یغنیہ

ایسے لغو کاموں میں پڑے رہنا مومن کی شان سے بعید ہے

۲۳۱-۲۳۲

جنت و جہنم کی حقیقت

۱۔ جو شخص اپنی ساری لذتیں دنیا کی چیزوں میں محسوس

کرتا ہے جب دنیا چھوڑے گا تو سیدھا جہنم

میں جائیگا۔ اور جس شخص کی ساری لذتیں اور

خوشیاں خدا میں ہیں وہ اس دنیا کو چھوڑ کر

سیدھا بہشت میں جائیگا۔ ۳۲

۲۔ بہشت والوں کو روز کا عیش دکھ نہیں ہوگا

کیونکہ ہر روز ایک تہجد ہوتا رہیگا۔ اسی طرح

درد نہیں کے متعلق فرمایا بئذ لہم جلوداً

غیرھا فرمایا اگر خدا کا تہجد ہے پائیاں۔ ۳۵

ج۔ جسم یا اہل روح کوئی نیک بد عمل نہیں کرتی۔

یہی وجہ ہے کہ جزا مزا میں بھی دونوں کے متعلقات

کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ۲۳۰

جنگ اور مہدی مہبود

دیکھو زیر "مہدی مہبود اور جنگ"

جہاد

۱۔ اس وقت دین کے نام سے تلوار یا ہتھیار اٹھانا

حرام اور سخت گناہ ہے۔ حدیث میں یضرب الخیاب

وارد ہے۔ ۱۸

ب۔ ہر ایک دینی ضرورتوں اور کاموں میں رات و دن

ایک کر دینا چاہیے۔ یہ بھی ایک قسم کا جہاد

ہے۔ ۱۹۶

ج۔ سلسلہ کی تبلیغ بہت عمدہ کام ہے۔ اور اس

زمانہ کا جہاد یہی ہے۔ ۲۰۵

د۔ خدا کے کام کے لئے جاگ جہاد ہے۔ فرمایا

تین بکے تک جاگنا نہ تو کامیاں اور ہر طرف صبح

ہوئے۔ اور مولوی عبدالکریم صاحب کا ذکر۔ ۲۱۳

ھ۔ اب تلوار سے کام لینا اسلام پر تلوار مارنا ہے

اب تو دونوں کو فوج کرنے کا وقت ہے۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعت دین کے لئے جنگ دی

تھی۔ قرآن میں لاکلہا فی الدین آیا ہے۔ ۲۸۸

و۔ فہرہ امود میں آزادی ہونی چاہیے۔ ابتداءً جنگ

اسلام کا اصول نہیں مسلمانوں کے رٹنے کا سبب

خلعوا تھا۔ تلوار کے ذریعہ مسلمان بنا دینا کہیں حکم

نہیں۔ اسلام پر اگر لہا کا اعتراض خود ملانوں نے

حدیث صحیح احادیث

- ۱۔ بیض الحروب کا ذکر ۲۰۱۸ء
- ۲۔ انما الاعمال بالنیات کی تشریح و توضیح اگر نیک نیتی کے ساتھ محض خدا کے لئے کوئی کام کیا جائے۔ تو پھر دنیا داروں کی باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ ۲۲
- ۳۔ کسوف و خسوف کے نشان کے پورا ہونے کا ذکر ۲۱
- ۴۔ لیتوکن القلاص فلا یسعی علیہا اس میں یل کی طرف اشارہ ہے۔ ۵۲
- ۵۔ الدنیا میجن للمومن۔ اس میں ظالم نفسہ مومن کی حالت کا بیان ہے جب کہ آپس لٹا رہے غالب ہوتا ہے۔ ۲۵۲-۲۵۳
- ۶۔ من تشابہ بقوم فهو منهم کی تشریح مثالوں کے ساتھ۔ ۳۸۸-۳۸۹

حدیث وصفت و قرآن کا مرتبہ

- ۱۔ احادیث کا درجہ قرآن و سنت کے بعد ہے۔ اور وہ مفید ظن ہیں۔ ان کے پرکھنے کا معیار قرآن و سنت ہیں ۲۲ و ۱۴۹
- ۲۔ قرآن پر حدیث کو قاضی بنانا سخت غلطی اور قرآن کی بے ادبی ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی مثال۔ ۱۱۷
- ۳۔ حدیث ایک تاریخ ہے۔ سنت کا آئینہ حدیث ہے۔ ۱۱۷
- ۴۔ اگر کوئی حدیث قرآن کے متعارض ہے اور

اپنے اوپر نکتہ کیا ہے۔ مسلمانوں کی تباہی بگیز خاں اور ملا کو خاں کے ذریعہ ایسی ہے جیسے نعت نعر کے ذریعہ یہود کی تباہی ہوئی۔ ۲۶۶-۲۶۷

تج

چکرالاولی

ا۔ چکرالاولی کے ذکر آنے پر کہ میں نے نماز میں بھی رد و قبل کیا ہے۔ احمیات اور مرد و شریف کو نکال دیا ہے۔ حضرت اقدس نے اس کے فتنہ کو سخت خطرناک فتنہ قرار دیا۔ محمد حسین نے افراط اور چکرالاولی نے تقریب اور میں اللہ تعالیٰ نے مراط مستقیم پر قائم رکھا۔ پھر کتب اور سنت کی تشریح اور یہ کہ حدیث قرآن پر قاضی نہیں۔ ۲۲۶-۲۲۷

ب۔ چکرالاولی اور محمد حسین کے متعلق مضمون لکھا۔ میں نے دیکھا کہ دونوں میرے سامنے موجود ہیں اور الہام ہوا انسعفت القمر والشمس فی رمضان۔ ہائی الایور ویکما تکذبان۔ ۲۲۸ حاشیہ چین ابو سعید عرب سے چین میں عربی کتب صحیحہ کے متعلق گفتگو۔ ۲۹۸

ح

حامد سنو ایک نو مسلم انگریز اور اس کا کھنا کہ اس نے ایک کتاب تصنیف کی ہے اگر اجازت ہو تو حضرت اقدس کے نام پر طبع کی جائے۔ حضور نے فرمایا کتاب آجائے تو رائے قائم کی جائے۔ ۱۱۷

حجرہ نشین لوگوں کو نہ تو آسمانی منطلق نصیب ہوتی ہے اور نہ زمینی۔ ۸۵

اُس کی موافق قرآن تاویل نہیں ہو سکتی تو اُسے
چھوڑ دینا چاہیے۔ - منشا ۱۳۹ و ۱۴۰

۵۔ حدیث کو ملازم شریعت قرار دینا اور قرآن کو
ترک کرنا تباہی کی نشانی ہے۔ جو حدیثیں قرآن
کے موافق ہیں اُن کی عزت و تکریم کرو۔ باقی ترک
کردو۔ - ۳۲۶-۳۲۷

۶۔ یہ ہمارا مذہب ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ حدیث
بھی جو اصول حدیث کی رو سے خواہ کسی ہی
ضعیف ہو لیکن قرآن و سنت کے خلاف نہیں
تو واجب العمل ہے۔ - منشا ۲۲، ۳۴، ۱۱۹، ۱۵۲

۷۔ محمدؐ میں بلاوی نے بھی کہا ہے کہ اہل کثافت صحبت
حدیث کے لئے حدیثیں کے اصول تنقید حدیث کے
پابند نہیں بلکہ بعض وقت وہ بذریعہ کثافت ایک
میچ حدیث کو ضعیف اور ضعیف کو میچ ٹھہرا
سکتے ہیں۔ - منشا ۲۳ و ۲۰۳

احادیث مہدی محمدؐ میں اور حدیثیں صحیح
نے احادیث مہدی کو بروج قرار دیا ہے۔ - منشا ۵۵
احادیث اور حکم مسیح موعودؑ

مسیح موعود کے حکم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ
تحقیق کر کے سچی بات کو پیش کرے گا۔ ورنہ ہر فرقہ والا
اُسے مجبور کرے گا کہ میری حدیثوں کو مانو۔ - منشا

حرمت

حرمت کی دو قسمیں حقیقی اور ظاہری حقیقی جو نیر حقیقی
ہوتی ہے وہ اسباب داعیہ سے اٹھ جاتی ہے۔ - منشا ۲۲
حشر دی قیامت کے روز نمبر وار اٹھیں گے

یا سب اکٹھے۔ فرمایا سب اکٹھے اٹھیں گے۔ قیامت
کے روز سب کا ایک دم مقابلہ کروا کے مخالفوں
اور موافقوں کا حال ظاہر ہو جائیگا۔ عظیم الشان
جبروت والے خدا کی نسبت بحث کرنا گناہ میں
داخل ہے۔ - منشا ۳۲۷-۳۲۸

ب۔ مردے کا تعلق زمین سے ضرور رہتا ہے عیون
کا تعلق ایک آسمان سے ہوتا ہے ایک زمین
اصل حساب کتاب برزخ میں ہو جائیگا اور
مقابلہ کرنا حشر کو ہوگا۔ - منشا ۳۲۸

ج۔ ہمارا ایمان ہے کہ حشر میں ایک بدن ملیگا مگر
جس طرح اُس عظیم کے علم میں ہے۔ ہو سکتا ہے
کہ اس بدن سے بھی کچھ حصہ اس کو دے دے
پھر وہ خدا کی طاقت سے ابھی بن جاوے۔ - منشا ۳۲۹

د۔ کیا یہ مرتبہ صرف انسان کو ہی ملیگا اور حیوانات
کو نہیں دیا جائیگا۔ فرمایا۔ اس پر ہم جھگڑ نہیں سکتے
بہشت والوں کو تو ابھی رہنا ہوگا۔ سورہ یاقوتی
علیٰ جہنم زمان لیس فیہا احد کے مطابق
جہنمی جہنم سے نکال لئے جائیں گے۔ - منشا ۳۲۹-۳۳۰

حفاظت الہی کا مہر

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عصمت کی فکر میں
خود گتے۔ تو واللہ یحصوٰک من الناس کی آیت
نازل نہ ہوتی۔ - منشا ۲۶۰

حق کی شناخت کا معیار کہ باوجود
اپنے پرانے کی عصمت مخالفت کے حق آگے قدم رکھتا
جائے اور کوئی روک اُس کی ترقی میں مانع نہ ہو۔

اسی معیار پر ہمارے سلسلہ کو پرکھا جائے۔ ۱۸۶-۱۸۵

حق کی قبولیت

قبول حق کے لئے قوت اور توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ ۱۸۶

حرفہ کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایک شاگرد کا غلط فتویٰ۔ ۶۶

حالت

اصل اشیاء میں حالت ہے۔ حرمت جب تک نفع قطعی سے ثابت نہ ہو نہیں ہوتی۔ ۱۵۳

خاتم النبیین

۱۔ جہانی ترقیات کی طرح روحانی ترقیات کا سلسلہ ہے جو ہوتے ہوتے پیغمبر خدا پر ختم ہوا۔

خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں۔ ۲۰۳

ج۔ جس پر ختم نبوت ہونا تھا اگر وہ اپنے کلمات

میں کمی رکھتا تو پھر وہی کمی آئندہ امت میں ہوتی کیونکہ جس قدر کلمات نبی میں ہوتے ہیں اسی قدر اُس کی امت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ۳۴۹-۳۸۰

ج۔ آیت خاتم النبیین کی فارسی زبان میں تفسیر

۱۔ دیکھ معنی نفی نبوت سے شود و در یک

معنی اثبات نبوت میشود۔ ۲۔ و آن نبوت

منقطع امت کہ با توں سلسلہ رسول اللہ آید

دہر کے کہ ازین انکار سے کند کا فر میشود و از

دین خارج میشود۔ ۳۔ پس ازین آیت معلوم

میشود کہ اللہ تعالیٰ بطور جہانی نفی ابوت فرماتا

دبطور روحانی اثبات نبوت میکند۔ ۲۲۳-۲۲۵

خاتمہ بالخیر

قاضی میرسن صاحب کے والد سہمی غلام شاہ صاحب نے خاتمہ بالخیر کیلئے عرض کیا۔ تو فرمایا۔ یہی بڑی بات

ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو۔ عمر خواہ تھوڑی ہی ہو یا

ہزار سال۔ ۱۱۷

ختم نبوت

۱۔ اللہ تعالیٰ ختم نبوت بھی قائم رکھتا ہے اور اُس کے استفادہ سے ایک سلسلہ جاری کرتا ہے

ب۔ ختم نبوت غیر امتی نبی کے آنے کو خواہ شرعی ہو یا نہ ہو مانع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آپ کے سوا اور آپ کے

استفادہ سے الگ ہو کر نہیں آسکتا۔ ۱۱۷

ج۔ پرانے نبی کے آنے کو کہا استخلاف الذین

کا وعدہ بھی مانع ہے۔ ۱۱۷

د۔ قرآن نے ایک طرف آپ کو خاتم الانبیاء

ٹھہرایا۔ دوسری طرف و آخرین منهم سما

یلحقوا بہم کہہ کر سچ موعود کو آپ کا بروز

ٹھہرایا ہے۔ ۱۱۷

ہ۔ اس اعتراض کے جواب میں کہ جب سچ نافرمانی

کے آنے سے ختم نبوت ٹوٹتی ہے تو کیا مرزا صاحب

کے دعویٰ نبوت سے نہیں ٹوٹتی۔ فرمایا۔ ہم تو

اپنے آپ کو امت محمدیہ میں ادھر ادھر آنحضرت معلوم

کی اتباع میں فنا شدہ سمجھتے ہیں اور وہ تو حضرت

موسیٰ کی شریعت پر غالب تھے۔ ۳۹۲

داتا گنج بخش کے دوست فقیر

مقبرہ کے دو فقیروں کے پاس ایک شخص نے جسے خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سچا ہونا بتایا گیا تھا مسیح موعود کا ذکر کیا۔ تو ایک نے کہا۔ مرزا کی تھے وہ مرہ سے ترقی ہونا ان کی سچائی کی دلیل ہے۔ پھر دوسرے مست فقیر نے یہ سن کر کہا۔ میں بھی پوچھ لو۔ دوسرے دن اُس نے بتلایا۔ خدا نے کہا ہے کہ مرزا مولا ہے۔ پہلے فقیر نے کہا۔ مولانا کہا جو گا کہ وہ تیرا اور میرا اور ہم جیسے سب کا مولا ہے۔ ۱۸۸

الدار

الدار کی توسیع کے متعلق میر صاحب کو لکھی ہوئی کتابت کرنے کے لئے ہدایت اور مولوی عبدالکریم صاحب کو چندہ کے لئے اپیل کرنے کے متعلق تاہام ائی احافظ کل من فی الدار میں موعودہ حفاظت سے بہت سی دوست حصہ لے سکیں۔ ۱۱۲

دار صی

دار صی رکھنے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد اور اُترے کا استعمال ۳۸۸ - ۳۸۹

دجال

۱۔ نزول مسیح اور دجال کے متعلق عام خیالات اور اُن کا جواب۔ ۲۳ - ۲۵

ب۔ المسیح الدجال۔ دجال ایک گروہ کا نام ہے۔ مسیحوسماحت کرنے والا۔ انہوں نے فلسفہ کے رنگ میں دعویٰ خدائی اور خدا نائی کی کتابوں کو موڑ پھوڑ کر اپنی منشا کے مطابق کر کے

دیکھو یہ لفظ "اللہ"

خدا
نرگوش کی حلت کے استفسار پر فرمایا۔ اس اشیا میں حلت ہے۔ حرمت جب تک نفس قلمی ثابت نہ ہو نہیں ہوتی۔ ۱۵۳

خلق جمع اخلاق

۱۔ اعلیٰ اخلاق اور اُن کے اظہار کا وقت جو کچھ مصیبت کے وقت ممبر وغیرہ دکھاتا ہے وہی فتح و انجیل کے وقت دکھائے۔ مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ بمخاطب اظہار اعلیٰ اخلاق۔ ۱۰۷

ب۔ اخلاقی نمونہ ایسا معجزہ ہے جس کی دوسرے برابری نہیں کر سکتے۔ ۱۴۵

خلق اور خلق میں فرق

خلق ظاہری مفسد اور خلق باطنی مفسد۔ تصدق سے ظاہر اظہار غیر باطنی سے پیش آنا خلق نہیں نفاق ہے خلق سے مراد اندرونی قوی کو مناسب اپنے مقام پر استعمال کرنا ہے اور اُس کی شائیں۔ ۳۳۶ - ۳۳۷

خلیفہ وہ جانشین جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانہ کے بعد کی تائیدی کو دود کرنے کے واسطے جو اُن کی جگہ آتے ہیں انہیں خلیفہ کہتے ہیں۔ ۲۸۳

نحوایں
نواجر علی (دفاعی) نے مولوی محمد حسین بلالوی سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا۔ ۳۵۸

۵

دایۃ الارض کی حقیقت آیت میں طامون کا

۵۷

کیا مراد ہے۔

۵ - دعا میں آداب کو ہمیشہ مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

سورۃ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے ایک مانگنے کا طریق سکھایا ہے۔ اور سورۃ فاتحہ کی مختصر تشریح اور انبیاء کو

اس دعا کے مانگنے کی ضرورت - ۳۹۹

۶ - بلعجم باعور کی دعا کی قبولیت ابتلاء تھا دعا

نہ تھی۔ آخر وہ مارا ہی گیا۔ دعا وہ ہوتی ہے جو خدا کے پیارے کرتے ہیں۔ ۲۰۶

۷ - دعا کی عدم قبولیت کی وجہ۔ دعا کرنا اولیٰ

آداب دعا اور ان طریقوں سے ناواقفیت ہے جو قبولیت دعا کیلئے ضروری ہیں۔ ۴۱۵-۴۱۶

۸ - آداب دعا

۱ - دعا کرنا اولیٰ کبھی ٹھک کر یا بوس نہ ہو جائے

اور سو وطن نہ کرے۔ کہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اس ناامید ہی نے بعض کو دہریہ بنا دیا۔ دعا کی مثال ایک زمیندار کے کھیت میں دانے پونے

اور اسکے نشوونما سے۔ شادی اور عورت نے بچہ جنمنے سے۔ ۴۱۶-۴۱۹

(ب) تلخ اور بھلت کو چھوڑ کر ماری تکلیفوں کو برداشت کرنا دندن دہریہ تک نوبت پہنچتی ہے۔

۴۱۸-۴۱۹

(ج) میرا اور گذشتہ راستہ بادل کا تجربہ بتانا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے

تو کامیابی کی امید ہوتی ہے۔ مسائل کی مثال جو مانگتا جاتا ہے۔ آخر صاحب گھر شرم کھا کر کچھ

دے ہی دیتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور

نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور اس کے چاند و خیرہ پر

انتیبار اور مردے زندہ کرنا۔ جھوٹا کرد فریبی ہوگا

۱۰۹-۱۱۰

ج - دجال کے ایک چشم ہونے پر فرمایا۔ قرآن مجید کے

مشفق تو ان کی آنکھ میں ہی نہیں اور تورات میں بھی کچھ دھندلی سی نظر ہے۔ ۱۹۲-۱۹۳

دعا

۱ - فرمایا میں نے دعا کی کہ بغیر دعا کے شفا دے

لور شفا ہوگئی۔ ۵۹

۲ - دعا کروانے سے متعلق نصیحت۔ ایک شخص کو

جو اپنے باپ کے واسطے دعا کے لئے کھتا تھا فرمایا۔ اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اسوقت

ہماری دعا کا بھی اثر ہوگا۔ ۱۸۸

۳ - دعا کا وقت۔ اس کی حالت میں دعا کی

جائے اور جو اس کے زمانہ کو عیش میں بسر کرتا اور مصیبت کے وقت دعائیں کرنے لگتا ہے

اس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں جب خدا باری کا نزول ہوتا ہے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا

۲۲۹

۴ - حقیقت دعا۔ دعا کرنا مرنا ہوتا ہے۔ جو

ٹنگے موٹرز ہے۔ مرے سوئگن جا۔ پوری سوزش اور گلازٹ کے ساتھ جب دعا کی جائے۔ سستی کر

مدرج گزار ہو کر راستہ الہی پر گر جائے تو وہ دعا ہے۔ جسے یا تو خدا قبول کرتا ہے یا جواب

۲۴۱

دیتا ہے۔

دوسروں کو مثال کرنے کیلئے دُعا میں کوئی حرج نہیں

۲۶۹

اکڑاوقات واحد تکلم سے جمع تکلم مراد ہوتی ہے
جیسے فاحفظنی اس میں نفس کے متعلقات اور لوازمات
جیسے گھبراہ، خویش واقارب اور اعشاء وغیرہ آ
جاتے ہیں۔

۲۸۵

۲- دُعا سنات داریں کی ربنا اثنانی الدنیا حسنة
دیکھو ذیل تفسیر

دُعوت

بغیر غدر کے دعوت رد کرنا اچھی بات نہیں۔

۲۵۶

دلائل

۱- دلائل کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ جن کو ہر نبی
پیش کرتا رہا ہے۔ ایک نصوص دوسرے معجزات
تیسرے عقل۔

۲۳۷

ب- دلائل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اتنی اور لٹنی۔
کھوج نکال کر جاننا اس کا نام لٹنی ہے اور
اتنی یہ ہے کہ آثار سے معلوم کر لینا اور اس
کی مثالیں۔

۲۲۹

دُشمن

اس میں تثلیث کی جڑ دُشمن ہے۔ یہ راز کی بات
ہے دُشمن سے مشرقی طرف اُترنے سے مراد تثلیث کا
استیصال ہے۔ شرق ہمیشہ غرب پر غالب ہوتا ہے

۲۶۹

دوستی نفسانی اغراض کے پرستانوں کی دوستی نہیں ہوتی

۲۰۴

خدا کے واسطے دوستی ہونو باقی رہتی ہے۔

دُعائے ابراہیمی کا ذکر۔

۳۱۹-۳۲۰

> دُعا کرنے اور کرنے والے کے تعلقات کا پتہ ات
صلوات سکن لہم اور فلیستجیبو لی مدون
آیات کے لئے پتہ لگتا ہے۔

۳۲۸

۸- دُعا کے لئے قانون ہے کہ جسم تکالیف اٹھائے
اور مدوح گداز ہو۔ اور پھر میرا دعا استقلال سے
اُتد تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لاکر زمین سے کام لیا
جاوے۔

۳۳۳

۹- دُعا کے زمانہ میں ابتلاواتے ہیں حضرت مولے
کے زمانہ میں ابتلاوہ۔ ابن ابتلاؤں کے آنے میں
ایک ستر یہ بھی ہے کہ دُعا کے لئے جوش بڑھنا
ہے۔

۳۳۲-۳۳۵

ز- کبھی دُعا کرنے والا ایسے امر کیلئے دُعا کرتا ہے
جو اس کے لئے مفید نہیں ہوتا۔ تو اُتد تعالیٰ
اُس کی دُعا کو رد تو نہیں کرتا لیکن کسی اور صورت
میں پورا کر دیتا ہے۔

۳۳۵

دُعائیں

۱- رب کل شیء خادمک ربنا فاحفظنی

والنعونى وارحمنى۔ میرے دل میں ڈالا گیا

کہ یہ اسم اعظم ہے جو ان کلمات کو پڑھے گا۔

ہر ایک آفت سے اُسے نجات ہوگی۔ ایک آریہ

نے بھی یہ دُعا کھولی۔

جب فرمایا میں نے ادا دہ کیا ہے کہ اس کو نماز میں

دُعا کے طور پر پڑھا جائے۔

۲۶۵

۱۷) الہامی دُعا میں واحد تکلم کو جمع تکلم کے معنی میں

دنیا کی بے ثباتی

- ۱۔ حضرت نوحؑ کا ذکر۔ اور دوزخ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ ہم بچیں میں اس کے بچے کھیل کرتے تھے۔ ہم بڑھے ہو گئے یہ اس طرح ہے۔ ۱۴۱
- ۲۔ انسان کی عمر تو پیل اودنگدھ جتنی بھی نہیں۔ ابراہیم بن ادم اور ہ شجاع جنہوں نے اپنے تختوں کو چھوڑ دیا۔ ۱۴۲
- ۳۔ جہاں تک ہو سکے اٹنے والے سفر کی تیاری میں معروف رہنا چاہیے۔ ۱۴۵
- ۴۔ دنیا دار آدمی دنیا داروں کی طرف رجوع کرنے میں اپنی ذلت محسوس کرنا ہے جس قدر زیادہ دنیا داری اور خدا پرستی ہوگی اتنی قدر اہل دنیا سے نفرت پیدا ہوگی۔ ۳۵۹

دینی جہاد

- ۱۔ دقت بھی ایک قسم کے جہاد کا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو چاہیے کہ دینی ضرورتوں اور دینی کاموں میں دقت ایک کرے۔ ۱۹۶

ط
۵

ڈاکہ کا علاج کہ ڈاکہ والوں کی تعظیم کی جائے اور ان کو بڑا بنایا جائے تا ان کو پھر ڈاکہ مارتے شرم آوے۔ ۳۷۳

ڈاکٹرس کے۔ ہنری مارٹن کلاڈک کے مقدمہ میں عدل و انصاف کا ذکر۔ ۱۳

سود کھانے سے تو کافر ہو جاتا ہے مگر انسان کو خدا

بنانے سے نہیں ہوتا۔ ۱۵۹

- ۲۔ ڈوٹی کے معجزے سلب امراض وغیرہ میں جن سے معجزات سبح کی مٹی پیدا ہوتی ہے۔ ۱۱۱
- ۳۔ ڈوٹی کا ذکر ہم اس لئے کرتے ہیں کہ کہیں غیرت آجاتی ہے۔ بعض دقت کوئی عجیب تحریک ہو جاتی ہے۔ ۱۶۳

- ۴۔ نیز فرمایا۔ ڈوٹی کے وجود سے شیطان کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ ۱۶۲

- ۵۔ فرمایا۔ ڈوٹی جو دولت کی مشکلات میں پھنسا، اُسے دین میں کب راہ مل سکتی ہے۔ ۲۲۱

س

ریاء

- ۱۔ ریاء الناس کے لئے کام میں خواہ کتنی ہی نیکی ہو وہ بے سود اور اللہ عذاب کا موجب ہوتا ہے۔
- ۲۔ احیاء العلوم سے اس زمانہ کے فقہاء کی مثالیں۔ ۲۹

رحمت اللہ کریمؑ کی یاد میں بیوی سے فرزند کا نام عبد اللہ رکھا اور فرمایا اللہ میں وہ اولیٰ ولد الاسلام ہے۔ ۲۲۷

رحیم بخش عرضی نویسی (منشی)

- ۱۔ کہ سیرج کی موت مان لی ہے تو اس کا جنازہ بھی پڑھ لینا چاہیے۔ حضور نے فرمایا کہ پڑھ لینے میں کوئی صرح نہیں۔ ۱۲۶

۲۔ انہی کا یہ سوال جو بڑا کر عبد الستار صاحب نے

ڈوٹی دلی ڈوٹی کے نزدیک انسان مقدس شراب

تاس سے روزہ کی توفیق حاصل ہو۔ اور دعا

کرتا رہے۔ اور یہ خدا کے فضل سے ہوگا۔ ۲۵۸

(ب) ابو سعید خدریؓ اس استفسار پر کہ میں نے

آج تک روزہ نہیں رکھا۔ کیا فدیہ دوں۔ فرمایا

وہعت کے مطابق گذشتہ کا فدیہ دو۔ ائمہ

مہد کر دے کہ سب روزہ ضرور رکھوں گے۔ ۲۵۹

(ج) جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے

توفیق مانگے گا وہ اُسے محروم نہیں رکھیگا۔ اگر

یاد بھی ہوگا تو فرشتے اُس کے لئے روزہ رکھنے

اور وہ ثواب سے محروم نہ ہوگا۔ ۲۵۹

(د) جو تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم

رکھتے ہیں خدا اُن کو دوسری مشقتوں میں ڈال

دیتا ہے۔ جو خود اُن میں پڑتے ہیں خدا اُن کو اُن

سے نکال لیتا ہے۔ انسان کی مشقت اپنے نفس

کے لئے جہنم اور خدا کی مشقت جنت ہے۔ ۲۶۰

رُویا

۱۔ مائیکہ کا تمہل آپ کے والد کی موت میں جن کے

ہاتھ میں ایک پھری تھی۔ ۲۶۱

۲۔ ایک شخص کا رُویا میں کہنا کہ میرے کان کے

نیچے طاعون کی گلٹی نکلی ہوئی ہے۔ ۲۶۲

۳۔ رُویا میں کچھ بادشاہ اور رُوح کا دیکھنا ۲۶۳

۴۔ رُویا میں کسی نے چار پانچ کتابیں دیں جن پر

تیس تیس لکھا ہوا تھا۔ ۲۶۵

۵۔ دیکھا ایک شخص چیل کی طرح چھٹا مادہ کر میرے

سر سے ٹوپی لے گیا مگر عام نہ لے جاسکا۔ ۲۶۷

پیش کیا کہ برائین میں مسیح کی آمد ثانی کا اقرار تھا

پھر اس کے خلاف دعویٰ کیا گیا۔ اور اس کا

جواب۔ ۱۳۰-۱۳۴

ج۔ اُن کے اس سوال کا جواب کہ بعض جگہ رُوح

کو قریشی سمجھا ہے اور بعض جگہ کہ قریشی سے

نہیں۔ ۱۳۵

رسول پایا امرتسری کا بجا رضہ طاعون تو

ہونا اور البہات۔ ۲۶۸

رُوح

۱۔ رُوح کے متعلق آریوں کے عقیدہ کی تردید۔

اور تاسخ کا مدعا اور اس کے ماننے سے جو خدا کی ذات

میں نقص لازم آتا ہے۔ ۳۳۳

ب۔ رُوح و جسم کا تعلق ابدی ہے۔ ۳۳۱

ج۔ رُوح اہل عقل کا تعلق دیکھو عقل اہل رُوح

رُوح القدس۔

سچی پائیز کہ بلا رُوح القدس نہیں مل سکتی۔ ۳۳۱

روزہ جمع روزے

۱۔ چھ ماہ روزے رکھنے کا ذکر۔ اور انوار کے ستون

دیکھنا۔ پھر ایک طائفہ انبیاء کا شہادت میں ملنا

کہنا کہ تو نے کیوں اپنے آپ کو اس قدر مشقت

میں ڈالا ہے۔ ۲۵۵

۲۔ رمضان کی عظمت اور اس کے روحانی اثرات

ملوئے تزکیہ نفس کرتی ہے۔ اور مومنین کی طلب

۲۵۶

۳۔ روزہ میں فدیہ دہی اس لئے مقرر کیا گیا

آیا ہوں۔ اداس کے منہ سے حسرت میرے یہ الفاظ نکل
سے تھے تہمتیں حسرت را اور اس کا مطلب ص ۲۷۷
۳۱۔ ایک مقررہ ذبیحۃ الطاعون لکھا ہوا دیکھنا۔

رُویا کی تعبیر

- ۱۔ مردہ۔ عالم رُویا میں مردہ کے قبر سے نکلنے کی
تعبیر کہ گرفتار کا آزاد ہونا ہے۔ ص ۶۶
- ۲۔ بھلی چکنا۔ رُویا میں بھلی چکنے کی تعبیر اس جگہ
کی آبادی ہوتی ہے جہاں بھلی چکنے اور عطر اقدس
کی ایک رُویا۔ ص ۲۷۲
- ۳۔ ما تھی ادتیل۔ وہی رات کے وقت رُویا میں
ما تھی دیکھنا بھی عمدہ ہوتا ہے اور تیل لگانا بھی
زینت ہے۔ ص ۱۶۵
- ۴۔ ما تھی دیکھنے کی تعبیر طاعون اور مہینہ رُوی
کی تعبیر کچھ تکلیف ہے۔ ص ۲۸۱-۲۸۲
- ۵۔ گالیاں دینا خواب میں گالیاں دینے والا خواب
اور جسے دی جائیں وہ غالب ہوتا ہے۔ ص ۱۹۶
- ۶۔ بھاگنا۔ خواب میں دشمن سے بھاگنے کی تعبیر دشمن
پر فتح پاتا ہے۔ ص ۲۱۸
- ۷۔ نماز اور تیرہ سوئی۔ خواب میں نماز پڑھنے اور تیرہ سوئی
کھانے کی تعبیر کہ نماز میں اللہ تعالیٰ صلا عطا
کرے گا۔ ص ۳۲۱
- ۸۔ تبت ید ابی لوبد وقت خواب میں پڑھنے
کی تعبیر کہ دشمن پر فتح ہوگی۔ ص ۳۲۱
- ۹۔ انگوٹھی۔ رُویا میں انگوٹھی دیکھنے سے مراد یہ ہے
کہ انسان اسی حلقہ میں آجاتا ہے۔ ص ۳۳۷

- ۶۔ تین مہینے دیکھے۔ ایک سے خطبہ لاحق ہوا۔
خواب میں رب کل شیء عباد ملک کی وہاں نظر
ہوتی۔ ص ۲۶۷، ۲۷۶
- ۷۔ ایک گھوڑے کا سوار ملا۔ پھر دیکھا کہ ایک جنازہ
آتا ہے۔ ص ۲۰۵
- ۸۔ ایام جوانی میں خواب دیکھنا کہ روزہ رکھنا سنت
الہی بیت ہے ص ۲۵۷
- ۹۔ رُویا میں آپ نے فرمایا۔ عیسیٰ توہانی پر چلتے تھے
اور میں ہوا پر تیر رہا ہوں۔ اور میرے خدا کا فضل
میں سے بڑھ کر مجھ پر ہے۔ ص ۲۶۶-۲۶۷
- ۱۰۔ ایک شخص نے ایک روپیہ اور پانچ سو پارے
رُویا میں دیئے۔ ص ۲۸۵
- ۱۱۔ پھر فرمودگی میں تریاق القلوب کہ ایک معفو
پر حقی شکر المصائب لکھا دیکھا پھر تیسری
دفعہ کچھ مدق دکھائے گئے۔ ص ۲۸۵
- ۱۲۔ قادیاں کی طرف آنے اور راستہ کے بحر زخار
سے بند ہونے اور آپ کا کہنا کہ یہ راہ بڑا خوفناک
ہے۔ ص ۲۹۸
- ۱۳۔ ضعیف خواب میں جو کشف کے رنگ میں تھی بائیں
خاترہ پہننے اور چہرہ چمکتا ہوا دیکھنا سورہ میں
کے بعد وحی الہی ص ۳۳۲ نیز دیکھو الہام
۱۴۔ سُرخ کے قطرات والی رُویا ص ۳۶۹
- ۱۵۔ ایک رُویا جس میں ایک بے تدوائے شخص نے
کہا کہ آپ کی تعریف سن کر کہ آپ کو اسرار
اور حقائق و معارف میں بہت دخل ہے سُن کر

رومی مولوی رومی کے شعر سے

ہفتصد ہفتاد طالب دیدہ ام ہنچو ہنجرہ بار بار دیدہ ام
 میں تاسخ کی طرف نہیں بلکہ تغیرات لفظ کی طرف ایما
 ہے اور ان تغیرات کی تفصیل - ۴۳۱-۴۳۲

ریزرو ابو سعید عرب کی تجویز کہ آدمی
 زیادہ ہونگے ریوے کے کمروں کو ریزرو کر لیا جائے۔
 فرمایا مناسب ہے تا تکلیف نہ ہو۔ ۴۱۱

ریل فرمایا ریل بھی خارق عادت طو پر
 انسان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔ ۶۳
 ریوے سیح موعود کا ایک نشان ہے۔

آیت داذا العشار عطلت اور حدیث لیتوکن
 انقلاب میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ۵۴

ز

زلزلہ

خواجہ کمال الدین نے خواب سنایا کہ زلزلہ آیا۔
 فرمایا۔ یہی طاعون زلزلہ ہے ۴۸۴

زمانہ

موجودہ زمانہ سے متعلق قرن مجید میں پوچھو گا ذکر ۳۹۱

زندگی

۱۔ انسان کو سفلی زندگی سے اسی دن نجات اور
 سچی زندگی حاصل ہوتی ہے جس دن سے خدا سے
 کہے کہ میں غالب ہوں۔ ۲۷۸

ب۔ اصلاح یافتہ زندگی کی مثال دریا کے
 طوفان میں ایک مضبوط جہاز کے ساتھ۔
 ۳۷۱

۹۔ کتا اور اٹا۔ ابو سعید عرب کی روایا ایک کتا پیارے
 کا کتا ہے اور پھر اس نے اٹا دیا جسکو انہوں نے
 توڑ ڈالا اور وہ بھاگ گیا۔ فرمایا۔ کتے سے مراد
 خفیہ سادشمن۔ اٹے سے مراد اس کی ذہنیت
 توڑنے سے مراد اس کی ذہنیت کو تلف کر دیا۔
 ۳۵۲

۱۰۔ موت۔ خواب میں موت سے مراد موت ہی
 نہیں ہوا کرتی موت کے معنی رفعت درجات
 کے بھی ہیں۔ ۳۶۸

۱۱۔ حدیث۔ جو معائنات اور علم رکھتا ہو۔ ۳۶۸

۱۲۔ ابابیل۔ وہ جماعت اور لوگ جو اس سے
 فیض حاصل کرتے ہیں۔ ۳۶۵

۱۳۔ عقلمند کرنا خواب میں عقلمند کرنے سے مراد تقویٰ
 کا طریق اختیار کرنا ہے۔ ۳۷۳

۱۴۔ قامت کی خیر نیتنا۔ اس سے مراد دینداروں کی
 فتح ہے۔ ۳۷۴

۱۵۔ اسماء۔ تعبیر روایا میں ناموں کو بڑا دخل ہے
 اس نے نام کو دیکھ لے۔ ۳۱۸

۱۶۔ سعید اور شعی کی تعبیر روایا میں فرق۔ یعنی خوابوں
 کی تعبیر ہر ایک کے موافق حال ہوتی ہے اور
 ابن تیمیہ کی ایک مثال۔ ۳۳۱

روایا کی اقسام۔ ایک نفسانی، ایک شیطانی
 اور ایک رحمانی۔ ۳۶۸-۳۶۹

روایا اور کشف میں فرق۔ حالت روایا یعنی
 بینہ میں مکان بدلتا رہتا ہے مگر کشف میں مکان نہیں بدلتا
 ۳۲۲

س

سالک و مجدد

سالک جو آپ محنت کرتا ہے۔ اور وہ سالک جسے خود خدا دیوے وہ مجدد ہوتا ہے۔ ص ۷۳

سرور کا علاج

ایسی ہلکیوں کا شور باجن کو کچھ گوشت چٹا ہوا ہو ٹھنڈا کر کے چربی نکال دی جائے۔ ص ۲۳۴

سر سید احمد

۱۔ سر سید احمد نے کتب حضرت مسیح موعود کے متعلق ایک دفعہ کہا کہ ان میں ذمہ خیر نہیں۔ ص ۸۵

ب۔ سر سید کا یورپ کی طرف میلان ص ۱۶۳

سرور شاہ صاحب

۱۔ آپ کا موضع تدریس بھی جانا۔ اور ہا مباحثہ کا ہونا۔ ص ۱۱۹، ۱۵۵

ب۔ آپ کا حضرت مسیح موعود سے ماذا اجبتم لنا قالوا لا علم لنا کی تفسیر دریافت فرمنا۔ ص ۱۶۵

ج۔ آپ حضرت مسیح موعود کی گفتگو ص ۱۶۷

د۔ آپ کا سوال کہ غیر مذہب سے نیکی کرنے والوں کے لئے نجات ہے یا نہیں اور اس کا جواب ص ۲۰۶

سعادت

۱۔ سعادت کے نشانی۔ عذاب الہی کے نزل سے

پیشتر دعائیں مصروف رہنا۔ صدقات دینا۔

اور اللہ الہی کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرنا اور

اپنے اعمال کو سنوار کر بجالانا۔ ص ۲۳

ب۔ ال سعادت سے مراد وہ شخص ہے جو علی طور پر مدتی دکھاتا ہے۔ ص ۲۸۱

سعید

۱۔ وہی سعید سعادت کے دامن کے اندر ہے جو

ٹھٹھے کر نیوالوں کی مجلس میں نہ بیٹھے۔ اور خدا سے

تنبہائی میں دعائیں کرے۔ ص ۵۷

ب۔ سعید جلد بازی نہیں کرتے بلکہ صحت منطقی اور صبر

سے کام لے کر ایمان لاتے ہیں۔ ص ۲۱۹

ج۔ دو آدمی سعید ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جن کا

اللہ تعالیٰ بالذات رفع حجاب کرتا اور اپنی

خطی طاقتوں سے ان پر اپنی ہستی کھول دیتا،

دوسرے وہ جو ایسے آدمیوں کی صحبت میں ہو کر

ان سے استفادہ ہوتے ہیں۔ جیسے صحابہ کے حجاب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت رفع ہوئے۔ ص ۲۲

سفر کے آداب

۱۔ سفر کے لئے بھی دینی نیت کرے۔ جنید بغدادی

کے ایک سفر کا واقعہ اور لاستہ میں ایک

بے دمت دبا انسان کا طہا۔ اسی طرح آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکان کے دیوہ کے متعلق

صاحب مکان کے جواب پر فرمانا اذان شننے کی

نیت کرنا تو خواب بھی ملتا۔

ب۔ سفر سے پہلے استخارہ کر لینا چاہئے اور

اس کا طریق۔ ص ۳۰۶-۳۰۷ نیز دیکھو استخارہ

سکینت کہ دل میں یقین ہو کہ خدا تعالیٰ ہمیں

ضائع نہیں کرے گا۔ طاعون کی حفاظت کے متعلق اپنی مثال۔ ص ۲۸

سلبِ امراض

- ا۔ یہودی اور فاسق و فاجر بھی کر سکتے ہیں منہ
 ب۔ منتر جتنے بھی سلبِ امراض ہی ہے۔ مگر بڑا
 خبیث کام ہے۔ اسلام نے رُوحانی امراض
 کے لئے سلب رکھا ہے خدا علم من ذکھا
 منہ

سلسلہ احمدیہ

- ا۔ اس کا قیام شیگونی اور ضرورت زمانہ کے مطابق
 ہوا۔
 ب۔ سلسلہ احمدیہ کی پیش کردہ تعلیم کو ہی عقائد قبول
 کر گئے۔ اسلامی تعلیم بدل ہے اور اس میں ایک
 کشش موجود ہے۔
 منہ

سلیماق

- الثالث الحدید کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے
 ہیں کہ مشکلات صعب حضرت سلیماق پر آسان ہو گئیں
 منہ نیز دیکھو "معجزات"

سنت

- ا۔ سنت وہ اسوہ حسنہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اُس وحی کے مطابق قائم کر کے دکھایا
 جو آپ پر نازل ہوئی۔ منہ د ۱۱۶-۱۱۷
 ب۔ قرآن میں جو احکام آئے آنحضرت صلعم نے
 انہیں خود کر کے دکھایا۔ جیسے نمازیں۔ وفات
 پاکر بھی ایک سنت قائم کر دی جس کا ذکر آیت
 وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل
 میں ہے۔
 منہ ۱۵۱-۱۵۲

ج۔ امامِ عظیم علیہ الرحمۃ نے دفع یدین پر عمل نہ کیا۔ کیونکہ
 اس وقت انہیں سنت نظر نہ آئی منہ ۱۵۳
 سنت کا احیاء
 جو فعلِ خدا اور رسول کی رضا کے خلاف ہو۔ وہ
 چھوڑا جائے اور جو حدودِ الہی اور وصایا رسول اللہ صلعم
 کے موافق ہوں ان پر عمل کیا جائے۔ احیاء سنت اسی
 کا نام ہے۔
 منہ

سنت اور بدعت میں تمیز نہ کرنے والوں کا
 انجام اچھا نہیں ہوتا۔ ہاں ایک حصہ اجتہاد کا
 بھی ہے اور اس کی تفصیل۔
 منہ ۱۵۷
 سوالات اگر کوئی ہم امر دل میں آئے
 تو اُسے مزبور پیش کر کے پوچھ لینا چاہیے۔ ہاں
 ذرا ذرا سی بات پر سوال کرنے سے بھی منع کیا گیا
 ہے۔
 منہ ۱۶۲

سید احمد بریلوی کے شروع کردہ کام کی
 تکمیل۔ ہند میں وہ واقع ہوئے۔ سید احمد صاحب کا
 اور ہمارا۔ ان کا کام لڑائی کرنا تھا انہوں نے شروع کر دی
 مگر اس کا اتمام ہمارے ہاتھوں مقدر تھا جو کہ اب
 اس زمانہ میں بذریعہ قلم ہو رہا ہے۔
 منہ ۱۹۲
 سن

شاذ حکم ہمیشہ کثرت پر ہوتا ہے شاذ
 تو معر دم کا حکم رکھتا ہے۔
 منہ ۱۳
 شاہدین (دعوتی) سٹیشن ماٹر مردان کی
 مخالفین کی شرارت پر تبدیلی ہو گئی۔ حضور نے مبرد
 استقامت کی تلقین فرمائی۔ آخر امر ان بالاکو خوبی

شوق القمر

عرب صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا۔ ہر اہل حق
میں خسوف و کسوف کا ذکر استعمال طور پر ہے۔ الہام میں
دان بود آیتہ یبہرچنوا ہے۔ بعض محدثین کا یہ مذہب
بھی ہے کہ یہ ایک قسم کا خسوف تھا۔ مولوی محمد
صاحب نے کہا۔ کہ عبداللہ بن عباس کا یہی مذہب
اور شاہ عبدالعزیز صاحب بھی یہی کہتے ہیں۔ فرمایا
ہمارا بھی یہی مذہب ہے کہ از قسم خسوف تھا۔ ۳۹۱

شوقی

جو عبادت سے کام لیکر اعتراض کرتے ہیں۔ ۳۱۹

شہادت

شہادت کا چھپانا گناہ ہے۔ جب سرکار بلا تار
ضرور حاضر ہونا چاہیے۔ ۱۷۹

ص

صادق مخالفوں کی شرارت سے مارا بھی جائے
تو شہید ہوتا ہے۔ ۱۲۷

صبر

تکلیف کے بغیر ثواب کیونکر ہو۔ آنحضرت صلعم
نے کئی زمانہ میں صحابہ کو صبر کی تعلیم دی۔ دکھ
دینے والا یا توبہ کر لیتا ہے یا فنا ہو جاتا ہے۔ صبر
بھی ایک عبادت ہے۔ دکھ اٹھانے سے ایمان قوی
ہوتا ہے۔ ۲۲۴ - ۲۳۵

صحابہ

۱۔ صحابہ کے اخص اور وفاداری کا ذکر۔ اور
آخر میں منہ میں صحابہ کو صحابہ ملایا گیا ہے۔ حاشیہ ۱۴-۲۳

تحقیق کا خیال ہوا۔ اطمینان بخش راستے قائم کی۔ اور
ترقی پر گوجرانی تبدیلی کر دی۔ حضور نے فرمایا۔ عاقبت
شوقی کے لئے ہے۔ ۱۶۶ - ۱۲۷

شبہ

دلی شبہ کا ازالہ کروانا بھی نیک نیتی اور معافی قلب
کا ایک نشان ہے۔ جو دور نہیں کرتے اس کا توجہ نفاق
اور ہلاکت دوح ہوتا ہے۔ ۳۱ - ۳۲
شہادت اعتراض اور شہادت اہلباء کے
وقت میں پیدا ہوتے رہے اور مثالیں۔ ۳۰

شرم

جو شخص شرم کی وجہ سے اپنے علم سے فائدہ نہیں
اٹھاتا اس کے لئے شرم دوزخ ہے۔ اور ایک شرم
جنت میں لے جاتی ہے۔ ۱۶۶

شرمیت (آریہ) کی صین نٹی کا ذکر۔ اور
یہ کہ ہمیشہ سرج مودود سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ ۸۲
شفا و بذر لہر دما ۵۹ نیز دیکھو دما
شفا عت

۱۔ ہمارا ایمان ہے کہ شفا عت حق ہے۔ د
صل علیہم ان صلواتک سکن لہم نعم مرزح
ہے۔ شفا عت کا فلسفہ یہ ہے کہ گناہوں میں
جو نفسانیت کا جوش ہے وہ ٹھنڈا کر جائے
۲۲۷

ب۔ شفا عت اور کفارہ میں فرق۔ کفارہ اعمال
حسنہ سے مستغنی کرنا اور شفا عت اعمال حسنہ
کی محرک ہے۔ ۲۲۷ - ۲۲۸

صفائی رکھنا سنت ہے۔ - وَشِيبَا بَكَ فَطَقِرَ -
ذَ الرَّجْدِ فَآهَجَزَ قُرْآنِ اَوْشَلَاہے۔ - ۲۴۴

صلیب

مسیح کے صلیب پر لٹکائے جانے کا عقیدہ مسیح
وحدت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ قرآن نے اسے رد
نہیں کیا البتہ تکمیل صلیب کی نفی کی ہے۔ - ۱۲۳

ط

طاعون

۱۔ طاعون والی عظیم الشان پکڑی کے ذریعہ دس ہزار
آدمی سلسلہ میں داخل ہوئے۔ - ۵۵

۲۔ مرض طاعون کا ذکر - ۵۶

۳۔ تمام کتابوں کا اتفاق ہے۔ سب نبی خبر دیتے
آئے ہیں کہ آخری دنوں میں طاعون آئیگی - ۵۷

۴۔ طاعون کا ذکر قرآن میں - ۲۳۳

۵۔ طاعون ایک عذاب الہی ہے۔ - ۵۷، ۱۴۲

۶۔ پنجاب میں طاعون کی ترقی کے ذکر پر فرمایا۔ پنجاب
ہی بگڑا ہوا ہے کوئی اس کا ستر تو دریافت
کرے۔ - ۶۳

۷۔ حکماء نے لکھا ہے۔ الطاعون هو الموت اور
اس کے آثار۔

دلی محض گلٹیوں اور بخار کا ہونا طاعون نہیں - ۶۴

(ب) گلٹی کے ساتھ جب تک کوئی نہ پڑا مادہ
نہ ہو تب تک وہ طاعون نہیں کہلاتی - ۶۵

۸۔ احمد دین صاحب اپیل نویس نے گورنمنٹ کے
قانون کا ذکر کیا۔ کہ اگر پانچ برس بیمار کو گاؤں

جا۔ صحابہ نے خود جانیں دیں۔ مسیحا مسیح کے کفارہ
پڑنا کرتے ہیں۔ - حاشیہ ۱۵۰

ج۔ صحابہ اور عواری۔ اطاعت و فرمانبرداری۔ خدا
کے احکام پر قائم تھے۔ حرمت شراب کا ذکر۔

موتی اور علی کے پیروں اور صحابہ کا مقابلہ۔
ایمان و اعتقاد اور مصائب کے برداشت کرنے
اور جنگوں میں لڑنے اور معجزات پر ایمان و اعتقاد
اور اطاعت احکام الہی میں۔ - ۱۳۶-۱۳۹

د۔ زہر صحابہ انہیں جو برابر بھی دنیا کی خواہش
نہ تھی۔ - ۱۴۳

۵۔ صحابہ حضرت مسیح کی اس شانوں کے قابل نہ تھے
جو انجیل کے نادان مسلمانوں نے ان کی بنا رکھی
ہے۔ - ۱۴۷

و۔ ایک شخص نے کہا صحابہ کے کپڑے میں سے کھیلے
اور پوند لگے ہوئے ہوتے تھے حضور نے فرمایا

جھوٹ ہے۔ میں سے کھیلے ہونا اود بات ہے اور
پوند لگے ہوئے ہونا اود بات ہے۔ قرآنی آیت

دلہ جز خاھجہ کے مطابق پاک و صاف رہنا
ضروری ہے اور لا یمسہ الا المظہرین

۱۸۷

صحبت کا اثر

زہری صحبت کا اثر بھی خوشبود اور بدلو کے اثر
کی طرح ہوتا ہے۔ - ۲۴۷

صفائی

مکانوں اور کپڑوں کو صاف ستھرا رکھنے کی تاکید

۶۳۔ طاعون کے سلسلہ میں جماعت کو نصیحت کہ اپنی اصلاح اور کھٹکا کرے۔ اپنے متعلق برائے الہام لینی احافظ کل من فی الدار۔ اور احافظکھ خاصۃ اپنی حفاظت پر یقین۔ ۶۸-۶۹
۱۵۔ حفاظت سے حصہ لینے والا وہ شخص ہے جو اپنے دل میں سمجھ لے کہ میں نے تبدیلی پیدا کر لی ہے
۷۰

۱۶۔ طاعون ٹیکہ اور چھپکے ٹیکہ میں فرق۔ ۷۷
۱۷۔ حفاظت از طاعون کے سلسلہ میں الہامات کا ذکر کر کے منقح محمد صادق صاحب فرمایا۔ سابقہ نوشتوں میں اس کا بھی ذکر ہے۔ آپ نے تلاش کر کے زبور ۹۱ کا حوالہ پیش کیا۔ ۷۹ و ۸۲
۱۸۔ طاعون کے خوفناک نتائج یہ بھی ہیں کہ آخر جنگل بنا دیتی ہے۔ ۹۱

۱۹۔ مولوی حکیم نور الدین صاحب نے فرمایا۔ بار کا نئی آبادی میں پرانی آبادیوں کے نشانات ملے جو طاعون سے ہلاک ہوئے تھے۔ ۹۶
۲۰۔ طاعون کے پھیلنے کے وقت دہریت الحاد شرک کا زہد اور بظاہر موعودین کی فریب حالت۔ اہل میں سستی اور بے باکی اور گناہوں پر دلیری
۹۷

۲۱۔ طاعون کے قادیان میں پھیلنے کے متعلق رحمت سنجی نام قبائلہ کا ایک خط اخبار عام کے نام اور یہ کہ مسیح موعود بھی قبائلہ طاعون میں۔ اخبار عام کا تصدیق کے لئے حضرت اقدس

نکالو اور پچاس پچاس نہ نکالو تو پانچ کی بات مانی جائے۔ فرمایا۔ گورنمنٹ نے گویا اپنے سر سے بلا آنا کر رہایا پر ڈال دی۔ ۶۴-۶۵
۹۔ حفاظت دار کے متعلق الہام ۶۵ نیز کچھ الہامات
۱۰۔ طاعون کے ٹیکہ کے فائدہ پر تاپ سنگھ کی تقریر کا ذکر۔ ۶۶-۶۷

۱۱۔ جو خدا کے ساتھ سیدھا اور راست ہوگا۔ طاعون کی کیا مجال ہے کہ اُس کے پاس آئے
۶۷
۱۲۔ صحابہ میں طاعون ہوتا رہا۔ ہاں انبیاء کو ہرگز نہیں ہوا۔
۶۷

۱۳۔ طاعون کا علاج

۱۔ جب ٹیکہ علاج نہیں۔ حفاظت الہی کا وعدہ ہے تو مرہم طبی اور جوار کیوں استعمال کرتے ہو۔ فرمایا۔ جو علاج تھوڑا دے وہ حفاظت میں داخل ہے۔ اگر ٹیکہ میں خیر ہوتی تو خدا خود نہیں بتاتا۔ ۲۲ برس پہلے ہم نے طاعون کے متعلق اطلاع دی۔ ۶۸

۲۔ طاعون کا علاج استغفار۔ دعا اور اعمال میں پاکیزگی ہے۔ ۹۹

۳۔ حکیم نور الدین صاحب نے جو الازہار الدینی محمد امین سنایا کہ طاعون کے آثار نمودار ہوتے ہی پانچ یا چھ تولہ کے قریب مگنیشیا سائٹر مرین کو ملا دیا گیا تو اسے آدم آ گیا ۲۰۹
۴۔ طاعون کا علاج خدا کے پاس الہام حندی مطالب
۲۱۸

کے پاس بھیجا اور حقیقت معلوم ہونے پر اسکا
شائع نہ کرنا۔ - ۱۰۲

۲۲ - رجز من السماء قرآن شریف میں طاعون کے
حق میں ہے۔ اس نے زمین پر امیر اس کا مقابلہ
نہیں کر سکتیں وہ نہ وہ عذاب آسانی نہ ہے
۱۷۹، ۲۳۳

۲۳ - طاعون مابعد کا مینہ ہے۔ جب طعن اور
تکذیب حد سے گذر جاتی ہے تو اس کی یادداشت
میں طاعون آتی ہے۔ - ۱۷۹

۲۴ - طاعون کو دابة الارض اسلئے کہتے ہیں کہ
اس کے کیڑے زمین ہی ہوتے ہیں۔ - ۱۷۹

۲۵ - طاعون سے مرنا شہادت نہیں۔ وہ تو عذاب الہی
ہے۔ اگر کسی حدیث میں آیا ہے تو یہ گویا
مومن کی پمدہ پوشی کے لئے ہے۔ نیز اگر کسی
حدیث کی تاویل موافق قرآن نہ ہو سکے تو
اُسے چھوڑ دینا چاہئے۔ - ۱۲۹-۱۳۰
۲۶ - گورنمنٹ کی طرف سے ٹیکہ طاعون کے بند
کرنے کا اعلان۔ - ۱۲۲

۲۷ - خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے
والوں کو طاعون سے نجات دیگا۔ - ۲۰۲-۲۰۵

۲۸ - طاعون سے متقی محفوظ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ
نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری اور میری
جماعت کی موت سے حفاظت فرمائیں گے۔ مگر
بہم مسلمان یا یہی بیعت کر نیوالے کا کوئی ذمہ دار
نہیں جب تک کہ ہمارے ساتھ والے کو

حقیقی تقویٰ نصیب نہ ہو۔ ایک مسلمان احد
یہودی کا واقعہ۔ - ۲۱۱-۲۱۱

۲۹ - بجز تقویٰ طاعون کا کوئی علاج نہیں۔ اگر
ایک گھر میں ایک بھی متقی ہوگا تو خدا تعالیٰ
اس کے سارے گھر کو بچائیں گے۔ بلکہ کامل متقی
اپنے محلے کا شفیع بھی ہو سکتا ہے۔ متقی
ضرور بچایا جائیگا۔ - ۲۳۲، ۲۶۲، ۳۶۳

۳۰ - طاعون مختلف وقتوں میں آئی۔ مگر ہر زمانہ
کا حکم ایک ہے۔ ان وقتوں میں ایسا کوئی
آدی نہ تھا جو اس وقت تم میں بول رہا ہے
اگر ہماری جماعت میں کوئی موت طاعون کی
ہوئی تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ اس میں کوئی نوع
غفلت کی تھی اور ابہام۔ - ۲۱۱

۳۱ - طاعون اور طوفان نوح۔ طوفان نوح کے وقت
اُن کے بیٹے نے کہا۔ پہاڑ کی پناہ لے لوں گا۔
اب پہاڑ کی پناہ کی جگہ ٹیکہ کی پناہ کو
کہہ رہے ہیں۔ - ۲۱۲

۳۲ - طاعون کا کیا تصور وہ تو مامور ہے اور لوگوں
کو سیدھا کرنے کے لئے ایک تازیانہ ہے۔
- ۲۱۵، ۲۳۳

۳۳ - فرمایا۔ آخر کار آسانی ٹیکہ ہی رہ جائیگا۔ - ۲۲۷
۳۴ - طاعون کے ٹیکہ کے خطرناک نتائج۔ - ۲۳۸

۳۵ - ہندوؤں کو طاعون زیادہ مرنے پر فرمایا۔ اول عذاب
یہ لوگوں شروع ہوتا ہے جو دوسرے مرنے سے
بچنے میں چھوڑے پورا شوقی کر نیوالے ہو چکے۔ - ۲۳۱، ۲۳۳

۳۶۔ طاعون کی تین اقسام

دلی ایک خیفیت جس میں صرف گٹھی نکلتی ہے۔ دوسری
کہ گٹھی کے ساتھ تپ۔ تیسری سب سے تیز اس
میں تپ نہ گٹھی آدی سویا اور مر گیا۔ ۲۴۱-۲۴۲
(ب) حقیقی طاعون کی علامت۔ ۲۹۰

۳۷۔ یعنی انھوں کا کہنا کہ ہمیں طاعون کیوں نہیں ہوتی
جواب۔ قرآن میں ایسا ہی لکھا ہے۔ ہدایت نہیں مانگتے
طاعون مانگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو خدا پر ایمان
نہیں۔ ۲۴۲

۳۸۔ مدراس کے ایک شخص احمدی کا تار طاعون
کے متعلق۔ ۲۶۳

۳۹۔ طاعون اور مخالین کا حضرت مسیح موعودؑ کو نہ ماننے
کے لئے ایک عذر اور اس کا جواب ۲۷۱

۴۰۔ طاعون سے متعلق براہین میں پہلے خبر دی گئی۔
پھر متواتر دو تہا فو تہا ۳۹۱ نیز دیکھو الہام متعلقہ طاعون

۴۱۔ یعنی نیک بھی طاعون سے مرتے ہیں۔ گردہ شہید
ہوتے ہیں۔ ۳۶۴

۴۲۔ اس سوال کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت
طاعون کیوں نہ پڑی۔ فرمایا۔ یہ ضروری نہیں کہ
خدا ہر وقت ایک ہی رنگ میں عذاب دے۔
اس وقت جنگ عذاب تھی۔ ۳۶۴

۴۳۔ الہام یا آتی علیٰ جہنم زمان یس فیہا احد
طاعون کی نسبت ہے اسے بہتر بھی کہا گیا ہے
۳۷۲

طالِبِ حَقِّ كَوْنِ نَصِيحَةٍ - طلبِ حق کے لئے

دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اول عقل سلیم چاہیے۔
موسطانی جرنل نہ رکھے جن پر وہم غالب ہوتا ہے۔
دوسرے قبولِ حق کے لئے ہرأت ہو جنرول نہ ہو۔
۱۳۲-۱۳۳ نیز دیکھو "ذہاب کا مقابلہ"

طوفانِ نوحؑ کل زمین کی آبادی پر نہیں بلکہ
صرف قومِ نوحؑ پر تباہی آئی تھی۔ ۳۹۱

ظ

ظن

۱۔ بذہنی سے جھٹ اعمال ہو جاتا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء
سے ایک شخص کا واقعہ نیز ایک جہانِ عورت کی
بذہنی کہ (سبح موعود) کے گھر میں تو کوئی نماز ہی نہیں
پڑھتا۔ حالانکہ اتفاقاً ان دنوں میں چند بیویوں سے
ناز ساقط ہو گئی تھی۔ ۵۲، ۵۱

ب۔ ظنونِ فاسدہ والا انسان ناقص الخلق ہوتا
ہے۔ ۵۱

ج۔ اعتراض پہلے انسان کو حسن ظن سے کام لینا چاہئے ۵۱
د۔ حسن ظن بڑی عمدہ چیز ہے۔ ۵۳

ع

عادت

عادت بھی ایک رنگ ہے جب دل پر بیٹھ جائے
تو دلائل کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جیسے ہندو کے دل میں
لنگا کی عظمت۔ ۲۲۷

عارف

جسے خدا سے ذاتی محبت ہو جائے وہ کبھی حال میں
عبادت سے نہیں نکلتا۔ اس کو ابروٹھے کا خیال بھی نہیں ہوتا

عبداللہ حاکم الرومی

اس نے تفریط کی جو حدیث کو بالکل لاشعنی سمجھا۔
اور محمد حسین نے افراط کی کہ حدیث کے بغیر قرآن کو لاشعنی

سمجھا۔ ۱۱۶

عبداللہ عرب کا ذکر

۱۔ کشتی نوح کا عربی ترجمہ سنانا اور حضرت اقدس
کی خواہش کہ اگر اردو اچھی طرح سیکھ لیں تو
عربی میں پرچہ جاری کیا جائے۔ ۱۶۶

ب۔ ایک رسالہ شیعہ علی حائری کے رد میں سنانا۔
ساتھ ساتھ اردو ترجمہ کرنے کا ارشاد۔ مگر انکا
بوجہ شرم ترجمہ نہ کرنا۔ رسالہ کے متعلق فرمایا
عہدہ لکھا ہے۔ معقول جواب دیئے ہیں۔

۱۶۸ - ۱۶۹

ج۔ شیعیت کی حالت میں اپنے تقیہ کے حالات
سنائے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اس سے نجات
دی۔ ۱۶۳

عبداللہ غزنوی (مولوی) کا اہام قرآن کے متعلق
ہذا کتابی و عبادی خاترا کتابی علی عبادی ۲۲۸

عذاب

دنیا میں عذاب صرف شوخیوں اور گستاخیوں کی
درجہ سے آتا ہے۔ روزِ کفر بُت پرستی وغیرہ کے عذابوں
کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے۔ یہود کو غضوب علیہم
ان کی شوخیوں اور گستاخیوں کی وجہ سے کہہ مگر نضادی
نے ایسا نہ کیا اس لئے انہیں ضالین کہا۔ گو آخرت
میں دونوں کو عذاب ہوگا۔ ۱۵۵

یہ سلوک کا آخری مقام ہے۔ اس وقت ان کا تعلق ماں
اور بچے کا ہوتا ہے۔ جیسے مشہور ہے۔ ماں مارے اور
بچہ ماں ماں پکارے۔ ۲۵۵ - ۲۵۶

عبادت

۱۔ مخالفتِ نفس بھی ایک عبادت ہے۔ اور اسکا بھی
ثواب ہے۔ پھر اپنے نفس کی مخالفت کر کے جو عبادت
کرتا ہے اس کا اور ثواب ہے۔ ۲۳۶

ب۔ جب عباداتِ محبوباتِ نفس میں شامل ہو جائیں۔
تو بجا آویں میں جو تکلیف ہوتی تھی وہ ساقط
ہو جاتی ہے۔ اور سید عبدالقادر جیلانیؒ کے قول
کہ آدمی عارف ہو جاتا ہے تو اس کی عبادت کا
ثواب ضائع ہو جاتا ہے اسکا مطلب۔ ۲۳۹

ج۔ عبادات کی دو قسمیں مانی اور بدنی۔ علو
بدنی انسان جو انی میں ہی ادا کر سکتا ہے۔ پھر
پیری اور صدغیب۔ ۲۵۸

د۔ محاش اگر نیک نیتی کے ساتھ حاصل کی جائے
تو ایک عبادت ہے۔ ۳۳۷

عبدالرحمن (ذریع قادیانی) کو ہندو والد کی خدمت
اور حسنِ اخلاق اور دلجوئی کرنے کی نصیحت۔ ۱۷۵

عبدالرحمن (داملر) نو مسلم کا پرچہ ایسی نیتی کے
لفظِ ذنب اور استغفار کے متعلق استفسار۔ ۲۶۱

عبدالقادر جیلانیؒ (سید) آپ کے قول کہ
عارف ہونے کی حالت میں عبادت کا ثواب ضائع ہو جاتا
ہے کا صحیح مطلب۔ ۲۳۶

عبدالکریم (مولوی) ۱۳۳۱ و ۱۳۳۲ و ۲۷۶

عرب

۱۔ اہل عرب کے ہزارے آگے گنتی نہ جاننے سے

علوم پڑتا ہے کہ ان کا میلان دنیا کی طرف تھا ۱۶۹

ب۔ ابو سعید عرب کا ذکر اس کا جماعت میں داخل ہونا

اور حضرت اقدس سے اس کے سوالات وغیرہ ۲۴۶

۱۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۸، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰

ج۔ ابو سعید عرب کے اس جواب پر کہ اب تو دنی جانیکو

دل نہیں چاہتا۔ فرمایا اب دوسری سیروں کو

چھوڑ کر دعائی سیر کی طرف متوجہ ہوں ۳۲۲

د ۳۲۵

عربی زبان

۱۔ عربی زبان کا ترجمہ کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں

بعض الفاظ کے معنی ایک ایک سطر میں پورے

۱۱۲

ہوتے ہیں۔

ب۔ عربی زبان اور مسلمان بادشاہ

ہندوستان کے شاہین اسلام نے سوائے عربی

زبان کے جو دوسری زبانوں کو رواج دیا تو

یہ ایک ان سے معصیت ہوئی اور اس کا نقصان

۲۲۲-۲۲۳

عربی تصانیف کی اہمیت

فرمایا۔ یہ سلسلہ نہ ہوتا تو سب مولوی ہماری

جماعت کو نظر استخفاف دیکھتے اور کہتے یہ لوگ جاہل

۳۴۸

ہیں۔

عربی کتب اور غلطیاں۔ فرمایا محمد حسین نے خود

اعتراف کیا تھا کہ اشاعت السنہ کی چھپوائی میں ایسی

غلطیاں نہ جاتی ہیں۔ مگر مولوی ہماری کتابوں میں ایسی

غلطیوں کو قابل اعتراض بتاتے ہیں۔ ۳۱۲

خرقان

خرقان یقین سے تو بھردیتا ہے مگر ان ساری ترغیوں

کی بڑا ایمان ہی ہے۔ ۳۵۶

عصمت انبیاء چند احترامات کے جوہات

اس اعتراض کا کہ نوح نے خلافتِ مشا ایزدی اپنے بیٹے

کے لئے دُعائی فرمایا کہ یسوع نے باوجود جاننے کے کہ

وہ مصلوب ہونے کے لئے آیا ہے صلیب کے نجات کیلئے

دُعائیں کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقد لبثت

فیکم عمر امن قبلہ کا پہنچ دیا۔ ۸۸

عقل

۱۔ عقل اور خدا عقل انسان کو خدا سے نہیں ملتی

پکا فلسفی دہرہ ہوتا ہے۔ وہ ہونا چاہیے تاک

رکھتی ہے مگر ہے اور ہونا چاہیے میں فرق ہے

یقین خدا کے وعدوں اور نشانوں کو دیکھنے سے

حاصل ہوتا ہے۔ خدا شامی کے لئے اور جو اس

ہیں اور ان کے ذریعہ ہی ماوراء المحسوسات

پر ایمان پیدا ہوتا ہے۔ ۲۹۳-۲۹۴

ب۔ عقل اور روح۔ عقل روح کی معنائی سے

پیدا ہوتی ہے جس قدر انسان روح کی معنائی

کرتا ہے۔ اسی قدر عقل تیز ہوتی ہے۔ ۲۴۸

علاج

۱۔ علاج کرنا حرام نہیں۔ ۷۷

ب۔ لوگوں کے بتائے ہوئے علاج صحیح نہیں ہوتے۔

عمل جمع اعمال

۱۔ جو خدا اور رسول کی رضا کے خلاف ہوں انہیں چھوڑا جائے۔ جو حدودِ الہی اور وصایا رسول اللہ کے موافق ہوں ان پر عمل کیا جائے۔ اور جو امور ان کے خلاف نہ ہوں۔ نہ ان میں ریا و کاری ہو بلکہ بطور شکر اور تحمید بالنعمة ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔ - ۵۱

ب۔ اور جو امور قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف ہوں اور ان میں شرک یا ریا ہو۔ اور شیخی دکھائی جائے وہ اثم میں داخل ہے۔ - ۵۲

ج۔ فرمایا علم کیا اصل ضرورت عمل کی ہے ۱۴۲
د۔ اللہ تعالیٰ عمل سے راضی ہوتا ہے اور عمل دکھ سے آتا ہے۔ - ۲۲۹-۲۳۰

۴۔ اعمال پمد کی طرح ہیں۔ بغیر اعمال انسانی روحانی مدارج کے لئے پرواز نہیں کر سکتا اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ - ۲۳۹

عمل صالح وہ ہے جس میں ذرہ بھر فساد نہ ہو جس میں ظلم۔ عجب۔ ریا۔ تکبر اور حقوق انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو ۲۴۵

عورت

۱۔ عورتوں سے عاشق و دھن بالمحروف میں حسن معاشرت کی تعلیم۔

ب۔ اس وقت دو گروہ ہیں۔ ایک جس نے عورتوں کو بالکل خلیع الرسن کر دیا ہے۔ دوسرا گروہ

ان خدا جو علاج فرماتا ہے وہ سچی ہوتا ہے۔ ۲۳۱-۲۳۰

ج۔ خدا تعالیٰ پر پھر دوسرے کرنا ہی ہر مرض کا علاج ۲۳۲

د۔ عالمگیر موت کا علاج بجز ایمان کے معنی کرنے اور یقین کی جلا کے ہرگز ممکن نہیں۔ - ۲۳۲

۴۔ سر درد کا علاج ایسی پٹریوں کا شور بہ ہے جن میں کچھ گڑشت چسپا ہو۔ - ۲۳۳

و۔ ایک نے دردِ زمان کا علاج ایک بوٹی کا پارا بتائی۔ فرمایا یہ عربی لفظ قطع و برا ہوگا۔ - ۲۴۲-۲۴۳

ز۔ طاعون کا علاج جو تک لگوانا سیکنیشیا کا جلاب دیکر پھر کوڑھ زہی وغیرہ مصفی خون

ادویہ کا استعمال مفید ہے۔ - ۲۴۳

ح۔ سر دردِ متنی کا علاج۔ شب کو کھانا نہ کھانا اور روزہ نہ رکھنا۔ سیکنیشیا پی کر تے کرنا۔ ۲۴۳

علی حارثی دشچی کے ایک رسالہ کا ذکر ۹

عبداللہ بن (پادری) اور اس کی زبان درازی کا ذکر۔ اور ایک عیسائی اخبار کا لکھنا کہ اگر پھر کبھی عذر ہوا تو ایسی تحریریں ہوگا۔ - ۵

عمر مکہ میں دو عمر تھے۔ خدا کی حکمت کہ ایک عمر کو کھینچ لیا اور ایک بے نصیب ریا۔

حضرت عمرؓ نے ضد چھوڑ دی تو بادشاہ ہو گئے ۲۴۴

ج۔ کسی نے پوچھا۔ اب غنمہ مسلمان ہونے سے دور ہو گیا ہے فرمایا۔ دور تو نہیں ہوا مقتصد ہو گیا اب

ٹھکانے پر چلتا ہے۔ - ۲۴۸

دو فرہ کو بھرتی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۳۰۵

وحاشیہ ۳۰۶ و ۳۰۵

د۔ عیسائیوں کا فتنہ

(۱) اعظم الفتن ہے۔ جب سے سلسلہ فوت شروع

ہوا ایسا خطرناک فتنہ کبھی نہیں اٹھا اور
اس کی تفصیل۔ ص ۱۲

(۲) کلکتہ کے نیشنل نیشنل میں تقریر کی کہ

کوئی آدمی گورنمنٹ انگریز کا سچا فریضہ خواہ

اور وفادار نہیں ہو سکتا۔ جب تک عیسائی

نہ ہو۔ وہ اسلام کو اپنی راہ میں سب سے

بڑی روک سمجھتے ہیں۔ ص ۱۲

عیسائیوں کے چار سوالات اور ان جوابات

۱۔ (۱) قرآن نے مسیح کو کلمہ کہا۔ جواب کلمہ تو میرے

اہلہام میں ہی میرا نام رکھا گیا ہے۔ اگر کہو کہ

سچا نہیں تو اس کا فیصلہ کرو۔ پھر قرآن میں

یومن باذللہ دکلمتہ اور مانعہ کلمات

اللہ آیا ہے۔ ص ۹۱-۹۲

(۲) خدا کی طرح سے پیدا ہوئے۔ جواب روح کی

روحیں ہیں۔ روح الشیطان و روح اللہ۔ پہلا

دلدار بنا پر بولا جاتا ہے دوسرا اصل پر۔

(۳) قرآن انجیلوں کا مصدق ہے۔ جواب جو صحیح تھا

وہ بیان کر دیا غلط چھوڑ دیا۔ پھر کونسی انجیل

اور کونسی تورات کی تصدیق کی ص ۹۱

(۴) قرآن نے رسول اللہ کیلئے ان کنت فی شک

فرمایا۔ جواب۔ مانباپ کی عزت کا حکم دیا

جس نے ایسی سختی اور پابندی کی ہے کہ ان سے

کنیز کول اور بہائم سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا

۲۴

ہے۔

ج۔ عورتیں۔ فرمایا۔ جو حق کو چھپاتے ہیں وہ

مرد نہیں بلکہ عورتیں ہیں۔ ص ۲۴۵

عجیب

۱۔ ہدیہ عید۔ اہلہام بطور ہدیہ عید سنایا

وحاشیہ ۳۳۴-۳۳۵

ج۔ عید الفطر تارخ میں کیسے لگا کی گئی ص ۳۳۶

عیسیٰ اصل ہے یا یسوع۔ فرمایا۔ پرانا

نام عیسیٰ ہے۔ یسوع کا ذکر پرانے عربی اشعار میں

بھی نہیں پایا جاتا۔ کسی اور نبی کا نام نہیں اٹا

صرف انہی کا اٹا۔ مذہب بھی انہی کا اٹا۔ ص ۱۹

عیسائی

۱۔ عیسائی مذہب اسلام کا دشمن ہے۔ عیسائی

مشرکوں اور پادریوں کی مخالفت اسلام مساعی

کا ذکر اور ان کا اثر مسلمانوں پر ص ۱۳۵ و ۱۳۶

ج۔ عیسائی اتنے فسفہ اور ہیبت میں ڈوبے

ہوئے ہیں کہ ان کا کوئی مذہب ہی نہیں ص ۱۹۶

ج۔ فطری سعادت رکھنے والوں کے علاوہ باقی

سب اکل و شرب کے واسطے عیسائی ہوتے ہیں۔

ایسے عیاش لوگوں کو مذہب اسلام سے کیا کام

ہماسے کام تو وہی آسکتے ہیں جو اسلامی احکام

کی پابندیوں کا بوجھ اٹھا سکیں۔ اور تقویٰ

اور طہارت سے تزکیہ نفس کریں۔ اسلئے اغراض پر

عیسائیت کا اثر

بعض مرتد ہو گئے اور بعض نے اور نہیں توفیق
میں ہی ان کا تبتیح کر لیا۔ - ۱۲۱

ع

عقلیتِ دل کا علاج

ناز اور استغفارِ دل کی غفلت کے عمدہ علاج
ہیں۔ دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ! مجھ میں اور
میرے گناہوں میں دُوری ڈال دے۔ - ۲۲۵
غلامِ قادرِ بھیروی (مولوی) دہلیوں کے
سخت دشمن تھے۔ سلسلہ احمدیہ کو اس نے پسند
کرنے کے دہلیوں کی خوب خبر لی۔ - ۱۱۱

ف

فاتحہ

سورۂ فاتحہ میں دُعا کا طریق اور ادب سکھایا
گیا ہے اور اس کی مختصر تشریح۔ - ۳۹۹

فارسی زبان میں آنحضرتؐ کو الہام

ابنِ مشت خاک را گزینہ چشم چہ کمز
فارقلیط کی تشریح۔ شیطان کو الگ کر دینے
فارقلیط کا مشتاد مرے الفاظ میں احمدیہ۔ - ۱۹۸-۱۹۶

فتاویٰ

۱۔ شادی میں بھاجی ریادکاری اور بکبر کے لئے ہے
تو حرام ہے۔ اور اگر امانتِ عہدہ رکھتے ہو
کا عملی اظہار کرے اور دوسرے لوگوں سے سلوک
کے لئے دے تو جائز ہے۔ مراد نیت پر
۲۷۷ ہے۔

تو وہ عام تھا۔ اسی طرح یہ خطاب عام لوگوں
سے ہے۔ آنحضرتؐ کو خاص خطاب نہیں لیکن
یسوع مسیح تو ذریعہ ہونے کیلئے آیا تھا اس نے
جو صلیب بچنے کے لئے دُعا کی تو اُسے فرود
شک تھا۔ - ۹۲

ب۔ عیسائیوں کے عصمتِ انبیاء کے تسلسل میں مولیٰ
کے قتل پر اعتراض کا جواب - ۹۹-۱۱۵
ج۔ عیسائیوں کے سوالات اور مسلمانوں کے عقائد
اور آیت و دُعا جملنا لبتنوم قلبك الحمد
سے عیسائیوں کے مسیح کی الوہیت پر استدلال
کا ذکر اور دیگر معجزات کا ذکر وغیرہ۔ - ۱۸۱-۱۸۰

عیسائیوں کو صلح

کرو۔ مسیح کو کلمہ کہا تو خدا نے میں بھی کلمہ کہا۔ اور
مسیح سے زیادہ درجہ دیا۔ اگر کہو مسلمان ہمیں کافر
کہتے ہیں تو کیتھولک ہمیں کافر کہتے ہیں۔ - ۹۳-۹۴

عیسائی کیتھی

ایک عیسائی کیتھی کا لکھنا کہ سب نشان پورے
ہو چکے ہیں۔ مسیح کے آنے کا یہی وقت ہے۔ - ۲۸۶
عیسائی اور یہود دیکھو "یہود اور عیسائی"
عیسائیت اور شریعت

یہی فیصلی کے انجیل کو اس لئے مبارک قرار دینے
پر کہ اس میں شریعت کو لعنت کہا ہے۔ فرمایا۔ پھر
یہ نجاست کھا سکتے ہیں۔ ان کے ساتھ نکاح کر
سکتے ہیں۔ پھر گناہ کیا ہے۔ اسلامی جنگوں اور
عیسائی جنگوں میں فرق۔ - ۱۰۶ وحاشیہ

فقہ فرمایا ایک فقہ لعنت ہوتا ہے۔ اور
ایک فقہ رحمت۔ کوئی نبی نہیں آیا جس نے فقہ میں
۱۹۵

۱۹۵

دیکھو ہاں کہ

فرشتے
فرضی شمال یا ناول

بعض واقعات حد کو ناول کے پیرایہ میں بیان کرنے
میں مصیبت نہیں ہے۔

۲۰۵

فزعون اور ابو جہل کا مقابلہ

ابوہل فزعون سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ فزعون نے
تو آخر آمنت کہا لیکن اُس نے نہیں۔

۲۲۷

فصاحت و بلاغت

جس قدر نرمی ہوگی اسی قدر عبارت فصیح ہوگی۔

جوش کے مقابلہ پر جوش ہو تو فساد کا باعث ہوتا ہے۔
گندی بات قابل جواب نہیں ہوتی

۲۶۷

فصل حق (شیخ) نو مسلم پشاور سے آئے تو
انہیں تقویٰ و استقامت کی نصیحت فرمائی۔

۲۰۷

فصل دین و حکیم کے مقدمہ کے ذکر پر فرمایا۔
مقدمہ بازی اچھی نہیں ہوتی۔ میری رائے تو یہ ہے کہ

۸۶

صلح کرو۔
فوجی نوکر

دو فوجی قادیان پہنچے بیعت کی
اگلے روز کیمپ حاضر ہونا تھا۔ اُن کے اخلاص اور

محبت پر فرمایا۔ باوجودیکہ فوجی نوکر ہیں۔ مگر خداتعالیٰ
نے دین کی محبت دل میں ڈال دی ہے۔ صدق اور

۲۳۳

اخلاص نے کہ آئے ہیں۔ خداتعالیٰ ہر ایک کو یہ نصیب
کرے۔

۲۳۳

۲۔ نسبت اور ناظر پر شک و غیروہ کی تقسیم متعلق
بھی یہی فتویٰ ہے۔

۵۲

۳۔ اسی طرح میرے نزدیک باجے کی بھی حلت
ہے۔ اس میں کوئی امر خلاف شرع نہیں دیکھتے

۵۲

بشرطیکہ نیت میں خلل نہ ہو۔
۴۔ سوئی موزوں پر سرج کرنا جائز ہے۔

۳۰۱

۵۔ مولویوں کے فتاویٰ۔ ایک نے ریل کی مواری
کے خلاف فتویٰ دیا۔ ایک ٹوکنڈی نہ میں خط

ڈالنے کو گناہ بتاتا تھا۔ بعض صرف دشمنو
سیکھنا بدعت قرار دیتے۔ بعض تو پ

۵

بندوق سے رٹنے کو گناہ
فتح دین صاحب (مولوی)

۱۔ حضرت اقدس کا انہیں بھگانا کہ مباحثات میں
قرآن کریم کو مقدم رکھا جائے۔ احادیث حق کے

ترتیب پر ہیں۔ اور مولوی صاحب کا اپنی منظوم کتاب
سنانا اور حضرت اقدس کی نصیحت کی تفصیل۔

۱۴۸-۱۵۲

۲۔ اس سوال پر کہ ہم خطا کا میں کئی فائدہ خیال آتے
رہتے ہیں اور طاعون کا زود ہونا ہے۔ فرمایا

جس کو خدا سے دل سے متعلق ہے۔ اُسے وہ دیوالی
کی موت نہیں دیتا۔ ایک بزرگ کی دعا کہ وہ

طوس میں مرے کس طرح پوری ہوئی۔

۱۵۲-۱۵۳

۳۔ ایک حدیث کی تاویل کر کے سیح مولود پر چسپاں
کرنے کے ذکر پر حضرت اقدس نے فرمایا۔ ہمارے

نے تین منکم ہی کافی ہیں۔

۱۸۳

ق

قلوبان

مولوی عبدالغزیز صاحب سہارنپوری کا خط کہ یہاں کے لوگوں میں عجیب و غریب اور شوق قادیان پہنچنے کا پیدا ہو رہا ہے

۸۷

قرأت

آیت دما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی من دلا محمدت قرأت شاذہ ہے۔ اور یہ قرأت صحیح حدیث کا حکم رکھتی ہے۔

۱۲۱

قرآن

۱۔ قرآن سنت اور حدیث کا مرتبہ ۲۲ و ۲۳-۲۴

۱۱۶-۱۱۷ نیز دیکھو "سنت اور حدیث"

۲۔ قرآن کی وحی سب تو ہی وحی ہے۔

۱۲۲

۳۔ قرآن کا نزول۔ یہی الفاظ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔

۱۲۱

۴۔ مدار اسلام۔ سنتوں اور مدار اسلام کا قرآن شریف ہے۔ یہی وحی کی وفات اور نزول الیاس کا ذکر اور اس کی تائید ہے۔

۱۲۸-۱۲۹

۵۔ خواہیبت قرآن۔ قرآن کے پڑھنے میں جو نقص ہو۔ وہ اس کو محبت کے ساتھ پڑھتے رہنے سے دور ہو جاتا ہے۔

۲۳۶

۶۔ تفسیر قرآن۔ دیکھو تفسیر قرآن

۷۔ قرآن اور انجیل کا مقابلہ لحاظ تعلیم اور علوم کے قرآن حقائق و معارف پر اور تورات انجیل ان سے بالکل خالی۔ قرآن شریف حقیقی علوم کا خزانہ ہے۔

۲۸۰-۲۸۲

قرآنی قسموں کا فلسفہ

قسم بطور قائم مقام گواہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں قسم کھائی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ نظری امور کے اثبات کے لئے یہی امور کو گواہ ٹھہراتا ہے جیسے فرمایا والسماوات والارض والارض ذات الصدع اقلہ لقول فصل کی تفسیر۔ اس میں صحیفہ فطرت کی عام شہادت (بارش اور اس کو اوزامات) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کلام الہی اور نزول وحی کی حقیقت اور اس کی ضرورت بتانا چاہتا ہے اور اس کا تفصیل ۲۳۰-۲۳۲

قریش

اہل خاندان کو اللہ تعالیٰ نے قریش میں سے ٹھہرایا۔ اور میرے الہام سلطان مٹا اہل البیت مجھے اہل بیت میں داخل کیا۔ داخل کرنا اور بات ہے اور ہونا اور بات۔

۱۲۵

قطب الدین (مولوی) شاہ پور ایک مریض کے علاج کے لئے گئے تھے۔ واپسی پر بٹالہ کے راستہ میں حضور سے ملاقات ہوئی۔

۱۷۵

قیام فی ما اقام اللہ کی مثال

مولوی عبدالکریم صاحب نے فرمایا۔ میں قادیان باہر نہیں جانا چاہتا۔ مگر اب شہادت پر اللہ تعالیٰ نے چلا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ قیام فی ما اقام اللہ یہی تو ہے۔

۲۷۳

قیامت

قیامت کا علم خدا تعالیٰ کے موا کسی کو نہیں سنی کہ فرشتوں کو بھی نہیں۔ اور ساعت کہنے میں حکمت

۱۸۹

ک

کابل اور برطانیہ کا آزادی پینے میں مقابلہ۔ ۲۲۸ء
کاسر صلیب چودھویں صدی عیسوی کا نام ہے ۲۲
کامیاب۔ دنیا میں کسی کوئی شخص کامیاب
نہیں ہوا جو جسم اور روح دونوں سے کام نہ لے۔ ۲۳۲

کاشک کشک کے ایک احمدی احمد حسین
صاحب نے ایک کرشمی ٹوٹ اور اپنی اہلیہ مرحومہ کے

کچھ زیورات مرحومہ کی وصیت کے مطابق دینی خدمت
کے لئے پیش کئے۔ حضرت اقدس نے دعا فرمائی کہ خدا
انکو انھوں میں منہم میں ملادے۔ ۱۳۰ء و حاشیہ

گرگٹ ایک کرگٹ کھینے والے کے نیت
میں چوٹ آئی۔ حضور کو علم ہوا تو فرمایا۔ جن لوگوں کی
یہ کیل ایجاد ہے وہ تو مست ہیں ان کو تلف جان کی
پرواہ نہیں کر میں تو ہے۔ ۳۱۶-۳۱۸

کسیر صلیب سے مراد لکڑی کی صلیب
نہیں۔ کیونکہ یضغ الحرب بھی اس کے حق میں آیا
ہے۔ اس نے مراد عیسوی دین کا ابطال کئی جہت اور

براہین کے ساتھ ہے جنکو آسمانی تأییدات اور
خود حق خود بھی قوی کر دینگے اور وہ مسیح کی طبعی موت
اور کشمیر میں مدفون ہونے سے ہو گئی۔ ۱۶-۱۹

کشتی نوح

۱۔ گناہوں سے بچنے کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ
کشتی نوح میں جو نصاب لکھی ہیں۔ انہیں
ایک بار روزانہ پڑھ لیا جائے۔ ۶۹

۲۔ غزندی اگر باپا کشتی نوح کو پڑھو۔ حاشیہ ۶۶
د ۲۳۲

۳۔ کشتی نوح پر اہلبالوں کے یہادک۔ فرمایا انہوں
نے مخالفت کی اور رسول ملائی ٹوٹ کے مخالفت
نہ کرنے پر اس کی تعریف فرمائی۔ ۱۴۲ء و ۲۳۸

۴۔ سو گنجرے محمد رفیق اور محمد کریم نے اگر بحیثیت کی
تو فرمایا کشتی نوح کی تعلیم پر ہمیشہ عمل کرنے ہوں
۱۸۷

۵۔ خواجہ کمال الدین صاحب کے پشاور اور کوہاٹ
مخالفانہ اشتہارات جن میں جھوٹے الزامات
لگائے گئے ہیں کہ روزے معاف کر دیئے۔
آنحضرت سے افضل کہتے ہیں ذکر پر فرمایا کشتی نوح
وہاں کثرت سے تقسیم کر دی جائے۔ یہی کافی
۱۹۴

کشف

۱۔ برکت روح ہے کہ بٹھے بٹھائے دیوانوں
باوجود آنکھ دیکھ دیتی ہے۔ اپنا ایک کشف
جس میں آپ کو خاکِ ریبہ کے ایک حصہ میلے کا
چھوڑ دینا دکھایا گیا۔ ۳۲۹-۳۳۰

۲۔ تین کشف جن میں حضرت آدمؑ نے فرشتے
دیکھے۔ ۳۲۱-۳۲۲

۳۔ لیکھرام کے متعلق کشف جو برکات المدعا میں
شائع شدہ ہے اور ایک اور کشف کہ
لیکھرام کا سر نیزے میں پرو دیا ہے۔ اور
کہا گیا کہ پھر قادیان نہیں آئیگا ۳۲۳-۳۲۴

کشف اور رؤیا میں فرق

۱۔ نیند میں رؤیا کی حالت میں مکان بدلتا ہے

کفارہ

۱۔ تمام کے گناہ اٹھا کر خود یہ گناہ کیا۔ معلوم تھا

کہ دعا قبول نہ ہوگی اور دعا کی۔ ۱۱۶

ب۔ سیح کے خون پر بھر دسہ کر کے اور کفارہ مان کر
کیوں مجاہدات کر گئے۔ یہ تو اسلام کہتا ہے۔

لیسن لانسان الاماسخی ۲۸۹

ج۔ تروید کفارہ کہ یہ مسئلہ ان کو اعمال کی طرف
متوجہ نہیں کرتا۔ اعمال کا مدعا تو نجات ہے اور

یہ ان کو بلا شقت سیح کی حلیب پر موت
ماننے سے بل جاتی ہے۔ ۲۲۶

د۔ قرآن شریف نے لا تزد وازدۃ وذر اخری
فرمایا ہے۔ پس میں یہ تعلیم نہیں دیتا کہ تم اپنے

گناہوں کی گٹھڑی کسی دوسرے کی گردن پر لاد
کر خود اجابت کی زندگی بسر کرو۔ ۲۲۲

ہ۔ نیز قد اعلیٰ من ذکھا فرمایا ہے۔ فلاح وہی
پاتا ہے جو اپنا تزکیہ کرتا ہے۔ ۲۲۷

کفارہ اور شفاعت میں فرق دیکھو "شفاعت"
کلامہ بلوغ وہ ہوگا جو دوسرے کے دل تک
پہنچ جائے۔ اگر مخاطب کلام سمجھ نہ سکے تو فیصح
بلوغ نہیں۔ ۱۹۰

گ

گفتگو میں ایسے مقامات پر ہونی چاہئیں جہاں
رؤسا و بھی جلسہ میں ہوں اور تہذیب اور نرم زبانی

سے ہر ایک بات کریں۔ ۱۶۷

گھبرائی۔ جب مار دیا جائے تو وہ بے حس و
حکمت

کشت میں نہیں۔ کبھی خودگی میں ہوتا ہے کبھی
بمداری میں۔ ۳۳۲

کشمیر

۱۔ ایک پرانا صحیفہ۔ مولوی محمد علی صاحب نے

ایک خط لکھا۔ کہ ایک پادری کو دو ہزار سال

پُرانا کشمیر سے ایک صحیفہ ملا ہے جس میں سیح
کی آمد اور اُس کے منجی ہونے کا ذکر ہے۔ فرمایا

پادری لوگ عیسوی مذہب کی عظمت دل نشین
کرانے کیلئے ایسی مصنوعی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اگر

تو اُس میں تثلیث کا ذکر ہے تو یقیناً مصنوعی
ہے کیونکہ ابتدائے حیاسیت میں تثلیث کا

عقیدہ نہیں تھا۔ ۱۸۹-۱۹۰

ب۔ کسی حلیب۔ رویا میں دیکھا کہ کشمیر میں
کس حلیب کے لئے یہ سامان ہوا ہے کہ کچھ پڑائی

انجیلیں وہاں سے نکلی ہیں۔ مبارک علی صاحب
لانی کے لئے تیار ہوئے۔ آپ نے فرمایا صحیفہ نووالین

صاحب کو بھی ساتھ بھیجو۔ تعبیر کی کہ کوئی
طبری بشارت ظاہر ہوگی۔ فرمایا کہ جو شخص وہ کام

کر کے آئیگا وہ قطعاً بہشتی ہوگا۔ ۲۱۷

ج۔ قبو مسیحیہ۔ کشمیر میں قبریح کے متعلق آج تک
خدا تعالیٰ کے احلام سے کچھ نہ معلوم ہوا تھا مگر

اب خود ہی اللہ تعالیٰ نے بتلادیا۔ یہ خواب
بالکل سچا ہے۔ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ جل کر سے

تو صد پر ہونے کا کام ایک ساعت میں ہو جائے
پادری خواہ پتیتہ رہ جائیں تمام انگریز لوٹ پڑیں گے۔

ہو جاتی ہے۔ پھر اگر اُس کے سر کو گوبر میں دبا دیا جائے تو وہ زندہ ہو جا یا کرتی ہے۔ اسی طرح کسی بھی۔ یہ حقیقی موت نہیں ہوتی۔
 گناہ

ا۔ گناہ سے بچنے کے لئے ہرزوی ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف دل پر ہو۔ محبت بھی ایک ذریعہ گناہ سے بچنے کا ہے۔ گریہ بہت اعلیٰ مقام ہے ۵۸
 وحاشیہ ۵۸ و ۳۱۱-۳۱۰

ب۔ گناہوں سے بچنے کا ایک علاج کسبِ نوح میں مندرجہ نصاب کا روزانہ پڑھنا ہے ۵۹
 ج۔ خدا شناسی کے بغیر گناہ کی ناپاک زندگی پر موت وارد نہیں ہوتی جس کا پہلا نیز یقین ہے۔
 حاشیہ ۵۸ و ۳۴۳

د۔ گناہ کی تعریف: یعنی محمد صادق صاحب نے ایک عیسائی کی کتاب گناہ کی تعریف یہ سنائی کہ جو امر کا شناس یا شریعت کے خلاف ہو۔ اور خود غرضی بھی گناہ ہے۔ حضرت آدمؑ نے فرمایا۔ ہر ایک خود غرضی گناہ میں داخل نہیں جیسے کھانا پینا وغیرہ جب تک کہ وہ خلافِ کائنات یا شریعت نہ ہو۔
 ۱۱۵

۱۱۶۔ گناہ ایک روحانی بیماری ہے۔ جب تک اُس کی ماہیت اور تشخیص نہ کی جائے اسکا علاج نہیں ہو سکتا۔
 ۳۰۸-۳۰۹

و۔ اس سوال کا جواب کہ انسان کو گناہ کا خیال کیوں پیدا ہوتا ہے اور اس کی طرف جھکتا ہے۔

اس لئے کہ وہ خدا سے بے خبر ہوتا ہے اور اُس کو خدا کے وجود کا یقین نہیں ہوتا۔
 ۳۰۹
 ز۔ دو قسم کے گناہ۔ کبیرہ جیسے چوری ڈاکہ وغیرہ صغیرہ جو لمحاظ بشریت کے انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔
 ۳۱۰

ح۔ اللہ حقیقی ایمان ہو تو گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔
 ۳۱۳-۳۱۲

ل

لندن
 ا۔ پگٹ مدعی مسیح کے ذکر پر فرمایا۔ جو نبیوں اور سچوں کا قدم پہلے لندن میں رکھا گیا اور سچے مسیح کی آواز اس کے بعد لندن میں پہنچی۔
 ۱۹۹

ب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب کی یورپین بیوی سے فرزند کا نام حضرت آدمؑ نے عبد اللہ رکھا اور فرمایا۔ لندن میں اول ولد الاسلام ہے۔
 ۲۲۷

لیکھرام

ا۔ لیکھرام کے کسی سے نقل کرنا کما لزام کا جواب کہ اگر یہ بات ہو تو میری بیروی اور بیعت کا سلسلہ کب چل سکتا ہے۔ ہمارے ساتھ ہزاروں کی جماعت ہے کوئی اُن میں سے بولے کہ ہم نے کب اور کس کو کہا تھا کہ جا کر اڑالے۔
 ۲۹۶
 ب۔ لیکھرام کے متعلق کشف دیکھو کشف

م

مباحثہ کا طریقہ، مباحثہ کے لئے کھلا وقت

رکھا جائے (۲) یکے بعد دیگرے اعتراضات لے جائیں
 (۳) قواعد مقرر کئے جائیں (۴) منہاج نبوت دوسرے
 فریق کو منوا لیا جائے۔ (۵) فریق ثانی اپنی دیباچہ باز
 سے سامعین کو دھوکا نہ دے سکے ۱۵۶ و ۱۶
مجاہدات سے انسان کو کمالات حاصل
 ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہیں کھلتی ہیں اور نفس کا
 تزکیہ ہوتا ہے۔ قد اقلع من رگہا اور والذین
 جاہدوا وینا لنھدیہنم سبیلنا ۲۸۸-۲۹۰

مجدد

- ۱۔ سلسلہ مجددین اللہ تعالیٰ کے وعدہ انانحن
 نزلنا الذکر وانالہ لحافظوں کے مطابق ۲
 - ۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی الہی سے پیشگوئی
 کے مطابق اس ہمدی کے سر پر مجدد آنا چاہیے تھا
 جو خدا کا مامور ہوتا اور اس کے الہام اور وحی
 سے دعوتی کرتا۔ ۲-۳ و ۱
 - ۳۔ اکابر ملت کے وڈیا اور کشوں و اہلانات کا
 ایما کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موجود اور
 ہمدی ہے۔ ۳
 - ۴۔ ظہور مجدد کے لئے ضرورت زمانہ۔ اسلام پر
 اندرونی اور بیرونی آفات اور ان کی تفصیل
 ۳-۶
 - ۵۔ ہمدی کے سر پر مجدد دین اور مامور من اللہ
 ہونے کا دعویٰ۔ ۳
- مجدوب**
 جسے خود خدا دیوے وہ مجذوب ہوتا ہے ۴۳

محبت ذاتی کا یہ نشان ہے کہ اُسے اعمال
 کی پاداش اور بہشت و دوزخ سے واسطہ نہیں ہوتا۔
 وہ ایک آگ ہوتی ہے جو اندرونی نجاستوں کو جلاتی
 ہے۔ جن کو بیم ورجاء نہ جلا سکتے تھے۔ ۳۱۱
محدث جس طرح نبی اور رسول کی وحی محفوظ
 ہوتی ہے اسی طرح محدث کی بھی۔ ۱۲۱

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

- ۱۔ آنحضرت معلم کی سادگی اور اپنے کام کاج خود
 کرنے میں آپ کا اسوہ حسنہ ۲۵-۲۶
- ۲۔ آنحضرت معلم کا فتح مکہ کے وقت سجدہ شکر
 بجالانا۔ ۶۵ حاشیہ
- ۳۔ استغفار۔ آنحضرت معلم کے استغفار پر
 سوال و جواب۔ ۱۰۴-۱۰۵
- ۴۔ آنحضرت ادریس نامی کا روحانی امراض کے
 صلب کرنے میں مقابلہ مجاہد اور خواہی۔
 ۱۱۱ و حاشیہ ۱۱۳
- ۵۔ آنحضرت معلم ادریس نامی کا مقابلہ اپنے پاس
 مل رکھنے اور جناب کرنے میں مسیح کا اپنے شاگردوں
 کو کبیلے بیچ کر تلواریں خریدنے کا حکم دینا۔ اور
 آنحضرت کا فتح مکہ کے روزہ عفو عام اور اس رحم
 و کرم کو دیکھ کر صلب کا مسلمان ہوجانا۔ ۱۲۰
- ۶۔ مسیح پر یہود نے کفر کا فتویٰ لگایا اور مخالفین
 آنحضرت معلم نے الامین اور العا مون کہا۔ ۱۱۹
- ۷۔ آنحضرت معلم کے مسیح نامی پر احسانات کا ذکر۔
 انکی الزامات بریت ادریس نامی نبوت نوانا و غیرہ ۱۲۷

محمد علی (مولوی)

۱۔ آپ نے عصمتِ انبیاء پر ایک پادری کے اعتراضات پیش کئے
۱۹۴۰ء یزدیکھو ص ۱۰۳

ب۔ فارقلیط کے متعلق سوال۔ ۱۹۷

ج۔ حامد سونو زوسلم انگریز کا غلط سٹینیا جس میں انگریز
انگریزی زبان کی تعریف تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا
ایسی عمدہ انگریزی لکھنا ایک خادقِ عادت امر ہے
انگریز خیال کرتے ہیں کہ ہم نے کوئی یوہو پن دکھا ہوا
ہے۔ مولوی صاحب کا کہنا کہ یہ خدا کا فضل ہے۔ ۱۱۴

د۔ البدر اور الحکم کے ایڈیٹر کو ہدایت کہ مولوی صاحب
کو معافی دیا کریں۔ ۱۵۹

محمد علی (سیالکوٹی)

۱۔ پنجابی نظم جس میں الفاظِ بیعت اور شرائطِ بیعت
کو منظوم کیا تھا سنکر فرمایا۔ پنجابی نظموں کا مجموعہ
تیار کر کے چھاپا جاوے اور یہ گاؤں گاؤں سنائیں
تاکہ خلقِ اللہ کو ہدایت ہو۔ ۱۴۲ء۔ ۲۰۵

ب۔ مختلف مقامات و دیہات میں تبلیغ کے لئے پھرنے
کا ارشاد۔ ۱۹۳

محمد یوسف (حافظ) کی نیش زنی کا ذکر ۱۹۷
محمد یوسف ایل نویس (دشتی)

۱۔ اپنے گاؤں میں حضرت اقدس کے دیار پر مولوی
عبداللہ صاحب اور مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب
کو لے گئے۔ ۱۱۸-۱۱۹

ب۔ مباحثہ مذک کے اعتراضات کا ذکر کرتے ہوئے
یہ اعتراض بھی مخالفوں کا سٹینیا۔ کہ تمہاری آنکھ

ز۔ آنحضرت مسلم کو فارسی زبان میں الہام۔

این مشت خاک را گردن چشم چو کرم
محمد اسدین (مولوی امرتسری)

الہام تخریج الصدور والی القلوب کا مصداق مولوی

نذیر حسین مولوی اور فتح علی شاہ کی وفات کو بتایا تو
حضرت اقدس نے فرمایا۔ آپ نے خوب سمجھا۔ ۴۸ء، ۸۰ء، ۲۹
محمد حسین (مولوی بٹالوی)

۱۔ محمد حسین کا عقیدہ ہمدیہ و ہمدیہ سادہ
ہمدیہ کے متعلق اس کا اعتراف کہ کوئی حدیث
جرح سے خالی نہیں۔ ۸۶

ب۔ محمد حسین نے افراط کی کہ حدیث کے بغیر قرآن کو
لاشئ سمجھا۔ ۱۱۶

ج۔ اس کے ذلت پہنچانے کے ارادے سے سب اسپر
الٹ پڑے۔ ۲۱۳-۲۱۴

د۔ مولوی محمد حسین اور اس کا جرح اور اس کے برائیں
پر اخصاص سے دیوبند کا ذکر۔ ۲۵۳-۲۵۴
محمد صادق صاحب (دشتی)

۱۔ حضرت اقدس نے حفاظتِ طاعون سے متعلق
الہامات کے ذکر میں مفتی صاحب مدیانت فرمایا
کہ اس کا سابقہ نوشتوں میں بھی کوئی ذکر ہے۔
تو بعد تلاش آپ نے زبور ۹۱ کو پیش کیا۔ ۴۹
۸۶ء و ۸۸ء

ب۔ ملک صدق کا حال دیکھنے کے لئے مفتی صاحب
کو حضور کا ارشاد۔ ص ۱۰۳

یزدیکھو ص ۱۱۹، ۱۳۰، ۱۹۹

بھی کیوں نہیں کر دیتے اور اس کا جواب از حضرت
اقدس علیہ السلام -

۱۷۷

ح۔ حضرت اقدس نے نہیں فرمایا۔ آپ ایک دینی جہاد
میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ اس سلسلہ
کو ایسا پھیلائیگا کہ سب پر غالب آئیگا۔ ۱۷۶
د۔ موضع تد میں آپ کے بامیکاٹ کے ذکر پر فرمایا۔
خدا تعالیٰ آپ کو اس کا اجر دئیگا اور ان کو سزا
دئیگا۔

۲۳۱

مجموعہ بشریاتی

بشیر اڈل صحت بیمار تھا۔ اور ہمارے گھر میں اس قدر
الزام نماز تھا کہ انہوں نے نماز شروع کر دی۔ جب
فارع ہوئیں تو وفات پا چکا تھا۔ انہوں نے اناٹھ
پڑھا۔ اسی وقت میرے دل میں ڈالائیگا۔ کہ اللہ تعالیٰ
ان کو نہیں اٹھائیگا جب تک اس بچے کا بدل نہ دے لے
چنانچہ اس کی وفات کے چالیس دن بعد محمود پیدا ہوا
۱۷۵

مخالفین

ا۔ مخالفین کے اشتہارات کے ذکر پر فرمایا کہ ایسے
اشتہارات کے ذریعہ بھی لوگ جمعیت کرتے ہیں
چہارے مضر نہیں۔ ابوجہل کی مخالفت اور اس کے
مباہلہ کا ذکر۔

۱۹۵

ب۔ مخالفین کی جلد بازی کا ذکر۔ اگر خدا ترسی اور
تقدوی سے کام لیتے تو میری کتابوں کے پورے
طوبہ پڑھ لینے اور میرے پاس رہ کر میرے
طرز عمل کو دیکھنے سے پہلے کوئی رائے نہ دیتے

ان کا وجود میری بعثت کا سب سے بڑا سبب
ہے۔

۲۳۶-۲۳۷

مخالفت انبیاء

مخالفت بھی تبلیغ کا ذلیعہ ہوتی ہے۔ عرب
جو عیش و عشرت میں مستغرق تھے انکو مذہبی مباحثات
سے کیا کام تھا۔ لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے خلاف عاشق مذہب کی طرح کھڑے ہو گئے تا ساری
قوموں میں آپ کی دعوت جلد پھیل جائے اسی طرح
ہماری مخالفت میں بھی یہی راہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
ہمارے سلسلہ کی اشاعت چاہتا ہے۔

۲۵۹

مد

ا۔ سید مرد شاہ صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب
نے مباحثہ مد کی تفصیل سنائی۔ مباحثہ کی شرط کہ
بیس میں منٹ بولنا چاہیے سن کر فرمایا کہ مباحثہ
قبول نہیں کرنا چاہیے تھا۔

۱۵۵-۱۵۶

ب۔ مد کے حالات مباحثہ پر تبصرہ۔ فرمایا ایک ایک
اعتراف کر کے لینا چاہیے۔ یہ بھی دیکھا جائے کہ
دو مرا فریق نہراج نبوت کو مانتا ہے یا نہیں۔

عبداللہ اقصم کی پیشگوئی کا ذکر۔ پیشگوئیوں میں بل
کا مدقمہ وغیرت سے گل جانا۔ مسیح کی بعض پیشگوئیوں
جو پوری نہیں ہوئیں۔ صلح حدیبیہ کی موقعہ پر حضرت
عمرؓ کو ابتلاؤانا۔

۱۵۶-۱۵۸، ۱۵۹

ج۔ مباحثہ مد میں ہماری فتح ہوئی۔ دیگر تک خدا تعالیٰ
جو نشان ظاہر کرے گا شاید یہ بھی عظیم الشان
ہو جائے۔

۱۶۱، ۱۶۲

د - صلح حدیبیہ کی طرح یہ مباحثہ بھی فتح کی بنیاد ہی
نظر آتا ہے۔ - ۱۴۰-۱۴۱

مدعی صادق کا ایک نشان یہ ہے کہ
صادق کی محبت سعید الفطرت لوگوں کے دلوں میں ڈال
دیتا ہے۔ سہادی مدعیوں کی عزت ظاہر کرتا اور ان کی
سچائی روشن کر کے دکھاتا ہے۔ - ۳۵۵

مذہب کا مقابلہ

مذہب کی پہلی جڑ اور بڑھ خدا شناسی ہے۔
اس اصل پر مذہب کی شناخت کر لو۔ آریہ، عیسائی
اور اسلام کا مقابلہ خدا شناسی کے لحاظ سے۔

دوسرا جزو یا اصل مذہب کا مخلوق کے حقوق ہیں
اس لحاظ سے ان کی تعظیم کا مقابلہ فرمایا۔ تلاش کرو
اسلام کے سوا کہیں حق نہیں ملے گا۔ اور انسان و اسلام
کی تعظیم کا عامل بن کر ہی پاک ہو سکتا ہے - ۱۳۲-۱۳۴

متردین

۱ - مترد ہونا یہ بھی ایک سنت اللہ ہے۔ موسیٰ
اور عیسیٰ اور آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم کے وقت
میں مترد ہوئے۔ خدا کا وعدہ ہے اگر ایک جائیگا
تو دوسرے میں ایک جماعت دیگا۔ - ۲۱۲

ب - مسلمانوں کے عیسائی ہونے کا باعث مولیوں
کا مغتر بننے کے متعلق قتل اور کارخانہ اور بے دین
ہوئیگا فتویٰ دینا اور ان کے ایسے عقائد ہیں۔
۲۳۴-۲۳۸

مرض مرض کی نوعیتیں - مرض مختلف
میں کی درد محسوس ہوتی ہے۔ دوسری مرض مستوی

کہلاتی ہے۔ جیسے مرض کا داغ۔ اس کے علاج سے
مرض تساہل کرتا ہے۔ ایمان جو عملی شہادت نہیں
رکھتا مرض مستوی کی طرح ہے۔ - ۳۱۳

مسجد اقصیٰ ہمدانی مسجد کا نام بھی اللہ تعالیٰ
نے مسجد اقصیٰ رکھا کیونکہ اقصیٰ یا باعتبار بُعد زمانہ
کے ہوتا ہے یا بعد مکان کے اور الہام المسجد اقصیٰ
الذی بارگنا حوالہ میں تاثیرات زمانی کو لیا ہے۔
اور برکات کا ذکر۔ - ۱۲۲

مسلمان

۱ - فیر احمدی مسلمانوں کا ایک نو مسلم پشادہی کے
احدی ہو جانے پر امدادی چندہ سے جو دکان
کھول کر دی تھی اُسے واپس لے لینا۔ - ۱۱۸
ب - اپنے آپ کو اُس وقت مسلمان سمجھنا چاہیے
جب دل مسلمان ہو جائے۔ اور دل مسلمان
نہیں ہوتا جب تک کہ لغو و لعب سے لذت
حاصل کرتا ہے۔ - ۳۲۱

ج - مسلمان اور عیسائیت - عیسائی پادریوں
نے کچھ مسلمانوں کو مترد کیا۔ بہت کو نیم عیسائی
بنادیا۔ ایک بڑی تعداد اطوارانہ رنگ رکھتی ہے
جو اپنی طرز بود و باش اور رفتار و گفتار میں
عیسائیت کے اثر سے متاثر ہیں۔ یہ نوجوانوں اور
کاجوں کے تعلیم یافتہ کی جماعت ہے تیسری
قسم کے وہ لوگ ہیں جو ان کی وضع قطع اور
لباس پسند کرتے ہیں۔ - ۱۵

نیز دیکھو "متردین"

سید موعودؑ

۱۔ دلیل صداقت

- ۱۔ مزورت زمانہ اور حفاظت دین کی ضرورت اور اس خیال کی تردید کہ دین کو کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ ۸۷
- ۲۔ آپ کے امور الہی ہونے پر پانچ شہادتیں اندوئی اور بیرونی اور حدیث مجددین اور آیت امانہ لہذا لفظوں اور آیت اختلاف اور کما ارسلنا الی فرعون رسولاً میں موسوی اور محمدی سلسلہ میں تشریح ۱۰۹۔۱۰۸
- ۳۔ سید موسوی غیر شرع اور توحید کی تکمیل کیلئے آئے۔ اور سید محمدی احیاء قرآن اور تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے جو مطابقت آیت واخرون منہم لثمنا بالحقوا بہم آپ کی آمد ثانی سے ہوتی تھی اور اس کی تفصیل۔ ۱۱۔۱۰
- ۴۔ سید محمدی اور سید موسوی میں دیگر مشابہتیں۔ ۱۲۔۱۱

۵۔ پورہ کے عہد کو روحانی تغیر سے مناسبت دلفقد نفعو کم اللہ بیدر دانتم افلا ۱۱

۶۔ انبویا لہ موعود کا زمانہ کی ایک علامت اور انگریزی حکومت۔ ۱۳۔۱۲

۷۔ نبی انحضرت صلی علیہ وسلم کی پیشگوئی یضم الحرب سید موعود کے متعلق۔ ۱۲

۸۔ مسیح موعود اور سلسلہ کی صداقت کے دلائل آیت اختلاف۔ صدی پر مجدد۔ خود حویں مگر

میں خاتم الخلفاء کا آنا۔ کسوت حسرت و مٹان میں سورہ فاتحہ کی دعا۔ اہام و وحی کہ انبویا میں ہوں ۳۸۔۳۹

۹۔ مسیح موعود کی تکذیب و انکار کا تغیر حملہ قرآن کی تکذیب اور انحضرت صلی علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ ۱۱۲۔۱۱۱ و ۲۶

۱۰۔ مسیح موعود کا اعلان۔ میں گمراہ نہیں بلکہ ہمہدی ہوں۔ کا فر نہیں بلکہ ادل المؤمنین کا مصداق ہوں۔ جو کچھ میں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے۔ ۱۶

۱۱۔ صداقت مسیح موعود معلوم کرنا ایک قرآنی نمازوں میں دعا مانگنا ہے اور اس کے لئے تحریک ایک جگہ نہ گذرنا کہ اس میں حق کھل جائیگا ۱۱

۱۲۔ مسیح موعود کا کام اصلاح فتنہ عیسائیت یعنی کبر صلیب، اور اس کی تفصیل۔ ۱۴۔۲۰

۱۳۔ مسیح موعود کا ظہور غلبہ صلیب کے وقت مقدر تھا۔ ۱۹

۱۴۔ مسیح موعود اور سلسلہ نبوت

۱۵۔ خدا تعالیٰ کا جو قانون ہمیشہ سلسلہ نبوت اور اس کے اپنے ماموں کے متعلق ہو اس سے میں الگ کیونکر ہو سکتا ہوں۔ ۳

۱۶۔ میرے سلسلہ اور میرے دعویٰ کو نہراج نبی پر رکھیں۔ ۳۳، ۳۹، ۴۰، ۲۹۶ و ۳۱۹

۱۷۔ مسیح موعود اور آخرت۔ تین افترا کرتا تو وہ مجھے فی الفور ہلاک کر دیتا۔ مگر میرا سارا کذباً

دوسرے الہامات۔ ۶۱-۶۲، ۳۸۵-۳۸۶

(ب) فرمایا سارا قرآن ہمارے ذکر سے بھرا ہوا ہے
غیر المغضوب علیہم سے اُمت میں سے سچ
کے آنے کا استدلال۔ ۲۸۲

(ج) سلسلہ موعود و سلسلہ محمدیہ کا تقابل۔ انحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا سب انبیاء سے افضل ہونا۔ اس
نے سچ محمدی کا سچ موعودی سے افضل ہونا
ضروری تھا۔ آخر میں کسی نالائق کو نہیں بلکہ اعلیٰ
اور افضل کو بھیجا جاتا ہے۔ ۳۴۹-۳۸۲

(د) مومنوں کی مریم سے مثال پھر ان میں ایک کا
بن مریم ہونا۔ ۳۸۶-۳۸۵

۱۳۔ مسیح موعود کے متبعین۔ جو صبر اور صدق اور
میرے پیچھے آتا ہے وہ ہلاک نہ کیا جاوے گا
بلکہ غیر فانی زندگی پائیگا۔ ۳۱

۱۳۔ مسیح موعود حکم ہو کر آئیگا۔ اسکا فیصلہ
منظور کرو۔ ۳۵ د ۳۶ د ۸۱

۱۵ د عدا کا الٰہی پریقین۔ طاعون سے اپنی اور
الدار کی حفاظت پریقین کامل کا اظہار کرو۔
یہ نشان دکھائیگا اور اپنے سلسلہ کی حمایت
کریگا۔ حاشیہ ۴۸

۱۶ طور پر لے جانے کے معنی۔ سچ موعود کے
اپنی جماعت کو طور پر لے جانے سے مراد کئی گونہ
حق میں سے جانا اور اپنی قوم کو تقویٰ اور طہارت
کی بلند چٹان پر قائم کرنا ہے۔ ص ۴۹ و حاشیہ

۱۷۔ مسیح موعود و اخرین منہم۔ کنگ کے

اُس کا اپنا کاروبار ہے۔ ۳۵

۱۰۔ مسیح موعود کا زمانہ اور اُسکی علامات
دلی سچ موعود کا ایک نشان ریلوے ہے۔ آیت
اور حدیث کا ذکر۔ ۵۲

(ب) کما استخلف کے وعدہ سے سچ موعود کا
زمانہ چودھویں صدی ثابت ہوتا ہے۔ ۶۱
د ۲۳۵-۲۳۶

(ج) ایک عیسائی کینیڈا کے نزدیک ظہور سچ کی علامت
پوری ہو چکی ہیں۔ اسی طرح اسلامی پیشگوئیوں
اور اہل مکاشفات کے مطابق بھی یہی وقت ہے
مولوی اب تو یہ کہیں گے کہ سچ اور مہدی کا ذکر
ہی چھوڑ دو۔ ۲۸۶

۱۱۔ مسیح موعود اور حضرت موحی کے زمانہ میں مما
جیسے نبی المرسل سے غلامی کے دنوں میں وعدے کئے
گئے اسی طرح اس اُمت کے لئے بھی کا مکت ہے۔

دی حالت غلامی کی ہے۔ اسی حالت کے لحاظ سے
سچ موعود کی تبلیغ کا زمانہ چالیس سال رکھا
تھا جس طرح موعودی نے وہ زمین نہ پائی اسی طرح
پر قبولیت کی ارض مقدس ان مولویوں کے نصیب
ہیں ہونی۔ ۲۳۶

۱۲۔ سچ کا ذکر قرآن کریم میں اور اُس کا بن مریم ہونا
دلی سچ موعود کے لئے بن مریم نام رکھنے کا راز
سودہ تحریم میں کھول دیا ہے۔ کہ مومن مریم صفت
ہوتا ہے۔ پھر اُس میں نوح مدوح ہوتا ہے۔ براہین
میں ایسا ہی میرے ساتھ ہونا مذکور ہے اور

۲۱ - مسیلم موعود کی عمرانی کتب اور تحریروں

دلی عربی کتب میں غلطیوں کے اعتراض کے جواب میں

فرمایا۔ جب نصیح و تبلیغ عربی نویسی میں مقابلہ سے

عاجز آجاتے ہیں تو کہتے ہیں۔ ان میں غلطیاں ہیں

حالانکہ غلطی نکالنا تو اس کا حق ہے جو زبان

پر پورا احاطہ رکھتا ہو۔ اور یہ بالمقابل عربی

نویسی کے لئے نکلتے ہی نہیں۔ میرا دل فتویٰ دیتا

ہے کہ کبھی مقابلہ نہ آئیں گے۔ محمد حسین جلاوی کی

مثال۔ اس نے کہا عجب کا صلہ لام نہیں من آتا

ہے پھر اُسے کیسا شرمندہ ہونا پڑا۔ حاشیہ صفحہ ۱۶۱

د ۱۶۱ - ۱۶۲

(ب) اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو تو

ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا۔ بار بار لکھتے دیکھتے

ہوں کہ ایک خدا کی رُوح ہے جو تیر رہی ہے

طبیعت محسوس کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا

تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ ۱۶۳

(ج) بہت مولوی عربی لکھتے اور اشعار بھی کہتے ہیں

لیکن ہمارے مقابل پر خدا تعالیٰ اچھڑ بان بند کر

دیتا ہے۔ ۱۶۴

(د) عربی پرچہ جاری کرنے کی خواہش۔ ۱۶۵

(ه) تصنیفات کے متعلق فرمایا۔ ہم قلیل ہیں مگر

ہماری طرف سے تازہ ہزارہ کتابیں کثرت سے

نکل رہی ہیں۔ مگر ان کی طرف سے معدود پینڈ

۳۹۳

(و) مسیلم موعود انعاماً۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

ایک احمدی مرد اور عورت کا اخصاں اور حضور کا دُعا

فرمانا کہ خدا تعالیٰ ان کو انورین منہم میں ملائے

۱۳۳

۱۸ - اشاعت عقائد کی مختصر

فہرست چھاپ دی جاوے۔ معجزات۔ فرشتے

دجی۔ حیات و نباتت مسیح وغیرہ۔ تا جب کسی کو

اپنے عقائد سے اطلاع دینی ہو وہ بھی جبری جاوے

۱۱۲

۱۹ - اُمتی ہونا دلی موعود مسیح ابن مریم کا اس

اُمت میں سے ہونا سورہ تکویم اور سورہ نور

سے ثابت ہے اور نزول کے معنی کہ برکات د

فیوض پیرا آسمان سے اُتریں گے۔ صفحہ ۱۵۱-۱۵۰

(ب) بنی اسرائیل کے سلسلہ میں ایک مسیح رکھا تھا

اسی طرح اُمت محمدیہ میں ایک مسیح آنا ضروری

تھا۔ اور آنحضرت کی نصیبت اس سے ظاہر

ہوتی ہے کہ اُمت میں سے آوے۔ ۲۹۱

(ج) فرمایا۔ ہماری تائید کے لئے تو تین منکر ہی

کافی ہیں۔ بخاری کا امامکم منکم۔ سلم کا

امامکم منکم اور قرآن کا منکم آیت اختلاف

۱۸۲

۲۰ - اُپیٹر البدر اور الحکم کو محتاط رہنے کی نصیبت

فرمایا مضامین کے تبلیغ کرنے میں ہمیشہ محتاط رہیں

کیونکہ غلط لکھنے سے مشرف دیل بکڑیں گے۔ ایسے

مضامین مولوی محمد علی صاحب کو دکھایا کریں۔

۱۵۹

ثابت کرنا کہ عجیب اور ناطق خدا ہمارا ہی ہے۔ جو
دُعائوں کو سنتا اور جواب دیتا ہے دوسرے مذاہب
کا نہیں۔ ۴۳۸

۳۳ مسلمانوں کے اعتقادات اور ان کے جوابات
دلی دعویٰ نبوت کا الزام۔ فرمایا مجھے دعویٰ نبوت
کا الزام دیتے ہیں۔ لیکن خود انہوں نے اپنی اپنی شریعت
بنائی ہے۔ درود اور وظائف کا ذکر۔ ہزاروں قسم
کی بدعات ان میں موجود ہیں۔ تقویٰ اور طہارت جو
اسلام کا اصل مقصود تھا ان میں مفقود ہے ۴۳۹
(ج) اقوام میں سے کسی کی آمد ثانی کا اقرار کیا۔
پھر اُس کے خلاف خود دعویٰ کر دیا۔

۱۱) جواب۔ کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرفت ہدایت
نہ اُسے ہم کسی امر کو جو مسلمانوں میں مردوع ہے
چھوڑ نہیں سکتے۔ براہین میں عام اعتقاد کے رنگ
میں ذکر ہے۔ پھر وہی کے ذریعہ سے جو اللہ تعالیٰ
نے ہم پر کھولا ذکر کر دیا اور یہی ہماری صداقت
کی دلیل ہے۔ ۱۳۰-۱۳۲

۱۲) میں اعتراض میں ہمارا فخر ہے کہ ہم خدا کے
دکھائے بغیر نہیں دیکھتے۔ سنائے بغیر نہیں سنتے
اُس کے بھانے بغیر نہیں سمجھتے۔ آنحضرتؐ اور
حضرت یعقوبؑ کی مثالیں۔ ۱۳۱-۱۳۳

۱۳) میں عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں اور
ایسا دعویٰ کرنا ہمارے نزدیک کفر ہے۔ ۱۳۰

(ج) مسیح مولود کے تریش میں سے ہونے اور تریش
میں سے نہ ہونے مختلف تھیوریوں پر اعتراض کا جواب۔
۱۳۵

(د) مباشرہ مد میں یہ بھی اعتراض کیا گیا کہ محمدؐ یوسف
صاحب اپیل یوسف کی آپ آنکھ اچھی کیوں نہیں
کر دیتے۔ جواب۔ آیت عبس دتوتی ان
جاوہ الالہمی میں آنحضرتؐ کے ایک اندھے صحابی
کا ذکر ہے۔ اور بھی اندھے تھے آنحضرتؐ نے آنکھ
کیوں اچھا نہ کر دیا۔ ۱۴۰

(ه) اعتواضنا کا جامع جواب۔ فرمایا۔ میں دعویٰ ہے
کہتا ہوں کہ مجھ پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا
جو پہلوں پر نہ ہوا ہو۔ ۳۱۹

۳۳ - واقعات متعلقہ سیر مسیح موعود
دلی آپ کی عادیگی کا ذکر۔ حاشیہ ۴۵
(ج) فرمایا۔ میں جب کوئی کام کرتا ہوں تو میری
غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا انہار
ہوتی ہے۔ ۴۸

(ج) خواہ موزی طبع ہزاروں مر جاویں۔ مگر میرا جی
چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر ہو اور
دنیا کو پتہ لگے کہ کوئی قادر خدا موجود ہے۔
دہریت اور اتحاد اور شرک کا زور اور بظاہر
موحدین کی حالت۔ ۹۶

(د) مخالفین سے حین سلوک (۱) ایک مقدمہ کے
سلسلہ میں فرمایا۔ ہمارا ہی مراد منرا سے نہیں کہ
اُسے ضرور ہو۔ بلکہ جیسے یوسفؑ کی حقیقت
عزیز مصر کے سامنے کھلی گئی ویسے ہی ہماری بھی
حقیقت کھل جائے۔ ۸۳

(د) فرمایا مقدمہ باجی اچھی نہیں ہوتی۔ ۸۴

(۵) جہان نوازی اور تواضع

دا، ہمارے ہانوں میں سے جو تکلف کرتا ہے۔
اُسے تکلیف ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے
وما نامن المتکلفین۔ جو عزت ہو۔

کہہ دیا کرو۔ ۱۶۳

(۲) جہلم سے ایک ضعیف العمر زیارت کے لئے
آئے۔ وہ چل نہیں سکتے تھے۔ حضرت اقدس
اُن کی خاطر ٹھہر گئے اور حالات دریافت
فرماتے رہے۔ ۱۶۴

(۹) غرباء کا علاج۔ فرمایا۔ اگرچہ حکیم نور الدین
صاحب کو علاج کے لئے مقرر کیا ہوا ہے مگر
بعض اپنے اعتقاد کے خیال سے مجھ سے ہی
علاج کراتے ہیں۔ آج سردہ اور ریزش بھی
تھی اور مرین بھی بہت آئے۔ ۱۶۵

(۱۰) اخلاق عالیہ۔ اصحاب میں سے ایک نے شئی
طلب کی۔ آپ اُسی وقت اُٹھ کر اندر گئے اور
نئے لاکر دے دی۔ ۲۹۷

(۱۱) کام سے نہ تھکنا (۱) لکھنے پڑھنے دیکھنے
وغیرہ تکلیف پر ایک دوست کے انہماک سے
پر فرمایا۔ بدن تو تکلیف کے واسطے ہے۔ ۲۹۹

(۱۲) فرمایا۔ میرے اعضاء تو بے شک تھک جاتے
ہیں مگر دل نہیں تھکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ کام
کے جاؤ۔ ۲۱۴

(۱۳) دینی کاموں اور ضرورتوں کے لئے رات کو
تین تین بجے تک جاگنا۔ ۱۹۶

(۱۴) مشہرتِ نفرت جہلم تاریخ پر جانا تھا۔
ایک دوست کے عرض کرنے پر کہ اشتہار دیدیا جائے
تو لوگ اسٹیشن پر زیارت کے لئے آجائیں۔ فرمایا۔
نہیں۔ جماعت کے دوست تو آتے جاتے رہتے ہیں۔
لورڈوں کیلئے سرد در خریدنے کا کیا فائدہ
۳۲۵ و ۳۲۶

(۱۵) آپ کا دنیا داری کے جشن جلوسوں وغیرہ سے
متنفق ہونا۔ ۳۲۷

(۱۶) اطاعت والدین۔ فرمایا۔ والد صاحب کے
حکم اور رضامندی کے لئے اکثر مجھے خدا تعالیٰ میں
بھی جانا پڑتا تھا۔ لیکن اُن کی وفات کے بعد
ہم نے ان باتوں میں کبھی حتمہ نہیں لیا۔ ۳۹۳

(۱۷) قیامِ نیا اقامِ اہلہ۔ میان احمد دین صاحب اور
گوہر نوالہ کی عرض پر کہ اگر سفر کا ٹھیک ٹھیک
پتہ ہو جائے تو گوہر نوالہ کھانے پینے کا انتظام
کر کے حاضر ہوں۔ فرمایا۔ میں تو خدا نے ہی لے
جانا ہے ابھی کیا معلوم کس وقت جانا ہے
دیگر اجاب کی بھی ایسا انتظام کرنے کی خواہش
پر فرمایا۔ دل میں جو اظہار ہے اُس کا ثواب
میں گے۔ ۳۹۳

(۱۸) احباب کے جذبات کا خیال۔ دو تین دن میر
بند رہنے کی وجہ سے خاک کا اڑنا قرار دیا۔
ایک صاحب کے عرض کرنے پر کہ چونکہ بعض
احباب حضور کے آگے چلتے ہیں اسلئے خاک اُڑتی
ہے فرمایا نہیں۔ بارش نہ ہونے سے یہ تکلیف ہے۔ ۳۹۳

(د) شفقت۔ ایک صاحب کے وقت میں درد تھا۔ حضرت ادریس نے کہا بار بار بولی منگو انی تھی میرا صاحب اس کی درد کا ذکر کیا۔ تو فرمایا۔ میں ابھی لا دیتا ہوں۔ مریض کے کہنے پر کہ حضور کو زحمت ہوگی۔ آپ نے قسم فرمایا اور کہا یہ کیا تکلیف ہے اور بولی لا کر مریض کے حواسے تکی۔

۲۸۳

حضرت مسیح موعود اور حضرت مسیح ناصری کا مقابلہ
 کا یہاں ہوں اور نصرتوں پیگمبوں اور نعیم کے لحاظ سے جیسے آنحضرت معلم اپنے شیل مویں سے ہر پہلو میں بڑھے ہوئے تھے اسی طرح مسیح موعود مسیح موسوی سے نسبت رکھتا ہے۔

۱۲۱

مسیح ناصری

۱۔ مسیح ناصری اور اہل اے میت۔ اگر مسیح مجھ سے زندہ کرتے تھے تو ایسا کو کیوں زندہ نہ کر لیا۔

۲۵

۲۔ روح اللہ۔ مسیح ناصری کو قرآن مجید میں روح اللہ ان کے تبرہ کے لئے کہا۔ کوئی خصوصیت نہیں۔

آدم کے لئے نفخت فیہ من روحی کہا۔ ۶۲، ۶۳

۳۔ مسیح ناصری متعلق فیراحدی عقائد کا ذکر۔ ۶۲

۴۔ ان پر سے الزاموں اور تہمتوں کے دُور کرنے کیلئے انہیں قرآن وحدیث میں مس شیطان سے پاک قرار دیا گیا۔ درنہ قرآن کے نزدیک ہر ایک راستہ از مس شیطان پاک ہے۔ ص ۱۱

۵۔ مسیح ناصری اور امام حسین کا مقابلہ حوصلہ دکھانے میں۔

۱۰

۶۔ مسیح ناصری کی پیدائش اور خالق عالم اور۔ ص ۱۱
 ۷۔ مسیح ناصری کا صلیب پر لٹکایا جانا قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے کا تفصیلی جواب کہ مسیح کو آسمان پر نہیں اٹھایا گیا بلکہ صلیب پر لٹکایا گیا جب نارا گیا تو زندہ تھا۔ دکن شبہ لہم ۱۲۲-۱۲۳
 نیز دیکھو "صلیب"

۸۔ مسیح ناصری کی نماز جنازہ۔ منشی رحیم بخش عرضی نہیں کا قول سننے پر کہ نبوت مسیح کا تو اعتراف کر لیا۔ کیا ان کا جنازہ پڑھیں۔ فرمایا۔ جنازہ میت کے لئے دعا ہی ہے پڑھیں کچھ حرج نہیں۔ ص ۱۲۹
 ۹۔ بن باب ولادت۔ فرمایا۔ ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ مسیح بن باب پیدا ہوئے اور بن باب پیدا ہونے کا راز۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آہ کی نشاوت۔ ۲۹۲-۲۹۳

۱۰۔ مسیح ناصری اور مسیح موعود۔ مسیح ناصری شایع تو ریت تھے اور ہم شارع قرآن ہیں۔ ص ۳۸۲

۱۱۔ مسیح ناصری اور ان کے مخالفین۔ مخالفوں نے انہیں دیوانہ کہا۔ منکروں نے ان کا نام بعلزبول یعنی کل گندگیوں کا سردار رکھا۔ ص ۳۹

مسیح کے معنی

بہت میر کرنے والا۔ اگر آسمان پر مانا جاوے تو اس کی مسیحت کا وقت کونسا ہوا؟ ص ۱۹۱
 مسیح کے نزول اور خروج دجال کے متعلق عام خیالات اور انکا جواب کہ قرآن حدیث میں بعض الفاظ بتقدیر کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اور قرآن وحدیث سے اسکی تائید ص ۲۳-۲۵

مصر میں تبلیغ

ایک احمدی نے بوج کے لئے گئے تھے مصر میں
طہر کر آپ کی کتب تقسیم کیں اور کتب منگوائیں۔ اور
اُس کی درخواست پر حضور نے فرمایا کہ حج اگلے سال
۲۲۲-۲۲۴ کریں۔

مصلح

فردت مصلح قرآن کے ہوتے ہوئے۔ ۵۸

معجزات

۱۔ بہت سے معجزات انبیاء میں دوسرے لوگ بھی
شریک ہوتے ہیں۔ مگر نبی جب ان تلبیرو
اسباب سے آگ ہو کر نفل کرتا ہے تو وہ
معجزہ ہوتا ہے۔ قرآن کی مثال۔ سلیمان کے
لئے لوہا نرم کرنے کا معجزہ صرف اس لئے
ہے کہ اس میں اسباب عادیہ نہ تھے۔ یہ بھی
ممکن ہے کہ لوہے سے مراد مشکلات و مصعب ہوں
جو حضرت سلیمان پر آسان ہو گئیں۔ ۱۲۰
ج۔ جو قرآن کے بیان کردہ قانون کے خلاف ہو۔ ہم
اُس کو خارق عادت نہیں مان سکتے۔ مثلاً حقیقی
مردوں کا زندہ ہونا۔ یا خدا کا اپنے جیسا خدا
بنانا۔ یا اس جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ
جانا اور متعلقہ آیات۔ ۱۲۱
ج۔ معجزات کو نبوت کی جزو رکھنے کی وجہ یہ ہے
کہ عوام نامدہ اٹھائیں۔ خاص کے لئے تو معجزات
دخلائق ہی کافی ہیں۔ ۱۵۹
د۔ انسان کا سب سے پہلا معجزہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے

تقویٰ بخشنے اور وہ پاک دل ہو۔ ۲۰۸

۵۔ معجزہ اور شعبہ ۵ میں فرق۔ شعبہ ۵
انسان کو گمراہ کرتے ہیں۔ خدا شناسی اور معرفت
اور پاک تبدیلی پیدا کرنے سے اُن کا کوئی تعلق نہیں
اور خدا تعالیٰ کے نشانات دل پر ایک پاک اثر ڈالتے

ہیں۔ حاشیہ ۲۰۸-۲۰۹

معراج

معراج ایک عظیم الشان اکمل دائم صاف کشف
تھا۔ اس میں جسم کی فردت نہیں ہوتی۔ کشف جسم
میں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوتا اور بڑی طاقتوں والا
ہوتا ہے۔ ۱۱۸

مفتری

۱۔ میں مفتری ہوتا تو خدا مجھے فی الفور ہلاک کر
دیتا۔ مگر میرا سادا کاروبار اُس کا اپنا کاروبار
ہے۔ ۳۵

ج۔ مفتری آخر تھاک جاتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ
ہمیشہ صادقوں کی تائید کرتا ہے۔ اور اُن کی
تائید میں نشان ظاہر کرتا ہے۔ مفتری آخر
ذلیل ہو کر تباہ ہو جاتا ہے۔ اور اپنی مشکوئوں
کا ذکر۔ ۳۵۵-۳۵۴

مکذّب

مصدق کی حقیقت بغیر مکذّب معلوم نہیں ہو سکتی
مکذّبوں کے ذریعہ ہی حقائق و معارف اور خدا تعالیٰ
کی محبت و نصرت کا پتہ ملتا ہے۔ ۱۶۱

طائفت

ذکر یہ چھڑتی نہیں جا پئے قیام فی ما اقامتہ
بھی ضروری ہے۔ ۱۲۲

طائفت

۱۔ ملئکة اور شیطان کا عقلی ثبوت غیر السانی
میں کبھی نیکی کی طرف اور کبھی بدکاری کی طرف
تحریک ہونا اور اُس کی تفصیل ۳۲۶-۳۳۰

ب۔ رؤیت ملئکة سوال پر فرمایا۔ ہم تو
ہر روز دیکھتے ہیں۔ کبھی کشف میں کبھی رؤیا میں۔
اور فرشتوں کو دیکھنے کے تین واقعات ۲۳۲-۳۳۲
(۲) فرشتہ کے دیکھنے کا ایک اور واقعہ ۲۳۵
(۳) اپنے بھائی مرزا غلام قادر کی شکل پر فرشتہ
کو دیکھنا۔ اور اُس کا کہنا جنت من
حضور الوتر۔ ۳۳۶

ج۔ جس طرح انبیاء کے صفات ہوتے ہیں اسی طرح
طائفت کے بھی۔ ۳۳۵

د۔ ابو سعید عرب کے استفسار پر فرمایا۔ فرشتہ
ہر زبان بول سکتا ہے۔ ۳۳۸

ه۔ عرب صاحب کے سوال پر کہ کیا فرشتہ
من دبتک ومن نبیتک سوال کرے گا

تا اس کا جواب یاد کر لیا جائے۔ فرمایا۔ یہ
ایک ایمانی بات ہے۔ انسان جس رنگ میں
رنگین ہوگا وہی جواب اُسکے منہ سے نکلے گا۔ ۳۳۸

منہاج نبوت

۱۔ یہ سلسلہ منہاج نبوت پر چل رہا ہے ۲۹۶

ب۔ جو لوگ منہاج نبوت کو نہیں چھوڑتے وہ
ٹھوکر نہیں کھاتے۔ ۳۱۹

مواہب الرحمن

فرمایا یہ کتاب معجزہ کی طرح ٹھہرے گی اور دلوں
میں داخل ہو گئی ہے۔ جامع کتاب ہے۔ جب
نجات دل میں آتے ہیں تو دل گواہی دیتا ہے کہ اللہ
فرشتہ بول رہا ہے۔ ۳۱۳

موت

دل کا پاک کرنا بھی ایک موت ہوتی ہے ۳۱۱

موزوں پر سح

سوتی موزوں پر بھی سح جائز ہے۔ ۳۰۱

مولوی

۱۔ فرمایا۔ ایسے مولویوں کی موجودگی میں مستیصال
کے لئے پادریوں کی ضرورت نہیں ۱۴۱

ب۔ ہمیں سب دشتم کرنے میں مولوی مسائیوں
کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ ۱۶۶

مومن

۱۔ مومنوں کے قرآن شریف کی رُو سے تین مدارج
ظالم مقتصد۔ سابق بالذرات اور انکی تشریح
۱۲۵ و حاشیہ ۳۸۶

ب۔ ظالم سے مراد نفس امارہ والے۔ مقتصد نفس
تو آمر دلے اور سابق بالذرات نفس مطمئنہ والے
اور اس کی تفصیل۔ ۲۵۳-۲۵۵

ج۔ مومن اور موت۔ خدا مومن پر دُوموتیں
ہرگز جمع نہیں کرتا۔ ایک موت تو خدا کے واسطے

۳۔ انبیاء اور علم غیب۔ آنحضرت معلم اود انبیاء

نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عالم الغیب ہیں۔

عالم الغیب ہونا خدا کی شان ہے۔ ص ۱۳۱

۵۔ اجتہادی غلطی۔ انبیاء سے اجتہادی غلطیاں

ہوتی رہیں۔ ہاں وحی میں غلطی نہیں ہوتی۔ اور

آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال۔ ص ۱۷۱

۶۔ تماشے۔ انبیاء کبھی تماشے نہیں دکھاتے

البتہ جب ان پر شائد اور مصائب آتے ہیں

تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے تماشا دکھایا کرتا

ہے۔ حضرت ابراہیم اور اپنی مثال۔ ص ۱۸۶

۷۔ انبیاء بھی نبی کا کام کرتے ہیں۔ ایک طرف

سے قطع کرتے ہیں اور دوسری طرف جو سمت

کرتے ہیں۔ ص ۱۸۷

۸۔ چراغ۔ انبیاء خدا کی شناخت کی راہ

کے چراغ ہیں۔ ص ۲۱۵

۹۔ تعلیم۔ انبیاء کی تعلیم سے جو ش بہ تعلیم ہو

وہ سچی تعلیم ہے۔ ان کا اصول ایک ہی ہوتا

ہے۔ اختلاف تب ہوتا ہے کہ اصول میں ہو

فروع میں اختلاف اختلاف نہیں کہلاتا۔ ص ۲۸۲

۱۰۔ روحانی تبدیلی۔ کسی نبی یا رسول کو یہ طاقت

نہیں کہ وہ اپنے پاس سے روحانی تبدیلی کی

طاقت دے سکے ہر ایک طاقت کا سرچشمہ

خدا ہی کی ذات ہے۔ پس اس کیلئے دعا کرنی چاہیے

ص ۳۹۸

۱۱۔ ثبوت صداقت۔ صداقت انبیاء کے دُوری

اور دنیا کی مصطنع کے واسطے۔ ص ۲۸۱

>۔ مومن اور دنیوی زندگی۔ مومن کو اس زندگی

پر ہرگز مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ اور بیماریوں

کا ذکر۔ ص ۲۷۶

ہمدی مہمود اور جنگ

فرمایا۔ ہمدی جنگ نہیں کریگا۔ جنہوں نے ہمدی

نام رکھا کہ جنگ کی شکست کھائی۔ مسلم کی حدیث

میں ہے کہ تلواروں کے ساتھ ان کا کوئی مقابلہ نہ کر

سکیگا۔ آخری زمانہ میں دُعاؤں سے مقابلہ ہوگا۔

اور انہیں دُعاؤں سے مخالفوں میں روحانی تساری

ہو جائے گی۔ ص ۳۰۱-۳۰۲

میموریل

مدبارہ ملی پرنٹرز کے اس کی اشاعت کریگا اعداد ص ۳۱۵

ن

ناصر شاہ (سید) انہیں مخاطب کر کے فرمایا

بمکت بند رکھنی چاہیے۔ ص ۳۲۶

ناول

بعض واقعات حقہ کو ناول کے پیرایہ میں بیان

کرنا معصیت نہیں ہے۔ ص ۲۵۵

نبی جمع انبیاء

(۱) نبی دُوری باتیں لے کر آتے ہیں۔ کتاب اور سنت

ص ۲۷

(۲) کوئی نبی طاعون سے نہیں مرا۔ ص ۶۷

(۳)۔ عصمت انبیاء سے متعلق چند اعتراضات کے

جوابات۔ ص ۷۷ نیز دیکھو عصمت انبیاء

ج۔ نجات کے حصول کیلئے قانون یہ ہے (ان کتبہ

تحتویات اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور من منبع

غیر اسلام دینا فلا یقبل منہ سوائے اسلام

کے نجات جو ہستی زندگی ہے کسی اور مذہب میں نہیں

ملتی۔ اور جو کہے کہ میں خدا کے کلام کے موا نجات

پاؤنگا وہ مشرک ہے۔ کلام خدا اور اُس کی اتباع

کے بغیر خدا سے مل جائیگا دعویٰ کرنا گمراہی ہے۔

۲۰۶-۲۰۷

نورالینسین مولوی (مولوی)

۱۔ ان کی وفات کی خبر آنے پر آپ کو الہام ہوا۔

مات خال ہانگا ۶۲

ب۔ وفاتِ یح کے ذکر پر فرمایا۔ قوم اور برادری کی

عہمت ہی نے معاملے اُسے اخفائے حق کے لئے

مجبور کیا ہوا تھا۔ سنا تھا وہ کہتے تھے کہ مجھے

ایک ایسی بات یاد ہے۔ اگر تلوادوں تو ہزاروں

آدمی مرزا صاحب کے مرید ہو جاویں۔ یہاں تو لاکھوں

ہماری جماعت میں داخل ہو گئے۔ اب مرنے کے بعد

تو مجھے یقین ہے وہ بھی ہماری جماعت میں داخل

ہوئے ہونگے۔ اور شیخ سلیمان سے مولوی محمد اسخیل

صاحب شہید کے بیٹے کا ذکر۔ ۸۵-۸۶

نزولِ یح

۱۔ نزولِ یح اور نزولِ ایلیا میں مشابہت اور یہ کہ

نزولِ ایلیا کی پیش گوئی صحیح تھی اور اُس کی

۲۵-۲۹

دلیل۔

ثبوت ہوتے ہیں۔ اول کتب سابقہ میں اُنکا

ذکر استعارہ کے رنگ میں مزدور ہوتا ہے۔

دومرا ثبوت نشانات ہیں اور یہ دونو ثبوت

میری صداقت کے بھی ہیں۔ ۲۰۲-۲۰۳

نبی بخش (میاں)

۱۔ فرمایا۔ بٹالہ میں شہادت کیلئے آنے کی اہل غرض

تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ میاں بخش صاحب سے

حکایت ہو جائے۔ اور تبلیغ ہو جائے۔ ۱۷۵

۲۔ نبی بخش صاحب سردار پنڈو دی کی عرض پر کہ

وہ لکھا پڑھا نہیں۔ فرمایا۔ علم کیا اہل غرض

عمل کی ہے۔ ۱۳۲

اور ان کی دعا کی درخواست پر کہ حضور کی محبت

ہمارے دل میں بڑھے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو

اخلاص اور توجہ طلبی ہے یہ اُس کا فضل ہے

شکر کرو اور پڑھا دیگا۔ ایاک نعبد و ایاک

نستعین کا تکرار کرو۔ ایاک نستعین خدا

کے فضل اور گمشدہ متاع کو واپس لانا ہے

۱۳۷-۱۳۸

نجات

۱۔ نجات ایمان کے ساتھ ہے۔ ۱۳۷-۱۳۸

ب۔ نجات اپنی کوشش سے نہیں بلکہ خدا کے فضل

سے ہوا کرتی ہے۔ اور اس کے حصول کا طریق۔

اھ یہ کہ وہ صرف اسلام میں ملتی ہے اور اُسکے آثار

اس دنیا میں ظاہر ہو جاتے ہیں ۲۰۶-۲۰۷

نشان اور طاعون زہنی نشان ہے۔ ۲۷۵

ح۔ ادب یہی ہے کہ نشان طلب کرنے پر ضرورت سے
اور ایسے کو خدا کبھی بے نشان نہیں چھوڑتا۔
بھارت کی مثال ۲۵۹

ن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے استفسار پر حضرت
حکیم نور الدین صاحب نے فرمایا نشہ کا مادی جائس
دن میں ہو سکتا ہے۔ ۵۹

نصاری دیکھو عیسائی
نصرانیت کا اثر دیکھو عیسائیت
نصیحت جمع نصائح

انصاف و دیانت اور خوفِ خدا کو دل میں رکھ کر
غور و فکر کرنے کی نصیحت جس کے بغیر انسان پرانے
خیالات نہیں چھوڑ سکتا۔ ۱۸

نزد دیکھو جماعت کو نصائح
نعمت علی (منشی) کے کھانے کے لئے
عرض کرنے پر فرمایا۔ ہم کھانا کھا چکے ہیں نکلنے کی کیا
ضرورت ہے۔ بیعت کرنے کے بعد تم ہمارے بدن کا
جزو بن گئے پھر اللہ کیا رہ گیا۔ ۱۸۷

نماز

۱۔ التزام نماز۔ فرمایا۔ ہمارے گھر میں اس قدر
التزام نماز کا ہے کہ بشیرِ اول جب شدید بیمار تھا
تو انہوں نے نماز شروع کر دی۔ جب فارغ ہوئیں
تو وہ وفات پا چکا تھا۔ آپ نے انا للہ پڑھا
نزد دیکھو محمود شیرانی ۱۸

ب۔ نزل کا لفظ ہے من السلاو نہیں لکھا۔ اہ یہ
نقلی معنی رکھتا ہے۔ نیرلی نعت میں مسافر کو
کہتے ہیں۔ ۱۱۷

نشانات

۱۔ نشاناتِ مزور توں اور ابتلا کے وقت ظاہر
ہوتے ہیں۔ جبکہ ایک قسم کی جان کنڈن میں آ
جاتی ہے۔ مومنجی کے نبی امر ایل کو سمند سے پار
لے جانے کے وقت نشان اور قتل بیکھرام کے
نشان کا ذکر۔ ۹۵

ب۔ کلام کا نشان۔ فرمایا باقی نشانات اور
معجزات تو مرٹ جاتے ہیں لیکن کلامِ الہی کا
نشان دائمی ہوتا ہے۔ ۱۹۶-۱۹۷

ج۔ ایک مدد سی ہندو کی آمد پر فرمایا۔ یہ بھی نشان
ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یا توں من حق
نجمِ حبیق فرمایا تھا۔ ۱۹۸

د۔ ایک مولوی عبدالستار نامی کا وفات کرنا اور
تختے تحائف پیش کرنا اور حضرت اقدس کا فرمایا
یہ بھی نشان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔
یا تیک من حل فوجِ حبیق۔ ۲۱۵

ہ۔ الہام یا توں من حل فوجِ حبیق کے مطابق
ہر شخص جو آتا ہے اور تختہ اور زندا لانا ہے ایک
نشان ہوتا ہے۔ اس طرح تو پچاس لاکھ تک
نشان پہنچتے ہیں۔ ۲۲۲-۲۲۳

و۔ جماعت کی ترقی کا نشان۔ ۲۷۵
ز۔ آسمانی اور زمینی نشان۔ گھونٹ خوں آسانی

۱۳۔ تمہا نماز پڑھنے کیلئے ہر ایت اگر کیسا احمدی ہو

۳۴۴

۱۴۔ نماز میں خدا تعالیٰ کا کلام اور ادعیہ ماثورہ

مزدور پڑھے۔ یہ ایک محبت اور تعظیم کی نشانی ہے

باقی خواہ ساری بات اپنی زبان میں دُعا کرنا ہے

اور دُعا کے وقت اپنی حالت کیسی بنائے۔ ۳۴۱

۱۵۔ جب نماز میں کوئی خطرہ پیش آوے تو اُس وقت

دُعا کا سلسلہ شروع کر دے۔ ۳۴۳

۱۶۔ نماز حرام غوری وغیرہ سے پھرتی ہے جو خدا

سے بار بار بندیدہ دُعا ترکیب چاہیگا تو اُسے

۳۴۲

قوت ملے گی۔

۱۷۔ نماز ایک ایسی نیکی ہے جس کے بجالانے سے

شیطان کمزوری دُور ہوتی ہے۔ اور ایسی کام

۳۹۸

دُعا ہے۔

۱۸۔ دُعا مانگنے کے لئے ادب کا ہونا ضروری ہے

ایسی لئے سورۃ فاتحہ میں خود دُعا کا طریق

۳۹۹

سکھایا۔

۱۹۔ نماز سے بڑھ کر کوئی اور شے نہیں ہے جس سے

دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا سلسلہ

۴۰۱

جاری رہے۔

۲۰۔ نماز میں ظاہری حرکات جسم کا فلسفہ اور جسم

و دُوح کا ایک دوسرے پر اثر۔ اور ظاہری نماز

و روزہ اگر صدق و اخلاص کے ساتھ نہ ہو تو

کچھ نہیں محض بدنی ریاضتیں اور مشقتیں کوئی

نور نہیں بخشتیں۔ نہ سکینت و اطمینان دیکھتیں

۳۳۹

۲۔ نماز کا مغزی دُعا ہے۔ ۵۲

۳۔ نماز میں مستی دُور کرنے کا علاج خوفِ الہی

دل پر طاری کرنا ہے۔ ۵۹

۴۔ غیر از جماعت امام کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

۲۴۱

۵۔ نماز اور استغفار دل کی فغلت کے عمدہ

۲۴۵

علاج ہیں۔

۶۔ نماز میں ذوق معرفتِ الہی سے پیدا ہوتا ہے۔

اور اصل نماز وہی ہے جس میں خدا کو دیکھنا ہے

۲۲۰

۷۔ اصل نماز میں رب العزّة سے دُعا ہے جسکے

بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عاقبت

اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے۔ ۳۲۱

۸۔ نماز میں لذت و ذوق حاصل کرنے کی دُعا۔

۳۲۲

۹۔ جمع صلاّیین۔ ایک ملازم نے اپنے سخت

مزاج افسر کا ذکر کیا تو حضرت اقدس نے فرمایا

شرارتوں کے وقت خدا نے جمع صلاّیین رکھا ہے

ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر لیا کرو۔ ۳۲۳

۱۰۔ نماز جمعہ کے لئے ایک امام اور دو مقتدیوں کا

ہونا ضروری ہے۔ ۳۲۵

۱۱۔ پیشہ کے طور پر نماز پڑھنا نیا لے کے پیچھے نماز

درست نہیں۔ ۳۳۷

۱۲۔ نماز حقیقی رنگ میں ادا کی جائے تو لذت

آئے۔ قوی ایمان لذت آتی ہے۔ ۳۳۹

۳۷۰

اور صحبت جاہ نے انکو اندھا کر دیا اور وہ خدا سے دُور ہیں۔
۲۰۲

نوح کا طوفان دیکھو طوفان نوح
نور الدین صاحب دیکھیم مولوی نے فرمایا
۱۔ قریشیوں سے ملک چھینا گیا۔ اس کی وجہ تکبر ہے

۲۔ آپ نے مولوی ابوالحسن کے احصنت فرجھا پر اعتراض کو پیش کیا کہ مخالف! سے خلاف تہذیب قرار دیتے ہیں۔ ص ۱۳۶
نیز دیکھو "تہذیب"

تیت پر ثواب
فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی تیت پر ثواب دیتا ہے۔
۲۰۱

نیکی
نیکی کی جڑ یہ بھی ہے کہ دنیا کی جائز لذات اور شہوات کو بھی حد اعتدال سے زیادہ نہ لے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ کہ میں تو ایک مسافر کی طرح ہوں۔
۳۷۵-۳۷۶

و

والدین
۱۔ شیخ عبدالرحمن صاحب نو مسلم کو جن کے والد ہندو تھے مخاطب کر کے فرمایا۔ اسلام والدین کی خدمت سے نہیں روکتا۔ ذنبوی امور میں جن سے دین کا رواج نہیں ہوتا ان کی پوری فرمائشوں کو پورا کرنا چاہیے۔ دل و جان سے انکی خدمت بجالاؤ۔

اس نے نماز کے وقت اپنے دُور سے جا بوی اور ادا تندی کا اظہار کرو۔
۴۲۰-۴۲۲

۲۱۔ نمازوں میں لذت کیوں نہیں آتی؟ اس نے کہ لذت اپنے اختیار میں نہیں۔ لذت کا معیار بھی الگ الگ ہے۔ اور مثالیں۔ غرض ساری لذت اور راحت دُکھ کے بعد آتی ہے۔ ایسے لوگ دیکھیں کہ وہ عبادت کیلئے کس قدر دُکھ اور تکالیف اٹھاتے ہیں۔ دُکھ اور تکالیف ہی تبدیل صورت کے بعد لذت ہو جاتا ہے۔ عبادت کے لئے دُکھ اٹھانے سے مراد یہ ہے کہ انسان اُن کاموں سے دُکے جو عبادت کی لذت کو دُکھ کرنے والے ہیں۔
ہر پھر اُن کے مقابلہ میں نیکیاں آجائیں گی۔
۴۲۳-۴۲۴

۲۲۔ گرت گانے یا باجے بجانے سے جو عبادت ہوگی۔ اُس میں نفس کی لذت تو ہوتی ہے لیکن رُوح کے لئے نہیں۔ اس سے عبادت کی اصل غرض فوت ہو جاتی ہے۔
۴۲۴

نواب محمد علی خان صاحب
۱۔ صاحبزادہ بشیر احمد شریف احمد اہل مبارکہ بیگم کی آئین پر اُن کے ایک سوال کے جواب میں تقریر۔
۴۱-۵۳
ب۔ مالیر کوئلہ کی طرف طاعون کے متعلق آپ سے گفتگو۔ ۶۴، ۸۵، ۲۱۴
تو عظیمیا فتمہ محمدین کے ذکر پر فرمایا ہے دنیا

دلوئی کر کے زیادہ اخلاق اور پاکیزہ نمونہ دکھا

کر اسلام کی صداقت کا قائل کرو۔ ۱۵۵

۲۔ ایک نووارد کو تاکید کی کہ وہ اپنے والد کے

حق میں جو سمت مخالفت ہیں دُعا کیا کریں۔

اُس نے کہا۔ کرتا ہوں فرمایا تو جسے کیا کرد

باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی

باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے۔ ۱۸۸

وجودی

فرمایا۔ طریقی تاؤ تب یہ تھا کہ جو فرقہ بعد اور

موجود کا ہے اُس سے اُگے نہ بڑھتے۔ اور اُن کی

برا عقائدی و بد عملی کا ذکر۔ ۲۵۱

وحی

۱۔ نبی اور رسول کی طرح محدث کی وحی بھی محفوظ

ہوتی ہے۔ ۱۶۱

ب۔ قرآن کی وحی سب سے اتنی وحی ہے۔ اور

شدت کے ساتھ اس کا نزول ہوا۔ ۱۲۲

ج۔ وحی والہام۔ کلام مجھے وحی است

وہ قرآن ہم ذکر الہام نامہ بلکہ ذکر وحی

آمدہ و تطہیت الہام و وحی یک معنی

وارد۔ ۲۲۳

د۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی کے کلمات

دیکھو "الہامات"

۴۔ نزولی وحی کا نہ نامہ موم مبارک کی طرح ہوتا

ہے۔ جس طرح بارش کے وقت دربار

لالہ دریدہ و درشورہ بوم خمس ایسی طرح

نزولی وحی کے وقت نیکی اور بدی کے لئے

مستعد سعید اور شقی ہر قسم کی طبائع کو باہر

نکال دیتی ہے۔ ۲۲۳ - ۲۲۴

وقف زمین کا ایک طریق

ایک شخص نے زمین وقف کرنی چاہی۔ حضرت

اقدس نے فرمایا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے

کہ آپ خود آباد کریں اور کاشت وغیرہ کے انراجات

نکال کر جو بچے وہ سلسلہ کے لئے دیدیں۔ آپ کی

نیت کا ثواب تو ہو گیا۔ ۲۱۱

ولایت

ولایت ملتی نہیں جب تک انسان خدا کے

لئے موت اختیار کرنے کے لئے تیار نہ ہو جاوے

خود شت نامی کے بعد خدا شت نامی پیدا ہوتی ہے۔

۳۳۰ - ۳۳۱

ولد الزما

اس میں حیا کا مادہ نہیں ہوتا ہے اس لئے

اللہ تعالیٰ نے نکاح کی بہت تاکید کی ہے۔ ۱۵۹

وہابی

۱۔ امر تشریح غزنیوں کا آپ کے بائیں ہاتھ سے

چائے پینے پر اعتراض۔ اور یہ کہ آپ نے اپنی

کتابوں میں آنحضرت کی بہت تعریف کی ہے

اس قدر نہ چاہیے تھی۔ مطابق حدیث

آنحضرت کا مرتبہ یونس بن موسیٰ سے زیادہ

نہیں۔ ان کے پاس چھلکا ہے مفر نہیں۔

میں نے کبھی وہابی کہا لاپسند نہیں کیا۔ ۳۲۰

محمد صادق صاحب نے سنائے۔ اہل شراب
اور یسوع مسیح اور اس کے متعلق گفتگو۔
۹۰ - ۸۸

یعقوب علی (شیخ)
شیخ یعقوب علی نے ایک شخص کے چار سوال پر حکم
سنائے۔ جو امیر عیسائیوں نے کئے تھے۔ ص ۹۱
یقین
خدا کی ہستی پر یقین کے بغیر اعمال میں برکات
ہرگز پیدا نہیں ہوتیں۔ ص ۲۱۴

یورپ
عیسائی مذہب کی عمارت تو گرنی شروع ہو گئی ہے
مشرق سے سوائے پادریوں کے سب لاد مذہب کہلا گئے
۲۸۷
یہود اور عیسائی دونوں ضدین ہیں۔ ایک نے
ٹبرھا دیا۔ ایک نے گٹھا دیا۔ ان کی مثال رانسیوں
اور خادجیوں سے خوب بنتی ہے۔

ب۔ دباہوں نے افراط کی کہ حدیث کو قرآن پر قاضی
قرار دیا۔
۲۲۶



ہدایت علی (حافظ) کہا کرتے تھے کہ کتابوں
میں جو مسیح و ہمدی کی ہزاروں نشانیاں قائم کر
رکھی ہیں وہ تو پوری ہونے سے نہیں مجھے تو
اندیشہ ہے اسوقت جبکہ لڑا ہی پڑے گا۔ ص ۳۳
ہدیہ عید دیکھو عید کا ہدیہ



یا جوج ماجوج
ان کے بے کانوں سے مراد جاسوسی کی مشق
ہے اور سلسلہ تار و اخبار وغیرہ ص ۳۰۲
یروشلم سے مراد دارالامان - یعنی
وہ سلامتی کو دیکھتا ہے۔ ص ۱۳۲

یسوع مسیح
ان کے بعض حالات ایک کتاب سے منگتی



[The text in this section is extremely faint and illegible due to low contrast and scan quality.]

ملفوظات

حضرت میرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی مہجود علیہ السلام

جلد ۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 حَمْدًا وَتَعْظِيمًا لِلرَّسُولِ الْكَرِيمِ
 وَعَلَى عِبَادِ الْمَسِيحِ الْبَرِّ الرَّحِيمِ

ملفوظات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جلد چہارم

کلمات طیبات حضرت امام الترمذی سلمہ الرحمن

۳۱ اگست ۱۹۰۷ء کو جناب بابو غلام مصطفیٰ صاحب میونسپل کمشنر وزیر آباد، قادیان دارالامان آئے تھے۔ اس تقریب پر حضرت حجۃ اللہ علی الارض علیہ السلام نے بطور تسبیح شہدہ ذیل تقریر فرمائی۔ جو اہل علم کی اس ادراغی اشاعتوں میں درج ہوتی ہے۔ وَاللّٰهُ

التَّوْفِیْقِ وَهُوَ خَيْرُ التَّوْفِیْقِ
 غور و فکر کرنے کی نصیحت

اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان کسی بات کو خالی الذہن ہو کر نہیں سوچتا اور ہم پہلوؤں پر توجہ نہیں کرتا اور غور سے نہیں سنتا۔ اس وقت تک پہلے خیالات نہیں چھوڑ سکتا۔

حاشیہ۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ تقریر ملفوظات جلد دوم میں درج ہونی چاہیے تھی۔ چونکہ وہاں درج کرنے سے نہ گئی۔ اس لئے اب یہاں درج کی جاتی ہے۔ (ترتیب)

اس لئے جب آدمی کسی نئی بات کو سُننے تو اُسے یہ نہیں چاہیے کہ سُنتے ہی اُس کی مخالفت کے لئے تیار ہو جاوے بلکہ اس کا فرض ہے کہ اُس کے سارے پہلوؤں پر پورا فکر کرے اور انصاف اور دیانت اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے خوف کو مد نظر رکھ کر تنہائی میں اس پر سوچے۔

ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کا ظہور

میں جو کچھ اس وقت کہنا چاہتا ہوں وہ کوئی معمولی اور سرسری نگاہ سے دیکھنے کے قابل بات نہیں بلکہ بہت بڑی اور عظیم الشان بات ہے۔ میری اپنی بنائی ہوئی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی بات ہے۔ اس لئے جو اُس کی تکذیب کے لئے جرأت اور دلیری کرتا ہے وہ میری تکذیب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر دلیر ہوتا ہے۔ مجھے اُس کی تکذیب سے کوئی رنج نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس پر رحم ضرور آتا ہے کہ نادان اپنی نادانی سے خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے۔

یہ بات مسلمانوں میں ہر شخص جانتا ہے اور غالباً کسی کو بھی اس سے بے خبری نہ ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو بھیجتا ہے جو دین کے اس حصہ کو تازہ کرتا ہے جس پر کوئی آفت آئی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ مجددوں کے بھیجنے کا اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق ہے جو اُس نے اِنَّا نَحْنُ نَنْزِلُ الْكِتَابَ وَ اِنَّا لَءَلْمَافِظُونَ میں فرمایا ہے۔ پس اس وعدہ کے موافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے موافق ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر فرمائی تھی، یہ ضروری ہوا کہ اس صدی کے سر پر جس میں سے اُنیس برس گزر گئے کوئی مجدد اصلاح دین اور تجدید ملت کے لئے مبعوث ہوتا۔ اس سے پہلے کہ کوئی خدا تعالیٰ کا نامور اس کے الہام اور وحی سے مطلع ہو کر اپنے آپ

کو ظاہر کرتا۔ مستعد اور سعید فطرتوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ صدی کا سر آجانے پر نہایت اضطراب اور بے قراری کے ساتھ اس مردِ آسمانی کی تلاش کرتے اور اُس آواز کے سننے کے لئے ہر تن گوش ہو جاتے جو انہیں یہ مرثوہ سناتی کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کے موافق آیا ہوں۔

یہ سچ ہے کہ پودھویں صدی پر اکابر امت کی نظریں لگی ہوئی تھیں اور تمام کشتوں اور رُویا اور الہامات اس امر کی طرف ایسا کرتے تھے کہ اس صدی پر آنے والا موعودِ عظیم اللہ انسان ہوگا جس کا نام احادیث میں مسیح موعود اور مہدی آیا ہے۔ مگر میں کہوں گا کہ جب وہ وقت آگیا اور آنے والا آگیا تو بہت تھوڑے وہ لوگ بچے جنہوں نے اُس کی آواز کو سنا۔ غرض یہ بات کوئی نزالی اور نئی نہیں ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آتا ہے۔

پودھویں صدی کا مجدد اور اُس کی ضرورت

پس اس وعدہ کے موافق ضروری تھا کہ اس صدی میں بھی جو انیس سال تک گذر چکی ہے مجدد آئے۔ اب اس دوسرے پہلو کو دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کیا اس وقت اسلام کے لئے کوئی آفات اور مشکلات ایسی پیدا ہو گئی ہیں جو کسی مامور کیلئے داعی ہیں۔ جب ہم اس پہلو پر غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر اس وقت دو قسم کی آفتیں آئی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی

اندرونی طور پر یہ حالت اسلام کی ہو گئی ہے کہ بہت سی بدعتیں اور شرک سچی توحید کی بجائے پیدا ہو گئے ہیں۔ اعمال صالحہ کی جگہ صرف چند رسومات نے لے لی ہے۔ قبر پرستی اور پیر پرستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ بجائے خود ایک مستقل شریعت ہو گئی ہے۔ مجھ کو ہمیشہ تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ مجھ کو یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ اس امر کو انہوں نے نہیں سمجھا۔ کہ میں کیا کہتا ہوں مگر

اپنے گھر میں یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ نبوت کا دعویٰ تو انہوں نے کیا ہے جنہوں نے اپنی شریعت بنالی ہے کوئی بتائے کہ وہ درد اور وظائف جو سجادہ نشین اور مختلف گدیوں والے اپنے مریدوں کو سکھاتے ہیں، میں نے ایجاد کئے ہیں؟ یا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت پر عمل کرتا ہوں اور اس پر ایک نقطہ یا شمشہ بڑھانا کفر سمجھتا ہوں۔

اور ہزارا قسم کی بدعات ہر فرقہ اور گروہ میں اپنے اپنے رنگ کی پیدا ہو چکی ہیں۔ تقویٰ اور طہارت جو اسلام کا اصل منشاء اور مقصود تھا۔ جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرناک مصائب برداشت کیں جن کو بجز نبوت کے دل کے کوئی دوزخ برداشت نہیں کر سکتا وہ آج مفقود و معدوم ہو گیا ہے۔ جیل خانوں میں جا کر دیکھو کہ جرائم پیشہ لوگوں میں زیادہ تعداد کین کی ہے۔ زنا، شراب اور آلائق حقوق اور دوسرے جرائم اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ گویا یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ کوئی خدا نہیں۔ اگر مختلف طبقات قوم کی خرابیوں اور نقائص پر مفصل بحث کی جاوے۔ تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاوے۔ ہر دانشمند اور غور کرنے والا انسان قوم کے مختلف افراد کی حالت پر نظر کر کے اس صیغ اور یعنی نتیجہ پر پہنچ جاوے گا کہ وہ تقویٰ جو قرآن کریم کی علت غائی تھا جو اکرام کا اصل موجب اور ذریعہ شرافت تھا آج موجود نہیں۔ عملی حالت جس کی اشد ضرورت تھی کہ ابھی ہوتی۔ اور جو غیروں اور مسلمانوں میں ماہر الامتیاز تھی، سخت کمزور اور خراب ہو گئی ہیں۔

عیسائی مذہب کی طرف سے اسلام کی مخالفت

یرونی حصہ میں دیکھو کہ جس قدر مذاہب مختلفہ موجود ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اسلام کو نابود کرنا چاہتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ عیسائی مذہب اسلام کا سخت دشمن ہے عیسائی مشنریوں اور پادریوں کی ساری کوشش اس ایک امر میں صرف ہو رہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اور جس طرح ممکن ہو اسلام کو نابود کیا جاوے اور اس توحید کو جو اسلام نے

عالم کی تھی۔ جس کے لئے اس کو بہت سی جانوں کا کفارہ دینا پڑا تھا، اُسے زہید کو کے
 یسوع کی خدائی کا دُنیا کو قابل کر لیا جاوے اور اس کے خون پر لعین دلیا جاوے۔ جو
 بے قیدی، آزادی اور لہاحت کی زندگی کو پیدا کرتا ہے اور اس طرح پر وہ پاک غرض
 تقویٰ و طہارت و عملی پاکیزگی کی جو اسلام کا مدعا تھا، مفقود کی جاوے عیسائی پادریوں
 نے اپنی ان اغراض میں کامیابی حاصل کرنے کے واسطے بہت سے طریقے اختیار کئے ہیں
 اور انہوں سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو مُرتد کر لیا۔ اور
 بہت سے ہیں جن کو نیم عیسائی بنا دیا ہے اور بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو طہارت
 طبیعت رکھتے ہیں اور اپنی طرز بُود و باش اور رفتار و رفتار میں عیسائیت کے اثر سے متاثر
 ہیں۔ نوجوانوں کی ایک جماعت اور مخلوق ہے جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئی ہے اور
 کالوں میں اس کی تربیت ہوئی۔ وہ خدا تعالیٰ کے کلام کی بجائے فلسفہ اور طبیعیات کی
 قدر کرتی ہے اور اس کو مقدم اور ضروری سمجھتی ہے۔ اسلام اس کے نزدیک عرب کے
 جنگوں کے حسب حال تھا ان باتوں اور حالتوں کو جب میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں۔
 میں دوسروں کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر میرے دل پر سخت صدمہ ہوتا ہے کہ آج اسلام
 ان شکات اور آفتوں میں پھنسا ہوا ہے اور مسلمانوں کی اولاد کی یہ حالت ہو رہی ہے جو وہ
 اسلام کو اپنے مذاق ہی کے خلاف سمجھتے ہیں۔

تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو الہی حدود سے باہر تو نہیں ہوئے حلال کو حرام نہیں
 کرتے مگر وضع قطع لباس پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک قدم نصرانیت میں رکھا ہوا
 ہے۔ اب صاف سمجھ آتا ہے کہ اندونی طور پر وہ بدعات اور مشرکانہ رسوم ہیں اور بیرونی
 طور پر یہ آنتیں خصوصاً صلیبی مذہب نے جو نقصان پہنچایا ہے۔ اسلام وہ مذہب تھا کہ اگر
 ایک آدمی بھی اُس سے نکل جاتا اور مُرتد ہو جاتا تو قیامت پر پاب ہو جاتی۔ اور یا اب یہ حالت
 ہے کہ مُرتدوں کی انتہا ہی نہیں رہی۔ اب ان شام امور کو یکجائی طور پر کوئی مصلحت مند سوچے،

اور خدا کے لئے غور کرے کہ کیا خدا کی خاص تجلی کی ضرورت نہیں؟ کیا ابھی تک اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ حفاظت کے پورا ہونے کا وقت نہیں آیا۔ کہ اِنَّا كُنْزْنَا لَكَ الْبَيِّنَاتِ وَ اِنَّا لَكُمُ لِحَافِظُونَ۔ اگر اس وقت اُس کی مدد اور تجلی کی ضرورت نہیں تو کوئی نہیں بتائے کہ وہ وقت کب آئے گا۔ غور کرو اور سوچو کہ ایک طرف تو واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس قسم کی ضرورتیں پیدا ہو گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص تجلی فرمائے اور اپنے دین کی نصرت عملی سچائیوں اور آسمانی تائیدات سے کر کے دکھاوے۔ دوسری طرف صدی نے ٹہر گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق (جو اس کے برگزیدہ اور افضل الرسل رسول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہوا کہ ہر صدی کے سر پر تجھ دیدین کے لئے تجھ دیکھ بھجا جاوے گا) کوئی محب د آنا چاہیے۔ صدی میں سے انیس برس گزر گئے مگر اب تک باوجود ان ضرورتوں کے پیدا ہونے کے بھی کوئی مامور مبعوث نہیں ہوا۔ تو پھر خدا کے لئے غور کرو کہ اس میں اسلام کا کیا باقی رہتا ہے؟ کیا اس سے اِنَّا لَكُمُ لِحَافِظُونَ کے وعدہ کا خلاف ثابت نہ ہوگا؟ کیا اس سے ارسال مجدد کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باطل نہ ہوگی؟ کیا یہ نہ پایا جائے گا۔ کہ اسلام ایسا مذہب ہے کہ اس پر ایسی آفتیں آئیں اور خدا تعالیٰ کو اس کے لئے غیرت نہ آئی؟

پیشگوئی اور ضرورت کے موافق سلسلہ قائم ہوا

اب کوئی ہمارے دعویٰ کو چھوڑے اور الگ رہنے دے مگر ان باتوں کا سوچ کر جو اب دے میری تکذیب کر دے تو اسلام کو ہاتھ سے نہیں دینا پڑے گا۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے وعدہ کے موافق اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت فرمائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ کیونکہ عین ضرورت کے وقت، خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے موافق خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا۔ اور یہ ثابت ہو گیا کہ صدق اللہ ورسولہ اللہ تعالیٰ اور

اُس کے رسول کی باتیں سچی ہیں۔ ظالم طبع ہے وہ انسان جو ان کی تکذیب کرتا ہے۔ ۱۷

ماموریت اور مجددیت کا دعویٰ

اب میرا یہ دعویٰ کہ اس صدی پر میں تجدید دین کے لئے بھیجا گیا ہوں صاف ہے میں زور سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے۔ اور اس پر بائیس ہیں سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔ اس قدر عرصہ تک میری تائیدوں کا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کا الزام اور حجت ہے تم لوگوں پر۔ کیونکہ میں نے جو مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ میں فسادوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں، حدیث اور قرآن کی بنا پر کیا ہے۔ اب جو لوگ میری تکذیب کریں گے وہ میری نہیں اللہ اور اُس کے رسول کی تکذیب کریں گے۔ ان کو کوئی حق تکذیب کا نہیں پہنچتا۔ جب تک وہ میری جگہ دوسرا مصلح پیش نہ کریں کیونکہ زمانہ اور وقت بتاتا ہے کہ مصلح آنا چاہیئے کیونکہ ہر جگہ مفاسد پیدا ہو چکے ہیں۔ اور قرآن شریف کہتا ہے کہ ایسی آفتوں کے وقت حفاظت قرآن کے لئے مامور آتا ہے اور حدیث کہتی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجا جاتا ہے۔ پھر ضرورتیں موجود ہیں۔ اور یہ وعدے حفاظت اور تجدید دین کے الگ ہیں تو ان ضرورتوں اور وعدوں کے موافق آنے والے کی تکذیب کی تو دو ہی صورتیں ہیں یا کوئی اور مصلح پیش کیا جاوے یا ان وعدوں کی تکذیب کی جاوے۔

ضرورت حفاظت دین

بعض لوگ ایسے دیکھے جاتے ہیں جو کہتے ہیں کہ حفاظت کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ دیکھو جو شخص باغ لگاتا ہے یا عمارت بناتا ہے تو کیا اس کا فرض نہیں ہوتا یا وہ نہیں چاہتا کہ اس کی حفاظت اور دشمنوں کی درت بڑھ سے بچانے کے لئے ہر طرح کوشش کرے؟ باغات کے گرد کیسے کیسے احاطے حفاظت کے لئے بنائے جاتے ہیں اور مکانات کو آتش دہکیوں سے بچانے کے لئے نئے نئے مصالحے تیار ہوتے

ہیں۔ اور بجلی سے بچانے کے لئے تاریں لگائی جاتی ہیں۔ یہ امور اس فطرت کو ظاہر کرتے ہیں جو بالطبع حفاظت کے لئے انسانوں میں ہے پھر کیا اللہ تعالیٰ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کرے؟ بے شک حفاظت کرتا ہے اور اس نے ہر بلا کے وقت اپنے دین کو بچایا ہے۔ اب بھی جبکہ ضرورت پڑی اس نے مجھے اسی لئے بھیجا ہے۔ ہاں یہ امر حفاظت کا ششوک ہو سکتا یا اس کا انکار ہو سکتا تھا۔ اگر حالات اور ضرورتیں اس کی موید نہ ہوتیں۔ مگر کئی کروڑ کتابیں اسلام کے رد میں شائع ہو چکی ہیں۔ اور ان اشتہاروں اور دورۃ رسالوں کا تو شمار ہی نہیں ہو ہر روز اور ہفتہ وار اور ماہوار پادریوں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں۔ ان گالیوں کو اگر جمع کیا جاوے جو ہمارے ملک کے مُرتد عیسائیوں نے سیدالمحصرین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک ازواج کی نسبت شائع کی ہیں تو کئی کوٹے ان کتابوں سے بھر سکتے ہیں۔ اور اگر ان کو ایک دوسرے سے ملا کر رکھا جائے تو وہ کئی میل تک پہنچ جائیں۔ حماد الدین۔ صفدر علی اور شائق وغیرہ نے جیسی تحریروں شائع کی ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ حماد الدین کی تحریروں کے خطرناک ہونے کا بعض افسانہ نویس عیسائیوں کو بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ لکھنؤ سے جو ایک اخبار شمس الاخبار نکلا کرتا تھا اس میں اس کی بعض کتابوں پر یہ رائے لکھی گئی تھی کہ اگر ہندوستان میں پھر کبھی غدر ہو گا تو ایسی تحریروں سے ہو گا۔ ایسی حالتوں میں بھی کہتے ہیں کہ اسلام کا کیا بگڑا۔ ہے۔ اس قسم کی باتیں وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کو یا تو اسلام سے کوئی تعلق اور درد نہیں اور یا وہ لوگ جنہوں نے حجروں کی تاریکی میں پرورش پائی ہے اور ان کو باہر کی دنیا کی کچھ خبر نہیں ہے۔ پس ایسے لوگ اگر ہیں تو ان کی کچھ پروا نہیں۔ ہاں وہ لوگ جو نور قلب رکھتے ہیں۔ جن کو اسلام کے ساتھ محبت اور تعلق ہے اور زمانہ کے حالات سے آشنا ہیں۔ ان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ وقت کسی عظیم الشان مصلح کا وقت ہے۔

مامور الہی ہونے کی شہادتیں

غرض اس وقت میرے مامور ہونے پر بہت سی شہادتیں ہیں۔ اول۔ انڈرونی شہادت ، دوم۔ بیرونی شہادت۔

سوم۔ صدی کے سر پر آنے والے مجدد کی نسبت حدیث صحیح۔

پہارم۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ کا وعدہ حفاظت۔

اب پانچویں اور زبردست شہادت میں اور پیش کرتا ہوں۔ اور وہ سورہ نور میں وعدہ

اتخلاف ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے۔ وَرَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ

وَصَلُّوا الصَّلَاةَ لَيْسَ تَخْلِفْتُهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفْتُمُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ۔

اس آیت میں وعدہ اتخلاف کے موافق جو خلیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے سلسلہ میں ہوں گے وہ پہلے خلیفوں کی طرح ہوں گے۔ اسی طرح قرآن شریف میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشیل مونسے فرمایا گیا ہے، جیسے فرمایا۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكَ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكَ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ذُرِّيَّتِكَ رَسُولًا سَلَّمًا

اور آپ مشیل مونسلی، استشاء کی پیشگوئی کے موافق بھی ہیں۔ پس اس مماثلت میں جیسے کما

کا لفظ فرمایا گیا ہے۔ ویسے ہی سورہ نور میں کما کا لفظ ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا

ہے کہ موسوی سلسلہ اور محمدی سلسلہ میں مشابہت اور مماثلت تادمہ ہے۔ موسوی سلسلہ کے

خلفا کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آکر ختم ہو گیا تھا۔ اور وہ حضرت مونسے علیہ السلام

کے بعد چودھویں صدی میں آئے تھے۔ اس مماثلت کے لحاظ سے کم از کم اتنا تو ضروری ہے

کہ چودھویں صدی میں ایک خلیفہ اسی رنگ و قوت کا پیدا ہو جو مسیح سے مماثلت رکھتا ہو۔

اور اس کے قلب اور قدم پر ہو۔ پس اگر اللہ تعالیٰ اس امر کی اور دوسری شہادتیں اور تائیدیں

نہ بھی پیش کرتا تو یہ سلسلہ مماثلت بالطبع چاہتا تھا کہ چودھویں صدی میں عیسوی بروز آپ

کی امت میں ہو۔ ورنہ آپ کی مماثلت میں معاذ اللہ ایک نقص اور ضعف ثابت ہوتا لیکن اللہ

تعلے نے نہ صرف اس مماثلت کی تصدیق اور تائید فرمائی بلکہ یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ شکیل موٹی، مولیٰ سے اور تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل تر ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام جیسے اپنی کوئی شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ توریت کو پورا کرنے آئے تھے۔ اسی طرح پر محمدی سلسلہ کا مسیح اپنی کوئی شریعت لے کر نہیں آیا۔ بلکہ قرآن شریف کے احیاء کے لئے آیا ہے۔ اور اس تکمیل کے لئے آیا ہے جو تکمیل اشاعت ہدایت کہلاتی ہے۔

تمام نعمت اور اکمال الدین کی دو صورتیں

تکمیل اشاعت ہدایت کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام نعمت اور اکمال الدین ہوا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول، تکمیل ہدایت۔ دوسری تکمیل اشاعت ہدایت۔ تکمیل ہدایت من کل الوجوه آپ کی آمد اول سے ہوئی اور تکمیل اشاعت ہدایت آپ کی آمد ثانی سے ہوئی۔ کیونکہ سورہ جمعہ میں جو آخرین منہم والی آیت آپ کے فیض اور تسلیم سے ایک اور قوم کے تیار کرنے کی ہدایت کرتی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ایک بعثت اور ہے اور یہ بعثت بروزی رنگ میں ہے جو اس وقت ہو رہی ہے۔ پس یہ وقت تکمیل اشاعت ہدایت کا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اشاعت کے تمام ذریعے اور سلسلے مکمل ہو رہے ہیں۔ چھاپہ خانوں کی کثرت اور آئے دن ان میں نئی باتوں کا پیدا ہونا، ڈاکٹانوں، تار برقیوں، ریلوں، جہازوں کا اجزا اور اخبارات کی اشاعت، ان سب امور نے بل ملا کر دنیا کو ایک شہر کے حکم میں کر دیا ہے۔ پس یہ ترقیاں بھی دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ترقیاں ہیں۔ کیونکہ اس سے آپ کی کامل ہدایت کے کمال کا دوسرا جو تکمیل اشاعت ہدایت پورا ہوا ہے۔ مسیح موسوی اور مسیح محمدی میں مماثلت

اور یہ اسی کے موافق ہے جیسے مسیح نے کہا تھا کہ میں توریت کو پورا کرنے آیا ہوں۔

اور میں کہتا ہوں کہ میرا ایک کام یہ بھی ہے تکمیل اشاعتِ ہدایت کروں۔ غرض یہ عیسوی ممالک بھی ہے۔

علاوہ بریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو آفتیں پیدا ہو گئی تھیں اسی قسم کی یہاں بھی موجود ہیں۔ اندرونی طور پر یہودیوں کی حالت بہت بگڑ گئی تھی۔ اور تاریخ سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ قریت کے احکام انہوں نے چھوڑ دیئے تھے اور اس کی بجائے طالمد اور بندگان کی روایتوں پر زیادہ زور دیتے تھے۔ اس وقت مسلمانوں میں بھی ایسی ہی حالت پیدا ہو گئی ہے۔ کتاب اللہ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اُس کی بجائے روایتوں اور قصوں پر زور ملا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سلطنت کے لحاظ سے بھی ایک مماثلت ہے۔ اُس وقت رومی گورنمنٹ تھی اور اس وقت برٹش گورنمنٹ ہے جس کے عدل و انصاف کا عام شہرہ ہے۔ اور یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ بھی چودھویں صدی میں آئے تھے اور اس وقت بھی چودھویں صدی ہے۔

ان سب کے علاوہ ایک اور بڑی چیز بھی ہے جو مماثلت کو مکمل کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ اخلاقی تعلیم پر زور دیتے تھے اور موسوی جہادوں کی اصلاح کرنے آئے تھے۔ انہوں نے کوئی تلوار نہیں اٹھائی۔ مسیح موعود کے لئے بھی یہی مقرر تھا۔ کہ وہ اسلام کی خوبیوں کو تعلیم کی عملی سچائیوں سے قائم کرے اور اس اعتراض کو دور کرے جو اسلام پر اسی رنگ میں کیا جاتا ہے کہ وہ تلوار کے ذریعہ پھیلا یا گیا ہے۔ یہ اعتراض مسیح موعود کے وقت میں بالکل اٹھا دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اسلام کے زندہ برکات اور فیوض سے اُس کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کرے گا اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ جیسے آج اس ترقی کے زمانہ میں بھی اسلام محض اپنی پاک تعلیم اور اس کے برکات اور ثمرات کے لحاظ سے مؤثر اور مفید ہے۔ ایسا ہی ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مفید اور مؤثر پایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ زندہ مذہب سب سے بہتر ہے۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہ آنے والے

مسیح موعود کی پیشگوئی فرمائی اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا یضغ الحراب وہ لڑائیوں کو مٹھا دے گا۔ اب ان ساری شہادتوں کو جمع کرو اور بتاؤ کہ کیا اس وقت ضرورت نہیں۔ کہ کوئی آسمانی مرد نازل ہو جو جب یہ مان لیا گیا کہ صدی پر عہدہ آنا ضروری ہے تو اس صدی پر مجتہد تو ضرور ہوگا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مائتت موسیٰ علیہ السلام سے ہے تو اس مائتت کے لحاظ سے ضروری ہے کہ اس صدی کا مجدد مسیح ہو کیونکہ مسیح چودھویں صدی پر موسیٰ کے بعد آیا تھا اور آج کل چودھویں صدی ہے۔

چودہ کے عدد کو روحانی تغیر سے مناسبت

چودہ کے عدد کو بڑی مناسبت ہے چودھویں صدی کا چاند کھل جاتا ہے۔ اسی کیطون اللہ تعالیٰ نے ولقد نعمو کما اللہ ببداہرہ وانتم اذلہ^۱ میں اشارہ کیا ہے۔ یعنی ایک بدر تو وہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفوں پر فتح پائی۔ اس وقت بھی آپ کی جماعت قلیل تھی اور ایک بدر یہ ہے۔ بدر میں چودھویں صدی کی طرف اشارہ ہے۔ اس وقت بھی اسلام کی حالت اذلہ کی ہو رہی ہے۔ سو ان سارے وعدوں کے موافق اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔

انہی والے موعود کی ایک علامت اور انگریزی حکومت

احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آنے والے موعود کے وقت دنیا ظلم اور زور سے بھری ہوئی ہوگی۔ ظلم اور زور سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت حکومت ظالم ہوگی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ آنے والے مسیح کے وقت میں ضروری ہے کہ سلطنت عادل ہو اور امن ہو۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ ہم کو ایسی عادل اور امن دوست گورنمنٹ اُس نے عطا کی ہے جس کی نظیر آج دنیا کی کسی سلطنت میں نہیں ملتی ہے۔ جیسے مسیح کے زمانہ میں رومی گورنمنٹ جو اپنے عدل و انصاف کے لئے مشہور تھی۔ مگر ہماری گورنمنٹ رومی گورنمنٹ سے بدرجہا بہتر اور بڑھ چڑھ کر عادل ہے۔ یہاں تک کہ اس مقدمہ میں جو

جو پادری ہنری مارٹن کلاک کی طرف سے مجھ پر ہوا تھا۔ کپتان ڈگلس نے جو ان دنوں گورداسپور کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ باوجودیکہ بعض کوتاہ اندیشوں کا یہ خیال تھا۔

. کہ ایک معزز پادری کی طرف سے مقدمہ ہے۔ لیکن اُس انصاف پسند حاکم نے اصلیت کو نکال لیا اور معلوم کر لیا کہ وہ مقدمہ بعض ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کی چالاکی کا نتیجہ تھا۔ کپتان ڈگلس جو آج کل دہلی میں ڈپٹی کمشنر ہیں۔ ہمیشہ تک اس عظیم المثل انصاف کے باعث مشہور رہیں گے اور یہ تو گورنمنٹ کے ایک عہدہ دار کی مثال ہے اور ایسی ہزاروں لاکھوں مثالیں ہیں۔ غرض احادیث میں آیا ہے کہ جب وہ موعود آئے گا تو دنیا ظلم اور زور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اس وقت دنیا میں شرک اور زور کا بہت زور ہوگا چنانچہ اس وقت دیکھ لو کہ کیسی بت پرستی۔ صلیب پرستی۔ مردہ پرستی اور قسم قسم کی پرستش ہو رہی ہے اور حقیقی اور سچے خدا کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔ لہ

غور کرو اور سوچو

اب ان تمام امور کو یک جا کر کے دانشمند غور کرے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں۔ کیا وہ اس قابل ہے کہ سرسری نگاہ سے اُسے تذکر دیا جائے؟ یا یہ کہ اس پر پورے غور اور فکر سے کام لیا جاوے۔ جو کچھ ہمارا دعوئے ہے کیا یہ صدی کے سر پر ہے یا نہیں؟ اگر ہم نہ آتے تب بھی ہر ایک عقلمند اور خدا ترس کو لازم تھا کہ وہ کسی آنے والے کی تلاش کرتا۔ کیونکہ صدی کا سر آ گیا تھا اور اب تو جبکہ بیس برس گزرنے کو ہیں اور سبھی زیادہ فکر کی ضرورت تھی۔ موجودہ فساد اپنی جگہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ کہ کوئی شخص اس کی اصلاح کے لئے آنا چاہئے۔ عیسائیت نے وہ آزادی اور بے قیدی پھیلائی ہے جس کی کوئی حد ہی نہیں ہے اور مسلمانوں کے پھل پر جو اس کا اثر ہوا ہے۔ اُسے

دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے بچے ہی نہیں ہیں۔

کاسر الصلیب مسیح موعود کا دوسرا نام ہے

ساری باتوں کو چھوڑ دو۔ اس صلیبی نقشنہ ہی کی اصلاح کے لئے جو شخص آئے گا۔ اُس کا نام کیا رکھا جائے گا یہ نقشنہ بالطبع اپنی اصلاح کرنے والے کا نام کاسر الصلیب رکھتا ہے۔ اور یہ مسیح موعود کا دوسرا نام ہے۔ قرآن اور حدیث نے مختلف طریقوں پر اس مضمون کو ادا کیا ہے اور آنے والے موعود کی بشارت دی ہے اس کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کیونکہ جب انسان ناقص طور پر سمجھتا ہے گویا کچھ نہیں سمجھتا۔ لیکن جب کامل غور اور فکر کے بعد ایک بات کو سمجھ لیتا ہے پھر مشکل ہوتا ہے کہ کوئی اسے گمراہ کر سکے۔ اس لئے میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ اس سوال کو حل کرنے کی خوب فکر کریں۔ یہ معمولی اور چھوٹی سی بات نہ سمجھیں بلکہ یہ ایمان کا معاملہ ہے جنت اور دوزخ کا سوال ہے۔

مسیح موعود کی تکذیب اور انکار کا نتیجہ

میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرا لیتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاَنَّا لَ لِمُحَافِظُوْنَ کے ان کی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا جب کہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے آیت استخفاف میں وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محدثی سلسلہ میں بھی خلفاء کا سلسلہ قائم کرے گا۔ مگر اُس نے معاذ اللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اس وقت کوئی خلیفہ اس امت میں نہیں اور نہ صرف یہاں تک ہی بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے معاذ اللہ۔ کیونکہ اس سلسلہ کی اتم مشابہت اور مماثلت کے

لئے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اسی امت میں سے ایک مسیح پیدا ہونا ایسی طرح پر جیسے موسیٰ سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو آخرین منہم لَمَا يَلْحَقُوا بِهِمْ فِي آيَاتِهِمْ مِنْ آيَاتِهِمْ بَرَزُوا فِي خَيْرَتِهِمْ ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی بلکہ میں دعوتے سے کہتا ہوں کہ الحمد سے لے کر والناس نیک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو کہ کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے۔ یہ میں از خود نہیں کہتا۔ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اُس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا۔

اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے۔ اَنْتَ وَتَحْيٰى وَ اَنَا مِثْلَكَ بیشک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی اور اُس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرات کرے، ذرا اپنے دل میں سوچے اور اُس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے۔

تکذیب مسیح موعود سے انحضرت کی تکذیب لازم آنے کی وجہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟ اس طرح پر کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا وہ معاذ اللہ جھوٹا نکلا۔ پھر آپ نے جو امام مکہ منکر فرمایا تھا، وہ بھی معاذ اللہ غلط ہوا ہے۔ اور آپ نے جو صلیبی وقت کے وقت ایک مسیح دہم دی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذ اللہ غلط نکلی کیونکہ آئندہ تو موجود ہو گیا مگر وہ آنے والا امام نہ آیا۔ اب ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا۔ عسیٰ طور

پکیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کذب ٹھہرے گا یا نہیں؟

پس پھر میں کھول کر کہتا ہوں کہ میری تکذیب آسان امر نہیں۔ مجھے کافر کہنے سے پہلے خود کافر بننا ہو گا۔ مجھے بے دین اور گمراہ کہنے میں دیر ہوگی۔ مگر پہلے اپنی گمراہی اور رُوسیاہی کو مان لینا پڑے گا۔ مجھے قرآن و حدیث کو چھوڑنے والا کہنے کے لئے پہلے خود قرآن اور حدیث کو چھوڑ دینا پڑے گا اور پھر بھی وہی چھوڑے گا۔ میں قرآن و حدیث کا مصدق و مصداق ہوں۔ میں گمراہ نہیں بلکہ مہدی ہوں۔ میں کافر نہیں بلکہ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ کا مصداق صحیح ہوں اور جو کچھ میں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ سچ ہے۔ جس کو خدا پر یقین ہے جو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق ماننا ہے۔ اس کے لئے یہی حجت کافی ہے کہ میرے مُنہ سے سُکر خاموش ہو جائے۔ لیکن جو دلیر اور بے باک ہے اس کا کیا علاج۔ خدا خود اُس کو سمجھائے گا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ خدا کے واسطے اس امر پر غور کریں اور اپنے دوستوں کو بھی وصیت کریں کہ وہ میرے معاملے میں جلدی سے کام نہ لیں۔ بلکہ نیک نیتی اور خالی الذہن ہو کر سوچیں۔

دعا کے ذریعے حق معلوم کرنے کیلئے تحریک

اور پھر خدا تعالیٰ سے اپنی نمازوں میں دعائیں مانگیں کہ وہ اُن پر حق کھول دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر انسان تعصب اور ضد سے پاک ہو کر حق کے اظہار کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرے گا تو ایک چلہ نہ گزرے گا کہ اس پر حق کھل جائے گا۔ مگر بہت ہی کم لوگ ہیں جو ان شرائط کے ساتھ خدا تعالیٰ سے فیصلہ چاہتے ہیں اور اس طرح پر اپنی کم سمجھی یا ضد و تعصب کی وجہ سے خدا کے دلی انکار کے ایمان سلب کر لیتے ہیں۔ کیونکہ جب دلی پر ایمان نہ رہے تو دلی جو نبوت کے لئے بطور میخ کے ہے۔ اُسے پھر نبوت کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ اور نبی کے انکار سے خدا کا انکار ہوتا ہے۔ اور اس طرح پر بالکل ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

مرد آسمانی کی ضرورت

اس وقت ضروری ہے کہ خوب غور کر کے دیکھا جاوے کہ کیا عیسائی فتنہ نہیں ہے جو سن کُلِّ حَدَابِ یَسِیْلُوْنَ کا مصداق ہو کر لاکھوں انسانوں کو گمراہ کر رہا ہے اور مختلف طریق اس نے اپنی اشاعت کے رکھے ہیں۔ اب وقت ہے کہ اس سوال کا جواب دیا جاوے کہ اس فتنہ کی اصلاح کو فیوالے کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا رکھا ہے؟ صلیب کا زور تو دن بدن بڑھ رہا ہے اور ہر جگہ اس کی چھاؤنیاں قائم ہوتی جاتی ہیں۔ مختلف مشن قائم ہو کر دُور دراز ملکوں اور اقطاعِ عالم میں پھیلتے جاتے ہیں۔ اس لئے اگر اور کوئی بھی ثبوت اور دلیل نہ ہوتی تب بھی طبعی طور پر ہم کو ماننا پڑتا کہ اس وقت ایک مُصلح کی ضرورت ہے جو اس فساد کی آگ کو بجھائے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو صرف ضروریاتِ محسوسہ مشہودہ تک ہی نہیں رکھا بلکہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عزت کے اظہار کے لئے بہت سی پیشگوئیاں پہلے سے اس وقت کے لئے مقرر رکھی ہوئی ہیں۔ جن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس وقت ایک آنے والا مرد ہے اور اس کا نام مسیح موعود اور اس کا کام کسیرِ صلیب ہے۔ اب اس ترتیب کے ساتھ ہر ایک سلیم الفطرت کو اتنا تو ماننا پڑیگا۔ کہ بجز اس تسلیم کے چارہ نہیں کہ کوئی مرد آسمانی آوے اور اس کا کام اس وقت کسیرِ صلیب ہی ہونا چاہیئے۔

کسیرِ صلیب سے مراد

لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ کسیرِ صلیب مسیح موعود کا کام ہوگا۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا وہ لکڑی کی صلیب کو توڑے گا؟ اور اس سے فائدہ کیا ہوگا؟ صاف ظاہر ہے کہ لکڑی کی صلیب کو اگر توڑتا پھرے گا تو یہ کوئی عظیم الشان کام نہیں۔ اور نہ اس کا کوئی معتد بہ فائدہ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ لکڑی کی صلیب کو توڑے گا۔ تو اس کی بجائے سونے چاندی اور دھاتوں کی صلیبیں عیسائی بنالیں گے اور اس سے کیا نقصان ہوا۔ اور پھر حضرت

ابو بکر رضی اللہ عنہ اور زینب اور صلاح الدین نے بہت سی صلیبیں توڑیں تو کیا وہ اس ایک امر سے مسیح موعود بن گئے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہو سکتی کہ وہ لکڑی کی صلیب جو بعض عیسائیوں نے لٹکانی ہوئی ہے مسیح موعود توڑتا پھرے گا۔ بلکہ اس کے اندر ایک حقیقت ہے۔ اور اس حقیقت کی تائید میں حدیث کا ایک اور لفظ یضغ الحسب آیا ہے۔ یعنی مسیح موعود لڑائیوں کو اٹھا دے گا۔ اب ہمیں کوئی سمجھاوے کہ ایک طرف تو مسیح موعود کا یہ کام ہے کہ وہ لڑائی کے سلسلہ کو یک دفعہ اٹھا دے اور دین کے لئے لڑائی کا نام لینا حرام سمجھا جاوے۔

اور دوسری طرف یہ بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمانہ امن کا زمانہ ہوگا اور سلطنت عادل سلطنت ہوگی۔ جس سے اور بھی تقویت ہوتی ہے اس منشا کی کہ اس وقت لڑائیاں حرام ہوں گی۔ اچھا، لڑائیاں ہوں گی نہیں اور صلیب توڑنا مسیح موعود کا کام ہے۔ پھر سوچ کر دیکھو کہ ہمارے اس دعوے کی تائید صاف طور پر ہوتی ہے یا نہیں کہ صلیب توڑنے سے

یہ لکڑی یا پستل وغیرہ کی صلیبیں (جو عیسائی شرک کے طور پر گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں) توڑنا حرام نہیں ہے۔ بلکہ یہ لفظ ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ وہی ہے جو ہم لے کر آئے ہیں۔ ہم نے صاف طور پر اعلان کیا ہے کہ اس وقت جہاد حرام ہے کیونکہ جیسے مسیح موعود کا وہ کام ہے یضغ الحسب بھی اس کا کام ہے۔ اس

کام کی رعایت سے ہم کو ضروری تھا کہ جہاد کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر کریں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اس وقت دین کے نام سے تلوار یا ہتھیار اٹھانا حرام اور سخت گناہ ہے۔ ہم کو ان وحشی سرحدیوں پر افسوس آتا ہے کہ وہ آئے دن جہاد کے نام سے بعض وار داتیں کر کے

جو دراصل اپنا پیٹ پالنے کے لئے کرتے ہیں۔ اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ اور امن میں خلل اٹھا رہتے ہیں۔ ایک سچے مسلمان کو ان وحشیوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہونی چاہیے۔ تو پھر یکسر الصلیب کے کیا معنی ہیں؟ تو جو سے سننا چاہیے کہ مسیح موعود کی

بشّت کا وقت غلبہ صلیب کے وقت ٹھہرایا گیا ہے اور وہ صلیب کو توڑنے کے لئے آئے گا۔ اب مطلب صاف ہے کہ مسیح موعود کی آمد کی فرض عیسوی دین کا ابطال کئی ہوگا۔ اور وہ حجت اور براہین کے ساتھ جن کو آسمانی تائیدات اور خوارق اور بھی قوی کر دیں گے اور صلیب پرستی کے مذہب کو باطل کر کے دکھا دے گا۔ اور اس کا باطل ہونا دنیا پر روشن ہو جائے گا اور لاکھوں رد میں اعتراف کریں گی کہ فی الحقیقت عیسائی دین انسان کے لئے رحمت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری ساری توجہ اس صلیب کی طرف لگی ہوئی ہے۔ صلیب کی شکست میں کیا کوئی کسر باقی ہے؟ موت مسیح کے مسئلہ نے ہی صلیب کو پاش پاش کر دیا ہے۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح صلیب پر مرا ہی نہیں بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے کشمیر میں آکر مرا۔ تو کوئی عقلمند ہمیں بتائے کہ اس سے صلیب کا باقی کیا رہتا ہے۔ اگر تعصب اور ضد نے بالکل ہی انسان کے دل کو تاریک اور اس کی عقل کو ناقابل فیصلہ نہ بنا دیا ہو تو ایک عیسائی کو بھی یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ اس مسئلہ سے عیسائی دین کا سارا تار و پود اُدھر چلتا ہے۔

مسیح موعود کا ظہور غلبہ صلیب کے وقت مقدر تھا

غرض یہ بات بالکل صاف ہے کہ مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ اس وقت بھیجے گا۔ جب صلیب کا غلبہ ہوگا۔ جس سے مراد یہ ہے کہ صلیبی دین کا فتنہ بڑھا ہوا ہوگا۔ اس کی اشاعت اور توسیع کے لئے ہر ایک قسم کے حیلوں کو کام میں لایا جائے گا اور دنیا میں وہ ظلم و زور جس کا دوسرے لفظوں میں شرک اور مردہ پرستی نام ہو سکتا ہے، پھیلا یا جاوے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ جس شخص کو بھیجے گا اس کا کام یہی ہوگا کہ اس ظلم و زور سے دنیا کو پاک کرے اور مردہ پرستی اور صلیب پرستی کی لعنت سے دنیا کو چھائے اس طرح پر وہ صلیب کو توڑے گا۔ بظاہر یہ تناقض معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کاموں

میں سے یضغ الحسب بھی لکھا ہے کہ وہ لڑائیاں نہ کرے گا۔ اور صلیب کے توڑنے میں لڑائیوں کی ضرورت ہے۔ یہ تناقض سطحی خیال کے آدمیوں کو نظر آتا ہے۔ جنہوں نے مسیح جو خود کی آمد اور بعثت کی غرض کو ہرگز نہیں سمجھا حالانکہ یضغ الحسب کا لفظ ہی کسر صلیب کی حقیقت کو بتاتا ہے کہ اس سے مراد جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے، لکڑی یا دوسری چیزوں کی صلیبوں کو توڑنا نہیں بلکہ صلیبی طہت کی شکست ہے اور طہت کی شکست، یمنہ اور براہین سے ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لیهلک من هلك عن بینة۔

بہر حال ہمارے مخالف علماء جو مخالفت میں اس قدر غلو کرتے ہیں اگر ٹھنڈے دل سے اور خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کا یقین رکھ کر ان باتوں کو سوچتے۔ تو یقیناً ان کو اس کے سوا چارہ نہ ہوتا کہ وہ میرے پیچھے ہو لیتے وہ دیکھتے کہ صدی کا سرا گیا۔ بلکہ اُس میں سے انیس سال گزرنے کو آگئے ہیں اور صدی پر مجتد کا آنا ضروری ہے ورنہ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔

نصارے کا فتنہ اعظم الفتن ہے

اور جب وہ نصاریٰ کے فتنہ پر نظر کرتے تو ان کو نظر آتا کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی آفت اور فتنہ اسلام کے لئے کبھی پیدا نہیں ہوا ہے۔ بلکہ جب سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوا ہے ایسا خطرناک فتنہ کبھی نہیں اُٹھا۔ فلسفیانہ رنگ میں الگ، طبی رنگ میں الگ، مذہب پر زد ہے۔ ہر شخص جو کسی فن میں کسی علم میں کوئی دسترس رکھتا ہے وہ اسی پہلو سے اسلام پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ مرد، عورتیں و اعظما ہیں اور وہ مختلف تدابیر سے اسلام سے بیزاری پیدا کرنی چاہتے ہیں۔ اور عیسائیت کی طوت لوگوں کو مائل کرتے ہیں۔ شفاخانوں میں جاؤ تو دیکھو گے کہ دوا کے ساتھ عیسوی دین کا وعظ ضرور کیا جاتا ہے اور بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ بعض عورتیں یا بچے شفاخانہ میں علاج کے لئے داخل ہو گئے ہیں اور پھر ان کا پتہ اس وقت تک نہیں ملا۔ جب تک وہ عیسائی ظاہر نہیں کئے گئے۔ سادھوؤں کے رنگ میں وعظ کرتے ہیں غرض کوئی

طریقہ دوسرا ملازمی کا ایسا نہیں جو اس قوم نے اختیار نہ کیا ہو۔ اب اس فتنہ پر اُن کی نگاہ ہوتی تو ان کو ماننا پڑتا کہ اس فتنہ کی اصلاح و مدافعت کے لئے کوئی شخص خدا کی طرف سے ضرور آنا چاہیئے۔ قرآن شریف سے بے توجہی اور لاپرواہی پر نظر کرتے تو کہتے کہ اِنَّالْاٰمِلِيْنَ لِحٰظِنُوْنَ۔ کے وعدہ کے موافق ضرور کوئی محافظ قرآن اس وقت آنا چاہیئے۔ اور پھر سلسلہ خلافت موسوی اور سلسلہ خلافت محمدی کی مشابہت پر نظر ہوتی تو ماننا پڑتا کہ اس وقت چودھویں صدی میں ایک خاتم الخلفاء ضرور آنا چاہیئے۔

اس طرح پر ایک نہیں بہت سی باتیں تھیں جو ان لوگوں کی ہدایت اور راہبری کا موجب بن سکتی تھیں مگر نفس پرستی کی وجہ سے تعصب اور ضد سے انہوں نے ان پر غور نہیں کیا۔ اور مخالفت اختیار کی۔ ان امور کا جو میں پیش کرتا ہوں وہی انکار کر سکتا ہے جو گھر سے باہر نہیں نکلتا اور حجروں ہی میں پردوش پاتا ہے۔ جو شخص کہتا ہے فتنہ نہیں ہوا تو میں اس کو متعصب ہی نہیں سمجھتا بلکہ وہ بے ادب اور گستاخ ہے جس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کا خیال نہیں ہے اور اس سے بے خبر محض ہے۔ مگر عقلمند اور دین سے واقف سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس فتنہ کو ضعیف نہیں سمجھا اور حقیقت میں ضعیف نہیں۔ میں بار بار اس امر پر اسی لئے زور دیتا ہوں کہ لوگوں کو اس امر پر اطلاع ملے۔ اُن کا ایک ایک پرچہ اگر دیکھا جائے تو وہ ایک ایک لاکھ نکلتا ہے۔ وہ وسائل اشاعت اور تبلیغ کے جو آب پیدا ہو گئے ہیں پہلے کہاں تھے؟ اس سے پہلے رز اسلام میں ایک رسالہ تو دکھاؤ۔ مگر اس صدی میں اگر ان رسالوں اور اخباروں اور کتابوں کو جو اسلام کے خلاف لکھے گئے ہیں، ایک جگہ جمع کر دو تو ان کا اُونچا ڈھیر کئی میل تک چلا جاوے بلکہ میں بلامبالغہ کہتا ہوں کہ یہ اُونچا ڈھیر دنیا کے بلند ترین پہاڑوں کی اُونچائی سے بھی بڑھ جاوے اور اگر ان کو برابر سطح پر رکھا جاوے تو کئی میل لمبی لائن ہو۔ اس وقت اسلام شہیدانِ کربلا کی طرح دشمنوں کے زرعہ میں گھرا ہوا ہے اور اس پر بھی افسوس

ہے کہ مخالف کہتے ہیں کہ کسی شخص کی ضرورت نہیں۔ ہم مجادلہ کرنے والے سے بات کرنا نہیں چاہتے۔ اور اس سے بحث کرنا بجز تفسیح اوقات اور کچھ نہیں ہے۔ اہل جو طالب حق ہو وہ ہمارے پاس آئے اور یہاں رہے اور پھر ہر طرح اس کی تسلی اور اطمینان کو تیار ہیں مگر انہوں سے یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ پائے نہیں جاتے بلکہ مخالفت تو دو چار دس منٹ میں فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ گریا مذہبی تمار بازی ہے۔ اس طرح پر حق کھل نہیں سکتا۔ آپ خود سوچیں۔ کہ عیسائیت اسلام کو مغلوب کرنے کے واسطے کس قدر زور لگا رہی ہے کلکتہ کے بشپ نے لندن جا کر جو تقریر کی ہے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ کوئی آدمی گورنمنٹ انگلشیہ کا سچا خیر خواہ اور وفادار نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ عیسائی نہ ہو۔ ایسی تقریروں اور بحثوں سے کیا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ عیسائی بنانے کے لئے کس قدر کوشش یہ لوگ کرنی چاہتے ہیں اور ان کی نیت میں کیا ہے؟ وہ صاف چاہتے ہیں۔ کہ کوئی مسلمان نہ رہ جاوے۔ عیسائی مشنریوں نے اس امر کو بھی تسلیم کیا ہے کہ جس قدر اسلام ان کی راہ میں روک ہے اور کوئی مذہب ان کی راہ میں روک نہیں ہے۔ مگر یاد رکھو اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لئے غیور ہے۔ اس نے سچ فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَاحْفَظُوْنَہُ اس نے اس وعدہ کے موافق اپنے ذکر کی محافظت فرمائی اور مجھے مبعوث کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کے موافق کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آتا ہے۔ اس نے مجھے صدی چہارم کا مجدد دیکھا جس کا نام کاہنہ القلیب بھی رکھا ہے۔ اگر ہم اس دعوے میں غلطی پر ہیں تو پھر سارا کاروبار نبوت کا ہی باطل ہوگا۔ اور سب وعدے جھوٹے ٹھہریں گے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہوگی کہ خدا تعالیٰ بھی جھوٹوں کی حمایت کرنے والا ثابت ہوگا۔ (معاذ اللہ) کیونکہ ہم اس سے تائیدیں پاتے ہیں اور اس کی تقریریں ہمارے ساتھ ہیں۔

نزول مسیح اور وصال سے متعلق عام خیالات

اب ایک شخص کو بطور دوسرہ کے یہ اعتراض گذرتا ہے کہ مسیح آسمان سے اترے گا اور

اس کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا اور وہ دجال کو جس کے ہاتھ میں خدائی کی ساری قوتیں ہوں گی اور روٹیوں کا پہاڑ اس کے ساتھ ہوگا۔ وہ قتل کرے گا۔ اور آسمان سے تو یہ بھی اُتر آئے گا مگر دمشق کے منارہ پر آکر سیڑھی کے بغیر نہ اُترے گا۔ اور دجال مُردوں کو زندہ کرے گا وغیرہ بہت سی باتیں ہیں جو نزول المسیح کے متعلق ان لوگوں نے بنا رکھی ہیں اور دجال کے لئے کہتے ہیں کہ وہ کانا ہوگا۔ مگر دجال اس کے لئے یہ نہیں کہہ سکے گا کہ وہ اس لئے کانا ہے کہ وحدہ لا شریک ہے اور سب کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اب ان باتوں پر اگر دانشمند غور کرے تو خود اس کو ہنسی اُٹے گی کہ کیا کہتے ہیں۔ ہم نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ خیالی امور نہیں بلکہ یقینی باتیں ہیں جن کے ساتھ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ ہیں اور تائیدات الہیہ بھی ہیں۔ جو آج نہیں سمجھتا وہ آخر سمجھے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نُور کو کوئی بچھا نہیں سکتا۔

قرآن و حدیث میں استعارات کا استعمال

یاد رکھو۔ الفاظ کے معنے کرنے میں بڑی غلطی کھاتے ہیں۔ بعض وقت الفاظ ظاہر پر آتے ہیں اور بعض اوقات استعارہ کے طور پر آتے ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے لمبے ہاتھوں والی بی بی فوت ہوں گی۔ اور آپ کے سامنے ساری بیبیوں نے باہم ہاتھ ناپنے بھی شروع کر دیئے اور آپ نے منع بھی نہ فرمایا۔ لیکن جب بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ تو اُس کے معنے کھلے کہ لمبے ہاتھوں والی سے مُراد اس بی بی سے تھی جو سب سے زیادہ سخی تھی۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے کلام میں ایسی آیتیں موجود ہیں جن کے اگر ظاہر معنے کئے جائیں تو کچھ بھی مطلب نہیں نکل سکتا۔ جیسے فرمایا من کان فی حدنہ اعنی ذہونی الاخرة اعنی۔ اب آپ وزیر آباد میں ہی حافظ عبدالمنان سے جو اس سلسلہ کا سخت دشمن ہے، دریافت کریں کہ کیا اس آیت کا کوئی بھی مطلب ہے کہ جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اٹھایا جائے گا؟

یا ظاہر پر اس سے مراد نہیں لی جاتی، کچھ اور مطلب ہے۔ یقیناً اس کو یہی کہنا پڑے گا۔ کہ بیشک اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر اندھا اور نابینا قیامت کو بھی اندھا اور نابینا اٹھے بلکہ اس سے مراد معرفت اور بصیرت کی نابینائی ہے۔

جب یہ ثابت ہے کہ الفاظ میں استعارات بھی ہوتے ہیں اور خصوصاً پیشگوئیوں میں۔ تو پھر مسیح کے نزول کے متعلق جو بیشگوییوں میں الفاظ آئے ہیں، اُن کو بالکل ظاہر ہی پر حمل کر لینا کونسی دانشمندی ہے۔ یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں ظاہر پرستی سے کام لیتے ہیں اور ظن سے کام لیتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں کہ ان الظن لا یغنی عن الحق شیدئاً اور بعض الظن اثمٌ پس اگر بدظنی سے کام لیتے ہیں اور ظاہر معنوں ہی پر حمل کرتے ہیں تو پھر نابینوں کو تو نجات سے جواب ہو گا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ کیوں ناحق ایک ایسی بات پر زور دیتے ہیں جس کے لئے اُن کے پاس کوئی یقینی ثبوت نہیں ہے۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی کتابوں کی زبان سے محض ناواقف ہیں۔ اگر واقف ہوتے تو سمجھتے کہ بیشگوییوں میں کس قدر استعارات سے کام لیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ سونے کے کڑے پہننے ہوئے ہیں تو اس سے مراد بھوٹے نبی تھے اور جب آپ کو گائیوں کا ذبح ہونا دکھایا گیا تو اس سے مراد صحابہ کی شہادت تھی۔ اور یہ کوئی خاص بات نہیں۔ عام طور پر قانون الہی رؤیا اور بیشگوییوں کے متعلق اس قسم کا ہے۔

دیکھو حضرت یوسفؑ کی رؤیا جو قرآن شریف میں ہے کیا اس سے سورج اور چاند اور ستارے مراد تھے یا مصر کی رؤیا جس میں گائیاں دکھائی گئی تھیں اس سے فی الواقعہ گائیں مراد تھیں یا کچھ اور؟ اس قسم کی ایک دو نہیں ہزاروں ہزار شہادتیں ملتی ہیں۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ نزول المسیح کے معاملہ میں یہ لوگ ان کو بھول جاتے ہیں اور ظاہر الفاظ پر زور دینے لگتے ہیں۔ ان معاملات میں اختلاف کی جڑ وہی باتیں ہوا کرتی ہیں کہ مجاز اور استعارہ کو چھوڑ کر اس کو ظاہر پر حمل کر لیا جائے اور جہاں ظاہر مراد ہے وہاں استعارہ قرار دیا جائے۔ اگر

پیشگوئیوں میں مجاز اور استعارہ نہیں ہے تو پھر کسی نبی کی نبوت کا ثبوت بہت مشکل جو جاوے گا۔

نزول ایلیا کی مثال

یہودیوں کو یہی مشکل اور آفت تو پیش آئی کیونکہ حضرت مسیح کے لئے لکھا تھا کہ اُس کے آنے سے پہلے ایلیا آئے گا چنانچہ ملاکی نبی کی کتاب میں یہ پیشگوئی بڑی صراحت سے درج ہے۔ یہودی اس پیشگوئی کے موافق منتظر تھے۔ کہ ایلیا آسمان سے آوے لیکن جب مسیح آگیا اور ایلیا آسمان سے نہ اُترا تو وہ گھبرائے۔ *

اور یہ ایسا اُن کو پیش آگیا کہ ایلیا آسمان سے آنا مسیح کے آنے سے پہلے ضروری ہے اب انصاف شرط ہے۔ اگر یہ فیصلہ کسی جج کے سامنے پیش ہو تو وہ بھی یہودیوں ہی کے حق میں ڈگری دے گا کیونکہ یہ صاف طور پر لکھا گیا تھا کہ ایلیا آئے گا اور اس سے پہلے کوئی نظیر اس قسم کے بروز کی اُن میں موجود نہ تھی جو مسیح نے یوحنا کو ایلیا بنایا۔ اب اگرچہ ہم ان کتابوں کی بابت تو یہی کہتے ہیں کہ لا تصدقوا ولا تکذبوا۔ لیکن یہ بھی ساتھ ہی ضروری بات ہے کہ قرآن شریف میں یہ آیا ہے۔ فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

علاوہ بریں اس قصہ ایلیا کی قرآن شریف نے کہیں تکذیب اور تردید نہیں کی اور یہودی اور عیسائی دونوں تو میں بالاتفاق اس کو صحیح مانتی ہیں۔ اگر یہ قصہ صحیح نہ ہوتا۔ تو عیسائیوں کا حق تھا کہ وہ بول پڑتے اور اس کی تکذیب کرتے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اگر اس قصہ کو غلط کہا جائے تو عیسائیوں کے لئے مشکلات سے نجات اور نخلصی ہے۔ جو اس کو صحیح مان کر ان کو پیش آتی ہیں۔ لیکن جبکہ انہوں نے تکذیب نہیں کی اور اس کو صحیح تسلیم کر لیا ہے پھر کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ ہم بلاوجہ تکذیب پر آمادہ ہوں جتنی یہی

* الحکمہ جلد ۴ نمبر ۴ ص ۱۱۱ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۱۹ء

ہے کہ یہودیوں میں یہ خبر صحیح ہو اور دیکھی کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا آئے گا۔ اور اسی لئے جب مسیح آگیا تو وہ مشکلات میں پڑے اور انہوں نے مسیح سے ایلیا کے متعلق سوال کیا اور مسیح نے یوحنا کی صورت میں اس کے آنے کو تسلیم کر لیا۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ پیشگوئی صحیح نہ ہوتی تو سب سے پہلے مسیح کا یہ حق تھا کہ وہ بجائے اس کے کہ یہ کہتے کہ آنے والا ایلیا یوحنا ہی ہے، ایوں جواب دیتے کہ کوئی ایلیا آنے والا نہیں ہے مسیح نے اگر اس کو صحیح تسلیم نہ کیا ہوتا تو وہ یوحنا کی شکل میں ایلیا کو نہ اتارتے۔ یہ چھوٹی اور معمولی سی بات نہیں۔ مسیح کا یہودیوں کے اس اعتراض کو مان کر اس کا جواب دینا بھی اس امر کی روشن دلیل ہے کہ وہ بجائے خود اس امر کو صحیح اور یقینی سمجھتے تھے۔ یہودیوں کا یہ حذر بہر حال قابل پذیرائی تھا اور مسیح نے اس کو قبول کر کے یہی جواب دیا کہ آنے والا ایلیا یوحنا ہی ہے۔ چاہو تو قبول کرو۔ اب اگر استعارات کچھ چیز نہیں اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں میں یہ جزو اعظم نہیں ہوتے تو پھر جیسے یہودیوں نے حضرت مسیح کی اس تاویل کو تسلیم نہیں کیا، یہ بھی انکار کریں کہ وہ فیصلہ صحیح نہیں تھا کیونکہ یہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ایلیا والے قصہ کی مسلمان تکذیب تو کر نہیں سکتے کیونکہ قرآن شریف نے کہیں اس کی تکذیب نہیں کی اور تکذیب کے اول حقدار تو حضرت مسیح اور ان کے متبعین ہو سکتے ہیں۔ جبکہ یہ بات ہے کہ استعارات کوئی چیز نہیں اور ہر پیشگوئی لازماً اپنے ظاہری الفاظ ہی پر پوری ہوتی ہے۔ تو پھر ان کو گویا ماننا پڑے گا۔ یہودیوں کی طرح کہ مسیح ابھی نہیں آئے۔ اور جب مسیح کے آنے کا بھی انکار ہی ہوا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی انکار کرنا پڑا اور اس طرح پر اسلام ہاتھ سے جاتا ہے۔ اسی لئے میں بار بار اس امر پر زور دیتا ہوں کہ میری تکذیب سے اسلام کی تکذیب لازم آتی ہے۔

اس صورت میں عقلمند سوچ سکتا ہے کہ ایلیاء کے دوبارہ آنے کے قصہ کے

رنگ میں مسیح کی آمد ثانی ہے اور ان کا فیصلہ گویا چیت کورٹ کا فیصلہ ہے جو اس کے خلاف
 کہتا ہے وہ نامراد رہتا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ نے خود انا تھا تو صاف لکھ دیتے۔ کہ میں
 خود ہی آؤں گا۔ یہودی بھی تو اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ایلیا کا مثیل انا تھا تو کیوں خلد نے
 یہ نہ کہا کہ ایلیا کا مثیل آئے گا۔ غرض جس قدر یہ مقدمہ ایلیا کا ہے۔ اس پر اگر ایک
 دانشمند صفائی اور تقویٰ سے غور کرے تو صاف سمجھ آ جاتا ہے کہ کسی کے دوبارہ آنے
 سے کیا مراد ہوتی ہے اور وہ کس رنگ میں آیا کرتا ہے۔ دو شخص بحث کرتے ہیں ایک
 نظیر پیش کرتا ہے اور دوسرا کوئی نظیر پیش نہیں کرتا تو بتاؤ کس کا حق ہے کہ اس کی بات
 مان لی جاوے؟ یہی کہنا پڑے گا کہ ماننے کے قابل اسی کی بات ہے جو دلائل کے علاوہ
 اپنی بات کے ثبوت میں نظیر بھی پیش کرتا ہے۔ اب ہم تو ایلیا کا فیصلہ شدہ مقدمہ جو
 خود مسیح نے اپنے ہاتھ سے کیا ہے بطور نظیر پیش کرتے ہیں۔ یہ اگر اپنے دعوے میں ہے
 ہیں تو دو چار ایسے شخصوں کا نام لے دیں جن کی آسمان سے اترنے کی نظیریں موجود ہیں۔
 سچ کے حق میں کوئی نہ کوئی نظیر ضرور ہوتی ہے۔ اس مقدمہ میں نتیجہ طلب امر یہی ہے کہ
 جب کسی کے دوبارہ آنے کا وعدہ ہو تو کیا اس سے اس شخص کا پھر انا مراد ہوتا ہے یا
 اس کا مفہوم کچھ اور ہوتا ہے اور اس کی آمد ثانی سے یہ مراد ہوتی ہے کہ کوئی اُس کا
 مثیل آئے گا۔ اگر اس نتیجہ طلب امر میں اُن کا دعوے سچا ہے کہ وہ شخص خود ہی انا
 ہے تو پھر حضرت عیسیٰ پر جو الزام عائد ہوتا ہے اُسے دُور کر کے دکھائیں۔ اول یہ اُن
 کا فیصلہ فراسبتِ مجھ سے نہیں ہوا۔ اور دوسرے معاذ اللہ وہ مجھ سے نہیں ہیں۔ کیونکہ
 ایلیا تو آسمان سے آیا ہی نہیں وہ کہاں سے آگئے؟ اس صورت میں فیصلہ یہودیوں کے
 حق میں صادر ہوگا۔ اس کا جواب ہمارے مخالف مسلمان ہم کو ذرا دے کر تو دکھائیں۔ لیکن
 یہ ساری مصیبت اُن پر اس ایک امر سے آتی ہے جو کہتے ہیں کہ ہم استعاہ نہیں مانتے
 اصل بات یہی ہے اور وہی فیصلہ حق ہے جو مسیح نے دیا ہے کہ ایلیا کے آنے سے

مراد یہ تھی کہ اُس کی خُو اور طبیعت پر اس کا مثیل آئے گا۔ اس کے خلاف ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ مشرق یا مغرب میں پھر وہ اور اس کی نظیر لاؤ کہ دوبارہ آنے والا خود ہی آیا کرتا ہے۔ اس امتقاد کو دل میں جگہ دو گے تو نتیجہ وہی ہوگا۔ کہ اسلام ہاتھ سے جانے گا۔ مسیح کو یہودیوں نے اسی وجہ سے جھوٹا قرار دیا۔ کیا ہمارے مخالف مسلمان بھی چاہتے ہیں کہ اس کو جھوٹا قرار دیں؟ پھر ایک اور اعتراض اسی قصہ کی بدولت پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مسیح مُردوں کو زندہ کرتے تھے یا وہ قدرتیں اور طاقتیں اُن میں موجود تھیں جو اُن کی طرف منسوب کی جاتی ہیں تو پھر کیا وجہ ہوئی کہ انہوں نے ایلیا کو زندہ نہ کر لیا یا آسمان سے بہ اختیار خود نہ اُتار لیا۔ میرے مقدمہ کے فیصلہ سے پہلے میرے مخالفوں کو ضرور ہے کہ وہ اس قضیہ کو صاف کر لیں جو مسیح کو پیش آیا اور جس کا فیصلہ انہوں نے میرے حق میں کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ بہت سی باتیں پیشگوئیوں کے طور پر نبیوں کی معرفت لوگوں کو پہنچتی ہیں۔ اور جب تک وہ اپنے وقت پر ظاہر نہ ہوں۔ ان کی بابت کوئی یقینی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ لیکن جب ان کا ظہور ہوتا ہے اور حقیقت کھلتی ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس پیشگوئی کا یہ مفہوم اور منشا تھا۔ اور جو شخص اس کا مصداق ہو یا جس کے حق میں ہو اس کو اس کا علم دیا جاتا ہے جیسے نقیبہ اور فریسی برابر ایلیا کے دوبارہ آنے کا قصہ پڑھتے رہتے تھے اور وہ نہایت شوق کے ساتھ اس کا انتظار کرتے رہے لیکن اس کی حقیقت اور اصلیت کا علم اُن کو اس وقت عطا نہ ہوا جب تک کہ خود آنے والا مسیح جس کے آنے کا وہ نشان تھا، نہ آگیا۔ پس یہ علم مسیح کو ملا اور اُس نے آکر فیصلہ کیا کہ ایلیا کی آمد سے یہ مراد ہے۔

اسی طرح پر حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں چالیس سال تک روتے رہے۔ آخر جا کر آپ کو خبر ملی تو کہا۔ اپنی لاجد ریمہ یوسف علیہ السلام سے پہلے آپ کا یہ حال ہوا کہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے وَابْنُ مَرْثَدَةَ كَانَتْ تَحْتَهُ تَبْكُ نُبْرَةَ بِنْتِ نَجْمٍ۔ اسی کے متعلق کیا اچھا کہا ہے

گئے پرسید زانم کردہ فرزند
 کہ اے روشن گہر پیر خود مند
 ز معرش بُوئے پیرا من شمیدی
 چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی؟

ابتلاء اور اس کی غرض

یہ بہبودہ باتیں نہیں ہیں بلکہ جب سے نبوت کا سلسلہ جاری ہوا ہے۔ یہی قانون چلا آیا ہے قبل از وقت ابتلا ضرور آتے ہیں تاکچوں اور پتوں میں امتیاز ہو اور مومنوں اور منافقوں میں تین فرق نمودار ہو۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **أَحْسِبَ النَّاسَ أَنْ يَسْتَكْبِرُوا أَنْ يَقُولُوا إِنَّمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ**۔ یہ لوگ یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ صرف اتنا ہی کہنے پر نجات پا جائیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کا کوئی امتحان نہ ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوتا۔ دنیا میں بھی امتحان اور آزمائش کا سلسلہ موجود ہے جب دنیاوی نظام میں یہ نظیر موجود ہے تو روحانی عالم میں یہ کیوں نہ ہو۔ بغیر امتحان اور آزمائش کے حقیقت نہیں کھلتی۔

آزمائش کے لفظ سے یہ بھی دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو جو عالم الغیب اور یلیم السر والنجفی ہے۔ امتحان یا آزمائش کی ضرورت ہے اور ہر دو امتحان اور آزمائش کے اس کو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ ایسا خیال کرنا نہ صرف غلطی بلکہ کفر کی حد تک پہنچتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان صفات کا انکار ہے۔ امتحان یا آزمائش سے اصل غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ تاحقائقِ مخفیہ کا اظہار ہو جاوے اور شخص زیر امتحان پر اس کی حقیقت ایمان منکشف ہو کر اسے معلوم ہو جاوے کہ وہ کہاں تک اللہ کے ساتھ صدق و اخلاص و وفا رکھتا ہے اور ایسا ہی دوسرے لوگوں کو اس کی غیبوں پر اطلاع ملے۔ پس یہ خیالی بات ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جو امتحان کرتا ہے تو اس سے پایا جاتا ہے کہ اس کو علم نہیں۔ اس کو تو

ذره ذرہ کا علم ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ایک آدمی کی ایسانی کیفیتوں کے اظہار کے لئے اس پر ابتلا آئیں اور وہ امتحان کی پگلی میں پیسا جاوے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

ہر بلا کہیں قوم را حق دادہ اند
زیر آن گنج کرم بہدادہ اند

ابتلاؤں اور امتحانوں کا آنا ضروری ہے۔ بغیر اس کے کشفِ حقائق نہیں ہوتا۔

یہودی قوم کے لئے یہ ابتلا جو مسیح کی آمد تھا۔ بہت ہی بڑا تھا۔ اور جب کبھی خدا تعالیٰ

کی طرف سے کوئی مامور آتا ہے ضرور ہے کہ وہ ابتلاؤں کو لے کر آوے۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی پیشگوئی قریت میں مثیل موسیٰ والی موجود ہے۔ لیکن کیا کہنے والے نہیں کہتے۔ کہ

کیوں اللہ تعالیٰ نے پورا نام لے کر نہ بتایا اور سارا پتہ نہ دے دیا۔ کہ وہ عبد اللہ کے

گھر میں آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوگا اور اسماعیلی سلسلہ میں ہوگا۔ تیرے بھائیوں کا لفظ کیوں

کہا یا اصل بات یہ ہے کہ اگر ایسی ہی صراحت سے بتا دیا جاتا تو پھر ایسا ایمان نہ رہتا

دیکھو اگر ایک شخص پہلی رات کا چاند دیکھ کر بتا دے تو وہ تیز نظر کہلا سکتا ہے لیکن اگر کوئی

چودھویں کا چاند دیکھ کر کہدے کہ میں نے بھی چاند دیکھ لیا ہے۔ تو کیا لوگ اس پر نہیں

نہیں؟ یہی حال خدا تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کی شناخت کے وقت ہوتا ہے۔ جو لوگ

قرآنِ قویہ سے شناخت کر لیتے اور ایسا لے آتے ہیں۔ وہ اول المؤمنین ٹھہرتے ہیں۔ ان

کے مدارج اور مراتب بڑے ہوتے ہیں۔ لیکن جب ان کا صدقِ آفتاب کی طرح کھل جاتا ہے

اور ان کی ترقی کا دریا بہہ نکلتا ہے تو پھر ماننے والے عوام الناس کہلاتے ہیں۔

جب خدا تعالیٰ کا ہمیشہ سے ایک قانون سلسلہ نبوت کے متعلق چلا آتا ہے۔ اور

اس کے اپنے ماموروں کے ساتھ یہی سنت ہے تو میں اس سے الگ کیوں کر ہو سکتا ہوں

پس اگر ان لوگوں کے دل میں منجمل اور ضد نہیں تو میری بات سنیں اور میرے پیچھے ہو لیں

پھر دیکھیں کہ کیا خدا تعالیٰ ان کو تاریکی میں چھوٹا ہے یا نور کی طرف لے جاتا ہے؟ میں

یقین رکھتا ہوں کہ جو صبر اور صدق دل سے میرے پیچھے آتا ہے وہ ہلاک نہ کیا جاوے گا۔ بلکہ وہ اُسی زندگی سے حصّہ لے گا جس کو کبھی فنا نہیں۔ اس قدر لوگ جو میرے ساتھ ہیں۔ اور جو اب اس وقت موجود ہیں۔ کیا ان میں سے ایک بھی ہے جو یہ کہے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ ایک نہیں سینکڑوں نشان خدا تعالیٰ نے دکھائے ہیں۔ مگر نشانات پر ایمان کا صبر کرنا یہ ٹھوکر کھانے کا موجب ہو جایا کرتا ہے۔ جس کا دل صاف ہے اور خدا ترسی اُس میں ہے۔ اس کے سامنے دوبارہ آنے کے متعلق حضرت عیسیٰ ہی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں۔ وہ مجھے سمجھاوے کہ یہودیوں کے سوال کے جواب میں (کہ مسیح سے پہلے ایلیا کا انا ضروری ہے) جو کچھ مسیح نے کہا وہ صحیح ہے یا نہیں؟ یہودی تو اپنی کتاب پیش کرتے تھے کہ ملاکی نبی کے صحیفہ میں ایلیا کا انا لکھا ہے، مثیل ایلیا کا ذکر نہیں۔ مسیح یہ کہتے ہیں کہ آنے والا یہی روتھا ہے چاہو تو قبول کرو۔ اب کسی مُنصف کے سامنے فیصلہ رکھو اور دیکھو کہ ڈگری کس کو دیتا ہے۔ وہ یقیناً یہودیوں کے حق میں فیصلہ دے گا۔ مگر ایک مومن جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور جانتا ہے کہ خدا کے فرستادے کس طرح آتے ہیں وہ یقین کرے گا کہ مسیح نے جو کچھ کہا اور کیا وہی صحیح اور درست ہے اب اس وقت وہی معاملہ ہے یا کچھ اور؟ اگر خدا کا خوف ہو تو پھر بدن کانپ جاوے یہ کہنے کی جرات کرتے ہوئے کہ یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ افسوس اور حسرت کی جگہ ہے کہ ان لوگوں میں اتنا بھی ایمان نہیں بنتا کہ اُس شخص کا عقابو فرعون کی قوم میں سے تھا۔ اور جس نے یہ کہا کہ اگر یہ کاذب ہے تو خود ہلاک ہو جائے گا۔ میری نسبت اگر تقویٰ سے کام لیا جاتا تو اتنا ہی کہہ دیتے اور دیکھتے کہ کیا خدا تعالیٰ میری تائیدی اور نصرتیں کر رہا ہے یا میرے سلسلہ کو مٹا رہا ہے۔

قرآنِ مُبَیَّنَات اور حدیث کا درجہ

میری مخالفت میں ان لوگوں نے قرآن شریف کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ میں قرآن شریف پیش کرتا ہوں اور یہ اس کے مقابلہ میں احادیث کو پیش کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیے۔ کہ

احادیث اس درجہ پر نہیں ہیں جو قرآن شریف کا درجہ ہے اور نہ ہم احادیث کو کلام اللہ کا درجہ دے سکتے ہیں۔ احادیث تیسرے درجہ پر ہیں اور بالاتفاق مانی ہوئی بات یہ ہے کہ وہ ظن کے لئے مفید ہیں۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔ لہ

اصل میں تین چیزیں ہیں۔ قرآن۔ سنت اور احادیث۔ قرآن خدا تعالیٰ کی پاک وحی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور سنت وہ اُسوہ حسنہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وحی کے موافق قائم کر کے دکھایا۔ قرآن اور سنت یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام تھے۔ کہ ان کو پہنچا دیا جاوے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب تک احادیث جمع نہیں ہوئی تھیں اس وقت تک بھی شعائر اسلام کی بجا آوری برابر ہوتی رہی ہے۔ اب دھوکا یہ لگا ہے کہ یہ لوگ احادیث کو اور سنت کو ایک کر دیتے ہیں حالانکہ یہ ایک چیز نہیں ہیں۔ پس احادیث کو جب تک قرآن اور سنت کے معیار پر پرکھ نہ لیں ہم کسی درجہ پر رکھ نہیں سکتے۔ لیکن یہ ہمارا مذہب ہے کہ ادنئے سے ادنئے حدیث بھی جو اصول حدیث کی رُو سے کیسی ہی کمزور اور ضعیف ہو لیکن قرآن یا سنت کے خلاف نہیں تو وہ واجب العمل ہے۔ مگر ہمارے خلاف یہ کہتے ہیں کہ نہیں محدثین کے اصول تنقید کی رُو سے جو صحیح ثابت ہو۔ وہ خود قرآن اور سنت کی کیسی ہی خلاف ہو اس کو مان لینا چاہئے۔ اب عقلمند غور کریں۔ اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر فکر کریں کہ حق کس کے ساتھ ہے، اُن کے یا میرے۔ میں خدا کے کلام اور اس کے پاک رسول کے عمل کو مقدم کرتا ہوں اور یہ اُن لوگوں کی باتوں اور خیالی اصولوں کو مقدم کرتے ہیں جنہوں نے کوئی دعوئے نہیں کیا کہ یہ اصول تنقید احادیث کے ہم نے خدا کی وحی اور الہام سے قائم کئے ہیں۔

اگر یہی بات ہے کہ احادیث کے لئے قرآن اور سنت کے علاوہ کوئی اور معیار ہے جو محض اپنی دانش اور عقل سے قائم کیا گیا ہے تو پھر میں پوچھتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ سنتوں کی پیش کردہ احادیث یا شیعوں کی پیش کردہ احادیث صحیح نہ مانی جاویں۔ کیوں ایک فریق

دوسرے کو رد کرتا ہے۔ اس کا جواب ہمیں کوئی کچھ نہیں دیتا۔ ان ساری باتوں سے بڑھ کر اور ایک بات ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب نے اپنے رسالہ اشاعت السنۃ میں یہ اقرار کیا ہے کہ اہل کشف جو لوگ ہوتے ہیں وہ احادیث کی صحت کے لئے محدثین کے اصول تنقید احادیث کے پابند نہیں ہوتے بلکہ وہ بعض اوقات ایک صحیح حدیث کو ضعیف ٹھہرا سکتے ہیں یا ضعیف کو صحیح کیونکہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اطلاع ملتے ہیں۔ جب یہ بات ہے تو پھر مسیح موعود جو حکم ہو کر آئے گا کیا اس کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ احادیث کی صحت اس طریق پر کر سکے، کیا وہ خدا تعالیٰ سے فیض نہ پاسکے گا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض ہی محروم ہوگا؟ اگر اس کو یہ قدرت نہ ہوگی تو پھر بتاؤ کہ ایسا حکم کس کام اور مصرف کا ہوگا؟ اس لئے احادیث کو یہ لوگ جب منتلط کرنے لگیں تو اس امر کو کبھی بھولنا نہ چاہئے کہ قرآن اور سنت سے اس کو الگ کر لیا جاوے۔ ہمارے ضلع میں حافظ ہدایت علی صاحب ایک عہدہ دار تھے۔ مجھے اکثر ان سے ملنے کا اتفاق ہوتا تھا ایک بار انہوں نے کہا کہ میں ان کتابوں کو جن میں مسیح اور ہمدی کے آنے کا ذکر ہے دیکھ رہا تھا۔ ان میں ہزاروں نشانیاں قائم کر رکھی ہیں چونکہ یہ ساری نشانیاں تو پوری ہونے سے رہیں۔ اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ اُس وقت جھگڑا ہی پڑے گا۔ یہ لوگ اس وقت تک ملنے سے رہے۔ جب تک وہ سارے نشان پورے نہ ہوں اور وہ نشان ایک دفعہ پورے ہونے سے رہے حقیقت میں ان کی فراست صحیح بنی۔ اس وقت وہی ہوا۔ انکار ہی کیا گیا۔

اصل بات یہی ہے جس کو میں نے بار بار بیان کیا ہے کہ پیشگوئیوں کا بہت بڑا حصہ مجازات اور استعارات کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ ظاہری رنگ میں بھی پورا ہو جاتا ہے یہی ہمیشہ سے قسٹون چلا آیا ہے۔ اس سے ہم تو انکار نہیں کر سکتے خواہ کوئی مانے۔ یا نہ مانے۔ اگر ساری حدیثیں پوری ہونی ہیں یعنی جو شیوں کی ہیں وہ بھی اور جو شیوں کی ہیں وہ بھی اعلیٰ ہذا القیاس تمام فرقوں کی تو یقیناً یاد رکھو کہ پھر نہ کبھی مسیح ہی آئے گا اور نہ ہمدی۔

دیکھو میری ضرورت سے زیادہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت تھی جب آپ تشریف لائے۔ اب بتاؤ کہ کیا اس وقت سب نے آپ کو تسلیم کر لیا؟ اور کیا وہ سارے نشانات جو توریت یا انجیل میں آپ کے لئے رکھے گئے تھے پورے ہو گئے تھے؟ خدا کے واسطے سوچو، جواب دو۔ اگر وہ ساری روایتیں جو ان میں چلی آتی تھیں۔ اور وہ ساری نشانیاں جو ان کی کتابوں میں پائی جاتی تھیں، پوری ہو گئی تھیں۔ پھر یہودیوں کو کیا ہو گیا تھا جو انہوں نے انکار کر دیا۔ کبھی ساری نشانیاں پوری نہیں ہوتیں۔ کیونکہ ایسی بہت سی ہوتی ہیں جو خود تجویز کر لی جاتی ہیں اور بہت سی ایسی ہوتی ہیں جو کچھ اور مطلب اور مفہوم رکھتی ہیں۔ جب سب راستبازوں کے وقت ان کا انکار کیا گیا اور یہی عذر پیش کیا گیا کہ نشانات پورے نہیں ہوئے تو اس وقت اگر انکار کیا گیا تو اسی سنت پر انہوں نے قدم مارا ہے۔ میں کسی کی زبان انکار تو بند نہیں کر سکتا مگر میں یہ کہتا ہوں کہ وہ میرے عدالت کو سن کر جواب دیں یونہی باتیں بنانا تو طریق نقوی کے خلاف ہے۔

منہاج نبوت پر پرکھیں

منہاج نبوت پر اس سلسلہ کو آزمائیں اور پھر دیکھیں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ خیالی اصولوں اور تجویزوں سے کچھ نہیں بنتا اور نہ میں اپنی تصدیق خیالی باتوں سے کرتا ہوں۔ میں اپنے دعوے کو منہاج نبوت کے معیار پر پیش کرتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسی اصول پر اس کی سچائی کی آزمائش نہ کی جاوے۔

جو دل کھول کر میری باتیں سنیں گے میں یقین رکھتا ہوں کہ فائدہ اٹھا دیں گے اور مان لیں گے۔ لیکن جو دل میں سخی اور کینہ رکھتے ہیں ان کو میری باتیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گی۔ ان کی تو احوال جیسی مثال ہے جو ایک کے دو دیکھتا ہے۔ اس کو خواہ کسی قدر دلائل دیئے جائیں کہ دو نہیں ایک ہی ہے وہ تسلیم ہی نہیں کرے گا۔ کہتے ہیں۔

کہ ایک اہل خدمت گار تھا۔ آقا نے کہا کہ اندر سے آئینہ لے آؤ۔ وہ گیا اور واپس آ کر کہا کہ اندر تو دو آئینے پڑے ہیں۔ کونسا لے آؤں۔ آقا نے کہا کہ ایک ہی ہے دو نہیں۔ اہل نے کہا تو کیا میں جھوٹا ہوں؟ آقا نے کہا اچھا ایک کو توڑ دے۔ جب توڑا گیا تو اسے معلوم ہوا۔ کہ درحقیقت میری غلطی تھی۔ مگر ان اہلوں کا جو میرے مقابل ہیں کیا جواب دوں؟ لے

غرض ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ بار بار اگر کچھ پیش کرتے ہیں تو حدیث کا ذخیرہ جس کو خود یہ ظن کے درجے آگے نہیں بڑھاتے۔ اُن کو معلوم نہیں کہ ایک وقت آئے گا کہ اُن کے رطب و یابس امور پر لوگ ہنسی کریں گے۔

یہ ہر ایک طالب حق کا حق ہے کہ وہ ہم سے ہمارے دعویٰ کا ثبوت مانگے۔ اس کے لئے ہم دہی پیش کرتے ہیں جو نیوٹن نے پیش کیا۔ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ، عقلی دلائل یعنی موجودہ ضرورتیں جو مصلح کے لئے مستعدی ہیں۔ پھر وہ نشانات جو خدا نے میرے ہاتھ پر ظاہر کئے ہیں نے ایک نقشہ مرتب کر دیا ہے۔ اس میں ڈیڑھ سو کے قریب نشانات دیئے ہیں۔ جن کے گواہ ایک نوع سے کروڑوں انسان ہیں۔ یہ ہودہ باتیں پیش کرنا سعادتمند کا کام نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا تھا کہ وہ حکمہ ہو کر آئے گا۔ اس کا فیصلہ منظور کرو۔ جن لوگوں کے دل میں شرارت ہوتی ہے۔ وہ چونکہ ماننا نہیں چاہتے ہیں۔ اس لئے یہ ہودہ جنتیں اور اعتراض پیش کرتے رہتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ آخر خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کرے گا۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر میں افسترا کرتا۔ تو وہ مجھے فی الفور ہلاک کر دیتا۔ مگر میرا سارا کاروبار اس کا اپنا کاروبار ہے۔ اور میں اُسی کی طرف سے آیا ہوں۔ میری تکذیب اس کی تکذیب ہے۔ اس لئے وہ خود میری سچائی ظاہر کر دے گا۔

پیشگوئیوں میں مجاز اور استعارہ کو ظاہر پر حمل کرنے کا نتیجہ

جو لوگ پیشگوئیوں کی حقیقت کو نہ سمجھ کر مجاز اور استعارہ کو ظاہر پر حمل کرنا چاہتے ہیں۔ آخر ان کو انکار کرنا پڑتا ہے۔ جیسے یہودیوں کو یہی مصیبت پیش آئی اور اب عیسائیوں کو پیش آ رہی ہے اور اس کی آمد ثانی کے متعلق اکثر یہی سمجھ بیٹھے ہیں کہ کلیسیا ہی سے مراد تھی۔ سارے نشانات عام لوگوں کے خیال کے موافق کبھی پورے نہیں ہوا کرتے ہیں تو پھر انبیاء کے وقت اختلاف اور انکار کیوں ہو۔ یہودیوں سے پوچھو کہ کیا وہ مانتے ہیں کہ مسیح کے آنے کے وقت سارے نشانات پورے ہو چکے تھے؟ نہیں۔ یاد رکھو قانون قدرت اور سنت اللہ اس معاملہ میں یہی ہے جو میں پیش کرتا ہوں۔ وَكَانَ تَحْدِثَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا لِّلْإِنْسَانِ خِيَالَاتٍ انسانی تاویلات اور قیاسات بالکل صحیح اور قطعی اور یقینی نہیں ہو سکتے ان میں غلطی کا احتمال ہے۔ ایک امر کے واقع ہونے سے پہلے جو رائے قائم کی جائے۔ اس پر قطعیت کا حکم نہیں لگا سکتے۔ لیکن جب وقت آتا ہے تو سارے پردے کھل جاتے ہیں یہی وجہ تھی کہ آنے والے کا نام حکم رکھا گیا۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ اس وقت اختلاف عام ہوگا۔ تب ہی تو اس کا نام حکم رکھا گیا۔ پس سچی بات وہی ہو سکتی ہے جو حکم کے منہ سے نکلے۔

نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ وہ قرآن کی طرف توجہ کرے گا۔ کیونکہ حدیث کو تو لوگوں کا ہاتھ لگا ہوا ہے مگر قرآن شریف خدا تعالیٰ کا لا تبدیل کلام ہے جس پر کسی انسانی ہاتھ نے کوئی کام نہیں کیا۔ اب خدا تعالیٰ کا کلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور جو پہلا اور ابدی معجزہ تھا اس کو پیش کیا جاتا ہے تو اس کے مقابلہ میں اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔ کیا یہ تعجب اور افسوس کی بات نہیں؟

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ خدا کے فضل سے سمجھدار اور فہیم معلوم ہوتے ہیں۔ کیا حدیث کا وہ مرتبہ ہو سکتا ہے جو قرآن شریف کا ہے؟ اگر حدیث کا وہی مرتبہ ہے جو قرآن

شریف کا ہے تو پھر نعوذ باللہ ماننا پڑے گا کہ آپ نے اپنا فرض ادا نہ کیا۔ کیونکہ قرآن شریف کا اہتمام تو آپ نے کیا مگر حدیث کا کوئی اہتمام نہ ہوا۔ اور نہ آپ نے اپنے سامنے کبھی حدیث کو لکھوایا۔ کیا کوئی مسلمان یہ ماننے کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔ جو کہے کہ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرض رسالت ادا نہ کیا۔ یہ مسلمان کا کام تو ہونہیں سکتا بلکہ بڑے بیدین اور ملحد کا کام ہوگا۔ پھر سوچ کر دیکھو کہ کیا حدیث کو آپ نے اپنے سامنے مرتب کر دیا۔ یا قرآن شریف کو؟ صاف ظاہر ہے کہ قرآن شریف ہی کو آپ نے اپنے بعد چھوڑا۔ کیونکہ تعلیم قرآن ہی تھا۔ اں یہ سچ ہے کہ آپ نے اپنی سنت کو بھی قرآن کے ساتھ رکھا۔ اور اصل یہی ہے کہ نبی دو ہی باتیں لے کر آتے ہیں۔ کتاب اور سنت۔ حدیث ان دونوں سے الگ شے ہے اور یہ دونو حدیث کی محتاج نہیں ہیں۔ اں یہ ہم مانتے ہیں کہ اولے درجہ کی حدیث پر کبھی عمل کر لینا چاہیئے خواہ وہ محدثین کے نزدیک موضوع ہی ہو۔ اگر قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔

ہم تو یہاں تک حدیث کی عزت کرتے ہیں۔ لیکن اس کو قرآن پر قاضی اور حکم نہیں بنا سکتے۔ آپ نے نہیں فرمایا کہ میں تم میں حدیث چھوڑتا ہوں بلکہ فرمایا کتاب اللہ چھوڑتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا کہ حسبنا کتاب اللہ۔ انہوں نے نہیں کہا کہ حدیث کافی ہے؟ اب کتاب اللہ کو کھول کر دیکھ لو وہ فیصلہ کرتی ہے۔ پہلی ہی سورہ کو پڑھو جو سورہ فاتحہ ہے جس کے بغیر نماز بھی نہیں ہو سکتی۔ دیکھو اس میں کیا تعلیم دی ہے۔ اهدنا الصراط

المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ میں پیشگوئی

اب صاف ظاہر ہے کہ اس دعا میں مغضوب اور ضالین کی نلہ سے بچنے کی دعا ہے مغضوب سے بالاتفاق یہودی مراد ہیں اور ضالین سے عیسائی۔ اگر اس آیت میں یہ فتنہ اور فساد پیدا نہ ہونے والا تھا۔ تو پھر اس دعا کی تعلیم کی کیا غرض تھی؟ سب سے بڑا فتنہ تو الدجاجال کا تھا مگر یہ نہیں کہا وَلَا الدَّجَّالَ۔ کیا خدا تعالیٰ کو اس فتنہ کی خبر نہ تھی؟

اصل یہ ہے کہ یہ دُعا بڑی پیشگوئی اپنے اندر رکھتی ہے۔ ایک وقت امت پر ایسا آئیوالا
 تھا کہ یہودیت کا رنگ اس میں آجاوے گا۔ اور یہودی وہ قوم تھی۔ جس نے حضرت مسیح
 کا انکار کیا تھا۔ پس یہاں جو فرمایا کہ یہودیوں سے بچنے کی دعا کرو اس کا یہی مطلب ہے کہ
 تم بھی یہودی نہ بن جانا یعنی مسیح موعود کا انکار نہ کر بیٹھنا۔ اور ضالین یعنی نصاریٰ کی راہ
 سے بچنے کی دعا جو تعلیم کی تو اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت صلیبی فتنہ خطرناک ہوگا۔ اور
 یہی سب فتنوں کی بڑا اور ماں ہوگا۔ دجال کا فتنہ اس سے الگ نہ ہوگا۔ ورنہ اگر الگ ہوتا تو
 ضرور تھا کہ اس کا بھی نام لیا جاتا۔ اب سارے گرجوں میں جا کر دیکھو کہ کیا یہ فتنہ خطرناک ہے
 یا نہیں؟ اسی طرح قرآن شریف کو غور سے پڑھو اور سوچو کہ کیا اس نے یہ وعدہ نہیں کیا اَنَا
 نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَآنَالَهُ لِمَا خَلَقْنَا۔ اور پھر آیت استخفاف میں ایک خاتم الخلفاء کا
 وعدہ دیا گیا۔ ان سب امور کو یکجا ئی نظر سے اس طرح پر دیکھو:-

اول۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف نے توریت کی پیشگوئی کے موافق مشیل
 مولیٰ تسلیم کیا ہے۔ اس مماثلت کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ جس طرح پر موسوی خلفاء کا سلسلہ
 قائم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک سلسلہ خلافت قائم ہو۔ اگر اور کوئی بھی
 دلیل اس کے لئے نہ ہو۔ تب بھی یہ مماثلت بالطبع یہ چاہتی ہے کہ ایک سلسلہ خلفاء کا ہو۔
 دوم۔ آیت استخفاف میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر ایک سلسلہ خلافت قائم کرنے
 کا وعدہ فرمایا اور اس سلسلہ کو پہلے سلسلہ خلافت کے ہم رنگ قرار دیا۔ جیسا فرمایا کَمَا اسْتَخْلَفْنَا
 الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ اب اس وعدہ استخفاف کے موافق اور اس کی مماثلت کے لحاظ سے
 ضروری تھا کہ جیسے موسوی سلسلہ خلافت کا خاتم الخلفاء مسیح تھا۔ ضرور ہے کہ سلسلہ محمدیہ کے
 خلفاء کا خاتم بھی ایک مسیح ہی ہو۔

تسوم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا۔ اَمَّا مَكْمُ مَنكُم۔ تم میں سے تمہارا
 امام ہوگا۔

چہارم۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد تجدد دین کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اب اس صدی کا مجدد ہونا ضروری تھا اور مجدد کا جو کام ہوتا ہے وہ اصلاح نساۓ موجودہ ہوتا ہے۔ پس بوفساد اور فتنہ اس وقت سب سے بڑھ کر ہے۔ وہ عیسائی فتنہ ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس صدی کا جو مجدد ہو وہ کاسراقلیب ہو۔ جس کا دوسرا نام مسیح موعود ہے۔

پنجم۔ موسوی خلافت کی مماثلت کے لحاظ سے بھی خاتم الخلفا سلسلہ محمدیہ کا چودھویں ہی صدی میں ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں مسیح علیہ السلام آئے تھے۔

ششم۔ جو علامات مسیح موعود کی مقرر تھیں۔ ان میں سے بہت سی پوری ہو چکیں جیسے کسوف خسوف کا رمضان میں ہونا جو دو مرتبہ ہو چکا۔ حج کا بند ہونا۔ ذوالسنین ستارہ کا نکلنا۔ طاعون کا پھوٹنا۔ ریلوں کا اجرا۔ اڈنٹوں کا بیکار ہونا وغیرہ۔

ہفتم۔ سورہ فاتحہ کی دعا سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنے والا اس امت میں سے ہوگا غرض ایک دو نہیں۔ صدقاً دلائل اس امر پر ہیں کہ آنے والا اسی امت میں سے آنا چاہیئے اور اس کا یہی وقت ہے۔ اب خدا تعالیٰ کے الہام اور وحی سے میں کہتا ہوں۔ وہ جو آنے والا تھا وہ میں ہوں۔ قدیم سے خدا تعالیٰ نے منہاج نبوت پر جو طریق ثبوت کا رکھا ہوا ہے وہ مجھ سے جس کا جی چاہے لے لے۔

جو نشانات میری تائید میں ظاہر ہوئے ہیں۔ ان کو دیکھ لو۔ مجھے افسوس ہوتا ہے جب میں ان مخالفوں کی حالت پر نظر کرتا ہوں کہ جن امور کو بطور نشان پیش کیا کرتے تھے۔ اب وہ جب پورے ہو گئے تو ان کی صحت پر اعتراض کرنے لگے۔ مثلاً کسوف خسوف دلی پیشگوئی کو اب کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔ مگر کوئی ان سے پوچھے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے صحیح ثابت کر دیا کیا اب وہ ان کے کہنے سے جھوٹی ہو جائے گی؟

انہوں تو یہ ہے کہ اتنا کہتے ہوئے ان کو شرم نہیں آتی کہ اس سے ہم مسیح موعود کی تکذیب نہیں کرتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہے ہیں۔ میری تصدیقی اور تائید کے لئے ایک کسوتِ خسوت ہی نہیں ہزار ہا دلائل اور شواہد ہیں اور اگر ایک نہ بھی ہو تو کچھ بگڑتا نہیں۔ مگر اس سے یہ تو پایا جائے گا کہ یہ پیشگوئی غلط ہوئی۔ افسوس یہ لوگ میری مخالفت میں سید العاصدین کی پیشگوئی کو باطل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اس پیشگوئی کو بڑے زور سے پیش کرتے ہیں یہ ہمارے آقا کی صداقت کا نشان ہے۔

پس حدیث جس کو تم ظن کی سیاہی سے لکھتے تھے واقعہ نے اس کی صداقت کو یقین تک پہنچا دیا۔ اب اس سے انکار کرنا بے ایمانی اور لعنت ہے۔ موضوع احادیث میں کیا محدث یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے چور پکڑ لیا ہے۔ نہیں بلکہ یہی کہیں گے کہ کسی کا حافظہ درست نہیں یا راست باز ہونے میں کام ہے۔ مگر محدثین نے یہ اصول تسلیم کر لیا ہے کہ ایک حدیث اگر ضعیف بھی ہو مگر اس کی پیشگوئی پوری ہو جاوے تو وہ صحیح ہوتی ہے۔ پھر اس معیار پر کیونکر کوئی یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔

پس یاد رکھو کہ آنے والا یا تو نصوص صریحہ سے پرکھا جاتا ہے، وہ اس کی تائید کرتی ہیں اور پھر عقل چونکہ بدون نظیر نہیں مان سکتی عقلی نظائر اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی تائیدی اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اگر کسی کو کوئی شک و شبہ ہو تو وہ میرے سامنے آئے اور ان طریقوں سے جو منہاج نبوت پر ہیں۔ میری سچائی کا ثبوت مجھ سے لے۔ میں اگر جھوٹا ہوں گا تو بھاگ جاؤں گا۔ مگر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انیس برس پہلے مجھے کہا:

يَنْصُرُكَ اللَّهُ فِي مَوَاطِنِ

پس جس طرح نبیوں یا رسولوں کو پرکھا گیا، مجھے پرکھ لو۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ اس معیار پر مجھے صادق پاؤ گے۔

یہ باتیں میں نے مختصر طور پر کہی ہیں۔ ان پر غور کرو اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرو
وہ قدر ہے کوئی راہ کھول دیگا۔ اس کی تائید اور نصرت صادق ہی کو ملتی ہے۔ لفظ

(الحکمہ جلد ۷ نمبر ۱ تا ۷)

نواب محمد علی خاں صاحب کے ایک سوال کے جواب میں تقریر

جب حضرت صاحبزادہ بشیر احمد۔ شریف احمد اور مبارک بگیم کی آمین ہوئی
اس وقت جیسا کہ حضرت حجتہ اسد کا معمول ہے کہ خدا تعالیٰ کے انعام
عطا یا پر شکر یہ کے طور پر صدقات دیتے ہیں۔ آپ نے شکر یہ کے طور پر ایک
دعوت دی۔ اس پر حضرت نواب صاحب قبلہ نے ایک سوال کیا کہ حضور۔ یہ
آمین جو ہوئی ہے یہ کوئی رسم ہے یا کیا ہے؟

اس کے جواب میں حضرت حجتہ اسد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا۔

وہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔
(ایڈیٹر شکر یہ)

دلی شبہ کا ازالہ کروانا بھی صفائی قلب کا نشان ہے

فرمایا۔ جو امر یہاں پیدا ہوتا ہے اس پر اگر غور کیا جاوے اور نیک نیتی اور تقویٰ کے
پہلوؤں کو ملحوظ رکھ کر سوچا جاوے تو اس سے ایک علم پیدا ہوتا ہے۔ میں اس کو آپ کی صفائی
قلب اور نیک نیتی کا نشان سمجھتا ہوں کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو پوچھ لیتے ہیں۔ بہت

۷۔ الحکمہ جلد ۷ نمبر ۷ صفحہ ۲۱ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۰۳ء

۷۔ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب مزاد ہیں (مرتب)

۷۔ یہ مبارک تقریب نومبر ۱۹۰۳ء میں ہوئی۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ تقریر ملفوظات کی جلد سوم کے ابتدا میں درج ہونی چاہیے تھی۔

چونکہ وہاں درج ہونے سے رہ گئی۔ لہذا اب جلد چہارم کے شروع میں درج کی جاتی ہے (مرتب)

لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے دل میں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کو نکالتے نہیں اور چپتے نہیں جس سے وہ اندر ہی اندر نشوونما پاتا رہتا ہے اور سچراپنے شکوک و شبہات کے انڈے پختے دے دیتا ہے اور رُوح کو تباہ کر دیتا ہے۔ ایسی کمزوری نفاق تک پہنچا دیتی ہے کہ جب کوئی امر سمجھ میں نہ آوے تو اُسے پوچھنا نہ جاوے اور خود ہی ایک رائے قائم کر لی جاوے۔ میں اس کو داخل ادب نہیں کرتا کہ انسان اپنی رُوح کو ہلاک کر لے۔ اُن پر سچ ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر سوال کرنا بھی مناسب نہیں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ لا تستسئلوا عن اشیاء۔ اور ایسا ہی اس سے بھی منع کیا گیا ہے کہ آدمی جا سوسی کر کے دوسروں کی برائیاں نکالتا رہے۔ یہ دونو طریق بُرے ہیں۔ لیکن اگر کوئی امراہم دل میں کھٹکے تو اُسے ضرور پیش کر کے پوچھ لینا چاہیے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ اگر کوئی شخص خراب غذا کھالے اور وہ پیٹ میں جا کر خرابی پیدا کرے۔ اور اس سے جی منٹانے لگے تو چاہیئے کہ فوراً قے کر کے اس کو نکال دیا جائے لیکن اگر وہ اس کو جھکالتا نہیں تو پھر وہ آلات ہضم میں فتور پیدا کر کے صحت کو بگاڑ دے گی۔ جیسے ایسی غذا کو فوراً نکالنا چاہیئے اسی طرح جو بات دل میں کھٹکے اسے جلد باہر نکال دو۔

غرض میں اس کو آپ کی سعادت کی نشانی سمجھتا ہوں کہ آپ جو بات سمجھ میں نہ آوے اسے پوچھ لیتے ہیں اور اس کو اعتراض بن جانے کا موقع نہیں دیتے۔

بخاری کی پہلی حدیث یہ ہے اتموا الاعمال بالذیات۔ اعمال نیت ہی پر منحصر ہیں صحت نیت کے ساتھ کوئی جرم بھی جرم نہیں رہتا۔ قانون کو دیکھو اس میں بھی نیت کو ضروری سمجھا ہے۔ مثلاً ایک باپ اگر اپنے بچے کو تنبیہ کرتا ہو کہ تو مدرسہ جا کر پڑھ اور اتفاق سے کسی ایسی جگہ چوٹ لگ جاوے کہ وہ بچہ مر جاوے تو دیکھا جاوے گا کہ یہ قتل عمد مستلزم سزا نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اس کی نیت بچے کو قتل کرنے کی نہ تھی۔ تو ہر ایک کام میں نیت پر بہت بڑا انحصار ہے۔ اسلام میں یہ مسئلہ بہت سے امور کو حل کر دیتا ہے۔

پس اگر نیک نیتی کے ساتھ محض خدا کے نئے کوئی کام کیا جاوے اور دنیا داروں

کی نظر میں وہ کچھ ہی ہو تو اس کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔

تحدیثِ نعمت کے طریق

یاد رکھو کہ انسان کو چاہیے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں دعا کا طالب رہے اور دوسرے
امثالہ رحمۃ ربک فحدثہ پر عمل کرے۔ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی تحدیث کرنی چاہیے
اس سے خدا تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے اور اس کی اطاعت اور فرماں برداری کیلئے ایک
جوش پیدا ہوتا ہے۔ تحدیث کے یہی معنی نہیں ہیں کہ انسان صرف زبان سے ذکر کرتا رہے
بلکہ جسم پر بھی اس کا اثر ہونا چاہیے۔ مثلاً ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ وہ
عمدہ کپڑے پہن سکتا ہے لیکن وہ ہمیشہ میلے کچیلے کپڑے پہنتا ہے اس خیال سے کہ وہ
واجب الرحم سمجھا جاوے یا اس کی آسودہ حالی کا حال کسی پر ظاہر نہ ہو ایسا شخص گناہ کرتا
ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم کو چھپانا چاہتا ہے اور نفاق سے کام لیتا ہے دھوکہ
دیتا ہے اور مخالطہ میں ڈالنا چاہتا ہے یہ مؤمن کی شان سے بعید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا مذہب مشترک تھا۔ آپ کو جو ملتا تھا پہن لیتے تھے اعراض نہ کرتے تھے جو کپڑا
پیش کیا جاوے اُسے قبول کر لیتے تھے۔ لیکن آپ کے بعد بعض لوگوں نے اسی میں تواضع بھی
کہ رہبانیت کی جڑو ملا دی۔ بعض درویشوں کو دیکھا گیا کہ گوشت میں خاک ڈال کر کھاتے تھے۔
ایک درویش کے پاس کوئی شخص گیا۔ اس نے کہا کہ اس کو کھانا کھلا دو اُس شخص نے اصرار کیا
کہ میں تو آپ کے ساتھ ہی کھاؤں گا۔ آخر جب وہ اس درویش کے ساتھ کھانے بیٹھا تو اس
کے لئے نیم کے گولے تیار کر کے آگے رکھے گئے۔ اس قسم کے امور بعض لوگ اختیار کرتے ہیں
اور غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو اپنے باکمال ہونے کا یقین دلائیں۔ مگر اسلام ایسی باتوں کو
کمال میں داخل نہیں کرتا۔ اسلام کا کمال تو تقویٰ ہے جس سے ولایت ملتی ہے جس سے
فرشتے کلام کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ بشارتیں دیتا ہے۔ ہم اس قسم کی تعلیم نہیں دیتے۔ کیونکہ
اسلام کی تعلیم کے منشا کے خلاف ہے۔ قرآن شریف تو کُلوا من الطیبات کی تعلیم

دے اور یہ لوگ طیب عمدہ چیز میں خاک ڈال کر غیر طیب بنا دیں۔ اس قسم کے مذاہب اسلام کے بہت عرصہ بعد پیدا ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اذعان کرتے ہیں۔ اُن کو اسلام سے اور قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ خود اپنی شریعت الگ قائم کرتے ہیں۔ میں اس کو سخت حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسوہ حسنہ ہیں۔ ہماری بھلائی اور خوبی یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، آپ کے نقش قدم پر چلیں۔ اور اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں۔

اسی طرح عورتوں اور بچوں کے ساتھ تعلقات اور معاشرت میں لوگوں نے غلطیاں کھلی ہیں اور جادو، مستقیم سے بہک گئے ہیں۔ قرآن شریف میں لکھا ہے عاشی وھن بالمرءوت لے مگر اب اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے۔

عورتوں سے سلوک کرنے والوں کی دو قسمیں

دو قسم کے لوگ اس کے متعلق بھی پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ تو ایسا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو بالکل خلیع الرسن کر دیا ہے۔ دین کا کوئی اثر ہی اُن پر نہیں ہوتا۔ اور وہ کھلے طور پر اسلام کے خلاف کرتی ہیں اور کوئی اُن سے نہیں پوچھتا۔ بعض ایسے ہیں کہ انہوں نے خلیع الرسن تو نہیں کیا۔ مگر اس کے بالمقابل ایسی سختی اور پابندی کی ہے کہ اُن میں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا اور کنبہ زکوں اور بہائم سے بھی بدتر اُن سے سلوک ہوتا ہے، مارتے ہیں تو ایسے بے درد ہو کر کہ کچھ پتہ ہی نہیں کہ آگے کوئی جاندار ہستی ہے یا نہیں عرض بہت ہی بُری طرح سلوک کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ پنجاب میں مثل مشہور ہے کہ عورت کو پاؤں کی جوتی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کہ ایک اُتار دی دوسری پہن لی۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے اور اسلام کے شعائر کے خلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں۔ آپ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بُزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے۔ باوجودیکہ آپ بڑے باعصب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی۔ تو آپ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک وہ اجازت نہ دے۔ آپ سودے خود خرید لایا کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے کچھ خریدا تھا۔ ایک صحابی نے عرض کی کہ حضور مجھے دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ جس کی چیز ہو اُس کو ہی اٹھانی چاہیئے۔ اس سے یہ نہیں نکالنا چاہیئے کہ آپ کڑیوں کا گٹھا بھی اٹھا کر لایا کرتے تھے۔ غرض ان واقعات سے یہ ہے کہ آپ کی سادگی اور اعلیٰ درجہ کی بے تکلفی کا پتہ لگتا ہے۔ آپ پایادہ ہی چلا کرتے تھے۔ اس وقت یہ کوئی تمیز نہ ہوتی تھی کہ کوئی آگے ہے یا پیچھے۔ جیسا کہ آج کل وضعدار لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ کوئی آگے نہ ہونے پائے۔ یہاں تک سادگی تھی کہ بعض اوقات لوگ تمیز نہیں کر سکتے تھے۔ کہ ان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی داڑھی سفید تھی۔ لوگوں نے یہی سمجھا۔ کہ آپ ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن جب حضرت ابو بکر نے اٹھ کر کوئی خادمانہ کام کیا اور اس طرح پر سمجھا دیا۔ کہ آپ پیغمبر ہیں تب معلوم ہوا۔

۱۴ از ایڈیٹر۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سادگی بعینہ اسی قسم کی ہے۔ آپ سیر کھلتے ہیں تو کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ کہ کوئی آگے نہ بڑھے بلکہ بسا اوقات جلیل القدر اصحاب کو خیال پیدا ہوتا ہے کہ خاک اُڑتی ہے اور حضرت اقدس پیچھے ہیں مگر حضرت حجۃ اللہ نے کبھی اس قسم کا خیال بھی نہیں فرمایا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پیچھے سے لوگ چلے آتے ہیں اور اعلیٰ حضرت کو کھڑو لگ گئی ہے۔ یا جوتی زنج گئی ہے یا چھڑی گر گئی ہے۔ مگر کبھی کسی نے نہیں دیکھا یا سنا ہوگا کہ آپ نے کوئی ملال ظاہر کیا ہو۔ یا کسی خاص وضع کو پسند کیا ہو۔ مسجد میں بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ صحابہ کے زمرہ میں بیٹھے ہیں۔ اور کوئی جنبی آیا ہے تو اُس نے بڑھ کر مولانا مولوی عبدالکریم صاحب یا حضرت حکیم الامت سے اول مصافحہ کیا۔ اور حضرت مسیح آپ کو سمجھا تو ان بزرگوں نے زبان سے بتایا کہ حضرت صفا

بعض وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑے بھی ہیں۔ ایک مرتبہ آپ آگے نکل گئے اور دوسری مرتبہ خود نرم ہو گئے تاکہ عائشہ رضی اللہ عنہا آگے نکل جائیں اور وہ آگے نکل گئیں۔ اسی طرح پر یہ بھی ثابت ہے کہ ایک بار کچھ عبثی آئے جو تماشہ کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا تماشہ دکھایا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب آئے تو وہ عبثی ان کو دیکھ کر بھاگ گئے۔

غرض جب انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو غور سے مطالعہ کرتا ہے۔ تو اُسے بہت کچھ پتہ ملتا ہے۔ لیکن بعض احمق کو رباطن ایسے بھی ہیں جو آپ کی زندگی پر تذبذب کرتے نہیں۔ اعتراض کرنے کے لئے زبان کھولتے ہیں یہ حال عیسائیوں اور اُریوں کا ہے۔

سُنّت اور بدعت میں فرق

غرض اس وقت لوگوں نے سُنّت اور بدعت میں سخت غلطی کھائی ہوئی ہے اور ان کو ایک خطرناک دھوکہ لگا ہوا ہے۔ وہ سُنّت اور بدعت میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ کو چھوڑ کر خود اپنی مرضی کے موافق بہت سی راہیں خود ایجاد کر لی ہیں۔ اور ان کو اپنی زندگی کے لئے کافی راہنما سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان کو گمراہ کر نیوالی چیزیں ہیں۔ جب آدمی سُنّت اور بدعت میں تمیز کرے۔ اور سُنّت پر قدم مارے۔ تو وہ خطرات سے بچ سکتا ہے۔ لیکن جو فرق نہیں کرتا اور سُنّت کو بدعت کے ساتھ ملاتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے۔ وہ بالکل واضح اور بتین ہے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے کر کے دکھا دیا ہے۔ آپ کی زندگی کامل نمونہ ہے لیکن باوجود اس کے ایک حصہ اجتہاد کا بھی ہے۔ جہاں انسان واضح طور پر یہ ہیں۔ غرض شان محمدی کا سارا نمونہ آپ میں نظر آتا ہے۔ جس کو شک ہو۔ وہ یہاں آ کر اور رہ

کر دیکھ لے + (الحکم جلد ۳ ص ۲)

بیتنا

قرآن شریف یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی کمزوری کی وجہ سے کوئی بات نہ پاسکے تو اس کو اجتہاد سے کام لینا چاہیے۔ مثلاً شادیوں میں جو بھانجی دی جاتی ہے۔ اگر اس کی غرض صرف یہی ہے کہ تادوسروں پر اپنی شیخی اور بڑائی کا اظہار کیا جاوے تو یہ ریا کاری اور تکبر کے لئے ہوگی۔ اس لئے حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص محض اسی نیت سے کہ امانۃ ربناک فخذتک کا عملی اظہار کرے اور مقارنہ زقنہم ینفقون پر عمل کرنے کے لئے دوسرے لوگوں سے سلوک کرنے کے لئے دے تو یہ حرام نہیں۔ پس جب کوئی شخص اس نیت سے تقرب پیدا کرتا ہے اور اس میں معاوضہ ملحوظ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا غرض ہوتی ہے تو پھر وہ ایک سو نہیں خواہ ایک لاکھ کو کھانا دے منع نہیں۔ اصل مدار نیت پر ہے۔ نیت اگر خراب اور فاسد ہو تو ایک جائز اور حلال فعل کو بھی حرام بنا دیتی ہے۔ ایک قصہ مشہور ہے۔ ایک بزرگ نے دعوت کی اور اس نے چالیس چراغ روشن کئے بعض آدمیوں نے کہا۔ اس قدر اسراف نہیں چاہیے۔ اس نے کہا جو چراغ میں نے ریا کاری سے روشن کیا ہے۔ اُسے بجھا دو۔ کوشش کی گئی ایک بھی نہ بجھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل ہوتا ہے اور دو آدمی اس کو کرتے ہیں۔ ایک اس فعل کو کرنے میں مرکب معاصی کا ہوتا ہے اور دوسرا ثواب کا۔ اور یہ فرق یتوں کے اختلاف سے پیدا ہو جاتا ہے۔ لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک شخص مسلمانوں کی طرف سے نکلا جو اکڑا کر چلتا تھا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا تو فرمایا کہ یہ وضع خداوند تعالیٰ کی نگاہ میں معیوب ہے مگر اس وقت محبوب ہے کیونکہ اس وقت اسلام کی شان اور شوکت کا اظہار اور فریق مخالف پر ایک رعب پیدا ہوتا ہے۔ پس ایسی بہت سی مثالیں اور نظیریں ملتی ہیں جن سے بخرا کر جا کر یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اِنَّمَا الْاِحْمَالُ بِالنِّيَّاتِ بالکل صحیح ہے۔

اسی طرح پر میں ہمیشہ اسی نیکہ میں رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی راہ ایسی نکلے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اظہار ہو اور لوگوں کو اس پر ایساں پیدا ہو۔

ایسا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے اور نیکیوں کے قریب کرتا ہے۔ میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر لانا انتہا افضل اور انعام ہیں۔ اُن کی تحدیث مجھ پر فرض ہے۔ پس میں جب کوئی کام کرتا ہوں تو میری غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے۔ ایسا ہی اس آئین کی تقریب پر بھی ہوا ہے۔ یہ لڑکے چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہیں اور ہر ایک اُن میں سے خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کا زندہ نمونہ ہیں۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر کرنی فرض سمجھتا ہوں کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت اور خود اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں۔ اس وقت جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کلام کو پڑھا تو مجھے کہا گیا۔ اس تقریب پر چند دعائیہ شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکر یہ بھی ہو لکھ دوں۔ میں جیسا کہ ابھی کہا ہے اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں۔ میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک سمجھا اور میں نے مناسب جانا کہ اس طرح پر تبلیغ کر دوں۔

پس یہ میری نیت اور غرض تھی۔ چنانچہ جب میں نے اس کو شروع کیا۔ اور یہ

مصرعہ لکھا ہے

بہراک نیکی کی جڑ یہ اقسا ہے

تو دوسرا مصرعہ الہام ہوا ہے

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی میرے اس فعل سے راضی ہوا ہے قرآن شریف

تقوے ہی کی تعلیم دیتا ہے اور یہی اس کی علتِ عاقلیٰ ہے۔ اگر انسان تقویٰ اختیار نہ

کرے تو اس کی نساہتیں بھی بے فائدہ اور دوزخ کی کلید ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ اس کی طرف

اشارہ کر کے سعدی کہتا ہے۔

کلیدِ درِ دوزخ است آن نماز

کہ در چشمِ مردم گزادی دواز

ریا دار الناس کے لئے خواہ کوئی کام بھی کیا جاوے اور اس میں کتنی ہی نیکی ہو وہ بالکل بے سود اور اٹھا عذاب کا موجب ہو جاتا ہے۔ احوال العلوم میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے کے فقراء خدا تعالیٰ کے لئے عبادت کرنا ظاہر کرتے ہیں مگر دراصل وہ خدا کے لئے نہیں کرتے بلکہ مخلوق کے واسطے کرتے ہیں۔ انہوں نے عجیب عجیب حالات ان لوگوں کے لکھے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے لباس کے متعلق لکھا ہے کہ اگر وہ سفید کپڑے پہنتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ عزت میں فرق آئے گا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر میلے رکھیں گے تو عزت میں فرق آئے گا۔ اس لئے امراء میں داخل ہونے کے واسطے یہ تجویز کرتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کے کپڑے پہنیں مگر ان کو رنگ لیتے ہیں۔ ایسا ہی اپنی عبادتوں کو ظاہر کرنے کیلئے عجیب عجیب راہیں اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً روزہ کے ظاہر کرنے کے واسطے وہ کسی کے ہاں کھانے کے وقت پہنچتے ہیں۔ اور وہ کھانے کے لئے اصرار کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں۔ کہ آپ کھائیے میں نہیں کھاؤں گا مجھے کچھ عذر ہے۔ اس فقرہ کے یہ معنی ہوتے ہیں مجھے روزہ ہے اس طرح پر حالات ان کے لکھے ہیں۔ پس دنیا کی خاطر اور اپنی عزت اور شہرت کے لئے کوئی کام کرنا خدا تعالیٰ کی رضامندی کا موجب نہیں ہو سکتا۔ اس زمانہ میں بھی دنیا کی ایسی ہی حالت ہو رہی ہے۔ ہر ایک چیز اپنے اعتدال سے گر گئی ہے۔ عبادات اور صدقات سب کچھ ریا کاری کے واسطے ہو رہے ہیں۔ اعمال صالحہ کی جگہ چند رسوم نے لے لی ہے۔ اس لئے رسوم کے توڑنے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ کوئی فعل یا قول قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف اگر ہو تو اُسے توڑا جائے۔ جبکہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور ہمارے سب اقوال اور افعال اللہ تعالیٰ کے نیچے ہونے ضروری ہیں۔ پھر ہم دنیا کی پروا کیوں کریں؟ جو فعل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو اس کو دور کر دیا جاوے اور چھوڑا جاوے۔ جو

حدود الہی اور وصایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہونا پر عمل کیا جاوے کہ احیاء سنت اسی کا نام ہے اور جو امور وصایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف نہ ہوں یا اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ ہوں اور نہ ان میں ریاکاری مد نظر ہو بلکہ بطور اظہار شکر اور تہنیت بالنعمة ہو تو اس کے لئے کوئی ہرج نہیں۔ ہمارے علماء سابقہ تو یہاں تک بعض وقتا مبالغہ کرتے ہیں کہ میں نے سنا ایک مولوی نے ریل کی سواری کے خلاف فتویٰ دیا۔ اور ڈاک خانہ میں خط ڈالنا بھی وہ گناہ بتاتا تھا۔ اب یہاں تک جن لوگوں کے حالات پہنچ جاویں۔ ان کے پاگل یا نیم پاگل ہونے میں کیا شک باقی رہا وہ یہ حواقت ہے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ میرا فلاں فعل اللہ تعالیٰ کے فرمودہ کے موافق ہے یا خلاف ہے اور جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ یہ کوئی بدعت تو نہیں اور اس سے شرک تو لازم نہیں آتا۔ اگر ان امور میں کوئی بات نہ ہو اور فساد ایمان پیدا نہ ہو تو پھر اس کے کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ اِنَّمَا الْاِثْمُ بِالذِّبَاتِ کا لحاظ رکھ لے۔ میں نے بعض مولویوں کی نسبت ایسا بھی سنا ہے کہ صرف ونحو وغیرہ علوم کے پڑھنے سے بھی منع کرتے ہیں اور اس کو بدعت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہ علوم نہ تھے پیچھے سے نکلے ہیں اور ایسا ہی بعض نے توپ یا مندوق کے ساتھ لڑنا بھی گناہ قرار دیا ہے۔ ایسے لوگوں کے احمق ہونے میں شک کرنا بھی غلطی ہے۔ قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ جیسی تیاری وہ کریں۔ تم بھی ویسی ہی تیاری کرو۔ یہ مسائل دراصل اجتہادی مسائل ہیں اور ان میں نیت کا بہت بڑا دخل ہے۔ غرض ہمارا یہ فعل اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ محض اس کی شکر گزاری کے اظہار کے لئے ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہاں کوئی کام ہوتا ہے اور جو لوگ حسن ظنی سے کام نہیں لیتے یا اسرار شریعت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ بعض وقت ان کو ابتلا آجاتا ہے اور وہ کچھ کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کہانیاں سننا رہے ہیں۔ اس وقت اگر کوئی نادان اور نااہل آپ کو دیکھے اور آپ کے اغراض کو مد نظر نہ رکھے تو اس نے ٹوک ہی کھانی ہے۔ یا ایک مرتبہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کے گھر میں تھے اور دوسری بیوی نے آپ کے لئے شور بے کاپیالہ بھیجا تو حضرت عائشہؓ نے اس پیالہ کو گرا کر پھوڑ دیا۔ اب ایک ناواقف حضرت عائشہ کے اس فعل پر اعتراض کرنے کی جرأت کرتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے افعال پر نظر نہیں کرتا۔ ایسے امور پیش آتے ہیں جو دوسرے علم نہ رکھنے کی وجہ سے ان پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔ اعتراض سے پہلے انسان کو چاہیے کہ حسن ظن سے کام لے اور چند روز تک صبر سے دیکھے۔ پھر خود بخود حقیقت کھل جاتی ہے۔ کچھ عرصہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت مہمان آئی اور ان دنوں میں کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ چند بیویوں سے نماز ساقط ہو گئی تھی۔ اُس نے کہا کہ یہاں کیا آنا ہے کوئی نماز ہی نہیں پڑھتا۔ حالانکہ وہ معذور تھیں اور عند اللہ ان پر کوئی مواخذہ نہ تھا۔ مگر اُس نے بغیر دریافت کئے اور سوچے ایسا کہہ دیا۔

تذکیہ دل میں ہوتا ہے۔ بغیر اس کے کچھ نہیں بنتا۔ حالانکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے گھر میں اس قدر التزام نماز کا ہے کہ جب پہلا بشیر پیدا ہوا تھا۔ اس کی شکل مبارک سے بہت ملتی تھی۔ وہ بیمار ہوا اور شدت سے اس کو بخار چڑھا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی حالت نازک ہو گئی۔ اس وقت نماز کا وقت ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نماز پڑھ لوں۔ ابھی نماز ہی پڑھتے تھے کہ پتھر فوت ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے پوچھا کہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ اس کا تو انتقال ہو گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ انہوں نے بڑی شرح صدر کے ساتھ کہا اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا الْمَيِّتُ رَاجِعُونَ۔ اسی وقت میرے دل میں ڈالا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہیں اٹھائے گا جب تک اس بچہ کا بلکہ نہ دے لے۔ چنانچہ اس کے فوت ہونے کے قریب چالیس دن بعد محمود پیدا ہوا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بچہ پیدا ہوئے۔ غرض ظنونِ فاسدہ والا انسان ناقص الخلقیت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے پاس صرف رسمی امور ہوتے ہیں اس لئے نہ اس کا دین درست ہوتا ہے نہ دنیا۔ ایسے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں مگر نماز کے مطالب سے نا آشنا ہوتے ہیں اور ہرگز نہیں سمجھتے کہ کیا کر رہے ہیں۔ نماز میں تو

ٹھونگے مارتے ہیں لیکن نماز کے بعد دُعا میں گھنٹہ گھنٹہ گزار دیتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ نماز جو اصل دُعا کے لئے ہے اور جس کا مغز ہی دُعا ہے اس میں وہ کوئی دُعا نہیں کرتے۔ نماز کے ارکان بجانے خود دُعا کے لئے ٹھکر جوتے ہیں۔ حرکت میں برکت ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیٹھے بیٹھے کوئی مضمون نہیں سوچتا۔ جب ذرا اٹھ کر پھرنے لگتے ہیں تو مضمون سوچھ گیا۔ اس طرح پر سب اعمال کا حال ہے۔ اگر اُن کی اصلیت کا لحاظ اور مغز کا خیال نہ ہو تو وہ ایک رسم اور عادت رہ جاتی ہے۔ اسی طرح روزہ میں خدا کے واسطے نفس کو پاک رکھنا ضروری ہے۔ لیکن اگر حقیقت نہ ہو۔ تو پھر یہ رسم ہی رہ جاتی ہے۔

یقیناً یاد رکھو کہ جو خدا تعالیٰ کے فضل پر غور نہیں ہوتا اور اس کا عملی اظہار نہیں کرتا۔ وہ شخص نہیں ہے میرے خیال میں اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے فضل پر سال بھر تک گاتا رہے۔ تو وہ سال بھر ماتم کرنے والے سے اچھا ہے۔ جو امور قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف ہوں یا اُن میں شرک یا ریا ہو اور ان میں اپنی شخصی دکھائی جاوے وہ امور اٹم میں داخل ہیں۔ اور منج ہیں۔ دُعا کے ساتھ شادی کا اعلان کرنا بھی اسی لئے ضروری ہے کہ آئندہ اگر بھگڑا ہو تو ایسا اعلان بطور گواہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی شخص نسبت اور ناٹھ پر شکر وغیرہ اس لئے تقسیم کرتا ہے کہ وہ ناٹھ پکتا ہو جائے تو گناہ نہیں۔ لیکن اگر یہ خیال نہ ہو بلکہ اس سے مقصد صرف اپنی شہرت اور شیخی ہو تو پھر یہ جائز نہیں ہوتے۔ اسی طرح میرے نزدیک باجے کی بھی حلت ہے۔ اس میں کوئی امر خلاف شرع نہیں دیکھتے بشرطیکہ نیت میں خلل نہ ہو۔ نکاحوں میں بعض وقت بھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور وراثت کے مقدمات ہو جاتے ہیں۔ جب اعلان ہو گیا ہوا ہوتا ہے تو ایسے مقدمات کا انفسال سہل اور آسان ہو جاتا ہے۔ اگر نکاح گم ٹم ہو گیا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی تو پھر وہ تعلقات بعض اوقات قانوناً ناجائز سمجھے جا کر اولاد محروم الارث قرار دے دی جاتی ہے۔ ایسے امور صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہیں کیونکہ ان سے شرع کے تضایا فیصل ہوتے ہیں۔ یہ لڑکے جو پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ بعض وقت اُن کے عقیدہ پر ہم نے دو ہزار آدمی کو دعوت

دی ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہماری غرض اس سے یہی تھی کہ تا اس پیشگوئی کا جو ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے کی گئی تھی بخوبی اعلان ہو جاوے۔

بدلتی سے جب اعمال ہو جاتا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں اپنے آپ کو سب سے بدتر سمجھوں گا۔ ایک بار وہ دریا پر گیا تو اُس نے دیکھا ایک جوان عورت ہے اور ایک مرد بھی اس کے ساتھ ہے اور دو بڑی خوشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ دلاں اس نے دعا کی کہ الہی میں اس شخص سے تو بہتر ہوں کیونکہ اس نے حیا چھوڑ دیا ہے۔ اتنے میں کشتی آئی۔ سات آدمی تھے، وہ غرق ہو گئے۔ وہ شخص جس کو اس نے شرابی سمجھا تھا۔ دریا میں کود پڑا اور چھ کو بچا لایا اور ایک باقی رہا تو اس کو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے ایسا گمان کیا تھا۔ اب ایک باقی ہے، اُسے نکال لا۔ اس وقت اُس نے سمجھا کہ یہ تو مجھے مٹھو کر لگی۔ آخر اس سے اصل معاملہ پوچھا تو اس نے کہا کہ میں تیرے لئے خدا کا مامور ہوں۔ یہ عورت میری والدہ ہے اور جس کو تو شراب کہتا ہے یہ اس دریا کا پانی ہے اور یہاں میں خدا تعالیٰ کے بٹھائے سے بیٹھا ہوں۔

غرض حسن ظن بڑی عمدہ چیز ہے۔ اس کو اتنے سے نہیں دینا چاہیے اور خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام پر اُس کا شکر کرنا کبھی ناجائز نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ محض اس کی رضا ہی مطلوب ہو اور دنیا کی شیخی اور نمود غرض نہ ہو۔

الحکمہ جلد ۴ نمبر ۱۳ و ۱۴

۱۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء (صبح کی سیر میں)

فرمایا:-

”دل اللہ کے قابو میں ہیں جب تک وہ سمجھانے پر نہ آئے دل کب کھلتا ہے اور کان کب سنتے ہیں۔“

”منجملہ اسلام کی بہتری کے نشانوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بڑے آدمی دیندار ہو جائیں۔ اور یہ وقت پر مقرر ہے۔“

ریل زمانہ مسیح موعود کی نشانی ہے

فرمایا:-

”حقیقت میں یہ ریلوے مسیح موعود کا ایک نشان ہے۔ قرآن شریف میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ وَإِذَا الْعِشَاءُ عَطَلَتْ“

فرمایا:-

”دینداری تو تقویٰ کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ لوگ اگر غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ لیسنٹون کنفلڈس میں ریل کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ اگر اس سے ریل مراد نہیں تو پھر ان کا فرض ہے کہ وہ حادثہ بتائیں جس سے اونٹ ٹرک کئے جاویں گے۔ پہلی کتابوں میں بھی اشارہ ہے کہ اس وقت آمد و رفت سہل ہو جائے گی۔“

اصل تو یہ ہے کہ اس قدر نشانات پورے ہو چکے ہیں کہ یہ لوگ تو اس میدان سے بھاگ ہی گئے ہیں جیسے کسوف خسوف رمضان میں کیا اس طریق پر نہیں ہوا جیسا کہ مہدی کی آیات کے لئے مقرر تھا، اسی طرح ابتدائے آفرینش سے ایسی سواری بھی نہیں نکلی ہے۔“

فرمایا:-

”علامات دلالت کرتی ہیں کہ مسیح موعود پیدا ہو گیا ہے۔ اگر یہ لوگ ہم کو نہیں مانتے۔ تو

لے یہاں سے جلد سوم کے بعد کی ڈائری شروع ہوتی ہے۔ (مرتب)

پھر کسی اور کی تلاش کریں اور بتائیں کہ کون ہے کیونکہ جو نشانات اُس کے مقرر کئے تھے وہ تو سب کے سب پورے ہو گئے۔

ظہور مہدی سے متعلق احادیث کا مرتبہ

محمد حسین اور صدیق حسن نے لکھا ہے کہ مہدی کی حدیثیں مجرد ہیں۔ مہدی اور مسیح گویا ایک شعر کے دو مصرعے ہیں۔ جب ایک مصرعہ ٹوٹ گیا تو پھر دوسرا فنڈ پورا کرنے کے لئے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اُن کے لئے بڑی مشکلات ہیں۔

عادت اللہ اسی طور پر جاری ہے کہ جب کوئی بات اس کی طرف سے پیدا ہوتی ہے تو لوگ اس کو تعجب انگیز ہی سمجھتے ہیں۔ یہودی اپنے خیال میں انتظار ہی کرتے رہے اور اُنے والا مسیح اور وہ نبی گذر بھی گئے۔ تعجب کی بات ہے کہ ہمارے مخالفوں کے ہاتھ میں مسیح کی وفات کے متعلق کیا ہے جس سے اُن کو تسلی ملتی ہے۔

سہ سالہ پیشگوئی سے مراد

ایک صاحب شاہ جہان پور سے آنے والے نے پوچھا کہ سہ سالہ پیشگوئی سے کیا مراد ہے؟

فرمایا:-

”ان تین سال کے اندر بہت سی پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ وہ سب اسی کے ماتحت ہیں۔ اور پھر یہ طاعون والی عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کے ذریعہ قریباً دس ہزار لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اور ابھی اڑھائی بیسے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اور کوئی خاص عظیم الشان نشان بھی دکھا دے جو ان سب سے بڑھ کر ہو۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے بڑے معجزے ظاہر ہوتے رہے لیکن مخالف یہی کہتے رہے۔ فلینا آتنا بایم کما أرسلنا الادلون۔“

یہ کتاب جو اب لکھی جا رہی ہے۔ ہر قسم کے معجزات کا مجموعہ ہے۔ استعجاب و دعا

لے مہو کتاب مطوم ہونا ہے۔ ”حیات“ چاہئے (رتب)

کا نمونہ اس میں موجود ہے۔ خوارق اور پیشگوئیوں کا یہ مجموعہ ہے۔ کوئی غور کر کے دیکھے کہ کیا طاعون ہم نے خود بنالیا اور پھر اعجازِ مسیح چھوٹا نشان ہے؟ منعہ مانع من السماء بھی اسی کے ساتھ ہے۔

نماز میں سُستی دُور کرنے کا علاج اور مرضِ طاعون

ایک عملی گڈھ کے طالب علم نے اپنی حالت کا ذکر کیا کہ نماز میں سُستی ہو جاتی ہے اور میرے ہم جلسوں نے اس پر اعتراض کیا اور اُن کے اعتراض نے مجھے بہت کچھ متاثر کیا۔ اس لئے حضور کوئی علاج اس سُستی کا بتائیں۔ فرمایا:

”جب تک خوفِ الہی دل پر طاری نہ ہو گناہ دُور نہیں ہو سکتا۔ اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ جہان تک موقع ملے ملاقات کرتے رہو۔ ہم تو اپنی جماعت کو قبر کے سر پر رکھنا چاہتے ہیں۔ کہ قبر بہ وقت مد نظر ہو لیکن جو اس وقت نہیں سمجھے گا وہ آخر خدا تعالیٰ کے قہری نشان سے سمجھے گا۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ آخری دنوں میں آسمان سے ایک دبا نازل کرے گا اور اس سے ہلک کر دے گا۔ ان دنوں میں جب موت کا بازار گرم ہو اور خدا تعالیٰ کی گرفت کا سلسلہ شروع ہو جائے پھر توبہ کرے اور سمجھے کہ زندگی ناچیز ہے۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ توبہ اور خدا تعالیٰ سے خوف اُس وقت مفید ہوتا ہے جبکہ خدا کا عذاب نہ آگیا ہو خدا تعالیٰ سے دُور تر وہ ہے جو اُنکھ کا اندھا اور دل کا سخت ہو اگر طاعون نہ آتی تو بھی ایک دانشمند اور مسجدِ الفطرت کے لئے یہ سبق کافی تھا کہ لوگوں کے باپ دادا اور بزرگ مر گئے اور مرتے جلتے ہیں اور یہاں کوئی ہمیشہ رہ نہیں سکتا۔ لیکن اب تو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام کے ذریعہ مجھے اطلاع دی کہ اَلْاَسْرَاضُ نَشَاطٌ وَالتَّفُوسُ تَضَاعُ۔ مرضیں پھیلیں گی اور جانیں جائیں گی اور ایسا ہی فرمایا۔ غَضَبْتُ غَضَبًا شَدِيدًا۔ میں سخت غضب میں بھر گیا ہوں۔ یاد رکھو کہ یہ ساری باتیں ہونے والی ہیں اور اُن کے آثار تم دیکھتے ہو۔ پس لازم ہے کہ انسان ایسی حالت

بنائے رکھے کہ فرشتے بھی اس سے مصافحہ کریں۔ ہماری ہیبت سے تو یہ رنگ آنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی ہیبت اور جلال دل پر طاری رہے۔ جس سے گناہ دور ہوں۔ اگر ان بیشکویوں پر کسی کو ایمان نہ ہو تو کم از کم اتنا ہی سمجھ لے کہ اب تو ڈاکٹروں کی شہادت سے بھی معلوم ہو گیا ہے کہ خطرناک بیماریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ جبکہ اب ایسا خوفناک نمونہ پیدا ہو گیا ہے تو وہ شخص کیسا ہی بر نصیب ہے جو اس وقت بھی غفلت سے زندگی بسر کرتا ہے۔

اس بات پر تمام کتابوں کا اتفاق ہے اور سب لوگ ملتے ہیں کہ آخری دنوں میں طاعون آئے گی۔ سارے نبی اس کی خبر دیتے آئے ہیں۔ اور یہ ہو رکھا ہے کہ آخری دنوں میں تو یہ کار و بار بند ہو جائے گا، اس کے یہی معنی ہیں کہ جب موت نے آکر پکڑ لیا پھر کیا فائدہ تو یہ سے ہو گا؟ پکڑا ہوا تو درندہ بھی عاجز ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور خدا کا خوف اور خشیت پانہی سناڑ سے شناخت ہوتی ہے۔ دیکھو انسان گورنمنٹ کے احکام کی کس قدر پابندی کرتا ہے پھر آسمانی گورنمنٹ کے احکام کی جس کو زمینی گورنمنٹ سے کوئی نسبت ہی نہیں کیوں قدر نہیں کرتا؟ یہ بڑا ہی خطرناک وقت ہے۔ طاعون ایک عذاب الہی ہے۔ اس سے ڈرو اور اچھا نمونہ دنیا کو دکھاؤ۔ اگر کوئی شخص سلسلہ میں ہو کر بُرا نمونہ دکھاتا ہے تو اس سے سلسلہ پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ کیونکہ سمندر میں تو ہر ایک چیز ہوتی ہے۔ لیکن وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور اُسے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ اس واسطے بہت دعائیں کرنی چاہئیں تاکہ خدا تعالیٰ غفلت سے بیدار کرے۔ سستیوں اور غفلتوں سے گناہ آتے ہیں اور پھر خدا کے خوف کا نقشہ آنکھوں سے جاتا رہتا ہے۔ پس وہی سعید سعادت کے دامن کے اندر ہے جو اس خطرناک وقت میں ٹھٹھے کرنے والوں کی مجلس میں نہ بیٹھے اور خدا سے تنہائی میں دعائیں کرے اور اس سے ڈرے کہ ایسا نہ ہو رات کو یا دن کے کسی حصہ میں اُس کا عذاب آجائے۔

قرآن مجید کے ہوتے ہوئے ایک مصلح کی ضرورت

پھر اسی نوجوان نے عرض کیا کہ انہوں نے یہ سوال بھی مجھ سے کیا کہ قرآن شریف تو حق

مبتدل نہیں ہوا۔ کسی کے آنے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا کہ:-

گیا خدا کی طرف سے کسی کے آنے کی ضرورت کا ایک ہی باعث ہے کہ قرآن شریف معرفت مبتدل ہو۔ اور علاوہ بریں قرآن شریف کی معنوی تحریف تو کی جاتی ہے۔ جبکہ اُس میں لکھا ہے کہ مسیح مرگیا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ زندہ آسمان پر چڑھ گیا اور تحریف کیا ہوتی ہے؟ یہ لوگ تحریف تو کر رہے ہیں۔ اور پھر مسلمانوں کی عملی حالت بہت ہی خراب ہو رہی ہے۔ نیچریوں ہی کو دیکھو۔ انہوں نے کیا چھوڑا ہے بہشت دوزخ کے وہ فائل نہیں۔ دسی اور اور دُعا اور معجزات کے وہ منکر ہیں۔ انہوں نے یہودیوں کے بھی کان کاٹے۔ یہاں تک کہ تثلیث میں بھی نجات مان لی۔ یہ حالت ہو چکی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ کسی آنے والے کی ضرورت نہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ دُنیا تو گناہ سے بھر گئی ہے۔ مگر اُن کی حالت ایسی مسخ ہوئی ہے کہ وہ محسوس ہی نہیں کرتے کہ کسی مُصلح کی بھی ضرورت ہے۔ مگر عنقریب وقت آتا ہے کہ خدا تعالیٰ اُن کو معلوم کرے گا اور اس کے غضب کا اُتھاب بھگتنا آتا ہے۔

زمانہ تو ایسا تھا کہ رو رو کر ایتیں کاٹتے مگر اُن کی شوخی سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے

ہی بد بخت ہیں۔

گناہ سے بچنے کا ذریعہ

گناہ سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف دل پر ہو اور جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو اپنا خوف ڈال دیتا ہے۔ محبت بھی ایک ذریعہ گناہ سے بچنے کا ہے مگر یہ بہت اعلیٰ مقام ہے۔ مگر خوف ایک عام ذریعہ ہے جس سے جو ان بھی ڈر جاتا ہے، خصوصاً ان دنوں میں۔ بلکہ بعض طیبیوں کا قول ہے کہ جو انوں کو بوڑھوں کی نسبت طاعون کا زیادہ خطرہ ہے۔ کیونکہ خون میں زیادہ جوش ہوتا ہے۔ پس یہ دن جن کو خدا کے قہر کے دن کہا جاتا ہے دراصل خدا تعالیٰ کے رحم کے دن ہیں۔ کیونکہ انسان کو بیدار کرنے والے اور غفلت کی زندگی سے نکالنے والے ہیں۔ چونکہ لوگ غفلت اور گناہ سے باز نہ آتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اُتھاب کی

چکار دکھائی۔ یقیناً یاد رکھو کہ اب دن بُرے آتے جاتے ہیں جیسا کہ سب نبیوں نے خبر دی تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنا پاک کلام مجھ پر یہی بھیجا کہ اب عقوت کے دن آتے جاتے ہیں جو اس وقت دُعا کرے گا اور زور لگائے گا کہ نمازوں میں اس کو رونا آئے اور اس کا دل نرم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا جب کہ شدتِ عذاب ہو اور اس وقت ڈرنے لگتا ہے تو پھر شریر اور حق شناس میں کیا فرق ہوا؟

غرض اس وقت کے تعلقات جو خدا تعالیٰ سے قائم کرو گے وہ کام آئیں گے۔ کیا اچھا کہا ہے حافظ نے

چو کارے عمر ناپیداست بارے آں اولیٰ

کہ روزے واقعہ پیش نگارے خود باشیم

اور ایک یہ بھی علاج ہے گناہوں سے بچنے کا کہ کشتی نوح میں جو نصالح لکھی ہیں اُن کو ہر روز ایک بار پڑھ لیا کرو۔

در بار شام

حضرت مولانا مولوی نوالدین صاحب کی طبیعت کل ناساز تھی۔ آج الحمد للہ اچھی تھی۔

حضرت اقدسؒ نے حال دریافت فرمایا۔ اور پھر فرمایا کہ

ہم نے جو تصرفات اللہ کے دیکھے ہیں۔ اس سے تو بعض وقت دواؤں کا بھی خیال

نہیں آتا۔ بعض وقت ہم کو دوا سے شفا ہوئی اور بعض وقت محض دُعا سے۔ میں نے دعا کی

کہ بدون دوا کے شفا دے تو پھر اذن ہوا کہ ہم نے شفا دی اور شفا ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ سُنستا اور جواب دیتا ہے

اُس خدا پر ایمان لانے سے کیا مزاج قریب قریب بتوں کے ہو نہ سنستا ہو اور نہ جواب

دے۔ اُس خدا پر ایمان لانے سے مزا آتا ہے جو قدرتوں والا خدا ہے جو ایسے خدا پر ایمان

نہیں لاتا اور خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور تصرفات پر ایمان نہیں رکھتا اس کا خدا بُت ہے۔

اصل میں خدا تو ایک ہی ہے مگر تجلیات الگ ہیں۔ جو اس بات کا پابند ہے۔ اس سے ایسا ہی سلوک ہوتا ہے اور جو متوکل ہے اُس سے وہی۔

اگر خدا تعالیٰ ایسا ہی کمزور ہوتا تو پھر نبیوں سے بڑھ کر کوئی ناکام نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ اسباب پرست نہ تھے بلکہ خدا پرست اور متوکل تھے۔

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۶۳۴ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء۔ (دربار شام)

ایک رؤیا

بعد اوائے نماز مغرب حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے تو آپ نے بیٹھے ہی اپنی ایک رؤیا سنائی کہ

میں نے اپنے والد صاحب کو خواب میں دیکھا دراصل ملائکہ کا تمثل تھا مگر آپ کی صورت میں، آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی ہے گویا مجھے مارنے کے لئے ہے میں نے کہا۔ کوئی اپنی اولاد کو بھی مارتا ہے جب میں یہ کہتا ہوں تو اُن کی آنکھیں پُرتاب ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ تو میں یہی کہتا ہوں۔ آخر دو تین بار جب اسی طرح ہوا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔
فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک الہام میں یوں بھی فرمایا ہے۔ اَنْتَ مَتِّیْ بِمَنْزِلَةِ اَوْلَادِیْ۔
اور یہ قرآن شریف کی ایک آیت کے موافق بھی ہے۔ نَحْنُ اِبْنَانُ اللّٰهِ وَ اِحْتَبَاۤءُ قَتْلِ
فَلَمَّا یَعِزُّ بَعْدَ کُرْۤہٍ ۙ

۱۷ اس میں یہ اشارہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور حفاظت حضرت موعودؑ کے ساتھ دائمی اور مثل والد کے اولاد

سے ہے۔ (یہ تشریحی نوٹ ایڈیٹر کا اپنا معلوم ہوتا ہے۔ مرتب)

ختم نبوت غیر امتی نبی کے آنے کو مانع ہے

ختم نبوت بھی ایک عجیب سلسلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ختم نبوت کو بھی قائم رکھتا ہے اور اسی کے استفادہ سے ایک سلسلہ جاری کرتا ہے۔ یہ تو ایک علمی بات ہے۔ مگر گنجائش یہ کہ اس سلسلہ کو الٹ پلٹ کر دوسرے نبی کو لایا جاوے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی حکمت اور ارادہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا نبی آوے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ شریعت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ خواہ شریعت نہ بھی رکھتا ہو تب بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آپ کے سوا اور آپ کے استفادہ سے الگ ہو کر نہیں آسکتا۔ ساری بڑا بن احمدیہ اس قسم کی باتوں سے بھری پڑی ہے اور بہت سے الہام اس کے ممدو معاون ہیں۔

علاوہ اس کے کہ **کَمَا اَنْتُمْ خَلَقْتُمُ الْاَنْبِيَاءَ** میں جو استخلاف کا وعدہ ہے یہ بھی اسی امر پر صاف دلیل ہے کہ کوئی پُرانا نبی اخیر تک نہ آوے ورنہ کَمَا باطل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کَمَا کے نیچے تو مشیل کر رکھا ہے۔ عین کو نہیں رکھا۔ پھر یہ کس قدر غلطی اور جُرأت ہے کہ خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ایک بات اپنی طرف سے پیدا کر لی جائے اور ایک نیا اعتقاد بنا لیا جائے۔ اور پھر کَمَا میں مدت کی بھی تعیین ہے کیونکہ مسیح موعود کے بعد چودھویں صدی میں آیا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ آنے والا محمدی مسیح بھی چودھویں صدی میں آئے غرض یہ آیت ان تمام امور کو حل کرتی ہے اگر کوئی سوچنے والا ہو۔

ابن مریم کے آنے سے مراد

ابن مریم کا سوال بھی خدا تعالیٰ نے بڑی صفائی سے حل کیا ہوا ہے۔ سورہ التحريم میں اس راز کو کھول دیا ہے۔ کہ مومن مریم صفت ہوتا ہے اور پھر اس میں نفع رُوح ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسی ترتیب سے پہلے میرا نام مریم رکھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اس میں نفع رُوح ہوا اب مریم کے عمل سے جیسے مسیح پیدا ہوا۔ جو اسی رُوح القدس کے نفع کا نتیجہ تھا۔ اس لئے یہاں خود مسیح بنا دیا۔ براہین احمدیہ کو قرآن شریف کی اس آیت کے ساتھ جو سورہ تحریم میں بیان

ہوئی رکھ کر دیکھو اور پھر اس ترتیب پر غور کرو کہ جو براہین میں رکھی ہے کہ پہلے مریم نام رکھا۔ پھر نفع رُوح کیا اور پھر یا عیسیٰ کہہ کر پکارا۔ اس آیت کی تفسیر کے لئے بھی دراصل یہی زمانہ تھا۔ زمانہ بھی ایک قسم کی عقیم کی صورت پر ہوتا ہے۔

اور رُوحِ اِلسِ اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مسیح کا تبریہ منظور تھا۔ کیونکہ بعض اولاد میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے اس واسطے رُوحِ اِلسِ کہہ کر اس الزام کو دور کیا۔ غرض حضرت مریم کے متعلق جس قدر واقعات قرآن شریف میں ہیں وہی الہام یہاں بھی موجود ہیں۔ یسلیبتنی میت قبل ہذا۔ دراصل جس قسم کی گھبراہٹ مریم کو تھی۔ اسی قسم کا جوش اب بھی یہودیوں میں پیدا ہوا۔ اور ایسا ہی اٹی ناٹ ہذا بھی براہین میں درج ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی کی وفات کی خبر آنے پر الہام

مولوی نذیر حسین دہلوی کے مرنے کی خبر آئی تو زبان پر اس کے لئے جاری ہوا۔

مَاتَ ضَالٌّ هَائِمًا
مسیحِ ناصرِی کے متعلق غیر احمدیوں کے عقائد

ایک شخص نبی بخش نام ساکن بٹالہ نے آپ کو لکھا کہ میں عیسائیوں سے بحث کرنے لگا ہوں۔ حضور نے اُس کو لکھا کہ

تم عیسائیوں سے کیا مباحثہ کرو گے؟ اُن کی ساری باتیں تو تم خود مانتے ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر سمجھتے ہو۔ غیب دان، مردوں کو زندہ کرنے والا کہتے ہو۔ اور پھر تمہارا یہ عقائد ہے کہ صرف وہی مسیٰ شیطان سے پاک ہے۔ غرض اس قسم کے جب تمہارا عقائد ہیں تو پھر اُن سے کیا بحث کرنی چاہتے ہو؟ اس سلسلہ کے بغیر اور کوئی صورت عیسائیوں سے مباحثہ کی نہیں رہی۔ ہمارے مخالفوں نے تو قبالی ڈگری کرا لی ہوئی ہے اور اُن کے تمام عقائد باطلہ کی تائید کی ہوئی ہے۔

لے چنانچہ اس الہام سے اس کی تازخ بھی نکلتی ہے۔ مَاتَ ضَالٌّ هَائِمًا

قرآن مجید میں مسیح کو رُوحٌ مِّنَ اللّٰهِ کہنے کی وجہ

مسیح کو جو رُوحِ اقدس کہتے ہیں اور عیسائی اس پر ناز کرتے ہیں کہ یہ مسیح کی خصوصیت ہے یہ اُن کی صریح غلطی ہے۔ ان کو معلوم نہیں کہ قرآن شریف میں مسیح پر رُوحِ اقدس کیوں بولا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف نے مسیح ابن مریم پر خصوصیت کے ساتھ بہت بڑا احسان کیا ہے جو اُن کا تبریہ کیا ہے۔ بعض ناپاک فطرت یہودی حضرت مسیحؑ کی ولادت پر بہت ہی ناپاک اور خطرناک الزام لگاتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ بعض دلدار اس قسم کے ہوتے ہیں کہ شیطان اُن کی پیدائش میں شریک ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ اور حضرت مریمؑ کے دامن کو ان اعتراضوں سے پاک کرنے کے لئے اور اس اس اعتراض سے بچانے کے لئے جو دل شیطان کا ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں رُوحٌ مِّنَ اللّٰهِ کہا۔ اس سے خدائی ثابت کرنا حماقت ہے کیونکہ دوسری جگہ حضرت آدمؑ کے لئے نفختۃً فیہ من روحی بھی تو آیا ہے۔ یہ صرف تبریہ کیا ہے۔ لیکن جو لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں وہ اُن سے بحث خاک کریں گے۔

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۶، مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

۱۶ اکتوبر ۱۹۰۶ء بروز جمعہ

(بعد از نماز مغرب)

میاں احمد دین صاحب اپیل نوٹس گورنر اہلہ سے حسب الحکم حضرت اقدس تشریف لائے اُن کے اتنی ہلدی تشریف لائے پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ریل بھی ایک عجیب شے ہے ایک خارق عادت طور پر انسان کہیں کا کہیں جا

پہنچتا ہے۔

ایک شخص نے اپنی آنکھوں کے مرض سے شفا پانے کے لئے دعا کی درخواست کی۔

حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ ” اچھا کریں گے۔“ پھر فرمایا کہ
 آنکھ کان ناک وغیرہ اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ انعام کی بھی کیا عجیب راہ اختیار کی
 ہے۔ اگر ایک آنکھ جاتی رہے تو کس قدر بلا نازل ہوتی ہے۔

پنجاب میں طاعون کی ترقی

پھر حضرت اقدسؑ نے نواب محمد علی خاں صاحب سے طاعون کا حال مالیر کوٹہ کی طرف
 دریافت فرمایا۔ نواب صاحب نے جواب دیا کہ کچھ شروع ہے مگر کم۔ اب کے دفعہ
 رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ ہفتہ کی نسبت سے اس ہفتہ کل ہندوستان میں
 تو کم ہے مگر خاص پنجاب میں بہت ترقی پر ہے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ

” پنجاب ہی بگڑا ہوا ہے کوئی اس کا ستر تو دریافت کرے۔“ فرمایا۔

” حکماو نے لکھا ہے کہ الطاعون هو الموت۔ جس کے آثار ردی ظاہر ہوں۔

رنگ سیاہ ہو جائے اور جلد جلد موت ہو تو وہ تو بلائے آسمانی ہوتی ہے۔ ورنہ مشابہ الطاعون
 گلٹیوں کا ہونا اور بخار کا ہونا طاعون نہیں۔ ایک دفعہ ہمارے سب بچوں کو گلٹیاں نکل آئیں
 صرف اینٹ گرم کر کے سینکتے رہے سب کو آرام ہو گیا۔

طاعون تو ایک بستر مخفی کی طرح ہے۔ ورنہ بعض اوقات اس کے عوارض ہو کر پھر انسان

کو کچھ نہیں ہوتا۔“

امجدین صاحب اپیل نویں نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ سرکار نے یہ
 قانون پاس کیا ہے کہ اگر ایک محلہ میں ایک مریض کو طاعون ہو اور اس محلہ کے پانچ کس
 یہ کہیں کہ اُسے نکالا جائے اور پانچ صدیہ کہیں کہ نہ نکالو تو ان پانچ کی رائے پر عمل درآمد
 ہوگا۔ اور اگر مریض یا اس کے ورثہ اس کی خلاف ورزی کریں تو زبردفعہ ۱۸۸۰ء مجرم
 گردانے جائیں گے۔

حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ

ایک طرح سے گورنمنٹ نے اپنے سر سے بٹا اتار کر رعایا پر ڈال دی ہے محکمہ میں اکثر عداوت وغیرہ بھی ہوتی ہے۔ خواہ لوگ ایک مبتلائے بخار کو طاعون کہہ کر نکال دیں۔

حفاظت دار سے متعلق الہام

فرمایا :-

آج میری زبان پر پھر یہ الہام جاری تھا۔ ائی احافظ صل من فی الدار الا الذین علوا من استکبار*

الا الذین علوا ہمیشہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ خدا معلوم اس کے کیا معنی ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ لوگ متنبہ رہیں۔ تقویٰ پر قائم رہیں۔ ایک علو تو اس رنگ میں ہوتا ہے جیسے کہ اَمَّا لَيْتَ حَمَؤُ ذَرِيَّتِكَ فَخَدَاتٌ اور ایک علو شیطان کا ہوتا ہے جیسے اَبْنِي وَاشْتَكَبِرْ اور اس کے بارے میں ہے اَمَّا كُنْتُمْ مِنَ الْعَالَمِينَ۔ یہ اُس سے سوال ہے کہ تیرا علو تکبر کے رنگ میں ہے یا واقعی ہے۔ خدا تعالیٰ کے بندوں کے واسطے یہی اعلیٰ کا لفظ آیا اور ہمیشہ آتا ہے جیسے اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی مگر یہ تو انکسار سے ہوتا ہے اور وہ تکبر سے ظاہر ہوتا ہے۔

✽ احکم میں والا الذین علوا باستکبار لکھا ہے (احکم جلد ۲۰ نمبر ۳۰ صفحہ ۷ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۱ء)

حکام حلو کے ذکر میں احکم میں مندرجہ ذیل مضمون بیان ہوا ہے :-

علو جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو دیا جاتا ہے وہ انکسار کے رنگ میں ہوتا ہے اور شیطان کا علو استکبار سے ظاہر ہوا تھا۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کیا تو آپ نے اسی طرح اپنا سر جھکایا اور سجدہ کیا۔ جس طرح ان معائب اور مشکلات کے دنوں میں جھکتے اور سجدے کرتے تھے جب اسی نگہ میں آپ کی ہر طرح سے مخالفت کی جاتی اور دنگہ دیا جاتا تھا جب آپ نے دیکھا کہ میں کس حالت میں یہاں سے گیا تھا۔ اور کس حالت میں اب آیا ہوں تو آپ کا دل خدا کے شکر سے بھر گیا اور آپ نے سجدہ کیا۔ (احکم جلد ۲۰ نمبر ۳۰ صفحہ ۷ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۱ء)

شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایک شاگرد کا حقیقہ کے متعلق غلط فتویٰ

شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگردوں میں سے ایک کا ذکر ہوا۔ فرمایا کہ ایک دفعہ وہ شاندریلہ میں تھے تو ایک نے حقیقہ کا فتویٰ پوچھا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ (حالانکہ غلط تھا) کہ حقیقہ دو قسم کا ہے۔ ایک وہ جو کہ تکیوں میں ہوتا ہے۔ دس دن تک پانی نہیں بدلتے۔ اُسے غسل نہیں دیتے۔ وہ تو حرام ہے۔ اور دوسرا جس کا پانی بدلتا رہتا ہے۔ اور اُسے غسل دیتے رہتے ہیں وہ حلال ہے۔

عالمِ رویا میں مُردوں کے قبروں سے نکلنے کی تعبیر

پھر اس کے بعد مفتی محمد صادق صاحب ایک انگریزی کتاب حضرت اقدس کو سناتے رہے جس میں ایک موقع پر یہ بھی تھا کہ جب مسیح کو صلیب دی گئی تو اس وقت مُردے قبروں میں سے نکلے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

عالمِ رویا میں مُردہ کے قبر سے نکلنے کی یہ تعبیر ہوتی ہے کہ کوئی گرفتار آزاد ہو ممکن ہے کہ کسی نے اُس وقت کشفی عالم میں یہ دیکھا ہو ورنہ یہ اپنے ظاہری معنوں میں ہرگز نہیں ہوا۔

طاعون کے ٹیکہ کے فوائد پر رائے پر تپ سنگھ کی تقریر کا ذکر

اجاب میں سے ایک نے ذکر سنایا کہ آج قادیان میں ٹیکہ والے آئے تھے۔ باہر باغ میں مہنوں نے سب کو بلایا اور ایک لمبی تقریر کی جس میں ٹیکہ کے فوائد لوگوں کو بتانے انجام یہ ہوا کہ سب نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ ہم ٹیکہ لگوائیں گے۔ تقریر کرنے والے صاحب رائے پر تپ سنگھ تھے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے مرزا صاحب کو بھی تاکید کرنی تھی مگر چونکہ انہوں نے ماننا نہیں اور ڈھنگ بنایا ہوا ہے اس لئے سردست

اُن کی خدمت میں کچھ نہیں کہتا۔ پھر کسی وقت موقعہ ہوا تو کہوں گا۔ میں یہاں پر نہ آتا مگر چونکہ متواتر طور پر رپورٹ پہنچی ہے کہ چوڑھوں میں طاعون ہے اس لئے آنا پڑا۔ اس پر حکیم نورالدین صاحب نے بیان کیا کہ ہمارے ان نہائی چوڑھی آتی ہے میں نے اُس سے طاعون کا حال دریافت کیا تھا کہنے لگی کہ طاعون تو ہے نہیں ایک لڑکی مری ہے وہ کئی دنوں سے بیمار تھی اب کہتے ہیں کہ طاعون سے مری۔

حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ

چوڑھوں میں ہمیشہ کبھی نہ کبھی ایسی موتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دفعہ اسی موسم میں پچاس آدمی ہیضہ سے مر گئے تھے حالانکہ طاعون وغیرہ نہ تھی اور چوڑھوں کا حملہ تو ہم سے ایسا ہی دُور ہے جیسے کہ شگل۔ بھینی درو گاؤں متصل قادیان (یہ لوگ زبردستی اُسے الحاق کرتے ہیں) آخوکار چوڑھوں کی موت کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ ان لوگوں نے مُردہ مولشی اس وقت کھائے جبکہ وہ منتضع ہو گئے تھے)

پھر بیان کیا گیا کہ تھیک والوں نے سردست کل اکابرین وہ ہندو مسلمان کے دستخط کرائے ہیں شاید کل یا برسوں پھر آویں گے۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا۔

ہمارے دستخط کشتی نوح میں ہیں جو خدا کے ساتھ سیدھا اور راست ہوگا۔ تو طاعون کی کیا مجال ہے کہ اس کے پاس آوے۔

پھر جماعت کو مخاطب کر کے حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ

صحابہ میں طاعون ہوتا رہا ہے ان انبیاء کو ہرگز نہیں ہوا۔ اگر کوئی اس پر سوال کرے تو جواب یہی ہے کہ ہر ایک رنگ جدا ہے ثابت کر و کہ کوئی نبی طاعون سے مرا ہو۔ ورنہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کس قدر فتنہ برپا ہوتا۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ یہودیوں کو طاعون ہوا تو مولے کو بھی ساتھ ہوا ہو ورنہ سارے یہودی مُرد ہو جاتے۔

طاعون کا علاج

ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب ٹیکہ بھی علاج نہیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حفاظت کا ہے تو پھر مرہم عینسی اور جودار کا استعمال کیوں بتلایا ہے۔
حضرت صاحب نے فرمایا کہ

جو علاج اللہ تعالیٰ بتلا دے وہ تو اسی حفاظت میں داخل ہے کہ اس نے خود ایک طریق حفاظت بھی ساتھ بتلا دیا اور انشراح صدر سے ہم اسے استعمال کر سکتے ہیں لیکن اگر ٹیکہ میں خیر ہوتی تو ہم کو اس کا حکم کیا جانا اور پھر دیکھتے کہ سب سے اول ہم ہی کرواتے۔ اگر خدا تعالیٰ آج ہی بتلا دے کہ فلاں علاج ہے یا فلاں دوا مفید ہے تو کیا ہم اسے استعمال نہ کریں گے وہ تو نشان ہو گا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود کس قدر متوکل تھے مگر ہمیشہ لوگوں کو دوائیں بتلاتے تھے۔ اگر ہم عوام الناس کی طرح ٹیکہ کراوائیں تو خدا پر ایمان نہ ہوا۔ پہلے یہ تو فیصلہ کیا جائے کہ آیا ہم نے ۲۲ برس پہلے طاعون کی اطلاع دی کہ جس وقت طاعون کا نام و نشان نہ تھا۔ اور پھر ۲۷ برس کے بعد اس کے متعلق خبر دو رکئی نہ کوئی خبر دی جاتی رہی ہے۔ پھر پنجاب کے متعلق خبر دی حالانکہ اس وقت کوئی مقام اس میں مبتلا نہ تھا۔ پھر ایک دم پنجاب کے ۲۳ ضلعوں میں پھیل گئی۔ وہ تمام کتناں جن میں یہ بیان ہیں خود گورنمنٹ کے پاس موجود ہیں۔ اگر ٹیکہ میں کوئی خیر ہوتی تو خدا خود ہمیں بتلاتا اور ہم اس وقت سب سے پہلے ٹیکہ لگوانے میں اول ہوتے۔ مگر جب گورنمنٹ نے اختیار دیا ہے تو یہ اختیار گویا خدا تعالیٰ ہی نے ہمیں دیا ہے کہ جبراً ٹھو دیا۔

طاعون کے سلسلہ میں جماعت کو نصیحت

جماعت کی نصیحت کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ نہ ہو کہ وہ اس دعویٰ بیعت پر نازاں رہیں۔ بلکہ

ان کو اپنے اندر تبدیلی کرنی چاہیے۔ دیکھو طاعون کئی بار موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر پڑی۔ اب دشمن تو خوش ہوتے ہوں گے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کو کس قدر شرمساری ہوئی ہوگی۔ لکھا ہے کہ بلعم کی بددعا کی وجہ سے اسی ہزار دبا سے مر گئے تھے۔ اگرچہ اور لوگ بھی گنہگار تھے

لے جائیے، علم میں ہے یہ سب ابتلاء ان کی اپنی بدکاریوں کا نتیجہ تھا اور انہوں نے اس طرح پر اپنے دلیرانہ لکھے صرف

مگر موسیٰ علیہ السلام کی قوم اس وقت دوہری ذمہ دار تھی۔ بہت کم لوگ ہیں جو کہ دلوں کو صاف کرتے ہیں۔ اگر ایک پاخانہ میں سے پاخانہ تو اٹھا لیا جاوے مگر اس کے چند ایک ریڑے باقی رہیں تو کسی کا دل گوارا کرتا ہے کہ اس میں روٹی کھاوے۔ اسی طرح اگر پاخانہ کے ریڑے دل میں ہوں تو رحمت کے فرشتے اس میں داخل نہیں ہوتے۔

إلا الذين علوا كلفهم شبهة دل میں خطرہ ڈالتا ہے کہ تعنا و قدر مقدم ہے یا را قرآن شریف کو پڑھو اور اپنی اصلاح کرو۔ اگر ہماری جماعت میں سے کسی کو طاعون ہوا تو مخالف

عمل سے گویا موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کیا۔ پس تم اپنے آپ کو درست کرو تاکہ ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی سلسلہ کو بدنام کرنے والا ٹھہرے۔

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۸ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

۱۰ اسی ذکر میں الحکمہ میں مزید لکھا ہے۔

میرے واسطے یہ ایک نشان ہے اور میں اپنے اللہ پر یقین رکھتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا اَتَىٰ احْفَظُ حَلَّٰلٌ مِّنْ فِی الدَّارِ اور احْفَظُكَ بِخَاصَّةٍ مَّگَر ہمارے جماعت کو لازم ہے کہ وہ زبے دعویٰ پر ہی نہ رہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو درست کرے اور اپنی اصلاح کرے جو اپنی اصلاح نہیں کرتا۔ اور تقویٰ اور طہارت اختیار نہیں کرتا۔ وہ گویا اس سلسلہ کا دشمن ہے جو اس کو بدنام کرنا چاہتا ہے اور یہ سلسلہ خود خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے اس لئے اپنے عمل سے وہ گویا خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی کیا پروا کرے گا۔ اُسے تو اپنے سلسلہ کی عظمت منظور ہے۔ وہ ایسے لوگوں سے جو اس کے لئے دشمنی کا کام کریں۔ سلسلہ کو صاف کر دے گا۔ (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۸ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

۱۱ الحکمہ میں لکھا ہے۔

الہام میں جو یہ آیا ہے إلا الذین علوا باسنتکبار یہ بڑا منذر اور (فقیر حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہی شور ڈالیں گے کہ دیکھو ٹیکہ نہ کرایا تو ہلاک ہوئے اور اگر وہ بچے رہے تو ہنسیں گے خدا کے کام اور حفاظت سے حصہ لینے والا وہ شخص ہے جو اپنے دل میں سمجھ لے کہ میں نے تبدیلی پیدا کر لی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ہو جائے۔ جس طرح انہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے تھے۔

عذاب شدید آنے والا ہے۔ فرق سے فرق ہوتا ہے۔ اگر بیعت کے وقت وعدہ اور

ڈرانے والا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بار بار کشتی نوح کو پڑھو اور قرآن شریف کو پڑھو اور اس کے موافق عمل کرو۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ تم نے

اپنی قوم کی طرف سے بر لعنت طامت لینی تھی لے چکے لیکن اگر اس لعنت کو لے کر خدا تعالیٰ کے ساتھ بھی تمہارا معاملہ صاف نہ ہو اور اس کی رحمت اور فضل کے نیچے نہ آؤ تو پھر کس قدر مصیبت اور شکل ہے۔ اخباروں والے کس قدر شور مچاتے ہیں۔

اور ہماری مخالفت میں ہر پہلو سے زور لگاتے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ کے کام بابرکت ہوتے ہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اس برکت سے حصہ لینے کے لئے ہم

اپنی اصلاح اور تبدیلی کریں۔ اس لئے تم اپنے ایسوں اور اعمال کا محاسبہ کرو۔ کہ کیا ایسی تبدیلی اور صفائی کر لی ہے کہ تمہارا دل خدا تعالیٰ کے عرش ہو جائے۔ اور تم اس کی حفاظت کے سایہ میں آ جاؤ۔

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۹۵ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

اسی ذکر میں احکم میں مندرجہ ذیل الفاظ ہیں :-

میں تمہیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم ایسے پاک صاف ہو جاؤ۔ جیسے صحابہؓ نے اپنی تبدیلی کی۔ انہوں نے دنیا کو بالکل چھوڑ دیا گیا ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے۔ اسی طرح تم اپنی تبدیلی کرو۔ (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۹۵ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

ہے۔ اور پھر عمل اور ہے تو دیکھو کتنا فرق ہے۔ اگر تم خدا سے فرق رکھو گے تو وہ تم سے فسق رکھے گا۔ اگر ہماری جماعت سے سو آدمی مرجائیں تو ہم بھی کہیں گے کہ ان کے دلوں میں فرق تھا کیونکہ ہمیں کسی کے اندر نہ کا کیا حال معلوم ہے۔ عیسائی اور مولے کے وقت کیا ہوا۔

ہم دواؤں کی تاثیرات سے منکر نہیں ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ ادھر تم نے ٹیکہ نہ کرایا۔ اور اگر چند ایک لوگ مبتلائے طاعون ہوئے تو وہ لوگ کس قدر ہنسین گئے جنہوں نے ٹیکہ کرایا ہوگا۔ مگر بڑا بیوقوف ہے جو کہ اُس دوا کو بھی نہ یو سے اور پھر اس دوا سے بھی محروم رہے کہ اُس کا معاملہ خدا کے ساتھ ٹھیک نہ ہو تو وہ گویا دو نو طرف سے محروم رہا۔ پھر اگر ہماری جماعت

۱۰ الحکمہ میں ہے۔

رُو بَدُنِیَا نَہ رَہُو بَلْکَہ خِدا ہِی کِی طَرف مَنتَوِجَہ ہُو جَاوُ

خدا تعالیٰ کا شدید عذاب آنے والا ہے اور وہ غضبناک اور قیامت میں ایک امتیاز کنیز الہی ہے وہ تمہیں فرقان عطا کرے گا جب دیکھے گا کہ تمہارے دلوں میں کسی قسم کا فرق باقی نہیں رہا، اگر کوئی بیعت میں تو اقرار کرتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا مگر عمل سے وہ اس کی سچائی اور وفادار عہد ظاہر نہیں کرتا تو خدا کو اس کی کیا پمواہ ہے۔ اگر اس طرح پر ایک نہیں سو بھی مرجائیں تو ہم بھی کہیں گے کہ اُس نے اپنے اندر تبدیلی نہیں کی اور وہ سچائی اور معرفت کے نور سے جو تاریکی کو دور کرتا اور دل میں یقین اور لذت بخشا ہے، دور رہا اور اس لئے ہلاک ہوا۔

(الحکمہ جلد ۲، نمبر ۳۳ ص ۱۰ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۰ء)

۱۰ الحکمہ میں ہے۔

دیکھو ٹیکہ والے اپنی جگہ اسباب پر پنجہ مارتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بیچ جاویں گے آذر کچھ تعجب نہیں کہ اس سے فائدہ بھی اٹھاویں۔ لیکن وہ جو ہمارے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اگر وہ اس دوا کو جو ہم پیش کرتے ہیں استعمال نہیں کرتے ہیں اور اس ٹیکہ کو جو خدا نے اُن کے لئے طیار کیا ہے استعمال نہیں کرتے تو افسوس ہے کہ وہ اس ٹیکہ سے بھی جو گورنمنٹ نے تیار کیا (بقیہ حاشیہ ۱۰ کے صفحہ ۱۰)

میں سے کسی کو طاعون ہوگا تو اس کا اثر اس کے ایمان پر بھی پڑے گا۔ وہ خیال کرے گا کہ میں تو بیعت میں تھا مجھے کیوں طاعون ہوئی خدا کسی کی ظاہری صورت کو نہیں دیکھتا۔ وہ اس منشاء کو دیکھتا ہے جو انسان نے اپنے دل میں بنایا ہوا ہے۔ خدا کے ساتھ صفائی ایک مشکل کام ہے طاعون اگرچہ مومن کے واسطے ایک خوشی ہے مگر چونکہ مخالف کہتے ہیں کہ یہ تمہاری شامت سے آئی ہے اس لئے اگر یہ جماعت اسی طرح تباہ ہو جس طرح دوسرے تباہ ہوتے ہیں۔ تو پھر تو ان کو خوب ثبوت مل جائے گا کہ واقعی ہماری شامت سے آئی ہے اور اگر ٹیکہ لگوانے والے بھی ہلاک ہوں اور تم بھی ہلاک ہو پھر بھی کوئی تمیز نہیں رہتی۔ اس لئے تبدیلیاں پیدا کرنی چاہئیں کشتی نوح میں میں نے بہت کچھ کہنا تھا مگر انشاء اللہ پھر کسی دوسرے موقع پر لکھا جائے گا۔ اتنا لکھا بھی کافی ہے۔

کیا ہے مہر دم رہے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وہ ٹیکہ ہی کرا لیتے کیونکہ اگر وہ پورا ایمان اور اس کے موافق عمل نہیں رکھتے تو خدا تو ان کی پروا نہ کرے گا اور پھر ان کی موت حسرت کی موت ہوگی اور اس سے ان کے ایمان کو اور بھی صدمہ پہنچے گا۔ خدا تعالیٰ صورت کو نہیں دیکھتا وہ تو یہ دیکھتا ہے کہ آیا اس نے میرے منشاء کے موافق اپنے آپ کو بنایا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی طاعون سے مرے اور اُسے کہا جائے کہ وہ جماعت میں تھا تو یہ ایک دھوکا اور مخالطہ ہوگا وہ حقیقت میں اس سے الگ تھا ورنہ ایک موت تو دوسری موت کا کفارہ ہوتی ہے اگر اس کے اپنے جذبات اور نفسانی خواہشوں پر موت آپہنچی تھی اور وہ دنیا کے فریبوں اور مکاریوں سے الگ ہو چکا تھا تو پھر کیا دجر ہے کہ وہ ہلاک کیا جاتا ہے اس کا ہلاک کیا جانا ہی اس امر کی دلیل ٹھہری کہ وہ اس سے الگ تھا۔

طاعون سے مرنا بے شک شہید ہوتا ہے مگر اس وقت خدا تعالیٰ نے اس کو ایک نشان ٹھہرایا ہے۔ اس لئے اگر طاعون سے جماعت تباہ ہو جاوے تو پھر یہ نتیجہ نکلے گا کہ یہ ہماری شامت سے آئی ہے جیسا کہ بعض ظالم طبع لوگوں نے مجھے (بقیہ حاشیہ الگ صفحہ پر)

مجھے یہ فکر ہے کہ وہ مثل نہ ہو یکے نقصان مایہ و دیگر شامت ہمسائیہ۔ ایک تو میں۔ اور پھر
 مجموعے کہلا کر مریں۔ اگر ایک طرف مخالفوں کی ہزار موت ہو تو وہ نام نہ لیں گے اور ہمارا ایک
 بھی مرے تو دھول بجائیں گے۔ خدا نے صورت تو نہیں دیکھنی۔ اس نے دل دیکھنا ہے مگر لوگ
 تو ظاہر دیکھتے ہیں اور جس شخص کا نام رجسٹر بیعت میں ہے۔ اُسے جماعت میں خیال کرتے ہیں وہ
 تو رجسٹر میں صرف نام دیکھیں گے۔ لیکن اگر خدا کے رجسٹر میں نام نہیں ہے تو ہم کیا کر سکیں گے
 خدا نے ترقی کا موقعہ خوب دیا ہے نفس کو لگام دینے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کونسا وقت
 ہو سکتا ہے۔ اس وقت سے غافل نہ رہنا چاہیے۔ اور محنت کرنی چاہیے۔

سالک اور مجذوب کی تعریف اور حقیقی اطاعت

وہ انسان جو آپ محنت کرتا ہے اُسے سالک کہتے ہیں اور جسے خود خدا دیوے۔ وہ
 مجذوب ہوتا ہے اور جو سوار ہے تو اسے کوئی کیا کرے ان اللہ لایغیر ما بقدر حستی
 یغیروا ما بانفسہم بات سن کر صرف کان تک رکھنے سے فائدہ نہیں ہوتا جتنا کہ دل کو
 خبر نہ ہو۔ انسان ایک دو کاموں سے سمجھ لیتا ہے کہ میں نے خدا کو راضی کر لیا۔ حالانکہ یہ بات

اس قسم کے خطوط لکھے مگر انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کی شامت سے اور
 کن کے لئے آئی ہے مگر جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

✽ حکم میں ہے۔

ان اللہ لایغیر ما بقدر حستی یغیروا ما بانفسہم۔ خدا نے میرے الہام
 میں جو طاعون کے متعلق ہے یہ آیت رکھی ہے۔ جو اس امر کی طرف راہبری کرتی
 ہے کہ تبدیلی کی بڑی ضرورت ہے یہ بڑی ہی خوفناک بات ہے کہ انسان شکر
 کا نور تک ہی رہنے دے اور دل تک نہ پہنچے۔ بڑا ہی ظالم وہ شخص ہے جو ظاہری

حالت پر خوش ہو جاتا ہے اور سچی اطاعت کی حالت نہیں دکھاتا۔ (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

نہیں ہوتی۔ اطاعت ایک بڑا مشکل امر ہے۔ صحابہ کرامؓ کی اطاعت، اطاعت تھی۔ کہ جب ایک دفعہ مال کی ضرورت پڑی۔ تو حضرت عمرؓ اپنے مال کا نصف لے آئے اور ابو بکرؓ اپنے گھر کا مال و متاع فروخت کر کے جس قدر رقم ہو سکی وہ لے آئے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا کہ تم گھر میں کیا چھوڑ آئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نصف۔ پھر ابو بکرؓ سے دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول گھر چھوڑ آیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قدر تمہارے مالوں میں فرق ہے۔ اسی قدر تمہارے اعمال میں فرق ہے۔

کیا اطاعت ایک سہل امر ہے۔ جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔ حکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حکم تو بہت ہیں۔ جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں۔ کہ کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو دوزخ کا بند کرو اور دوسرا کھلا رکھو۔ ہمارے لئے تو دوہرا وقت ہے۔ گورنمنٹ بھی ایک طرح سے مخالف ہے۔ کیونکہ اگر گورنمنٹ کو ہم پر ایمان ہوتا تو وہ ہم سے کہتی کہ دھاکرو۔ ادھر اخباروں نے شور مچایا ہے کہ ہم گورنمنٹ کی

الحکم میں ہے۔

اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں اور سہل امر نہیں یہ بھی ایک موت ہوتی ہے جیسے ایک زندہ آدمی کی کھال اتاری جائے ویسی ہی اطاعت ہے۔ (الحکم جلد ۳۹ نمبر ۳۹ ص ۳۹۱ کنوینٹنٹ)

الحکم میں ہے۔

یہ وقت بہت ہی نازک ہے اور ہماری جماعت خصوصیت کے ساتھ بلی ذمہ داری کے نیچے ہے گورنمنٹ کو بھی ٹیکہ سے جواب دیا اور خود اصلاح بھی نہ کرے تو اس کیلئے سخت خطرہ ہے۔ گورنمنٹ تو ہم پر ایمان نہیں رکھتی جو ہمارے آسمانی ٹیکہ سے فائدہ اٹھائے مگر تم جو اس سلسلہ کو خدا کی طرف سے مانتے ہو اگر عمل نہ کرو گے تو خسار دنیا و آخرت ٹھہرے گے۔

(الحکم جلد ۳۹ نمبر ۳۹ ص ۳۹۱ کنوینٹنٹ)

مخالفت کی لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ پس خوب یاد رکھو جس طرح دنیا میں ایک عام قانون قدرت خدا کا ہے کہ تڑپا اگر ہندو کھلے تو اسے بھی دست آئیں گے اور اگر مسلمان کھلے تو اسے بھی دست آئیں گے۔ اسی طرح آفتاب ہمتاب کی روشنی سے ہر ایک قوم مشتمل کہ فائدہ اٹھاتی ہے اور ایک خاص قانون ہے جو مومنین کے ساتھ برتا جاتا ہے وہ بہت لذیذ اور شیریں ہے اور بہت سے پھلوں سے بھرا ہوا ہے اور ان پھلوں کے درمیان شیرو بھرا ہوا ہے نہ کہ نشتریلے

ہر ایک کو واجب ہے کہ خوب سمجھے اور اپنے بھائی کو سمجھاوے اور گھر میں عورتوں کو سمجھاوے۔ حاضر غائب کو بتلاوے۔ دھوکا کھانے والے بہت ہوں گے کیونکہ ابتدائی حالت ہے۔ اسم نویسی کروا کر کوئی خیال نہ کرے کہ صرف اتنے ہی فعل سے وہ خدا کی حفاظت میں آگیا۔

(البدد جلد اولیٰ نمبر ۱ صفحہ ۵، ۲، مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

۱۔ حکم میں مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

خدا تعالیٰ نے ایک خاص قانون اپنے برگزیدوں اور راست بازوں کے لئے رکھا ہوا ہے وہ ایسا نیک ہے کہ اس میں نہ نشتر کی ضرورت ہے نہ اس میں تپ آتا ہے جب کوئی اس کی شرائط کو پورا کرنے والا ہو۔ تو وہ خدا کے سایہ میں آجاتا ہے۔ تم اسے اختیار کرو تا تم ضائع نہ ہو۔ ہر شخص جو اس کو سمجھے وہ دوسرے کو سمجھاوے۔ اور حاضر غائب کو پہنچا دے تاکہ کوئی دھوکا نہ کھلے۔ یاد رکھو محض اسم نویسی سے کوئی عبتا میں داخل نہیں جب تک وہ حقیقت کو اپنے اندر پیدا نہ کرے۔ آپس میں محبت کرو، اطاعت حقوق نہ کرو اور خدا کی راہ میں دیوانہ کی طرح ہو جاؤ تاکہ خدا تم پر فضل کرے۔ اس سے

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۲۹ صفحہ ۱۰، مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

کچھ باہر نہیں۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ (بوقت سیر) حفاظت دار سے متعلق الہام

فرمایا کہ

آج کوئی پیر رات باقی ہوگی کہ الہام ہوا۔

اِنِّیْ اَحَافِظُکُمْ مِّنْ فِی الدَّارِ وَ لِنَجْعَلَنَّ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا وَ
کَانَ امْرًا مَّقْضٰیًا۔ عِنْدِیْ مَعَالِجَاتٌ۔

اور یہ بھی الہام ہوا مگر اصل لفظ یاد نہیں کہ

ایمان کے ساتھ نجات ہے

یعنی اِنِّیْ اَحَافِظُکُمْ کو ایک آیت بنا دیں گے اور کہ علاج ہمارے ہی پاس ہے۔ مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کچھ کھلا کھلا دکھانا چاہتا ہے۔ اب گویا بڑا معاملہ ہے ایک قوم تمنا سے ٹیکہ کراتی ہے۔ دوسری طرف ہم ہیں جو بالکل خدا پر چھوڑتے ہیں جس وقت مجھے یہ الہام ہوا۔ اس وقت میں نے گھر میں پوچھا کہ تم کو بھی کوئی خواب آیا ہے کیونکہ دیکھا ہے کہ میرے الہام کے ساتھ اُن کو بھی کوئی مصدق خواب آجایا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا بکس ادویہ کا چراغ لایا ہے۔ اور شیخ رحمت اللہ صاحب نے روانہ کیا ہے۔ جب کھولا گیا تو دیکھا کہ ہزار ہا شیشیاں اس میں دوڑاکی ہیں کوئی بڑی کوئی چھوٹی۔ تب گھر میں تعجب کیا کہ کبھی کدائیں دس بارہ شیشیاں منگوائی جاتی تھیں مگر یہ ہزار ہا شیشیاں کیوں منگوائی گئیں۔

یہ خواب بھی عِنْدِیْ مَعَالِجَاتٌ کی تصدیق کرتا ہے۔ مجھے بتلایا گیا۔ اُن

لے۔ حاشیہ۔ اخبار الحکم نے مزید یہ لکھا ہے۔ " حکیم فضل الدین اور ہرُو دانی پاس کھڑی

ہیں۔ " (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

لے۔ حاشیہ۔ کدائیں پنجابی لفظ ہے جو کبھی کبھار کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے (رتب)

کو دکھلایا گیا۔

علاج حرام تو نہیں۔ اب دیکھو انگریزوں نے ریل بنائی ہے ہم اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تار ایجاد کی ہے۔ اُس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تیلیاں آگ جلانے کی ولایت سے آتی ہیں۔ اسی طرح گر ان کی دوا ہو اور ہم استعمال کریں تو کوئی حرج نہیں۔ ان جو خدا بتلا دیوے وہ حارج نشان نہیں ہے۔ اگر ٹیکہ کروا کر کہیں کہ نشان ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم کو علیحدہ رکھا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کوئی مخفی امر ہے جو بعد ازاں معلوم ہوگا ورنہ ہم ان کی چیزیں اور ادویہ استعمال کرتے ہی ہیں۔

عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ جب تک طاعون کی کڑے کا طبیعت میں تعلق نہ ہو تب تک طاعون نہیں ہوتی اور دوسری طرف آپ وہ کڑے داخل کرتے ہیں اور چیچک کے ساتھ اس کا قیاس مع الفارق ہے چیچک کا مادہ تو شیر مادر کے ساتھ آتا ہے مگر اس میں ظن کیا گیا ہے کہ بہت سی طبائع میں مادہ موجود ہی نہیں ہوتا صرف اس ظن پر ٹیکہ لگایا جاتا ہے کہ کسی طرح وہ مادہ نہ آجائے۔

۱۷۰۰ حکم میں مزید یہ لکھا ہے :-

”خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ کیسا عجیب توارد ہے۔ ادھر ابہام میں رحمة مٹا ہے ادھر رویا میں دکھلایا گیا ہے کہ رحمت اللہ نے بھیجا ہے اور پھر حکیم فضل الدین کی بیوی مریم کا پاس ہونا۔ چراغ کا لانا سب بمشرا ت ہیں۔“ (الحکم جلد ۲۰ نمبر ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

۱۷۰۱ حکم میں ہے :-

”والوجن فاجھی“ قرآن شریف میں صاف ہے والوجن فاجھی اس لئے ضروری ہے کہ صفائی کا التزام رکھا جاوے۔ خدا کی شان ہے کہ یورپ کی ہم صد اچیزیں استعمال کرتے ہیں۔ تار، پریس ریل اور بہت سی مشینیں کہ دبا سائی سے تو فائدہ اٹھاتے ہیں مگر خدا کی کوئی عظیم نشان حکمت ہے کہ ہم کو ٹیکہ کیون توہر نہیں دلائی بلکہ فرمایا عندی معالجات اور عندی کو قدم کر کے اور بھی تاکیر کا رنگ پیدا کیا کہ معالجات میرے ہی پاس ہیں۔ (الحکم جلد ۲۰ نمبر ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

مولوی محمد اسحق صاحب نے ذکر کیا کہ حضور تھن حج الصمد والی القیوم کا آغاز تو ہو گیا۔

کیونکہ ادھر مولوی نذیر حسین دہلوی فوت ہوئے ادھر فتح علی شاہ فوت ہوا۔

حضرت اقدسؒ نے فرمایا:-

ہاں۔ آپ نے خوب سمجھا۔

بعض رؤسا اور لوگوں کے ٹیکہ لگوانے پر جو راضی ہوئے ہیں یہ امر ان کی شجاعت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ تہور ہے کہ سرکار راضی ہو۔ ہاتھ بٹایا جاوے۔ ابھی تک ہماری جماعت کو تو گورنمنٹ کا مخالف ہی خیال کیا جائے گا۔ بڑی ضرورت خدا شناسی کی ہے۔ سب امور خدا کے بعد ہیں۔ جیسے ہم نے ابھی بتلایا کہ نجات ایمان کے ساتھ ہے۔ ۱۷

پھر ساکنان قادیان کے ٹیکہ لگوانے پر فرمایا کہ

یہ ہمارے لئے مفید ہے کیونکہ فاسق فاجر لوگ بھی ہیں اور ظاہری اسباب میں سے ٹیکہ

۱۷ (اسلم سے) جیسا کہ آج کی روایا سے معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت نجات ایمان ہے اور

خدا شناسی کی اس وقت بڑی ضرورت ہے کیونکہ خدا شناسی کے بغیر گناہ کی ناپاک

۱۸ زندگی پر موت وارد نہیں ہوتی اور خدا شناسی کا پہلا ذریعہ یقین ہے۔ خدا تعالیٰ اور اس کی

عجیب و غریب قدرتوں اور طاقتوں پر سچا ایمان اور یقین معرفت کا نور عطا کرتا ہے اور دل میں

ہیں سے ایک قوت پیدا ہوتی ہے۔ پھر انسان اس قوت کے ساتھ گناہ کا مقابلہ کر سکتا

ہے۔ دیکھو یہ لوگ ظنوں (یعنی ٹیکہ وغیرہ) پر ایک قسم کا یقین رکھتے ہیں تو کیا ہم اپنے

یقین پر بھی یقین نہ رکھیں؟ جو کچھ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ بالکل سچ ہے اور وہ

ہو کر رہے گا کوئی طاقت اور قوت اس کو روک نہیں سکتی۔ یہ عجیب زمانہ ہے۔ واقعات

خطرناک پیش آ رہے ہیں اور اس وقت کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ مگر

خدا تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ وہ اپنے سلسلہ کی حمایت کرے گا اور من فی الدار کی حفاظت کا

نشان دکھائے گا۔ (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ ص ۳۱ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

بھی ہے۔

جب یہ لوگ اپنے ظنوں (یعنی ٹیکہ) پر یقین رکھتے ہیں تو کیا دبر کہ ہم اپنے یقین پر یقین نہ رکھیں۔

پھر مفتی محمد صادق صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ
ان سابقہ نوشتوں میں یہ تو لکھا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون ہوگی مگر یہ بھی
لکھا ہے کہ نہیں کہ جس طرح کے الہامات جیسے اتی احافظ کل من فی الندا اور دوسرے
ہمیں ہوئے ہیں۔ ان کا بھی کوئی ذکر ہے کہ نہیں؟
مفتی صاحب نے کہا کہ حضور دیکھ کر عرض کروں گا۔

پھر فرمایا کہ

رَأَيْتَهُ أَوَى الْقَرْيَةِ فِي قَرْيَةٍ كَالْفَرْسِ - قادیان کا نام نہیں ہے اور قریہ قیر سے
نکلنا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں۔ وہ لوگ جو آپس میں
مواکلت رکھتے ہوں۔ اس میں ہنڈو اور پوٹھے بھی داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ تو ہمارے ساتھ
مل کر کھاتے ہی نہیں۔ قریہ سے مراد وہ حصہ ہوگا جس میں ہمارا گروہ رہتا ہے۔

پھر ذکر ہوا کہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ مسیح اپنی جماعت کو کوہ طور پر لے جائے گا۔

مسیح موعود کے اپنی جماعت کو طور پر لیجانے کا مطلب

حضرت اقدس نے فرمایا:-

اس کے یہ معنی ہیں۔ تجلی گاہ حق میں لے جانا یعنی قُرب اور ہیبت کے مقام پر لے

لے (الحکم سے)۔ یہ جو لکھا ہے کہ مسیح اپنی جماعت کو کوہ طور پر لے جائے گا۔ اس کا مطلب

یہی ہے کہ وہ اپنی قوم کو طہارت اور تقویٰ کی بلند چٹان پر کھڑا کرے گا کیونکہ طور تجلی گاہ

حق ہے اس لئے مسیح اپنی جماعت کو قُرب اور ہیبت کے مقام پر لے جائے گا۔ کوہ

طور پر جیسا میں نے ابھی کہا ہے۔ تجلی اور ہیبت حق کی جگہ ہے۔ جہاں تبدیلی ہوتی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جاملے گا۔ کہ جس سے جماعت کی تبدیلی ہوتی ہے کہ ایک طرت تو طاعون کو دیکھ کر اور دوسری طرف ہماری تعلیم کو دیکھ کر وہ خدا تعالیٰ کی تجلیات کو نظر میں رکھیں گے۔ عظیم الشان معاملہ آپٹا ہے۔ گورنمنٹ نے ہر ایک فرقہ کو لپیٹ لیا ہے۔

مولوی محمد احسن صاحب نے کہا کہ حضور یہ لوگ پہلے یہ اعتراض کرتے تھے کہ ہم گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہیں مگر اب کیا کہیں گے کیا یہ کارروائی ٹیکہ کی خوشامد سے ہے کہ جس سے ہم نے اتفاق نہیں کیا۔

نواب محمد علی خان صاحب نے کہا کہ ٹیکہ بھی کہاں تک لگیگا۔

اس پر حضرت اقدس نے ہنس کر فرمایا کہ

وہی مثال ہے جس کا ذکر مشنوی میں لکھا ہے کہ ایک شخص کی ماں بدکار تھی۔ اُس نے اُسے مار ڈالا۔ لوگوں نے کہا کہ ماں کو کیوں مار ڈالا؟ اس کے دوستوں کو مارنا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ ایک کو مارتا دو کو مارتا آخر کتنوں کو مارتا۔ اس لئے اُسے ہی مارتا مناسب تھا۔ یہی حال ٹیکہ کا ہے۔ میرے نزدیک طاعون کے جتنے عدد ہیں اتنے ہی سال تک اس کا دورہ ہوتا ہے حدیث میں ہے کہ آخر زمانہ میں لوگ خدا سے لڑائی کریں گے۔ تو اب یہ خدا سے لڑائی ہی ہے۔ لوگ خود کہیں گے کہ خدا سے لڑ رہے ہیں۔

ہے اور انسان گناہ سے بچ جاتا ہے پس یہ ایک تقریب پیش آگئی ہے کہ انسان اپنی تبدیلی کرے اور خدا کا قرب اس کی ہیبت سے تلاش کرے خدا کا خوف اور ہیبت گناہوں سے بچائے گی اور اس سے تقویٰ اور طہارت میں ترقی ہوگی جو قرب حق کا ذریعہ ٹھہرے گی۔ ہیبت حق کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے طاعون کو ایک ذریعہ اور سامان ٹھہرا دیا ہے۔ بڑا ہی بد قسمت ہے وہ انسان جو اس بلا اور طوفان میں بھی خدا سے نہیں ڈرتا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتے۔

ہمارا الہام بھی ہے۔ اجہن جیشی یعنی میں اپنا لشکر تیار کر رہا ہوں۔ ہمیں یہ تو خوشی ہے کہ سمجھ دار لوگ خوب خبردار ہو جائیں گے۔ خدا کی قدرت ہے کہ وہی وقت آگیا۔ اور وہی موسم ہے جس کا ذکر تھا اور اس پر خدا تعالیٰ نے گواہی بھی دے دی۔ اب یہ نہ مانیں تو اصل میں خدا کا انکار ہے۔ یہ لوگ ہمارے آگے حدیثیں پیش کرتے ہیں حالانکہ اس نے حکم ہو کر آتا ہے پھر ان کو حکم تو یہ ہے کہ تم کو بولنا نہ چاہیے جو حکم کہے وہ مان لو۔ تقویٰ ہوتا تو یہ لوگ کبھی نہ جلتے اگر فی الواقعہ ہی ان کے ہاتھ میں کوئی حدیث ہوتی تو پھر اُسے غایت مرتبہ ظن کا ہوتا۔ مگر اصل میں ان لوگوں کو یقین ہی نہیں۔

مگر کیا تساوت قلبی ہے کہ جس قدر گندی اور فحش باتیں ہیں اور تحقیر اور توہین ممکن تھی اور جہاں تک ان کا اتھ پڑتا تھا وہ تمام افزا بنائے۔ صرف چند ایک باتیں گورنمنٹ کے قانون کے ڈر سے باقی رہ گئی ہیں۔ اکالٹے جو ہوئے۔

پرمیاں احمد دین صاحب عرفض نویں درجہ اول ساکن گجوانوالہ سے حضرت اقدس بعض قانونی دجوات پر گفتگو فرماتے رہے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ قانون بھی ایک موم کی ناک ہوتا ہے اس لئے کچی بات ہرگز نہ پیش کرنی چاہیے اور ایسی کچی بات کے پیش کرنے سے تو اس کا پیش نہ کرنا ہی اچھا ہے۔

ایک نو مسلم پشاوری کا ذکر

سازمغرب کے بعد حکیم نور الدین صاحب نے ایک نو مسلم پشاوری کا حال سُنایا جو گذشتہ ماہ میں پشاوری جماعت کے ساتھ پشاور سے آیا تھا اور حضرت سے بیعت کی تھی۔ ان نو مسلم صاحب کو اہل اسلام پشاور نے امدادی چندہ کر کے ایک دکان کھول دی تھی۔ حکیم صاحب نے بیان کیا کہ آج اُس کا خط آیا ہے کہ مسلمانوں نے جو امدادی طور پر چندہ سے مجھے دکان کھول دی تھی وہ اب اس لحاظ سے ضبط کر لی ہے کہ میں قادیان گیا اور بیعت کی۔

حضرت اقدس نے فرمایا۔

استلاء ہے۔ صبر کرنا چاہیے۔

پھر آج صبح جو گفتگو حفاظتِ الہی کے وعدوں کے متعلق حضرت اقدس علیہ السلام نے سیر میں کی تھی اس کا اعادہ حکیم نور الدین صاحب سے کیا اور اپنے الہام اور گھر کا خواب سنایا۔ اس گفتگو میں حضرت اقدس نے یہ بھی فرمایا۔

سعید فرقہ جو کہ عذاب سے نجات پانے والا ہے وہ انعمت علیہم ہے۔ اور جو عذاب میں مبتلا ہونے والا ہے وہ مغضوب علیہم ہے۔ مغضوب علیہم اور ضالین میں وہی فرق ہے جو ایک مریض محرقہ اور مدقوق میں ہوتا ہے کہ ایک جلدی ہلاک ہوتا ہے اور ایک آہستہ آہستہ ہلاکت تک پہنچتا ہے۔ مگر انجام کار دونوں ہلاک ہوتے ہیں۔ کوئی آگے کوئی پیچھے۔

حفاظتِ الہی کا وعدہ کتب سابقہ میں

پھر مفتی محمد صادق صاحب نے حسبِ حکم حضرت اقدس وہ تمام حوالجات کتب سابقہ کے سُننے جن کا ارشاد حضرت اقدس نے صبح کی سیر میں کیا تھا۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے۔

زُور ۹۱:-

وہ جو حق تعالیٰ کے پردہ تلے سکونت کرتا ہے۔ سو قادرِ مطلق کے سایہ تلے رہے گا۔ میرا خدا جس پر میرا توکل ہے یقیناً وہ تجھ کو صیاد کے پھندے سے اور ہلاک و با سے رٹائی دے گا۔ وہ تجھے اپنے پروں تلے پھیلے گا۔ اور کہ اس و با سے جو اندھیرے میں چلتی ہے اور نہ اُس مری سے جو دو پہر کو ویران کرتی ہے۔ تیرے اُن پاس ایک لڑاگر جاویں گے اور دس ہزار تیرے دہنے ہاتھ پر

لیکن وہ تیرے نزدیک نہ آوے گی۔ تو نے حق تعالیٰ کو اپنا مسکن
تیار کیا۔ اس لئے تمہارے کوئی آفت نہ آئے گی اور کوئی وبا تیرے خیمے

کے پاس نہ پہنچے گی۔
دشمن کا حسن ظن

پھر حضرت اقدس نے ذکر سنایا کہ

شریعت آریہ میرے پاس مشورہ لینے آیا تھا کہ مجھے بخار سا معلوم ہوتا ہے۔ جسم گرم
ہے، ٹیکہ کراؤں یا نہ۔ میں نے کہا کہ نہ کراؤ کیونکہ اس سے تو حرارت اور زیادہ ہوگی۔
فرمایا:-

ان لوگوں کا دستور ہے کہ مجھ سے ہمیشہ مشورہ دریافت کرتے ہیں بلکہ لیکھرام کے قتل
کے دنوں میں ایک دفعہ یہ دوا پوچھنے آیا تو میں نے کہا کہ اس وقت تو تم ہمیں دشمن جانتے ہو
کہ اس کے قاتل ہم ہیں۔ ہماری دوا تم کو لینا مناسب نہیں ہے۔ مگر اس لئے کہا کہ ہم کو یقین
ہے آپ دوا دے دیں۔

فرمایا:-

رات کو مجھے ایک اور فقرہ الہام ہوا تھا۔ بھول گیا تھا۔ اب یاد آیا ہے۔ وہ یہ ہے:-

أَحْسِبِ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكَوَأَنْ يَذُوقُوا أَمْتًا وَهُمْ لَا يُفْقَهُونَ

اس کے بعد میاں احمد دین صاحب عرض نویس گوجرانوالہ نے مقدمہ کے متعلق کچھ گفتگو

حضرت اقدس علیہ السلام اور آپ کے موجودہ احباب سے کی حضرت اقدس نے ایک حکم پڑھایا کہ

ہماری مراد مزار سے نہیں ہے کہ اُسے مزار ضرور ہو۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے یوسف

کی حقیقت عرہ مصر کے سامنے کھل گئی تھی۔ ویسے ہی ہماری بھی حقیقت کھل جائے۔ یوسف
نے جیلخانہ سے باہر نہیں قدم نکالا جب تک اپنا باعصمت ہونا ثابت نہ کر دیا۔

البدنہ جلد اول نمبر ۱ صفحہ ۵ تا ۷ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۷ء

۱۹ اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ (بوقت سیرا) داہتہ الارض کی حقیقت

صحبہ محول حضرت اقدس سیر کے لئے باہر تشریف لائے اور نواب محمد علی خاں صاحب کے مکان کے آگے آکر ٹھہری ویر نواب صاحب کا انتظار فرماتے رہے جب نواب صاحب تشریف لائے تو روانہ ہوئے اور فرمایا کہ

نئی تحقیقات نے داہتہ الارض کی بہت تائید کی ہے اور اس کے معنی کھول دیئے ہیں۔ کہ وہ ایک کیڑا ہی ہے اور پھر یہ بھی کہ بہت باریک ہے جیسے کہ سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔ تاکل منسانۃ (چپٹا ۸) باریک ہی تھا تو اندر اندر کھاتا مارا اور پتہ نہ لگا اور تکلمہم سے مراد بھی یہی ہے کہ طاعون ہو کیونکہ ایک اور مقام پر قرآن شریف میں ہے کہ ہم ہر ایک قریہ کو قیامت سے پہلے ہلاک کریں گے یا عذاب میں مبتلا کریں گے۔

منضوب علیہ اور ضال کی مثال لیکھرام اور اتھم میں

منضوب علیہم کا اتھم جیسے موت ہے۔ اسی طرح والفضالین کا بھی آخر موت ہے مگر آہستہ آہستہ کیونکہ فضالت کے معنی ہیں راستے سے بہک جانا۔ جھینکتے پھرنا۔ آخر آسمان کو جب کوئی راہ نہ ملے تو مر ہی جائے گا۔ ریگستانوں وغیرہ میں لوگ راستہ بھول کر مر ہی جاتے ہیں۔ لیکھرام منضوب علیہم تھا اور اتھم ضال۔ کہ ایک جلدی مر گیا اور ایک آہستہ آہستہ سسکتا ہوا مرا۔ اور آریہ بھی یہود میں داخل ہیں۔ ان کا نہون وغیرہ تمام رسوم یہود سے ملتی ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ برہمن، مصری اسی لئے کہلاتے ہیں کہ یہ لوگ مصر سے آئے تھے۔

ہوشیلے کی درستی بہ نسبت منافق کے آسان ہے

ایک شخص کی حالت پر حضور نے فرمایا کہ

جوش والا آدمی درست ہونے کے لائق بہت ہوتا ہے۔ مگر منافق نہیں ہوتا۔

سر سید احمد اور کتب مسیح موغلوؤ

ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ سر سید احمد صاحب سے جب ایک دفعہ میری کتابوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ اُن میں ذرہ خیر نہیں ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی کا ذکر

مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی متوفی کے ذکر پر بعض اصحاب نے یہ کہا کہ قوم اور برادری کی محبت ہی نے دراصل اسے اختلافتی کے لئے مجبور کیا ہوا تھا۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا۔

محبت دین کی ہی محبت ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی برادری، قوم اور شہرہ واریا تھیں۔ مگر صحابہؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ دین کے دشمن ہیں۔ تو اپنے ہاتھوں سے اُن کو ہلاک کیا۔ اگر اُن میں (نذیر حسین میں) تقویٰ ہوتی تو ایسے سخت دلی کے لگنے کو بڑے غلط نہ سمجھتے۔ یہ کہہ دیتے کہ تقوٰے اجازت نہیں دیتا۔ یہ تمام امور کس قدر تقویٰ کے خلاف ہیں کہ قرآن شریف میں دلائل سے وفات مسیحؑ ثابت کرتا ہے جیسے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيَّ اور قَدْ خَلَّكَ مِنْ قَبْلِهِمُ الْوَسْلُ۔ پھر خود پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معراج میں اُن کو فردوں میں دیکھنا اور پھر تمام فرقے اسلام کے اور صوفی موت کو مانتے ہیں اور یہ لوگ اس بات کے قائل نہیں ہیں۔ سب سے پہلا اتفاق اسی امر پر ہوا۔ کہ کل انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔ صرف قوم اور برادری کو مد نظر رکھ کر (نذیر حسین) نے انکار کیا۔

سنا تھا کہ نذیر حسین کہتا تھا کہ مجھے ایک ایسی بات یاد ہے کہ اگر بتلاؤں تو ہزاروں آدمی مرزا صاحب کے مرید ہو جاویں۔ وہ تو ہزاروں داخل کرانا ہی رہ گیا۔ اور یہاں لاکھوں داخل ہو گئے۔ حجرہ نشین لوگوں کو نہ تو آسمانی منطق نصیب ہوتی ہے اور نہ زمینی۔

مولوی اسماعیل شہید صاحب اُنے تو سنگڑ بھی گئے اور شیخ سلیمان سے بے۔ شاید جہاد کیلئے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ فقیر نے اپنے ہاتھ سے چڑیا بھی نہیں ماری۔ تلوار کیسے اٹھاوے گا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ۳۶۳ دن اپنی ہاتھ سے ذبح کئے تھے۔

پرفسرایا کہ

اب تو میں یقین کرتا ہوں کہ وہ (نذیر حسین) ہماری جماعت میں داخل ہوا۔ کئی مرتبہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی زندگی میں تو قائل نہ ہوا۔ مگر جب فوت ہو گیا تو ہماری جماعت میں داخل ہوا۔

محمد حسین بٹالوی کا عقیدہ دوبارہ مہدی و مسیح

محمد حسین بٹالوی کے ذکر پرفسرایا کہ

اس عمارت کے دو کونے ہیں۔ ایک مہدی اور ایک مسیح۔ مہدی کی نسبت وہ کہہ چکا تھا کہ کوئی حدیث بھی، ہرج سے خالی نہیں ہے۔ جب ایک کونہ گر گیا تو دوسرا کس کام کا۔ اسی لئے ہمارا انکار کر دیا۔ یہ مسئلہ ایک مرکب شیعہ ہے جیسے ایک پیالہ۔ اگر اس کا ایک ٹکڑا ٹوٹ جائے تو باقی کس کام کا۔ اور ایک پہلو سے محمد حسین ہمارے مفید مطلب ہوا کہ مہدی کی تردید کر چکا۔

(بوقت نماز ظہر)

کیم فضل دین صاحب کے مقدمہ پر حضرت اقدس غور فرماتے رہے اور بہت سی باتیں سننے کے بعد حضور نے فرمایا کہ

مقدمہ وہ بہت منحوس ہوتا ہے جس کا انجام بخیر نظر نہ آوے اور صاف وہ مقدمہ ہوتا ہے جس کے آثار فتح و نصرت کے جلد نظر آجائیں۔ مقدمہ بازی اچھی نہیں ہوتی۔ بار بار حکام کے پاس جانا، اُن کے متفقہ لگنا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ مردار بصد گنزار صلح کر لو۔

بہ تعمیل حکم قرآن مجید شہادت دینے میں کوئی تکلیف نہیں

ایک صاحب نے کہا کہ حضورؐ کو بھی شہادت کے لئے جانے کی تکلیف ہو گی۔ اُس نے اسی لئے آپؐ کی شہادت لکھائی ہے کہ یہ لوگ تکالیف کو دیکھ کر صلح کر لیں۔ حضرت اقدسؑ

نے فرمایا کہ

ہمیں کوئی تکلیف نہیں۔ قرآن کا حکم ہے کہ جب گواہی کے لئے بلایا جاوے تو جاؤ۔ میں کوئی بے دست و پا تو ہوں نہیں۔ ہمیشہ میل بمالہ آیا جایا کرتا تھا۔ یہ تو کوئی بات نہیں چلنے پھرنے کی عادت ہے مگر یہ ایک منحوس بے حیثیت سا مقدمہ نظر آتا ہے۔ مومن کو اپنی عزت کا پاس بھی چاہئے۔ گندے آدمیوں سے یہ جگہ پڑھتی معلوم نہیں کہ خدا کو کیوں یہ جگہ پسند آئی۔

(نماز عصر سے پیشتر)

نماز عصر سے پیشتر مولوی عبدالکیم صاحب نے اخرم عبدالعزیز صاحب کا خط لکھا دیا۔ جو کہ سہانہ اور سے آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ یہاں کے لوگوں میں ایک عجیب و لولہ اور شوخی قادیان پہنچنے کا پیدا ہو رہا ہے۔

(نماز مغرب سے پہلے)

عصمتِ انبیاء سے متعلق

کسی پادری نے عصمتِ انبیاء کے متعلق چند ایک اعتراضات مولوی محمد علی صاحب کے پاس روانہ کئے ہوئے تھے اور نوعِ کانگہار ہونا بھی لکھا تھا کہ اُس نے خلافتِ منشاہدزی اپنے بیٹے کے لئے دعا کی۔ یہ اعتراض مولوی صاحب نے نماز مغرب سے پہلے حضرت

اقدس کی خدمت میں پیش کئے حضرت اقدس نے فرمایا

کیا وجہ ہے کہ اس نے مسیح کا ذکر نہ کیا کہ ایک انجیر کے درخت کی طرف گیا اور جانتا تھا کہ اس میں پھل نہیں ہے۔ پھر وہ جانتا تھا کہ صلیب ملتی ہے اور دعائیں کرتا رہا کہ مجھے نجات ملے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے ثبوت میں قند لہشت فیکنہ عسلا کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ کا ایک فقرہ بھی انجیل میں نہیں ہے۔ اور پیغمبر خدا کی تمام عمر کا یہ حوالہ

ہے کہ قد لہشت ذیکہ عمرا۔

استغفار کے اصل معنی تو یہ ہیں کہ یہ خواہش کرنا کہ مجھ سے کوئی گناہ نہ ہو یعنی میں معصوم رہوں اور دوسرے معنی جو اس سے نیچے درجے پر ہیں کہ میرے گناہ کے بد نتائج جو مجھے ملنے ہیں۔ میں اُن سے محفوظ رہوں۔

مسیح تو خود کنجریوں سے تیل ملواتا رہا۔ اگر استغفار کرتے تو یہ حالت نہ ہوتی۔

(بعد از نماز مغرب)

پھر اس کے بعد اذان ہو کر نماز مغرب ہوئی اور حضرت اقدس حسب معمول شہ نشیں پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا کہ

مفتی محمد صادق صاحب جو کتاب مَنیا کہتے ہیں جس میں مشیحہ عورت کا اور مشیحہ یہودی عاشق سلومی کا ذکر ہے کہ وہ عورت سلومی مشیحہ کو چھوڑ کر یسوع کے شاگردوں میں جا ملی۔ اس لئے اُس مشیحہ نے یہ سارا منصوبہ صلیب کا بنایا گویا ایک عورت کے واقعہ نے اُن کی صلیب تک نوبت پہنچائی۔

جس طرح بدظنیاں ان لوگوں نے نکالی ہیں ویسے ہی ہمارا بھی حق ہے۔ اُن کے نزدیک زیادہ شادیاں کرنا گناہ ہے مگر ایک باناری عورت مخرطی ہے تیل بالوں کو لگاتی ہے۔ بالوں میں لنگھی کرتی ہے اور یہ ہنست کی طرح بیٹھے ہوئے مزے سے سب کرواتے جاتے ہیں۔ یہ بھی پوچھو کہ گناہ ہے یا نہیں۔ ان کو لازم تھا کہ اعتراض نہ کرتے۔ جو واقعات اُن کے ہاتھوں کے لکھے ہیں۔ وہی پیش کرنے پڑتے ہیں۔ اور کیا جواب دیوں۔ یہ کوئی چھوٹا اعتراض نہیں ہے کہ اُن کو کنجریوں سے کیا تعلق تھا۔ اور اگر کہو کہ اس کنجری نے توبہ کی تھی تو کنجری کی توبہ کا اعتبار کیا۔ ایک طرف توبہ کرتی ہیں۔ ایک طرف پھر موٹھے پر بازار میں جا بیٹھتی ہیں۔

شراب کا نشہ اور یسوع مسیح

پھر شراب کو دیکھو کہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اس کی تخم ریزی مسیح نے کی۔ شراب کے جائز

رکھنے سے کروٹنا لوگوں کی گردن پر چھری پھر گئی۔ جب انسان نشہ کا عادی ہو جاتا ہے۔ تو پھر چھوٹا شکل ہے۔ یہ نشہ بھی کیا شے ہے کہ ایک طرف زندگی کو کھا جاتا ہے۔ دوسری طرف زندگی کا شہتیر بھی ہے نشہ والوں کو نشہ نہ ملے تو موت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

ایک نشہ کا سائل | ایک دفعہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ مجھے تین دن سے نشہ نہیں ملا۔ اس کی حالت بہت ردی تھی اور نشہ کے لئے مجھ سے پیسہ طلب کرتی تھی۔ میں نے تعجب کیا کہ یہ نہ روٹی کا سوال کرتی ہے نہ کپڑے کا اور نشہ کے لئے بیقرار ہے اسے عادت ہوگی اور اب اس کی زندگی کا گویا جڑو ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کو اپنے بیان میں سچا جان کر میں نے ایک پیسہ اُسے دے دیا۔

اس موقع پر حضرت اقدس نے حکیم نور الدین صاحب سے سوال کیا کہ کتنے عرصہ کے بعد انسان کسی نشہ کا ایسا عادی ہو جاتا ہے کہ پھر اُسے چھوڑ نہیں سکتا۔ اور مجبور ہو جاتا ہے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ کسی جگہ شاید نظر سے تو نہیں گذرا۔ مگر چالیس دن میں ایسا ہو سکتا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہر ایک شے کے لئے چالیس دن ہی ہیں۔ بات یہ ہے کہ شراب اور اُس کے بہن بھرا (جنگ۔ انیون وغیرہ) ایسی خراب شے ہیں کہ ان سے مٹی پلید ہوتی ہے۔ مگر پھر وہ مذہب کیسے اچھا ہو سکتا ہے جس میں ایسی تعلیم ہو۔ ہاں ایک صورت ہے یہ نشہ چھوٹ کے۔ کہ جیخانہ میں بند ہوں۔ وار و فرغ بھی ایسا ہو کہ کسی سے سازش نہ کرے۔ پھر شاید یہ عادت چھوٹ جاوے۔

فرمایا کہ

پچھلی نو نشہ نہیں پیتے تھے تو معلوم ہوا کہ اس وقت بھی منع تھا۔ مسیح نے مرشد کی تقلید کیوں نہ کی۔

شائد کوئی یہ اعتراض کرے کہ اوائل اسلام میں تو عورت تھی نہیں ۳ برس کے بعد عورت

ہوئی۔ تو جناب یہ ہے کہ اسلام تو آہستہ آہستہ صفائی کرتا جاتا تھا اور قوم بن رہی تھی۔ جب قوم بن گئی تو حکم آگیا۔ ابتداء میں تو صحابہ کو یہ مصیبت تھی کہ پانی بھی بھولا ہوا ہوگا شراب کا کیا ذکر ہے۔

علی حائری شیعہ کا ذکر

ایک علی حائری نامی شیعہ کے رسالہ کا ذکر ہوا جس میں مصنف نے ہمارے مقابلہ میں اہل

سنت کو خطاب کیا ہے کہ تم اور ہم ایک ہیں۔ حضرت نے اس پر فرمایا کہ

سُنّیوں کو تو ایک کر لیا۔ اب ان کو چاہیے کہ خدایوں کو بھی ایک کریں۔ ان کا بھی حق ہے۔ پھر کبھی مل کر علیؑ اور عثمانؓ کو گالیاں دے لیا کریں اور کبھی وہ ابو بکرؓ و عمرؓ کو دے لیا کریں۔ ہمیں خدا نے اس لئے مامور کیا ہے کہ جو حد سے زیادہ شائیں خدا کی مخلوق کی بنائی ہوئی ہیں ان کو دُر کریں۔ اس کے حصہ دار سُنّی بھی ہیں۔ ان میں بھی شرک بہت پھیلا ہوا ہے۔

الہام

پھر حضرت نے آج کے الہام سُنائے کہ
آج یہ الہام ہوئے۔

یوریدون ان یطفوا نورک • یوریدون ان یتخطفو عرضک

رافی معک ومع اهلك •

تریا کہ

خدا تعالیٰ ہمیں اکیلا کمزور ضعیف پا کر ہماری حمایت پر آسمان سے تارییح دیتا ہے۔

(البدر جلد ۲ نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۹۰۲)

۲۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ (بوقت سیر)

حسب معمول حضرت اقدس سیر کے ملنے بنگلے اور طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ اس موسم میں اسبکل عموماً گلٹیاں بلخ وغیرہ میں بھلا کرتی ہیں مگر جب تک اُن کے ساتھ کوئی زہریلا مادہ نہ ہو تب تک طاعون نہیں کہلاتی۔

عیسائیوں کے چار سوالوں کا جواب

ایک شخص کے چار سوال دہلی سے آئے تھے جو کہ عیسائیوں کی طرف سے اس پر ہوئے تھے۔ وہ شیخ یعقوب علی صاحب نے پڑھ کر سنائے۔ اول سوال اس مضمون پر تھا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ اول کلام تھا اور کلام سے خدا ہوا اور خدا کی رُوح سے مسیح پیدا ہوا۔ اور آئن نے بھی اُسے کلمہ فرمایا ہے، حضرت: اقدس نے فرمایا کہ

کلمہ تو میرے الہام میں میرا نام بھی رکھا گیا ہے تم اس کے معنی بتلاؤ۔ پھر ہم اس کے بتلائیں گے۔ اگر کہو کہ یہ الہام سچا نہیں تو اول اس کا فیصلہ کر لیں۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰذَیْنِ اٰیۡتِیْہِمْ وَصَلِّوْا عَلَیْہِمْ۔ مَا نَعْبُدُکَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰہُ۔ تو معلوم ہوا کہ قضا و قدر کا نام بھی کلمہ ہے۔ رُوح کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ روح الشیطان۔ اور رُوح اللہ۔ پہلا لفظ ولد الزنا اور دوسرا اصیل پر بولا جاتا ہے۔

دوسرا سوال اس مضمون کا تھا کہ قرآن جو انجیلوں کا مصدق ہے تو کیا انجیل صحیح ہیں؟

فرمایا کہ

مصدق کے معنی قرآنی طور پر یہ ہیں کہ جو کچھ صحیح تھا اس کی تو نقل کر دی اور جو نہیں یا غلط تھا۔ پھر انجیلوں کا آپس میں اختلاف ہے۔ اگر قرآن نے تصدیق کی ہے تو بتلاؤ کونسی انجیل کی ہے۔ قرآن نے یوحنا متی وغیرہ کی انجیل کی کہیں تصدیق نہیں کی۔ اُن پطرس کی دعا کی تصدیق کی ہے۔ اسی طرح کونسی تورات کہیں جس کی تصدیق قرآن نے کی۔ پہلے تورات تو ایک

بتاؤ۔ قرآن تو تمہاری توحید کو عزت بتلاتا ہے اور تم میں خود اختلاف ہے کہ تو ریت مختلف ہیں۔

تیسرا سوال۔ قرآن نے خود رسول اللہ کو کہا۔ اِن كُنْتُمْ رِجَالًا مِّنْ اَنْفِیْ سَآءَتْ۔ فرمایا۔

اول یہ بتلاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم دیا گیا کہ ماں باپ کی عزت کرو۔

اُن کے والدین کہاں تھے۔ ہاں یہ شک کا لفظ اول مسیح پر وارد ہو سکتا ہے کیونکہ اگر وہ قرآن

اور فدیبہ ہونے کے واسطے ہی آیا تھا اور یہ قطعی فیصلہ تھا تو اس نے کیوں کہا کہ اے خدا۔ یہ

پیالہ مجھ سے نال دے معلوم ہوا کہ اُسے ضرور شک تھا۔ قرآن میں جہاں شک کا لفظ ہے

ہر ایک مخاطب کی طرف ہے نہ کہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ خدا نے ہمیں

کلمہ بتلایا ہے کہ جو بات قرآن کے مطابق ہو۔ اس پر عمل کرو۔ اور جو مخالف ہو اُسے رد کرو۔

کلمہ والی بات تو ہم تھوڑے دنوں تک خود شائع کرنے والے ہیں۔ یہ تو کلمہ کلمہ لٹے

پھرتے ہیں اور یہاں خود میرا الہام ہے۔ انت منی بمنزلہ اولادی۔

جو ماہور ہو کر آتا ہے اس کی ذاتیات سے الہام وابستہ نہیں ہوتے۔ وہ تو شریعت

کا شارح ہوتا ہے جس طرح حضرت مسیح کے وقت شریعت شارح کی محتاج تھی۔ اسی

طرح اس وقت بھی شریعت شارح کی محتاج ہو رہی تھی۔ کیونکہ جس طرح اس وقت یہود کے

۷۲ فرقے تھے اسی طرح اسلام کے ۷۲ فرقے ہو گئے۔ اب خدا ان سب کو ملا کر ایک بنانا

چاہتا ہے۔

الہامات

رات کے تین بجے کے قریب مجھے الہام ہوا۔

وَلَمَّا نَسَبْنَاكَ بِعِزِّ الذِّكْرِ نَعَدُ هُمُ السَّلْسَلَةَ السَّمَاوِيَّةَ اَوْ

نَتُوفِينَاكَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَاتِبٌ۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ

مِثْلَكُمْ يُوْحٰی اِلٰی اِنَّمَا الْهٰكِمُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ وَالْخَيْرُ عِنْدَ رَبِّیْ

القران۔ فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة أعدت

للكافرين

دو قسم کے انسان

معلوم ہوتا ہے کہ آدمی دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ کہ جانتے تو نہیں مگر ان میں ابھی نسبت ہے۔ دوسرے وہ جن کے آنکھ کان فہم وغیرہ سب جاتے رہتے ہیں۔ اور جوارہ میں داخل ہیں وہ بھی جہنم میں داخل ہوں گے جو کہ سمجھے ہوئے تو ہیں مگر بعض تعلقات دنیاوی کی وجہ سے وہ قبول نہیں کرتے معلوم ہوتا ہے اس میں کوئی تجویز ہے اور اس کو ابھی مخفی رکھا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ترقی ہونے والی ہے اور اسد کریم کچھ چشم نمائی کرنے والے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ ہمارے ارادہ میں ہے وہ ہو چکا۔ اب مل نہیں سکتا۔ اَنْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُتَعَبِّدِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيْعَةُ يَوْمَ يَكْفُرُونَ یہ براہین کا میرا الہام ہے مجھے خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ ان اہل کتاب کو بیہندہ دکھلا کر دم بخود کیا جاوے عنقریب مجھ سے پوچھنے کے کہ ان کو کوئی مفر نہیں مسلمانوں نے تو اقبال کی ڈگری اپنے اوپر عیسائیوں کو دیدی۔ اُوہ فیصلہ ہمارے ساتھ ہی کرنا جو انبیاء کے ساتھ ہونا چاہیئے تاکہ آسمان سے اس کا فیصلہ ہو۔ تم کہتے ہو مسیح کلمۃ اللہ ہے ہم کہتے ہیں میں خط نے اس سے بھی زیادہ درجہ دیا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ مسلمان تم کو کافر کہتے ہیں تو دیکھو تم کو روٹن کی تھوک کافر کہتے ہیں اور تم ان کو کافر کہتے ہو اور دوٹی سب کو کافر کہتا ہے مگر پاس تو خدا کی گواہی ہے اور اس کے نشانات ہیں نہ کہ تو خوشنما تھا۔ نہ جماعت تھی، نہ اس کی ترقی تھی نہ طاوون تھی یہ سب باتیں مجھے قبل از وقت بتلائی گئیں۔ اس ملک پر اٹھانا انفس کا سخت صدمہ آیا اور اس وجہ سے بہت سے بھوکے اور بیہوش طبع لوگ جو زبردی کے طالب تھے، اس عیسائی فرقہ میں چند روپیوں کے لالچ سے شامل ہو گئے۔

اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مال اور حقیقت نبی کی کتابوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ یہ ایک آخری جنگ ہے جو کہ شیطان کی لڑائی کہلاتی ہے اور خود شیطان نے تو لڑائی کرنی نہیں بلکہ انہی لوگوں کے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ پس ایسی لڑائیوں سے یہ ہمارے مخالفین کو غنڈھی بنا دیوں گے

اور آخرت ہم پر ہی آکر پڑے گی۔ ان بہار سے منافقوں کا یہ مذہب ہے کہ کلمۃ اعدا اور روح اعدا خلق اور مس شیطان سے بری اور آسمان سے دوبارہ دُنیا میں واپس آنے والا یہ سب صفات حضرت مسیح ہی میں ہیں۔ کبکحت خدا جانے کہاں کے کہاں چلے جاتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پھر یہ مصرعہ تو حضرت مسیح کے بارہ میں لکھنا چاہیے نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان لوگوں کے خیال کے موافق آنحضرتؐ تو قتلِ دجال سے دست بردار ہو گئے کیونکہ مسیح نے آکر قتل ہو کر نہ ہوا۔ اول حصہ بھی مسیح کا ہوا اور آخر حصہ بھی مسیح کا۔

ابتداء میں کلمہ تھا اور کلمہ خدا کا کلام تھا وغیرہ وغیرہ، یہ سب الحاقی عبارتیں ہیں۔ اُن کے پاس الحاقی عبارتیں ہوئیں اور بہار سے پاس اصل۔ اہلِ پُر اُن کا یہی جواب ہوتا ہے کہ مرزا یوں سے بات نہ کرو۔ ایک درخت کی چھوٹی اور کمزور شاخ تو ایک چڑیا کہ بھی ناز سے اپنے اُوپر بٹھا لیتی ہے۔ لیکن اگر اس کے اُوپر مور بیٹھنا چاہے تو ایک سیکنڈ کیلئے برداشت نہیں کر سکتی۔ زمانہ اور قرآن کے لحاظ سے دیکھو کہ جو باتیں تم مسیح پر چسپاں کرتے ہو۔ وہ پورے طور پر ہم پر چسپاں ہوتی ہیں۔ قیمتی پیشگوئیاں آمد ثانی پر تھیں وہ سارے کا سارا تقیلا ہم نے چھین لیا۔ آمد اول میں تو ساری ذلت اور مار کھانے والی پیشگوئیاں ہیں۔ اور جلال اور عظمت والی تو آمد ثانی پر تھیں جو کہ ہم کو ملیں۔

ساعتہ سے مراد

عندك علم الساعة پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ بات واقعی ہے اور قرآن پاک سے بھی ثابت ہے کہ ساعتہ سے اس جگہ مراد یہودیوں کی تباہی کا زمانہ ہے۔ یہ وہی زمانہ تھا اور جس ساعت کے یہ لوگ منتظر ہیں۔ اس کا تو ابھی کہیں پتہ بھی نہیں ہے۔ ایک پہلو سے اول مسیح کے وقت یہودیوں نے بدبختی لے لی اور دوسرے وقت میں نصاریٰ نے بدبختی کا حصہ لے لیا۔ مسلمانوں نے بھی پوری مشابہت

یہود سے کر لی۔ اگر ان کی سلطنت یا اختیار ہوتا تو ہمارے ساتھ بھی مسیح والا معاملہ کرتے۔

نشانوں کے ظہور کا وقت

جس طرح کھانگہ بھینس کا دودھ نکالنا بہت مشکل ہے۔ اسی طرح سے خدا کے نشان بھی سخت تکلیف کی حالت میں اُترا کرتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل نے کہا تھا "إِنَّا لَمَعْدُوكُونَ" وہ ایسا سخت مشکل کا وقت تھا کہ آگے سے بھی اور پیچھے سے بھی اُن کو موت ہی موت نظر آتی تھی۔ سامنے سمندر اور پیچھے فرعون کا لشکر۔ اس وقت موسیٰ نے جواب دیا۔ "كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ" ۱۰

پس ایسی ضرورتوں اور ابتلا کے اوقات میں نشان ظاہر ہوا کرتے ہیں جبکہ ایک قسم کی جان کنڈنی پیش آجاتی ہے۔ چونکہ خدا کا نام غیب ہے اس لئے جب نہایت ہی اشد ضرورت آتی ہے تو امور غیبیہ ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ لیکھرام کے قتل کی طرز اور وضع اور وقت اور تاریخ وغیرہ سب کچھ کس صفائی سے بتلایا گیا۔ مگر بے ایمانوں کے واسطے عقوڑا سا شبہ اور ایمان والوں کے واسطے عقوڑی سی بات ایمان کے لئے باقی رکھ لی تھی۔ بے ایمانی کی بات ہی ہوئی جو کہا کہ شائد ان کی جماعت میں سے کسی نے اُس کو قتل کر دیا ہو۔

(بعد از نماز مغرب)

طاغون کا ذکر

بعد ادا سے نماز مغرب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب معمول اجلاس فرما ہوئے تو قادیان میں جو چوڑھوں میں چند آدمی مر گئے ہیں۔ یہ ایسے وجہ کہ ان ایام میں انہوں نے کئی چوک شدہ بھینسیں کھائی تھیں۔ اُن کا ذکر کرتے ہوئے انوطامون کا تذکرہ ہو رہا۔ فرمایا:-

ایک بار مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ خدا قادیان میں نازل ہوگا اپنے وعدہ کے موافق۔ اور پھر یہ بھی تھا۔ اِلَّا الْغَافِلِينَ اٰمَنُوْا وَ هَمِلُوْا الصَّلٰحٰتِ۔
 فرمایا:-

طاغون کے خوفناک نتائج یہ بھی ہیں کہ آخر کو جنگل بنا دیتی ہے۔

اس پر حکیم نور الدین صاحب نے کہا کہ حضور میں نے پڑھا ہے یہ جو نئی آبادی بار میں ہوئی ہے۔ اس میں پرانی آبادیوں کے نشانات ملے ہیں اور یہ لکھا ہے کہ یہ قطعاً آباد تھے اور طاغون سے ہلاک ہوئے تھے حضرت اقدس نے فرمایا کہ

خواہ موذی طبع لوگ ہزاروں ہی مر جاویں مگر یہی یہ چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر ہو اور دُنیا کو خدا کا پتہ لگے اور ثبوت ملے کہ کوئی قدر خدا بھی موجود ہے۔ اس وقت دہریت اور الحاد بہت پھیلا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بے پردہ ہی ظاہر کی جاتی ہے اور جن لوگوں نے بظاہر خدا تعالیٰ کا اقرار بھی کیا ہے۔ انہوں نے یا تو خطرناک شرک کیا ہے جیسے عیسائی اور دوسرے بُت پرست مُشرک اور پھر جنہوں نے بظاہر توحید کا اقرار بھی کیا ہے جیسے مسلمان انہوں نے بھی دراصل شرک اختیار کر رکھا ہے اور مسیح کو خدا کی صفات سے متصف ٹھہرا رکھا ہے۔ علاوہ بریں خدا تعالیٰ کی حکومت کے نشان اُن کے اعمال سے ثابت نہیں ہوتے۔ اعمال میں سستی اور بیباکی اور گناہوں پر دلیری پائی جاتی ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا خوف دلوں پر نہیں رہا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس بے باکی کے دور کرنے میں بیشک ہزاروں ظالم طبع لوگ ہلاک ہوں تاکہ وہ دُوسروں کے لئے عبرت ہو۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر ایمان لانے والے ہوں۔

دہرہات کے لوگ تو جنگل کے وحشیوں کی طرح ہیں۔ مگر شہروں میں جو تسلیم یافتہ ہیں۔ اُن کی حالت بہت ہی ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں میں بھی اعلیٰ کلمۃ اللہ اور اپنے اعمال کی اصلاح اور تبدیلی کا جوش نہیں ہے۔ باپ دادا سے لڑا لڑا

إِنَّ اللَّهَ سَمِيحٌ لَّيْسَ بِسَخِيحٍ كَمَا تَفْتَرُونَ - اعمال کی پروا نہیں۔

یہ جو الہام ہو چکا ہے اِنَّهُ اَوْى الْقَرِيْبَةَ۔ اگر منتشر کرنے کا قانون مسخ نہ ہوتا۔ تو اس مفہوم کو اس الہام میں داخل سمجھا جا سکتا۔ مگر اب جبکہ سب جگہ قانون مسخ ہو گیا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہی ہے جیسا کہ دوسرے الہام لولا الا کو ادر لہلک المقار سے پایا جاتا ہے۔ اس میں ایک شوکت بھی ہے اور چشم سنائی ہے جیسے ایک مجرم کو بیچ ۲ سال کی سزا دے اور ساتھ ہی کہہ دے کہ اصل میں ۱۴ سال قید کی سزا کے لائق تھا۔ مگر عدالت رحم کر کے ۳ سال سزا دیتی ہے۔ اسی طرح پر یہ الہام ظاہر کرتا ہے کہ دراصل یہ جگہ بھی ایسی ہی تھی کہ ہلاک کی جاتی مگر خدا تعالیٰ اپنے سلسلہ کا اکرام ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اسی اکرام کی وجہ سے اُسے ہلاکت سے بچا لیا اور اس طرح پر یہ نشان ٹھہرا۔

جماعت کو نصیحت

میری نصیحت اس وقت جماعت کو یہ ہے کہ یہ دن بڑے سخت اور ہولناک ہیں اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے دلوں کو اور آنکھوں کو بڑے جذبات سے روکیں اور اپنے اعمال اور چال چلن میں خاص تبدیلی کریں۔ یہ وقت خاص تبدیلی کا ہے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگنے کا ہے۔ پس اس وقت خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرو۔ میں نے سنا ہے کہ ایک شخص عین شادی کے دن طاعون سے مر گیا۔ دنیا کی بے ثباتی کی یہ کیسی عبرت بخش مثال ہے۔ اگر دانشمند فور کرے تو ایک طرح سے یہ دن بڑے عجیب ہیں۔ ان پر نظر کرنے سے موت یاد آتی ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا ہوتا ہے۔ اور یقین ہی ایک ایسی شے ہے جو اعلیٰ درجے کی لذت اور سرور صادق الیقین کو بخشتا ہے جو کسی اور کو میسر نہیں آ سکتے۔ خدا شناسی کے مسئلہ پر اس وقت ہزاروں قسم کے حجاب اور گردوغبار پڑے ہیں۔ اور وہ یقین جو لذت بخش نتائج اپنے ساتھ لے رہا ہے وہ نہیں رہا۔ اور وہ سرور جو دنیا کے تعلقات میں پیدا ہونے والے رنج و غم کو دودھ کرتا ہے اس وقت نہیں بلکہ یہ حالت ہو رہی ہے کہ اکسیر بل

جادوے تو بل جادوے لیکن ایسے آدمی اس زمانہ میں ملنے مشکل ہیں جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایسا یقین رکھتے ہوں جس نے اُن کی ساری قوتوں اور جذبات پر ایسا اثر کیا ہو اور ایسی معرفت عطا کی ہو جس سے اُن کے گناہ کی زندگی پر موت وارد ہو چکی ہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ایسے دلوں کا مذاہبت مشکل ہے جو ایمان اور اس کے لذت بخش نتائج کی معرفت سے بھرے ہوئے ہوں۔

ضرورتیں تو اس وقت بہت سی ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ہاتھ دکھائے اور اپنی چمکار سے دُنیا کو روشن کرے مگر سب سے بڑی ضرورت ایسی معرفت اور یقین کا پیدا کرنا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ طاعون اسی کو پورا کر رہی ہے۔ ٹیکہ کا علاج اس وقت تک آخری علاج سمجھا گیا۔ لیکن اگر یہ علاج ٹھیک نہ ہوا تو پھر مشکل ہوگی۔ ابھی تک اس کا پورا تجربہ بھی نہیں ہوا جب تک ایک عدد کثیر نہ ہو کیا کہہ سکتے ہیں مثلاً لاہور میں ۵۰ یا ۶۰ ہزار آدمی ٹیکہ لگوائے اور پھر ایک دو جاڑے اُن پر امن سے گذر جاویں تو کچھ پتہ ملے لیکن اگر چھ ماہ کے بعد اس کا اثر زائل ہو جاوے اور ہر ششماہی کے بعد یہ نسخہ گلے پڑا تو پھر تو کچھ نہیں اٹھا دیت میں جو آیا ہے کہ آخر خدا سے لڑائی کریں گے۔ یہ اُس قسم کی جنگ ہوگی جو خدا تعالیٰ کی قضا و قدر کے مقابلہ کے لئے ہر قسم کی تیاری کی جادے گی میرے الہام میں جو راجح اجہن الجیش آیا ہے۔ اس سے مراد طاعون ہی ہے اور ایسا ہی حضرت مسیحؑ نے اپنی آمد کا زمانہ نوح کے زمانہ کی طرح قرار دیا ہے اور پھر خدا تعالیٰ نے میرا نام بھی نوح رکھا ہے اور واصنم الفلک کا الہام ہوا۔ اور لا تخاطبنا فی اللدین ظلموا انما هم مغر قون بھی فرمایا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عظیم الشان طوفان آنے والا ہے اور پھر اس طوفان میں میری بنائی ہوئی کشتی ہی نجات کا ذریعہ ہوگی۔ اب طاعون وہی طوفان ہے اور خدا کا زور اور حملہ اور اُس کی چمکار ہے یہی وہ سیف الہلاک ہے جس کا براہین میں ذکر ہوا ہے۔ طیبیوں اور ڈاکٹروں کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ اس

کا کوئی نظام مقرر نہیں ہے کہ گرمی میں کم ہوتی ہے یا سردی میں۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض جگہوں میں گرمیوں میں بھی اس کی کثرت میں فرق نہیں آیا۔ غرض اس کا علاج بجز امتناعاً اور دُعا اور اعمال میں پاکیزگی اور طہارت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

(البدار جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۱۰ تا ۱۲ مورخہ ۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

نیز (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۴ صفحہ ۱ - ۲ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء)

۲۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ (بوقت سیر)

کوئی منہجے کے قریب حضرت اقدس میر کے لئے تشریف لائے۔ پھر وصلہ سے چند ایک احباب آئے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس نے ان سے ملاقات کی۔ اور طاعون کا حال اس طرف کا دریافت کیا۔ اس سے پیشتر حضرت اقدس قادیان کے شمال کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مگر آج آپ نے حکم صادر کیا کہ اس طرف یعنی مشرقی طرف چلئے۔ گویا آج اس مشرقی زمین کے بخت بیدار ہوئے۔ جس پر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک قدم پڑتے تھے۔

عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات

آج بھی وہی مضمون زیر بحث رہا۔ جس پر گذشتہ ایام میں بحث تھی کہ عیسائی جو دوسرے

نبیوں کو گنہگار ٹھہرتے ہیں۔ مسیح کے گناہوں کو کیوں چھپاتے ہیں۔ فرمایا کہ

ان کو (عیسائیوں کو) بحث میں ذلت اور ندامت کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں۔ دوسرے

پر حملہ کرنے سے پیشتر اول اپنے گھر کی صفائی تو کر لیں۔ اگر موسیٰ کے قتل پر اعتراض ہے

تو وہ تویریت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے مگر مسیح کو کیا عزا کہ انجیل نازل ہو رہی ہے۔

اور کنجری سے تیل ملو اور اہل پھر موسیٰ کا فعل ارادتا نہ تھا۔ نہ اس کو مارنے کا ارادہ تھا اس

لئے قتل کا الزام غلط ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے ایک میل کو

لُٹا مارا اور وہ مر گیا۔ مقدمہ عدالت میں گیا۔ چونکہ یہ ایک اتفاقیہ امر تھا۔ آخر عدالت نے اُسے چھوڑ دیا۔

بَلِّغْ اَشْدَّاهُ سے مراد وہ نبوت جلتے ہیں۔ اس سے مراد نبوت نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ جب ہوش میں آیا۔ اَشْدَّاهُ بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وحی کی اَشْدَّاهُ اور دوسری جسمانی اَشْدَّاهُ۔ موسیٰ نے مُکا مارا۔ اتفاقیہ ایسی جگہ لگ گیا۔ کہ موت واقع ہو گئی۔

مولوی محمد علی صاحب نے کہا کہ الہام کا سلسلہ بعدِ یقینہ لینے کے شروع ہوا۔ اور رُوح القدس بھی پیچھے ہی اُترا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

پھر یوں کہو کہ مسیح کے برکات کا سر شمشہ یحییٰ ہی تھا۔ سچی پاکیزگی بلا رُوح القدس نہیں مل سکتی۔ یحییٰ بھی اس پر ایمان نہیں لایا۔ وہ کہتا تھا کہ میں آنے والے سے اول آیا ہوں مگر اُس نے اُن کو مسیح نہیں مانا اور اسی لئے جب اُس سے پوچھا گیا کہ تو ایلیا ہے۔ تو اس نے انکار کر دیا۔ نیک نیستی کے ساتھ اسے (یحییٰ) کو کچھ امور پیش آگئے۔ اُس نے خیال کیا ہو گا کہ جب اُس نے خود میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے تو یہ مسیح کیسے ہو گا۔ اِن (عیسائیوں) پر سخت مشکلات ہیں۔ بیوقوف ہیں۔ جو اپنی پردہ دری کراتے ہیں۔

پھر حضرت اقدس نے مفتی محمد صادق صاحب کو حکم دیا۔ کہ

ملک صدق کا حال دیکھنا جس نے حضرت ابراہیمؑ کو تحفہ اور سوغات دیئے تھے۔ کیونکہ یہ تین آدمیوں کو مسیح کے علاوہ بیگناہ کہا کرتے ہیں۔ ایک ملک صدق۔ دوسری مریم تیسرے یحییٰ۔ اُن کے نزدیک تو مسیح اور مریم ہی مس شیطان سے پاک ہیں۔ مگر قرآن نے مساوی رکھا ہے کہ ہر ایک راستباز مس شیطان سے پاک ہے۔ کچھ تہمتیں چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام پر آگئی تھیں کہ یہودی لوگ اُن کو مس شیطان سے منسوب کرتے تھے اور طرح طرح کی باتیں کرتے اور الزام لگاتے تھے۔ اس لئے اُن کا ذب ضروری تھا۔ اُن پر سخت الزامات تھے اور اب تک وہی چلے آتے ہیں۔ سو خدا نے وہی (الزام) اُنارے۔

دوسروں (ذبیہوں) پر اس قدر الزام نہ تھے اس لئے اُن کے ایسے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کا خاصہ ہے کہ جیسے جیسے یہ بہت پیچھے پڑے ہیں۔ اُس طرف سے بہت باتیں نکلتی آتی ہیں۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ ”فقیرانِ دمی بددعا لگ جاتا دکھا ہے۔“ اسی طرح عیسیٰ کی بددعا ان کو لگ گئی جو وہ دیا کرتے تھے کہ تم بے ایمان ہو۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب بات انتہا تک پہنچ جاتی ہے تو بے ایمانوں سے جواب تو بن نہیں آتا۔ اس لئے آخر خاموش ہو کر پیچھا چھوڑاتے ہیں۔

اندرونی مخالفوں کا ذکر

پھر اندرونی مخالفوں کی حالت پر فرمایا کہ

اگر یہ کوئی تحریر نہیں کرتے تو دس بارہ آدمی مل کر آویں کہ ہمیں حق کی طلب ہے اور آدمیت کی بحث کریں جس میں چند ایک منصف مزاج بھی موجود ہوں اور تمام باتوں پر سنجیدگی سے غور کریں کہ حقیقت کُل جاوے۔ مگر یہ لوگ ایسی بات کبھی نہیں چاہتے۔ دراصل یہ لوگ اب سرو ہو گئے ہیں۔ اپنی حفاظتوں کو مقدم رکھ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی ان (مرازیوں) سے نہ ملے۔ ان کو جانے دو۔

پھر مولوی غلام قادر صاحب بھیروی کے ذکر اذکار دیگر احباب کرتے رہے کہ وہ دہلیوں کے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ ایک دفعہ میاں نجم الدین نے جب آپ کی بیعت کی۔ تو اس نے طعنہ مارا کہ دیکھو تم نے وہی بات مانی جو ہم منواتے تھے اور اس نے حضور کی مخالفت میں کبھی نہ تسلیم اٹھایا نہ زبان کھولی۔ بلکہ وہ اس سلسلہ کو اس لئے پسند کرتا ہے کہ وہابیوں کی خوب خبر لی۔

پیشہ وروں کی ناز سنائی پر فرمایا کہ

یہ لوگ ناز سنائی بغیر رہ نہیں سکتے۔ ضرور کرتے ہیں۔

دقیل و بعد از نماز مغرب)

مغرب کی اذان سے پیشتر ہی حضرت اقدس بالائی مسجد میں تشریف لے آئے۔ اور
اور جس مکان کی خرید کے متعلق حضور نے کشتی نوح میں اشتہار دیا ہے اُس کا ذکر
کرتے رہے کہ

توسیع مکان کی بہت ضرورت ہے جہاں تک ہوسکے جلدی فیصلہ کرنا چاہیے۔

ایک خط اور اُس کا جواب

پھر اذان ہوئی اور نماز ادا کر کے حضرت اقدس صلیب معمول شہ نشین پر جب لوہ افز
ہوئے۔ ایک خط اخبار عام کے کارپردازوں کی طرف سے حضرت اقدس کی خدمت
میں آیا تھا۔ جس کا راقم ایک شخص رحمت مسیح نامی بٹالہ سے تھا۔ اس خط میں لکھا
تھا کہ قادیان میں سخت طاعون پھوٹی ہے۔ دھڑا دھڑوگ مر رہے ہیں۔ مرزا
صاحب کی جماعت بھی بہت طاعون سے تباہ ہو چکی ہے خود مرزا صاحب بھی
مبتلائے طاعون ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

اخبار عام نے اس خط کو بجنسہ حضرت اقدس کے پاس تصدیق کے لئے روانہ کر دیا
تھا۔ اس کا ذکر حضرت اقدس نے کیا۔ لاقم خط کے متعلق کہا کہ

بعض لوگ شدید فتنہ پردازی سے ایسا کرتے ہیں کہ ایک خط لکھ کر دوسرے مخالف
کا نام اس پر لکھ دیا کرتے ہیں۔ اس لئے کیا معلوم کہ کس کا لکھا ہوا ہے۔ میں نے اخبار عام
کو لکھ دیا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے صرف چند ایک اموات پورٹھوں میں ہوئی ہیں۔ سو ان کا ہوش
بھی مشکوک ہے کچھ ڈنگ نرے تھے۔ وہ پڑھوں نے کھائے۔ پھر جن لوگوں نے ان کو کھایا
وہی مرے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ طاعون سے مرے۔

کٹاک کے ایک احمدی مرد اور عورت کا خلاص

پھر تین صاحبوں نے حضرت اقدس سے بیعت کی جس میں ایک صاحب سید اختر الدین احمد ساکن کٹاک بنگال بھی تھے مولوی محمد اکرم صاحب نے احمد حسین صاحب امدہ از کٹاک کی طرف سے ایک کرنسی نوٹ اور کچھ زیورات حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔ زیورات اُن صاحب کی اہلیہ مرحومہ کی طرف سے تھے جن کی وصیت تھی کہ یہ خاص حضرت اقدس کی خدمت میں درخی خدمت کے لئے دیئے جائیں۔ حضرت اقدس نے ان کے اخلاق کی تعریف کی اور فرمایا کہ

خدا اُن کو اخیرین منہم میں ملاوے *

✽ اہم میں ۲۱ اکتوبر۔ دہار شام کے زیر عنوان اس کی تفصیل یوں درج ہے۔

کٹاک سے دو بھائی آئے ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک نے نہایت اخلاص سے اپنی مرحومہ بیوی کا زیور صندوق کی خدمت میں پیش کیا کیونکہ مرحومہ اس کی وصیت کر گئی تھی۔ مولوی نور الدین صاحب حکیم الامت نے اس پر عرض کیا کہ بڑے ہی اخلاص اور شہادت کا نشان ہے۔ فرمایا۔

اخیرین منہم کہہ کر جو خدا تعالیٰ اس جماعت کو صحابہ سے ملا ہے تو صحابہ کما سارا خلاص اور وفاداری اور ارادت اُن میں بھی ہونی چاہیئے۔ صحابہ نے کیا کیا۔ جس طرح پر انہوں نے خدا تعالیٰ کے جلال کے اظہار کو دیکھا۔ اسی طریق کو انہوں نے اختیار کر لیا یہاں تک کہ اس کی راہ میں جانیں دے دیں۔ وہ جانتے تھے کہ بیویاں بیوہ ہوگی۔ بچے یتیم رہ جائینگے لوگ ہنسی کریں گے مگر انہوں نے اس امر کی ذمہ پروا نہ کی۔ انہوں نے سب کچھ گوارا کیا مگر اس ایمان کے اظہار سے نہ رُکے جو وہ امد اور اس کے رسول پر لائے تھے حقیقت میں اُن کا ایمان بڑا قوی تھا۔ اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اب دیکھ لو ایک تو وہ گروہ تھا۔ جس نے اپنی جانوں کو خدا کی راہ میں کچھ

(بقیہ صفحہ ۱۰۴)

صحابہ کا ذکر خیر

صحابہ کرامؓ کے ذکر پر فرمایا کہ:

شبیحہ سب و شتم تو کرتے ہیں مگر ان کا (صحابہؓ کا) کام دیکھو کہ جیسے خدا کی مرضی تھی ویسے ہی اسلام کو پھیلانے کا دیا۔ خوب جانتے تھے کہ بیویاں مریں گی، بچتے ذبح ہوں گے اور ہر ایک قسم کی تکلیف شدید ہوگی مگر پھر بھی خدا کے کام سے منہ نہ موڑا۔ یہی فقرہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک جماعت وہ ہے کہ اپنا سب (ذمہ) ادا کر چکے ہیں جیسے

مِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ (دک ۱۹) کیسا سہ ٹریفکیٹ ہے کہ بعض نے میری راہ میں جان دے دی۔ ایک جان وہ جس پر عیسائی پھر تک رہے ہیں اور نیچے سے معلوم ہوا کہ وہ بھی نہیں دی گئی۔ ہم نے تحقیق کر لی ہے کہ استغفار کے یہ معنی ہیں۔ کہ انسانی قوی جو کتوت کر رہے ہیں ان کا افراط و تفریط یعنی بے محل استعمال نافرمانی ہوتا ہے تو خدا کا لطف و کرم مانگنا کہ تو رحم کرو اور ان کے استعمال کی افراط و تفریط سے محفوظ رکھ یعنی اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرنی ہے۔ مسیح بھی خدا تعالیٰ کی مدد کے محتاج تھے۔ اگر کوئی اس طرح نہیں سمجھتا تو وہ مسلمان نہیں۔

بڑا فنانی اللہ وہ ہے جو کہ ہر آن میں خدا کی امداد چاہتا ہے جیسے ایتاک نعبد و ایتاک نستعین۔

آنحضرتؐ کے استغفار پر سوال و جواب

پھر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے اپنی فیسی ایک انگریزی عیسائی پرچہ میں سے حضرت اقدس کو ایک مضمون سنایا جو کہ ایک مسلمان کے قلم سے استغفار کے متعلق

چیز نہ سمجھا اور ایک عیسائی ہیں جو مسیح کے کفارہ پر ناز کرتے ہیں اور ایک جان دینے پر گھنڈ کر رہے ہیں حالانکہ وہ بھی غلط بجلی ہے مقابلہ کر کے دیکھو کہ صحابہؓ کی وفاداری اور استقلال جانوں کے دینے میں کیا تھا اور خود مسیح کا کیسا؟ (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۲۰ ص ۲۰۷ مورخہ ۱۹۰۲ء)

بکھا ہوا تھا جس میں اس نے اپنی نادانی سے ایک عیسائی کو یہ جواب دیا تھا۔ کہ
استغفار کا حکم آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منسوب نہیں ہے بلکہ اس سے
امت مقصود ہے کہ آپ کی امت استغفار کرے۔

اس عیسائی پوچھ کے ایڈیٹر نے اس پر اعتراض کیا ہوا تھا کہ اگر یہ حکم رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس لئے ہوا کہ امت کو تعلیم دیں تو امت کے روبرو پڑھ کر سنا
دینا کافی تھا۔ مگر ایک دن میں ستر ستر اور سو سو بار استغفار کرنے اور پھر تباہی میں
کرنے سے کیا فائدہ تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ لوگ نادانی سے نہیں سمجھتے۔ اس مسلمان شخص نے تو خود عیسائیوں کو اعتراض کا ترجمہ
دے دیا ہے اور یہ اس کی کم فہمی ہے۔ کہ اُس نے خود استغفار کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس سے
مراد تو ترقی مراتب ہے۔

پھر ایک اور مسلمان کا مضمون اسی پرچہ میں سے سنایا جس نے لفظ ذنب کے
متعلق لکھا ہوا تھا اور حضرت اقدس کے مضمون مندرجہ انگریزی میگزین میں سے اس
کا جواب اقتباس شدہ تھا۔ اس شخص نے اپنے جواب میں انگریزی میگزین کا حوالہ بھی
دے دیا تھا۔ اس سے حضرت اقدس بہت خوش ہوئے کیونکہ اس ترتیب سے علاوہ
جواب معقول ہونے کے اس سلسلہ کی یہ تائید ہوئی کہ تیرہ چودہ ہزار آدمیوں میں میگزین
کا اشتہار ہو گیا۔ جن کے پاس یہ عیسائی پرچہ جاتا ہے۔

پہنتمہ کے وقت پانی کا استعمال

پھر عیسائیوں کے ہتسمہ دینے کے وقت جو پانی وغیرہ چھڑکا جاتا ہے اور بعض اُن
کے فرقے اس وقت نئے دیندار کو ایک چھوٹے سے حوض میں دھکا دیدیتے ہیں۔
اس کے ذکر پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

پانی کا لحاظ تو ہر ایک نے رکھا ہے۔ ان لوگوں نے تالاب وغیرہ رکھا ہے۔ اور قرآن

نے گریہ دیکا کا پانی رکھا ہے وہ ظاہر پر گئے ہیں اور قرآن شریف حقیقت پر گیا ہے۔
جیسے تَسْرَىٰ اَعْيُنُهُمْ تَفِيضًا مِّنَ السَّمَاءِ ۗ

شریعت اور عیسائیت

عیسائی پیر اپنی فینی میں قرآن کریم پر شریعت کے متعلق حملہ کیا ہوا تھا اور اس کے مقابل پر انجیل کو مبارک بتلایا ہوا تھا جس نے شریعت کو لعنت کہا ہے اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

جب ان میں شریعت کوئی نہیں ہے تو اگر ان کو کہا جائے کہ نجاست کھاؤ۔ تو کھا سکتے ہیں اور ماں کے ساتھ زنا کریں تو کر سکتے ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ یہ لوگ کپڑا کیوں پہنتے ہیں۔ کیونکہ ان کو مذہب (شریعت) سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ برائے نام گناہ گناہ کرتے ہیں اور اصل میں چاہتے ہیں کہ ہر ایک گناہ کو چالاکی سے معصم کر لیں جب ہر ایک قسم کی بدکاری کرنے پر وہ تیار ہیں تو پھر گناہ کیا شے ہے۔ اگر باکرہ ہمیشہ یا لڑکی کو نکاح میں لاویں تو وہ حرام نہیں ہے اگر کہیں کہ سابقہ کتب میں حرام ہے تو وہ ان کے نزدیک منسوخ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں پر فرمایا کہ

وہ تو جائز ظہر چکوا مانا تھا مار چکے مگر ان لوگوں (عیسائیوں) نے لاکھوں خون ناجائز طور پر کئے (عیسائی مذہبی جنگوں سے پتہ لگتا ہے کہ کس قدر خون ناحق ہوئے ہیں)۔

﴿﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۙ

اسلامی جنگیں بالکل دفاعی لڑائیاں تھیں جب کفار کی تکالیف اور شرارتیں حد سے گذر گئیں تو خدا تعالیٰ نے ان کو سزا دینے کے لئے یہ حکم دیا مگر عیسائیوں نے جو مختلف اوقات میں مذہب کے نام سے لڑائیاں کی ہیں۔ ان کے پاس خدا تعالیٰ کی کونسی دستاویز اور حکم تھا۔ جس کی رو سے وہ لڑتے تھے ان کو تو ایک گال پر پٹا چھو کھا کر دوڑی

پھیر دینے کا حکم تھا (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۴ ص ۱۰۰ نومبر ۱۹۰۲ء)

اعلیٰ اخلاق اور اُن کے اظہار کا وقت

انسان کا خلق اس کی فتح اور کامیابی کے متعلق ہوتا ہے کہ جو کچھ صبر وغیرہ اخلاق فاضلہ مصیبت اور بلا کے وقت دکھلاتا ہے وہی فتح اور اقبال کے وقت دکھلاوے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں قسم کے وقتوں پر اخلاق دکھلانے کا موقع ملا جو خلقِ عظیم تنگی اور بلا کے وقت آپ نے مکہ میں دکھلائے تھے وہی آپ نے بادشاہ ہو کر دکھلائے حضرت مسیح کا کوئی مشبہ خلق کا دکھلاؤ وہ تو اس سے بالکل فارغ ہیں۔ بلا ثبوت تو جوگی بھی مدعی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے نفس کو مارا ہوا ہے۔ ستری بی از بے چادری۔ مسیح نے تو امام حسین علیہ السلام جتنا حوصلہ بھی نہ دکھلایا کیونکہ اُن کو مفر کی گنجائش تھی۔ اگر چاہتے تو جا سکتے تھے مگر جگہ سے نہ ہلے اور سینہ سپر ہو کر جان دی اور مسیح کو تو مفر ہی کوئی نہ تھا۔ یہودیوں کی قید میں تھے۔ جو صلہ کیا دکھلاتے۔

(البداء، جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۱۲ تا ۱۴ موضحہ فروری ۱۹۰۲ء)

۲۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ (بوقت سیر)

حضرت اقدس حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے اور مشرقی جانب آپ نے چلنے کا

حکم دیا۔ فرمایا کہ

اس طرف جھکی ہے۔ ادھر ہی چلیئے۔ جلد جھکی میں نکل جاتے ہیں۔

نزدک المسیح کے متعلق مفتی محمد صادق صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ

پیشگوئی کا جس قدر تکرار ہوگا وہ ایک نیا نشان ہوگا۔ خدا کا عین علم اس سے ثابت

ہوتا ہے کہ جن باتوں کا وجود بھی نہیں ہوتا۔ ان کی قبل از وقت خبر دے دیتا ہے۔ اس

کا علم غیبیو بیوت سے پتہ لگتا ہے۔ جو کہ طاقتوں اور قدرتوں کے ساتھ بھرا ہوا ہوتا ہے

اس علم میں غیب بھی ہوتا ہے اور طاقت بھی۔ بخوبی جھکنا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ طاقت

نہیں ہوتی۔ مگر انبیاء کی خبروں میں طاقت بھی ہوتی ہے۔ جیسے دشمن کا ادبار اور اپنا اقبال دشمن کو شکست اور اپنی فتح جو اُسے بخوبی کے ساتھ ملاتے ہیں وہ دھوکا کھاتے ہیں۔ کیونکہ اس میں صراحت ہوتی ہے کہ وہ (نبی) ایسا وجود ہے کہ دشمن کو پامال کرنا چاہتا ہے یہ چھیڑ چھاڑ جو عیسائیوں (کے اعتراضوں) کی ہوتی ہے آخر کسی حد تک بڑھتی جاوے گی۔ مگر آخر کار فیصلہ ہوگا۔ خدا تو ایک دم میں فیصلہ کر سکتا ہے مگر وہ تماشہ دیکھنا چاہتا ہے۔ زمین میں کشمکش رہتی ہے۔ مگر آخر کار فرشتہ آکر ہاتھ مارتا ہے تو فیصلہ ہو جاتا ہے۔

ڈوٹی اور پگٹ کا ذکر

پھر ڈوٹی کا ذکر ہوا کہ اُسے اس ماہ کے آخر میں ہمارا رسالہ مل جاوے گا۔ فرمایا۔ معلوم نہیں اخبار میں ذکر کرے یا چُپ رہے۔ اس کے چُپ رہنے سے معلوم ہوگا کہ وہ جسے خدا بنا رہا ہے۔ اسے کچھ جُرأت بھی ہے کہ نہیں۔ اگر ذکر نہ کیا تو معلوم ہوگا اس عقیدہ میں اُسے خود کھٹکا ہے جس جگہ اُس نے ہاتھ ڈالا ہے۔ اس کا اُسے خود علم نہیں جو توحید پر نہیں ہوتا۔ اُسے اس کا قلب خود بھوٹا ثابت کرتا ہے۔ ان لوگوں نے ہزاروں بحثیں کیں اور جلسے بھی کئے مگر اب تک کوئی ایسی بات نہ ثابت کر سکے کہ حضرت مسیح کو انسان سے برتر کچھ خصوصیت ہے۔

تھا کہ اس نے یہ بھی مان لیا ہے کہ انجیل کتب سابقہ کا خلاصہ ہے۔ کوئی نئی نہیں ہے۔ مسیح صرف مصلوب ہونے کو آیا تھا۔

۱۰۔ حکم میں یوں مذکور ہے۔ فرمایا۔

عیسائیوں کی چھیڑ چھاڑ مذہبی رنگ میں بہت بڑھ گئی ہے۔ اور قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتنہ بہت بڑھے گا۔ آخر خدا تعالیٰ مقابلہ کرے گا اور دکھا دے گا۔ کہ آخری فتح توحید ہی کی ہے۔ (الحکم جلد ۶، نمبر ۴، ص ۱۰، موزع ۱۰، نومبر ۱۹۰۶ء)

ڈوٹی کے نزدیک انسان حُقہ، شراب اور سُور کھانے سے تو کافر ہو جاتا ہے۔ مگر انسان کو خدا بنانے سے نہیں ہوتا۔ دوسرے مشرک تو مثل چوہوں کے ہیں۔ اُن سے تو وہ نفرت کرتا ہے اور جو بڑا بھاری مشرک ہستی کی مثل ہے اسے قبول کیا ہوا ہے۔ قوم کو چونکہ اس شرک میں بہت ہی گرفتار دیکھا اس لئے دلیری نہ کر سکا کہ اُن کی مخالفت کرے (مسیح کو خدا ماننے میں)

پگٹ کے ذکر پر فرمایا کہ

یہ لوگ بہت ہی گھبرائے ہوئے ہیں کہ اتر گھبرا گھبرا کر مسیح کو منگوار ہے ہیں۔

ڈوٹی و پگٹ کے دھاوی کی اشاعت پر فرمایا کہ

اُن کی شہرت کا باعث اخبار ہوتے ہیں اُن کے مقابلہ میں پنجاب کے اخبار تو گویا برائے نام ہیں۔ وہاں تو ایک دن میں لاکھوں کو نمبر ہو جاتی ہے۔

ڈوٹی کی نسبت اگر ہمارے مقابلہ پر پگٹ آئے تو بہت اثر ہوگا۔ دجال ایک گروہ کا نام ہے اور مسیح سیاحت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے نبوت کا دعوئے کیا کہ خدا کی کتابوں کو توڑ مروڑ کر اپنے منشا کے مطابق بنا لیا اور پھر فلسفہ کے رنگ میں خدائی کا دعویٰ کیا۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ ایک شاگرد اُستاد سے پٹھہ راتھا سبق میں مثال آئی صَوَّبَ زَيْدًا عَمْرًا۔ شاگرد نے اُستاد سے پوچھا کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا۔ اُستاد نے کہا۔ صرف ایک مثال ہے۔ شاگرد نے کہا۔ نہیں یہ تو اصل واقعہ ہے۔ سبب بتائیے کہ مار کی نوبت کیوں پہنچی۔ آخر اُستاد نے دیکھا کہ یہ سمجھا نہیں چھوڑتا۔ اُس نے کہا اب مجھے مار کا سبب یاد آ گیا ہے کہ عمر نے د کا حرف چُلا لیا ہے اور اپنے نام کے ساتھ لگا لیا ہے۔ تب شاگرد نے کہا کہ اب ٹھیک ہے۔ باعث تو معلوم ہو گیا۔ فرمایا:-

پگٹ کو ضرور چھٹی لکھنی چاہیے۔ اگر مقابلہ کرے تو خوب اثر ہوگا اور لوگ بھی

توجہ کریں گے۔

مشتی صاحب نے کہا کہ چھٹی لکھ دی ہوئی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ بنسبت امریکہ کے ولایت والوں کو ہم سے بہت واسطہ ہے۔ اس کا اگر مقابلہ ہو اور وہ مقابلہ لکھا جاوے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی نشان ظاہر کر دے۔ ڈوئی نے تو کم مرتبہ اختیار کیا ہے مثل غلاموں کے۔ اگر وہ (پگٹ) ذرہ دلیر بنے تو یہ (ڈوئی) قابو آیا ہوا ہے کیونکہ وہ اس کی مقررہ میعاد کے اندر آ گیا ہے۔ کہیدوے کہ مسیح پانی کی طرح پگھل کر آسمان سے آیا ہے اور میرے اندر رچ گیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دجال کے متعلق جب سوال ہوا کہ وہ کیا ایسے اعلیٰ درجہ والا ہوگا کہ چاند سورج سب پر اختیار پادے گا اور مردے زندہ کرے گا تو آپ نے فرمایا کہ یہ جھوٹ ہے اُسے رتی بھر اختیار نہ ہوگا۔ صرف مکر اور جیلہ ہی ہوگا۔
فرمایا:-

ڈوئی نے ایک بات عجیب کی ہے کہ معجزات مسیح کی مٹی پلید کر دی۔ سلب امراض کے معجزے ہی مسیح کی نسبت ان کے ہاتھ میں تھے۔ ویسے ہی ڈوئی بھی کرتا ہے اور جب کوئی اعتراض کرے کہ تمہاری لڑکی اچھی نہ ہوئی تو جواب دیتا ہے کہ مسیح سے بھی فسلاں فسلاں مریض اچھا نہ ہوا۔

کیسے منحوس معجزے تھے کہ جو شخص ان کے نزدیک کافر ہے وہ بھی معجزے دکھلا سکتا ہے حالانکہ موسیٰ کی طرح نہ اس نے سوٹے کا سانپ بنایا اور نہ کچھ اور۔

بس یہی استدلال کافی ہے کہ زہے خدائی کہ ایک کافر نے بھی وہی بات کر کے دکھا دی۔ سلب امراض کوئی شے نہیں ہے۔ یہودی بھی کر سکتے ہیں اور فاسق فاجر جو خدا کی راہ سے غافل ہیں وہ بھی کر سکتے ہیں۔ ڈوئی سے پوچھا جائے کہ مسیح کے معجزات تو وہی ہیں جو تو کر رہا ہے اور تو ان لوگوں کے نزدیک کافر ہے اب بتلا کہ مسیح کے وہ

مُجْرَوات کو نَسے ہیں جو اس کی خدائی پر دلیل ہیں؟

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں ایرانی لوگ مُشْرک تھے اور قیصر رُوم جو کہ عیسائی تھا دراصل مُوحد تھا اور مسیح کو اَبْنُ اللہ نہیں مانتا تھا اور جب اُس کے سامنے مسیح کا وہ ذکر جو قرآن میں درج ہے پیش کیا گیا تو اُس نے کہا میرے نزدیک مسیح کا درجہ اس کے ذمہ بھی زیادہ نہیں جو قرآن نے بتلایا ہے حدیث میں بھی اُس کی گواہی بخاری میں موجود ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی کلام ہے جو کہ توریت میں ہے۔ اور اس کی حیثیت نبوت سے بڑھ کر نہیں ہے اسی پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اَللّٰهُمَّ غَلَبَتِ الْكُفْرُ وَالْبَغْيُ اَذْنَى الْاِيْمَانِ وَ اَهْلُ الْاِيْمَانِ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ سَيِّئَاتِهِمْ اِنَّهُمْ قَوْمٌ كٰفِرُوْنَ ۚ فِى بَصْحِ مَسِيْحِ بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اَللّٰهُمَّ اَلْقُرْآنُ مِنْ قَبْلِ وَ وِسْآءِ اَقْبَلُوْا وَ اَيُّوْمِيْنَ يَنْفَخُ الْمَوْمِئِيْتُونَ ۚ یعنی رُوم اب مغلوب ہو گیا ہے مگر تھوڑے عرصہ میں (۹ سال میں) پھر غالب ہوگا۔ عیسائی لوگ نہایت شرارت سے کہتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں طاقتوں کا اندازہ کر لیا تھا اور پھر فرست سے یہ پیشگوئی کر دی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ اسی طرح مسیح بھی بیماروں کو دیکھ کر اندازہ کر لیا کرتا تھا جو اچھے ہونے کے قابل نظر آتے تھے اُن کا سلب امراض کر دیتا۔ اس طرح تو سارے معجزات اُن کے ہاتھ سے جاتے ہیں۔ يَذْمِئِيْنَ يَنْفَخُ الْمَوْمِئِيْتُونَ۔ اس دن مومنوں کو دو خوشیاں ہونگی۔ ایک تو جنگ بدر کی فتح۔ دوسرے رُوم والی پیشگوئی کے پورا ہونے کی۔

مترجمتر بھی سلب امراض ہی ہے مگر بڑا خبیث کام ہے اس لئے اسلام میں اس کی بجائے خدا پر توجہ کا حکم دیا گیا ہے۔ اور صرف رُوحانی امراض کے لئے سلب رکھا گیا ہے جیسے قَدْ اَفْتَمْنَا مَنْ رَدَّهَا حَضْرَتِ مَسِيْحٍ تُوْرُوحَانِيْ امْرَاضِ كَاسْلِبِ نَدْرِكَ اس کے لئے گالیاں دیئے چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلب امراض کا نمونہ صحابہ ہیں۔ *

✶ انکم میں مضمون کا یہ حصہ ڈائری نوٹس نے تفصیل سے یوں لکھا ہے :- (اچھے صفا ملاحظہ فرمائیں)

شیعوں کی تردید جو صحابہ پر طعن کرتے ہیں

اسی طرح آزمائش کرو کہ خدا اور رسول کی راہ میں کس نے صدق دکھلایا۔ آپس کی رنجشیں خاکگی امور ہوتے ہیں ان کا اثر ان (صحابہ) پر نہیں پڑ سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ نَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ خَلٍّ اُوْرَعَالِيٍّ مُّسْمِرٍ مُّتَّقَا يَا بَلِیِّنٌ۔ یہ ایک پیشگوئی ہے کہ آئندہ زمانہ میں آپس میں رنجشیں ہوں گی لیکن خلی ان کے سینوں میں سے ہم کھینچ لیں گے۔ وہ بھائی بھائی ہوں گے تختوں پر بیٹھنے والے۔ اب شیعوں سے پوچھو کہ اس وقت زمانہ نبوی میں تو کوئی رنجش نہ تھی اور اگر ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت آپس میں صلح کرا دیتے۔ اتنی بات آئندہ زمانہ میں ہونے والی تھی ورنہ اس طرح پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حروف آتا ہے کہ انہوں نے صلح کی کوشش تو کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔

یہ بات شیعہ پر بڑی دلیل ہے۔ وہ صرف دو آدمیوں کا نام لیتے ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئے۔ ہم کہتے ہیں کہ آیت تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنی تھی نہ علیؑ پر اور نہ کسی اور پر۔ اگر کہو کہ اُس وقت ہی غل تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ صحابہ ایسے سخت دل تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار کہا اور سمجھایا مگر کسی نے آپ کا ہنسانہ مانا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہ تو بڑی بے ادبی ہے۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ بعد کی خبر ہے مگر خدا تعالیٰ کے سامنے کوئی شے نہیں

احیائے موتی

سلبِ امراض سے جن لوگوں کو مسیح نے عیسائیوں کے قول کے موافق زندہ کیا وہ آخر مر گئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قَدْ اَنْفَكَمَنْ ذَلِكُمْ هَاكِي نِجْمٌ لَا كَرْحَن كَوْزَنَهُ كَمَا وَه اَبْلَا بَاذَنْك زَنْدَه رَهے صحابہ کا مقابلہ حواریوں سے ہو ہی نہیں سکتا ساری انجیل میں ایک ہی ایسا فقرہ نہیں جو صحابہ ہی اس حالت کا جو قرآن نے بیان کی ہے کہ خدا کی راہ میں انہوں نے جان و مال سے دریغ نہ کیا، مقابلہ کر سکے۔ انہوں نے خدا اور رسولؐ کی راہ میں جو صدق دکھلایا وہ لائق ہے (الحکم جلد ۶ نمبر ۲ ص ۱۰۷ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۸۷ء)

عاشقِ حقیقی

اسی لئے فرماتا ہے کہ تم اس پر خیال نہ کرو یہ بشریت کے اختلاف میں ہم ان کو بھائی بھائی بنا دیں گے۔ خدا تعالیٰ ہی نے یہ پیشگوئی کی کہ ایسا ہوگا۔ بعض آپس میں لڑیں گے پھر سب سے آخر جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ فرمایا

وہی گروہ تھے جنہوں نے آپ کی صحبت نہ پائی مگر آپ کو دیکھا۔ ایسے لوگ تمہارے طبقہ میں ہیں اور بعض ان میں مُرتد بھی ہو گئے تھے۔ ان کی نسبت ہے کہ آپ بروز قیامت اخدا تعالیٰ کو کہیں گے کہ یہ تو ایمان لائے تھے۔ خدا تعالیٰ کہیگا لَا تَدْرِي لِيَسْنِي تَجِبْهُ كَوْعَلْم نہیں کیونکہ وہ لوگ آپ کی صحبت میں بہت قلیل رہے تھے اور وہی تھے جو پیچھے بعض ان میں سے مُرتد بھی ہو گئے اور زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے قتل ہوئے تھے۔ اہل اسلام خود اس قسم کے مُرتد مانتے ہیں جو صحابہ کہلاتے تھے۔ مگر یہ تو قرآن ہے جو بتلاتا ہے کہ جو آپس میں موحدین ہوں گے ان میں بھی تفرقہ ہوگا۔ ایک وہ موحد تھے جنہوں نے کم وقت پایا۔ اور پھر اُن کی نسبت قرآن شریف نے کہا ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اَمْنًا قُلْنَا لَنْ نُؤْمِنُ بِكَ لَكِنْ قَوْلُنَا اَشْكَمْنَا وَكَلَمًا يَدْخُلِي الْاِيْمَانَ فِي قَوْلِكَ يٰعِزُّ لِيُؤْمِنُ بِكَ (ہم نے مقابلہ چھوڑ دیا۔ لیکن اُن کے دلوں میں ابھی ایمان داخل نہیں ہوا۔ انہی کی طرف اشارہ ہے وَرَاٰيَتِ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔ کجا صحابہ کی شان اور کجا یہ لوگ۔ ایک گروہ جان دے چکا۔ خدا نے رُوح القدس سے اس کی تائید کی۔

بعض وقت غیر محل پر ذکر کرنے سے ایک عالم بھی گھبراجاتا ہے جیسے اگر کوئی شیعہ کہے کہ..... کون ہے تو خدا نے بتلادیا کہ یہ لوگ جو پیچھے آئے تھے اور داخل اسلام ہوئے تھے۔

(مغرب و عشا) الدّٰار کی توسیع کا ارشاد

مجھنے مکان کی تعمیر کے واسطے میر صاحب کو ارشاد فرمایا کہ لکڑی کا بندوبست بہت جلد کرنا

چاہیے اور مولوی عبدالکریم صاحب کو تاکید کی کہ
 اصحاب کی توجہ چندہ کی طرف اٹل کرنی چاہیے اور تاکید کرنی چاہیے کیونکہ یہ کام بختیاری
 کے نہیں ہو سکتا۔

اس مکان کے جلد تعمیر کرنے کی علت خالی یہ ہے کہ تو مسیح مکان ہو جائے گی تو زیادہ
 اصحاب اُس میں رہ سکیں گے اور خصوصیت کے ساتھ جو الہام الہی احفاظ کل من فی الدار
 ہے وہ تمام اس خاص حفاظت سے حصہ گیر ہو سکیں گے،

مولوی محمد علی صاحب نے ایک خط ملہ سنو صاحب (ایک نو مسلم انگریز) کا پڑھ
 کر سنایا۔ اس میں راقم نے اس امر پر تعجب کیا ہوا تھا کہ میگین کی انگریزی مولوی محمد علی
 صاحب کی جوتی ہے اور نیز راقم نے ایک کتاب تصنیف کی تھی۔ اس کے متعلق بیان تھا
 کہ اگر اجازت ہو تو وہ حضرت اقدس کے نام مبارک پر طبع کی جاوے۔

حضرت اقدس نے کہا کہ

اول وہ کتاب اجاوے دیکھ کر پھر رائے قائم کی جاوے گی۔

اور اس پر حضرت اقدس نے یہ بھی تجویز فرمایا کہ

اپنے عقائد کی ایک مختصر فہرست چھاپ دی جاوے کہ عقیدہ کے ہر پہلو
 کا اس میں بیان ہو۔ معجزات۔ فرشتے۔ وحی۔ حیات و وفات مسیح وغیرہ تاکہ جب
 کسی کو اپنے عقائد کے متعلق اطلاع دینی ہو تو جھٹ وہ روانہ کر دی جاوے۔

میر ناصر نواب صاحب کی تائید پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

مولوی محمد علی صاحب کا ایسی عمدہ انگریزی لکھنا ایک خارق عادت امر
 ہے چنانچہ انگریزوں نے بھی خیال کیا ہے کہ ہم نے کوئی یورپین لکھا ہوا ہے جو کہ
 انگریزی رسالہ لکھتا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب نے بیان کیا کہ یہ خدا کا فضل ہی ہے ورنہ اس سلسلے سے

پیشتر میرا ایک حوت تک کبھی شائع نہیں ہوا۔

گناہ کی تعریف

مفتی محمد صادق صاحب حسب الارشاد حضرت اقدس ایک عیسائی کتاب سے گناہ کی حقیقت سناتے رہے۔ اس کتاب میں ایک جگہ گناہ کی تعریف یہ لکھی تھی کہ جو امر کائنات یا شریعت کے خلاف ہو وہ گناہ ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا:-

قرآن شریف میں بھی ہے۔ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۚ یعنی اگر ہم شریعت پر چلتے یا کائنات پر ہی عمل کرتے تو اصحاب السعیر سے نہ ہوتے۔

موسیٰ کا قبلی کو قتل کرنا گناہ نہ تھا

موسیٰ پر الزام مٹانے کا جو عیسائی لگاتے ہیں، اُس کی نسبت فرمایا کہ وہ گناہ نہیں تھا۔ اُن کا ایک اسرائیلی بھائی نیچے دبا ہوا تھا۔ طبعی بوس سے انہوں نے ایک مٹکا مارا وہ مر گیا۔ جیسے اپنی جان بچانے کے لئے اگر کوئی خون بھی کر دے تو وہ مجرم نہیں ہوتا۔ موسیٰ کا قول قرآن شریف میں ہے۔ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۚ یعنی قبلی نے اس اسرائیلی کو عمل شیطان (فاسد ارادہ) سے دبا یا ہوا تھا۔

پھر اس کتاب میں خود غرضی کو گناہ کہا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہر ایک خود غرضی گناہ میں داخل نہیں ہے جیسے کھانا پینا وغیرہ جب تک کہ وہ مخلوق کائنات یا شریعت نہ ہو۔ جب خدا کے حکم کو توڑ کر کوئی شہوات کی خواہش کرے تو گناہ ہے۔ اور جو (اشارہ مسیح) اپنے نفس کے لئے نجات چاہتا ہے۔ یہ خود غرضی ہے کہ نہیں؟

مسیح کے گناہ اٹھانے پر فرمایا کہ
 اُس نے تمام کے گناہ اٹھا کر پھر گناہ کیا کہ اس کو معلوم تھا کہ دُعا قبول نہ
 ہوگی۔ مگر پھر بھی کرتا ہی رہا۔

(البتداء، جلد ۱ نمبر ۲ ص ۱۴۰-۱۵۰ موزعہ، نومبر ۱۹۰۲ء)

۲۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء (صبح کی تسبیح) قرآنی عظمت اور مسلمان

اس سلسلہ مضمون میں فرمایا کہ

مسلمانوں میں قرآن کی عظمت نہیں رہی۔ شیعہ ہیں وہ ائمہ کے اقوال کو مقدم کرتے
 ہیں اور دوسرے فریق حدیثوں کے قطعی سلسلہ کو قرآن پر قاضی بناتے ہیں۔
 اسی ذکر میں عبداللہ چکڑالوی اور محمد حسین کی بحث کا ذکر آگیا۔ فرمایا۔

چکڑالوی نے تفریط کی ہے اور حدیث کو بالکل لاشے سمجھا اور محمد حسین افراط کی طرف
 گیا ہے کہ حدیث کے بغیر قرآن کو لاشے سمجھتا ہے۔

کتاب اللہ سنت اور حدیث

پھر آپ نے واضح اور تین طور پر اس مضمون پر کلام کیا کہ

ہمارے نزدیک تین چیزیں ہیں۔ ایک کتاب اللہ دوسرے سنت یعنی رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور تیسرے حدیث۔ ہمارے مخالفوں نے دھوکہ کھایا ہے کہ سنت
 اور حدیث کو باہم طایا ہے۔ ہمارا مذہب حدیث کے متعلق یہی ہے کہ جب تک وہ قرآن
 اور سنت کے صریح مخالف اور معارض نہ ہو اس کو چھوڑنا نہیں چاہیئے خواہ وہ محدثین کے
 نزدیک ضعیف سے ضعیف کیوں نہ ہو۔ جبکہ ہم اپنی زبان میں دعائیں کر لیتے ہیں تو کیوں حدیث
 میں آئی ہوئی دعائیں نہ کریں جبکہ وہ قرآن شریف کے مخالف بھی نہیں۔ قرآن شریف پر حدیث

کو قاضی بنانا سخت غلطی ہے اور قرآن شریف کی بے ادبی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک بڑھیا نے حدیث پیش کی تو انہوں نے یہی کہا کہ میں ایک بڑھیا کے لئے قرآن شریف نہیں چھوڑ سکتا۔ ایسا ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کسی نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ماتم کرنے سے مردہ کو تکلیف ہوتی ہے تو انہوں نے یہی کہا کہ قرآن میں تو آیا ہے لَا تَزِدُّوا زُرًّا دُرًّا أُخْرَى۔ پس قرآن پر حدیث کو قاضی..... بنانے میں اہل حدیث نے سخت غلطی کھائی۔

اصل بات یہ ہے کہ اپنی موٹی عقل کی وجہ سے اگر کوئی چیز قرآن میں نہ لے تو اس کو سنت میں دیکھو اور پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ جن باتوں میں ان لوگوں نے قرآن کی مخالفت کی ہے خود ان میں اختلاف ہے۔ ان کی افراط و تفریط نے ہم کو سیدھی اور اصل راہ دکھا دی۔ جیسے یہودیوں اور عیسائیوں کی افراط اور تفریط نے اسلام بھیج دیا۔

پس حق بات یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ذریعہ تو اثر دکھا دیا ہے اور حدیث ایک تاریخ ہے اس کو عزت دینی چاہیے۔ سنت کا ائینہ حدیث ہے۔

یقیناً پر ظن کہ جس قاضی نہیں ہوتا کیونکہ ظن میں احتمال کذب کا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک قابلِ قدر ہے۔ انہوں نے قرآن کو مقدم دکھا ہے۔

نزول اور ختم نبوت کے معنی

احادیث میں مسیح موعود کے لئے نزول من السماء نہیں لکھا۔ نزول کا لفظ ہے اور یہ ظنی معنی رکھتا ہے نہ کہ حقیقی۔ نزول لغت میں مسافر کو کہتے ہیں۔ کیا وہ آسمان سے اترتا ہے۔ بہر حال قرآن ہر میدان میں فتحیاب ہے۔ آپ کو خاتم الانبیاء مقرر کیا۔ اور آخر نبی۔
وَمِنْهُمْ لَمَنَّا لَمْ يَحْتَوُوا بِهِمْ كَمَا كَرَّمَ مَسِيحُ مَوْعُودُ كُوَا اِنَّا بَرَزْنَا بِدَاوُدَ اِسْمٰ

معراج ایک کشف تھا

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات اسی جسم کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں مگر وہ نہیں دیکھتے کہ قرآن شریف اس کو رد کرتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی رٹیا کہتی ہیں۔

حقیقت میں معراج ایک کشف تھا جو بڑا عظیم الشان اور صاف کشف تھا۔ اور اتم اور اکمل تھا۔ کشف میں اس جسم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ کشف میں جو جسم دیا جاتا ہے اس میں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوتا بلکہ بڑی بڑی طاقتیں اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اور آپ کو اسی جسم کے ساتھ جو بڑی طاقتوں والا ہوتا ہے، معراج ہوا۔

پھر آپ نے اس امر کی تائید میں چند آیات سے استدلال کیا کہ جسم آسمان پر نہیں جاتا یہ باتیں قریناً پہلے ہم بار بار درج کر چکے ہیں۔ بخون طوالت اعادہ نہیں کرتے۔

مسیح کی پیدائش اور خارق عادت امور

مسیح کی پیدائش کے ذکر پر فرمایا کہ

خدا کی سنت دو طرح پر ہوتی ہے۔ ایک کثرتی جیسے مومن عورت سے دودھ نکلتا ہے۔ مگر بعض اوقات نر سے بھی نکلا کرتا ہے۔ ایسے واقعات دنیا میں ہوئے ہیں۔ یہ قلیل الوقوع واقعات خارق عادت کہے جاتے ہیں۔

(الحکسہ جلد ۶ نمبر ۴ صفحہ ۵ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء)

۲۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

برادر کرم محمد یوسف صاحب اپیل نوٹس نے اپنے گاؤں میں بعض لوگوں کے تشکوہ

کے رنچ کرنے کے واسطے بعض اصحاب کو حضرت اقدس کے ایسا سے لے جانا چاہا۔
اس کی تجویز ہوئی کہ مولوی عبدالمصاحب اور مولوی سرور شاہ صاحب کو بھیجا جاوے
پھر مفتی محمد صادق صاحب نے رسالہ بیگناہی مسیح سنایا۔

اس کے ضمن میں مندرجہ ذیل نکات آپ نے بیان فرمائے۔

۱۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کے اسماء مفعول کے لفظ میں نہیں جیسے قدوس تو
ہے مگر معصوم نہیں لکھا کیونکہ پھر بچانے والا اور ہوگا۔

اس پر حضرت مولوی نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور و مومنون سے جب
کبھی مجھے کلام کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے یہی کہا ہے۔ خدا کا نام موجود نہیں لکھا
کیونکہ موجود یعنی مدرک ہے اور خدا تعالیٰ کی شان ہے لَا تُشَدُّ رُكُوتُ الْاَفْصَا سِوَاهُ
اور پھر یہ لفظ صحابہ میں بھی نہیں بولا گیا۔

فرمایا۔

جیسے مسیح پر کفر کا فتویٰ لگا کر ان کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ ایسا واقعہ کسی نبی کے
ساتھ نہیں ہوا۔ گناہ کا کمال کفر پر جا کر ہوتا ہے۔ اور مسیح پر یہودیوں نے کفر کا فتوے
لگایا (ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں نے برخلاف
اس کے آپ کو الامین اور الامامون کہا۔ مسیح کے مخالفوں کا ان کی نسبت کفر کا
فتوے دینا اور آپ کے مخالفوں کا آپ کو الامین کہنا رتہ اور درجہ میں اللہ تعالیٰ کے
تو ذیک بڑا فرق بتاتا ہے۔ (الحکمہ جلد ۲۰ نمبر ۲۰ ص ۵۵ مورخہ ۱۹۰۲ء)

۲۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء

مولوی جمال الدین صاحب ساکن سپتہ والد نے سوال کیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام

کی بابت جو آیا ہے کہ الاتصلا الناس ثلثة ایاہ الا رمزا۔ کیا اس سے
یہ مراد ہے کہ وہ کلام نہ کریں گے۔ فرمایا:-

اس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ لا تستطیع نہیں کہا۔

اعجاز کی حقیقت

سلیمان علیہ السلام کے لئے جو آیا ہے کہ لوہا نرم کر دیا۔ اس سے کیا مراد ہے؟
فرمایا:-

تلاہیر مشہورہ سے الگ ہو کر جو فعل ہوتا ہے۔ اس میں اعجازی رنگ ہوتا ہے جو بجز
جن باتوں میں صادر ہوتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے افعال ایسے ہوتے ہیں۔ کہ دوسرے
لوگ بھی ان میں شریک ہوتے ہیں۔ مگر نبی ان تداہیر اور اسباب سے الگ ہو کر وہی
فعل کرنا ہے۔ اس لئے وہ معجزہ ہوتا ہے اور یہی بات یہاں سلیمان کے قصہ میں ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کیا لوگ قصائد نہ کہتے تھے؟ کہتے تھے مگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلام فصیح و بلیغ پیش کیا تو وہ جوڑ توڑ کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وحی سے
نہا اس لئے معجزہ تھا کہ درمیان اسباب عادیہ نہ تھے۔ آپ نے کوئی تعلیم نہ پائی تھی
اور بدوں کوشش کے وہ کلام آپ نے پیش کیا۔ غرض اسی طرح پر لوہا نرم کرنے کا معجزہ
ہے کہ اس میں اسباب عادیہ نہ تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے اور معنی بھی ہوں
مشکلات صعب سے بھی مراد لوہا ہوتا ہے۔ وہ حضرت سلیمان پر آسان ہو گئیں۔ مگر
اصل اعجاز کا کسی حال میں ہم انکار نہیں کرتے۔ ورنہ اگر خدا تعالیٰ کی ان قدرتوں پر ایمان
نہ ہو تو پھر خدا کو کیا مانا؟

ہم اس کو خارق عادت نہیں مان سکتے جو قرآن شریف کے بیان کردہ قانون
قدرت کے خلاف ہو۔ مثلاً ہم احیاء موتی حقیقی کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن

شریف نے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ فی مسك التی قضی علیہا الموت۔

اسی طرح ہم نہیں مان سکتے کہ خدا اپنے جیسا کوئی اور خدا بھی بنا لیتا ہے کیونکہ یہ اس کی توحید کے خلاف ہے۔ یا یہ کہ وہ خود کشی نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی صفت ہی دقیوم کے خلاف ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ دنیا ہمیشہ رہے گی اور یہاں ہی دوزخ بہشت ہوگا، ہم نہیں مان سکتے۔ اس کی صفت مَلِیْکَ یُوْمَرُ الدِّیْنِ کے خلاف ہے۔ اور اس کے خلاف جاٹھیرتا ہے فِرِّیقٌ فِی الْجَنَّةِ وَ فِرِّیقٌ فِی السَّعِیْرِ ایسا ہی ہم نہیں مان سکتے کہ اسی جسم کے ساتھ آسمان پر بھی چڑھ سکتا ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے کہا کہ تو آسمان پر چڑھ جا، آپ نے یہی فرمایا سُبْحَانَ رَبِّیْ هَذَا کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا تَرْسُوْلًا ایسا ہی مردے اگر وہاں آسکتے تو چاہیے تھا کہ قرآن شریف اُن کے لئے کوئی خاص قانونِ وراثت بیان کرتا اور فقہ میں کوئی باب اس کے متعلق بھی ہوتا۔ غرض جو امور قرآن شریف کے بیان کردہ قانون کے خلاف ہیں ہم ان کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

نزولِ قرآن

پوچھا گیا کہ قرآن کا جو نزول ہوا ہے وہ یہی الفاظ ہیں یا کس طرح۔ فرمایا۔

یہی الفاظ ہیں اور یہی خدا کی طرف سے نازل ہوا۔ قرات کا اختلاف الگ امر ہے

مَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ دَلَّا نَبِیِّیْمْ لِأَخْبَدَیْثٍ قَرَاتٍ شَاذَةٍ هِیَ اِذْ یَرِیْهِ قَرَاتٍ صِیْحٍ حَدِیْثٍ كَا حَكْمٍ رَکْهَتِیْ هِیَ۔ جس طرح نبی اور رسول کی وحی محفوظ ہوتی ہے اسی طرح محدث کی وحی بھی محفوظ ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے پایا جاتا ہے۔

پوچھا گیا۔ جبرائیل کا نزول قلب پر ہوتا تھا یا آواز آتی تھی۔ فرمایا۔

اس میں بحث کی کچھ ضرورت نہیں۔ جبرائیل کا تعلق قلب ہی سے ہوتا ہے اور قرآن

شریف میں یہ لفظ آیا بھی ہے۔ مگر یہ عالم الگ ہی ہوتا ہے۔ قرآن شریف جو تمام کتابوں اور علوم کا خاتمہ کتاب ہے اس لئے وہ بڑی اوقیٰ وحی ہے اور شدت کے ساتھ اس کا نزول تھا۔

اسلام فطرتی مذہب ہے

ایک شخص نے اپنی رؤیائے ثنائی جس میں یہ آیت تھی۔ فَطَرَ اللَّهُ الْبَشَرَ الْفِطْرَةَ النَّاسِ عَلَيْهِمْ فَرِيضَةٌ۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ اسلام فطرتی مذہب ہے۔ انسان کی بناوٹ جس مذہب کو چاہتی ہے وہ اللہ سلاہ ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اسلام میں بناوٹ نہیں ہے۔ اس کے تمام اصول فطرت انسانی کے موافق ہیں۔ تثلیث اور کفارہ کی طرح نہیں ہیں۔ جو سمجھ میں نہیں آسکتے عیسائیوں نے خود مانا ہے کہ جہاں تثلیث نہیں گئی وہاں توحید کا مطالبہ ہوگا۔ کیونکہ فطرت کے موافق توحید ہی ہے۔ اگر قرآن شریف نہ بھی ہوتا۔ تب بھی انسانی فطرت توحید ہی کو مانتی۔ کیونکہ وہ باطنی شریعت کے موافق ہے۔ ایسا ہی اسلام کی کل تعلیم باطنی شریعت کے موافق ہے۔ برخلاف عیسائیوں کی تعلیم کے جو مخالف ہے۔ دیکھو۔ حال ہی میں امریکہ میں طلاق کا قانون خلاف انجیل پاس کرنا پڑا۔ یہ دقت کیوں پیش آئی۔ اس لئے کہ انجیل کی تعلیم فطرت کے موافق نہ تھی۔

کیا مسیح کو صلیب پر لٹکایا گیا؟

سوال کیا گیا کہ مسیح کو صلیب پر چڑھانا قرآن میں کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟ فرمایا
وَلَكِنَّ شَيْئًا لَّهُمْ سَعَىٰ فِيهِمْ سَعَىٰ يَوْمَئِذٍ يَسْتَوُونَ فِي الْمَوَازِينِ
قرآن شریف اس کا انکار کیوں کرنے لگا تھا۔ قرآن یا حدیث صحیح میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ مسیح چھت بھاڑ کر آسمان پر چلا گیا۔ یہ صرف خیالی امر ہے۔ کیونکہ اگر مسیح

صلیب پر چڑھایا نہیں گیا اور وہ کوئی اور شخص تھا۔ تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا دوست ہوگا یا دشمن پہلی صورت میں مسیح نے اپنے ہاتھ سے ایک دوست کو طعون بنایا۔ جس لعنت سے خود بچنا چاہتا تھا۔ اس کا نشانہ دوست کو بنایا۔ یہ کون شریف پسند کر سکتا ہے پس وہ عماری تو ہو نہیں سکتا۔ اگر دشمن تھا تو چاہیئے تھا کہ وہ دہائی دیتا اور شور مچاتا کہ میں تو فلاں شخص ہوں مجھے کیوں صلیب دیتے ہو۔ میری بیوی اور رشتہ داروں کو بلاؤ۔ میرے فلاں امراؤں کے ساتھ ہیں۔ تم دریافت کر لو۔

غرض اس تو اترا کہ انکار فضول ہے اور قرآن شریف نے ہرگز اس کا انکار نہیں کیا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن شریف نے تکمیل صلیب کی نفی کی ہے۔ جو لعنت کا موجب ہوتی تھی۔ نفس صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی نہیں کی۔ اس لئے مَا قَتَلْتُمْ کہا۔ اگر یہ مطلب نہ تھا تو پھر مَا قَتَلْتُمْ کہنا فضول ہو جائے گا۔ یہ ان کے قاتلات میں کہاں تھا؟ یہ اس لئے فرمایا کہ صلیب کے ذریعہ قتل نہیں کیا پھر مَا صَلَبْتُمْ سے اور صراحت کی اور لکن شِبَّةَ لَهُمْ سے اور واضح کر دیا کہ وہ زندہ ہی تھا۔ یہودیوں نے مردہ سمجھ لیا۔

اگر آسمان پر اٹھایا جانا۔ تو خدا تعالیٰ کی قدرت پر سنسی ہوتی کہ اصل مقصود تو بچانا تھا۔ یہ کیا تاشا کیا کہ دوسرے آسمان سے پہلے بچا ہی نہ سکا۔ چاہیئے تھا کہ ایک یہودی کو ساتھ لے جانے اور آسمان سے گرا دیتے تاکہ اُن کو معلوم ہو جاتا۔ ختمیلا۔

رَفَعْنَاكَ مَكَانًا عَلِيًّا اُن کو ماننا پڑا ہے کہ اور میں مر گیا۔ صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ اگر حضرت ادریس کو ایسا مین تو پھر اُن کے بھی واپس آنے کا عقیدہ رکھنا پڑتا ہے جو صحیح نہیں۔ تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ کے لئے توفیق موجود ہے۔

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۲۰ ص ۱۰ مورخہ ۱۹۰۲ء)

۲۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء در لہقت صبح کی سیر یروشلم اور بیت المقدس

اس تذکرہ پر کہ عیسائیوں اور یہودیوں میں پھر اس امر کی تحریک ہو رہی ہے کہ ارض مقدس کو ترکوں سے خرید کر لیا جاوے۔ مختلف باتوں کے دوران میں فرمایا۔

یروشلم سے مراد دراصل دارالامان ہے۔ یروشلم کے معنی ہیں۔ وہ سلامتی کو دیکھتا ہے۔ یہ سنت الہیہ ہے کہ وہ پیشگوئیوں میں اصل الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اور اس سے مراد اس کا مفہوم اور مطلب ہوتا ہے۔

اسی طرح پر بیت المقدس یعنی مسجد اقصیٰ ہے۔ ہماری اس مسجد کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ رکھا ہے کیونکہ اقصیٰ یا باعتبار بعد زمانہ کے ہوتا ہے اور یا بعد مکان کے لحاظ سے۔ اور اس الہام میں المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات زمانہ کی کو لیا ہے اور اس کی تائید آخرین منہم لکنا یا لِحَقِّؤْا بھم سے بھی ہوتی ہے اور بارکنا حولہ کا اس زمانہ کی برکات سے ثبوت ملتا ہے جیسے ییل اور جہازوں کے ذریعہ سفروں کی آسانی اور تار و ڈاک خانہ کے ذریعہ سلسلہ رسل و رسائل کی سہولت اور ہر قسم کے آرام و آسائش قسم قسم کی کلوں کے اجراء سے ہوتے جاتے ہیں۔ اور سلطنت بھی ایک امن کی سلطنت ہے۔

بنی اسرائیل

بنی اسرائیل خدا تعالیٰ کا دیا ہوا لقب ہے۔ اسرائیل کے معنی ہیں جو خدا سے بے وفائی نہیں کرتے۔ اس کی اطاعت اور محبت کے رشتہ میں منسلک قوم حقیقی اور اصلی طور پر اسلام کے یہی معنی ہیں۔ بہت سی پیشگوئیوں میں جو اسرائیل کا نام رکھا ہے۔ یہ قلت فہم کی وجہ سے لوگوں کو سمجھ نہیں آئی ہیں۔ اسرائیل سے مراد اسلام ہی ہے اور وہ پیشگوئیاں اسلام کے حق میں ہیں۔

تفسیر آیت اَنْ اَلْاَرْضَ یَرْثُهَا عِبَادِی الصّٰلِحُوْنَ

فرمایا۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ الارض سے مراد جو شام کی سرزمین ہے یہ صالحین کا ورثہ ہے اور جو اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے بیڑھا فرمایا یا مسلکھا نہیں فرمایا۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وارث اس کے مسلمان ہی رہیں گے اور اگر یہ کسی اور کے قبضہ میں کسی وقت چلی بھی جاوے تو وہ قبضہ اسی قسم کا ہوگا جیسے لائسن اپنی چیز کا قبضہ مرتبہ کو دے دیتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کی عظمت ہے۔ ارض شام چونکہ انبیاء کی سرزمین ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس کی بے حرمتی نہیں کرنا چاہتا کہ وہ غیروں کی میراث ہو۔

بیڑھا عبادی الصّٰلِحُوْنَ فرمایا۔ صالحین کے معنی یہ ہیں کہ کم از کم صلاحیت کی بنیاد پر قدم ہو۔ مومن کی جو تقسیم قرآن شریف میں کی گئی ہے۔ اس کے تین ہی درجے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ ظالم۔ مقتصد۔ سابق بالخیرات۔ یہ ان کے مدارج ہیں۔ ورنہ اسلام کے اندر یہ داخل ہیں۔ ظالم وہ ہوتا ہے کہ ابھی اس میں بہت غلطیاں اور کمزوریاں ہیں اور مقتصد وہ ہوتا ہے کہ نفس اور شیطان سے اس کی جنگ ہوتی ہے۔ مگر کبھی یہ غالب آجانا ہے اور کبھی مغلوب ہوتا ہے۔ کچھ غلطیاں بھی ہوتی ہیں اور صلاحیت بھی۔ اور سابق بالخیرات وہ ہوتا ہے۔ جو ان دونوں درجوں سے نیکی کر مستقل طور پر فیکیاں کرنے میں بہت لے جاوے اور بالکل صلاحیت ہی ہو۔ نفس اور شیطان کو مغلوب کر چکا ہو۔ قرآن شریف ان سب کو مسلمان ہی کہتا ہے۔

ہجرتی جماعت ہی کو دیکھ لو کہ وہ ایک لاکھ سے زیادہ ہے اور یہ سب کی سب ہمارے مخالفوں ہی سے نیکل کر رہی ہے اور ہر روز جو بیعت کرتے ہیں یہ ان میں ہی سے آتے ہیں ان میں صلاحیت اور سعادت نہ ہوتی تو یہ کس طرح نیکل کو آتے بہت سے خطوط اس قسم کی بیعت کرنے والوں کے آتے ہیں کہ پہلے میں گالیاں دیا کرتا تھا مگر اب تو بہ کرتا ہوں

مجھے معاف کیا جاوے۔ غرض صلاحیت کی بنیاد پر قدم ہو تو وہ صالحین میں داخل سمجھا جاتا ہے۔

مسیح کا جنازہ

بعد ادا لے نماز مغرب جب ہمارے سید و مولیٰ شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے تھے تو ڈاکٹر سید عبدالستار صاحب رعیدہ نے عرض کی کہ ایک شخص منشی بہیم بخش عرضی نوپس بڑا سخت مخالف تھا۔ مگر اب تحفہ گولڈویہ پڑھ کر اس نے مسیح کی موت کا تو اعتراف کر لیا ہے اور یہ بھی مجھ سے کہا کہ مسیح کا جنازہ پڑھیں۔ میں نے تو یہی کہا کہ بعد استقبواب و استمزاج حضرت اقدس جواب دوں گا۔ فرمایا: جنازہ میت کے لئے دُعا ہی ہے کچھ حرج نہیں۔ وہ پڑھ لیں۔

العابۃ للمتقین

ہمارے ناظرین منشی شاہدین صاحب شیشین ماسٹر مردان سے خوب واقف ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں قابل قدر شخص ہیں۔ تبلیغ اور اشاعت کا سچا شوق رکھتے ہیں جہاں جاتے ہیں ایک جماعت ضرور بنا دیتے ہیں۔ الحکم کے خاص معاونین میں سے ہیں۔ بہر حال ناظرین یہ بھی جانتے ہیں کہ مردان میں بعض شریرانہ نفس لوگوں کی طرف سے اُن کو سخت ایذا میں دی گئیں۔ اور آخر اُن کی شرارت سے اُن کی تبدیلی ہو گئی۔ حضرت اقدس کے حضور جب ان کی تکالیف اور مصائب کا ذکر ہوا تھا تو آپ نے صبر اور استقامت کی تعلیم دی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر خدا تعالیٰ نے اظہار حق کیا۔ افسرانِ بلا و دست نے بڑوں کسی قسم کی تحریک کے جو منشی صاحب کی طرف سے کی جاتی۔ از خود اس مقدمہ کی گفتیش کی اور انجام کار منشی شاہدین

صاحب ترقی پر گوجر خاں ایک عمدہ پیشکش پر تبدیل ہوئے اور ان کے متعلق بہت ہی اطمینان بخش رائے افسروں نے قائم کی۔ غرض جب منشی صاحب کی اس کامیابی کا ذکر ہوا۔ فرمایا:-

عاقبت مشقی کے لئے ہے

برگردن او بنامد بر ما بگذشت والا معاملہ ہو گیا۔ خدا تعالیٰ نیک نیت حاکم کو اصلیت سمجھا دیتا ہے۔ اگر اصلیت نہ سمجھیں تو پھر اندھیر پیدا ہو۔

تباہی بُغداد کے ذکر پر

بغداد وغیرہ کی تباہی کے ذکر پر جو بلا کرنے کی۔ فرمایا کہ

بدکاری حد سے بڑھ گئی تھی۔ آخر خدا تعالیٰ نے اس طرح پر ان کو تباہ کیا۔ لکھا ہے

کہ آسمان سے آواز آتی تھی۔ اَيْتُهُمُ الْكُفَّارُ اُقْتُلُوا الْفُجَّارَ

فرمایا۔ صادق مخالفوں کی شرارت اور ایذا رسانی سے اگر مارا بھی جاتا ہے تو وہ شہید ہوتا ہے مگر وہ ناعاقبت اندیش طاعون کا شکار ہونے کو باقی رہ جاتے ہیں جو ان کی شامت اعمال سے آتی ہے۔

اذان ایک عمدہ شہادت ہے

اذان جو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا :-

کیسی عمدہ شہادت ہے جب یہ ہوا میں گونجتی ہوئی دلوں تک پہنچتی ہے تو اس کا عجیب اثر پڑتا ہے۔ دوسرے مذاہب کے جس قدر عبادت کیلئے بلانے کے طریق ہیں وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انسانی آواز کا مقابلہ دوسری مصنوعی آوازیں کب کر سکتی ہیں؟

جماعت کیلئے غلبہ کا وعدہ

اپنی جماعت کے ذکر پر فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے لئے وعدہ فرمایا ہے۔ وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین كفروا الی یوم القیامة۔ اور خدا کے وعدے سچے ہیں۔ ابھی تو تخم ریزی ہو رہی ہے۔ ہمارے مخالف کیا چاہتے ہیں؟ اور خدا تعالیٰ کا کیا منشاء ہے۔ یہ تو ان کو ابھی معلوم ہو سکتا ہے۔ اگر وہ غور کریں کہ وہ اپنے ہر قسم کے منصویوں اور چالوں میں ناکام اور نامراد رہتے ہیں۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف کیا چاہتے تھے؟ ان کا تو یہی مدعا اور مقصد تھا کہ اس جماعت کو نابود کر دیں۔ مگر دیکھو انجام کیا ہوا؟ اگر اس اعجاز کامیابی کو جو ہمارے نبی کو حاصل ہوئی۔ اب وہ اس وقت دیکھے تو اس کو پتہ لگے۔ کس قدر فوق العادة ترقی مخالفوں کی مخالفت اور شرارت کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے کر کے دکھائی۔ یہی معاملہ یہاں ہے اگر یہ مخالف نہ ہوتے۔ تو ایسی اعجازی ترقی یہاں بھی نہ ہوتی یعنی اس ترقی میں اعجازی رنگ نہ رہتا کیونکہ اعجاز تو مقابلہ اور مخالفت سے ہی چمکتا ہے۔ ایک طرف تو ہمارے مخالفوں کی یہ کوششیں ہیں کہ وہ ہم کو نابود کر دیں۔ ہمارا سلام تک نہیں لیتے اور غائبانہ ذکر بھی نفرت سے کرتے ہیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ حیرت انگیز طریق پر اس جماعت کو بظہار رہا ہے یہ معجزہ نہیں تو کیا ہے؟

کیا یہ ہمارا فعل ہے یا ہماری جماعت کا؟ نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک فیصل ہے جس کی تہ اور ستر کو کوئی نہیں جان سکتا۔ اب ان کو کس قدر تعجب ہوتا ہوگا کہ چند سال پہلے جس جماعت کو بالکل کمزور اور ذلیل اور ضعیف سمجھے تھے اور کہتے تھے۔ کہ چند آدمی شامل ہیں۔ اب اس کا شمار ایک لاکھ سے بھی بڑھ گیا ہے۔ اور کوئی (دن) نہیں جاتا کہ بذریعہ خطوط اور خود حاضر ہو کر لوگ اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوتے۔ یہ خدا کا کام ہے اور اس کی باتیں عجیب ہوتی ہیں۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۴۰ ص ۵۰ مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء (بوقت صبح کی سیر)
رَجُزُ اَمِّنَ السَّمَاءِ لَه

حسب معمول آپ حلقہ خدام میں سیر کو نکلے۔ طاعون کا تذکرہ شروع ہونے پر
فسرمایا کہ

قرآن شریف میں اس کو رَجُزُ اَمِّنَ السَّمَاءِ کہا ہے۔ اس سے صاف معلوم
ہوتا ہے کہ اس پر انسانی ہاتھ نہیں پڑ سکتا اور نہ زمینی تدابیر اس کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ ورنہ
یہ عذاب آسمانی نہ رہے۔

طاعون جو اس کا نام رکھا ہے یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے فاروق جب طعن
اور تکذیب حد سے گذر جاتی ہے تو پھر اس کی پاداش میں طاعون آتی ہے اور پھر صفائی لگے
ہی قبر الہی بس کرتا ہے۔

دَابَّةُ الْاَرْضِ اور رَجُزُ اَمِّنَ السَّمَاءِ میں تعلق

عرض کیا گیا کہ دابة الارض اور رجوز امن السماء میں کیا تعلق ہے؟ فسرمایا
اگر تو آسمانی ہی ہوتے ہیں یعنی اس طاعون کا امر آسمان سے آتا ہے۔ اور وہ
انسانی ہاتھوں سے بالاتر امر ہوتا ہے اور اس کا معالجہ بھی آسمان ہی سے آتا ہے۔ دابة
الارض طاعون کو کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے کیڑے تو زمینی ہی ہوتے ہیں۔

طاعونی موت شہادت ہوتی ہے

عرض کیا گیا کہ طاعون سے مرنا شہادت بتاتے ہیں تو پھر عذاب کیونکر کہا؟
فرمایا۔ جو لوگ طاعون سے مرنا شہادت بتاتے ہیں ان کو معلوم نہیں کہ طاعونی
موت تو عذاب الہی ہی ہے لیکن یہ جو کسی حدیث میں آیا ہے کہ اگر مومن ہو کہ طاعون میں
مر جاوے تو شہادت ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ نے گویا مومن کی ہمدہ پوشی کی ہے کثرت سے
اگر مرنے لگیں تو شہادت نہ رہے گی۔ پھر عذاب جو جائے گا۔ شہادت کا حکم شاذ کے اندر

ہے۔ کثرت ہمیشہ کافروں پر ہوتی ہے۔

اکثر یہ ایسی ہی شہادت اور برکت والی بات تھی تو اس کا نام رِخْوَانِ السَّكِينِ
 نہ رکھا جاتا اور پھر کثرت سے مومن مرتے اور انبیاء مبتلا ہوتے مگر کیا کوئی کسی نبی کا نام
 لے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس یاد رکھو کہ اگر کوئی شاذ مومن اس سے مر جاوے تو اللہ
 تعالیٰ اپنی ستاری سے اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ اور اس کے لئے کہا گیا کہ وہ شہادت
 کی موت مرتا ہے۔ ماسوا اس کے میں نے بارہا کہا ہے کہ اگر کوئی حدیث قرآن شریف کے
 متعارض ہو۔ اور اس کی تاویل قرآن شریف کے موافق نہ ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہیے۔
 حکم ہمیشہ کثرت پر ہوتا ہے۔ شاذ تو معدوم کا حکم رکھتا ہے۔

دربار شام

بیعت

بعد ادائے نماز مغرب اول چند آدمیوں نے بیعت کی۔ پھر مفتی محمد صادق صاحب
 نے ڈوٹی کے اخبار سے چند پریگنٹ سُنائے۔ فرمایا:-
 یہ لغو اور کفر تو ہوتا ہے۔ مگر اس سے تحریک ہو جاتی ہے اور تحریک بچہ کے بازو
 سے بھی ہو جاتی ہے۔

دو سوال اور ان کا جواب

ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب نے منشی رحیم بخش عرضی نویس کا خط پیش کیا۔
 جس میں دو سوال لکھے تھے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ بلڈین میں مسیح کی آمد ثانی کا اقرار
 تھا کہ وہی مسیح آئے گا۔ پھر اس کے خلاف دعویٰ کیا گیا۔ یہ تزلزل بیانی قابل
 اعتبار نہیں ہوگی فرمایا۔

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہم نے ایسا لکھا ہے اور ہمیں یہ بھی دعویٰ نہیں ہے
 کہ ہم عالم الغیب ہیں۔ ایسا دعویٰ کرنا ہمارے نزدیک کفر ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب

تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت نہ آوے۔ ہم کسی امر کو جو مسلمانوں میں مروج ہو چھوڑ نہیں سکتے۔

براہین احمدیہ کے وقت اس مسئلہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں توجہ نہیں دلائی۔ پھر جبکہ ایک پوزر کاتنے والی بڑھیا بھی یہی عقیدہ رکھتی تھی اور جانتی تھی کہ مسیح دوبارہ آئیگا تو ہم اس کو کیسے چھوڑ سکتے تھے جب تک خدا کی طرف سے صریح حکم نہ آجاتا۔ اس لئے ہمارا بھی یہی خیال تھا۔ مخالفوں کی بے ایمانی ہے کہ ایک خیال کو الہام یا وحی بنا کر پیش کرتے ہیں۔ براہین میں یہ بات عامیاناہ امتقاد کے رنگ میں ہے نہ یہ کہ اس کی نسبت وحی کا دعویٰ کیا گیا ہو۔ مگر جب خدا تعالیٰ نے ہم پر بذریعہ وحی اس راز کو کھول دیا اور ہم کو سمجھایا اور یہ وحی تو اتر تک پہنچ گئی تو ہم نے اس کو شائع کر دیا۔ انبیاء علیہم السلام کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ جب خدا تعالیٰ کسی امر پر اطلاع دیتا ہے تو وہ اس سے ہٹ جاتے ہیں یا اختیار کرتے ہیں۔ دیکھو۔ اِنْفَاکِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مِیں رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَادِلَ كُوْنِيْ اَطْلَاعِ نَهْ مَوْتِيْ۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ حضرت عائشہؓ اپنے والد کے گھر چلی گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کہا کہ اگر از کتاب کیا ہے تو یہ کرے۔ ان واقعات کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کس قدر اضطراب تھا۔ مگر یہ راز ایک وقت تک آپ پر نہ کھلا۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے اپنی وحی سے تمہارے کیا اور فرمایا۔ اَلْحَيِّثُ لِلْحَيِّثِيْنَ اَوَّلَ مَا بَدَأَ لِلْطَّيْبِيْنَ ثُمَّ اَوَّلَ مَا بَدَأَ لِلْحَيِّثِيْنَ کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اس سے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی فرق آتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ شخص ظالم اور ناخدا ترس ہے جو اس قسم کا وہم بھی کرے اور یہ کفر تک پہنچتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عالم الغیب ہیں۔ عالم الغیب ہونا خدا کی شان ہے۔ یہ لوگ سنت انبیاء علیہم السلام سے اگر واقف اور آگاہ ہوں تو اس قسم کے اعتراض ہرگز نہ کریں۔ افسوس ہے کہ ان کو گلستاں بھی یاد نہیں۔ جہاں حضرت یعقوبؑ

کی حکایت لکھی ہے۔

یکے پُرسید زان گم کردہ فرزند
 کہ اسے روشن گہر پیر خیر و منفد
 زمیصرش بُوئے پیرا بن شمیدی
 چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
 بگفت احوال ما برق جهان است
 دے پیدا و دیگر دم نہان است
 گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
 گہے بر پُشت پائے خود نہ بینم
 اگر درویش بر یک حال مانمے
 سردست از دو عالم بر فشانمے

یہ سچی بات ہے اور ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے دکھائے بغیر نہیں دیکھتے اور اس کے سنائے بغیر نہیں سنتے اور اُس کے سمجھائے بغیر نہیں سمجھتے۔ اس اعتراف میں بہارا فخر ہے۔ ہم نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ ہم عالم الغیب ہیں۔ ہم نے انہیں خیالات کے مسلمانوں میں نشوونما پایا تھا ایسا ہی ہمدی و مسیح کے متعلق بہارا علم تھا۔ مگر جب خدا تعالیٰ نے اصل راز ہم پر کھولا اور حقیقت بتادی تو ہم نے اس کو چھوڑ دیا اور نہ خود چھوڑا بلکہ دوسروں کو بھی اس کی طرف اُسی کے حکم سے دعوت دی اور اس کو چھڑایا۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جس امر کو نادان اعتراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے اسی میں بہارا فائدہ اور ہساری تائید ہوتی ہے۔ دیکھو براہین میں ایک طرف مجھے مسیح موعود ٹھہرایا ہے اور وہ تمام وعدے پورے والے مسیح موعود کے حق میں ہیں میرے ساتھ کئے اور دوسری طرف ہم اپنے

اسی قلم سے مسیح کے دوبارہ آنے کا اقرار کرتے ہیں۔ اب ایک دانشمند اور خدا ترس مسلمان اس معاملہ میں غور کرے اور دیکھے کہ اگر یہ دعویٰ ہمارا افتراء ہوتا۔ اور ہم نے از خود بنایا ہوتا یا منصوبہ بازی ہوتی تو اس قسم کا اقرار ہم اس میں کیوں کرتے۔ یہ سادگی صاف بتاتی ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے ہم کو علم دیا اسے ہم نے ظاہر کیا۔ بظاہر یہ کارروائی متناقض ہے مگر ایک سعید الفطرت انسان کے لئے ایک روشن تردیل ہے۔ کیونکہ جب تک خدا تعالیٰ نے ہم پر نہیں کھولا باوجودیکہ ہمارے ساتھ وہی وعدے جو مسیح موعود کے ساتھ تھے کئے جاتے اور اسی براہین میں میرا نام مسیح رکھا جاتا ہے اور ﴿وَإِن كُنْتُمْ لَدَيْهِ﴾ آدَسَلْ رَسُوْلًا ؕ اَلَيْهٖ الْبٰهَامُ ہوتا ہے مگر اسی قلم سے میں لکھتا ہوں کہ مسیح موعود دوبارہ آئے گا۔ ہم نے قیامت میں ما اقام اللہ کو نہیں چھوڑا۔ جب تک کہ آفتاب کی طرح کھل نہیں گیا۔ یہی اعتراض ہماری سچائی کا گواہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلے پہل وحی آئی تو آپ نے یہی فرمایا خشیت علی نفسی۔ بیوی کہتی ہے کلا لا دا اللہ اور پھر بیوی نے کہا کہ آپ ضعیف کے مددگار ہیں آپ کو خدا ضائع نہیں کرے گا۔ پھر خدا تعالیٰ نے جب آپ پر امر نبوت کو واضح طور پر کھول دیا تو آپ نے تبلیغ اور اشاعت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ مومن اس مقام کو جہاں ہوتا ہے نہیں چھوڑتا جب تک خدا نہ چھڑائے۔

مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے ضمناً عرض کیا کہ تعجب کی بات ہے ایک قوم اور بھی تو ہے جس نے خدا کے اس راستہ باز اور صادق مسیح موعود کو تسلیم کیا ہے اور وہ اس پر ایمان لائی ہے۔ اس کے سامنے کیا یہ باتیں نہیں ہیں؟ میں مگر ان کو ان پر کوئی اعتراض نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ ایمان بڑھتا اور اس کی سچائی پر ایک عرفانی رنگ کی ذیلیں پیدا ہوتی ہے۔ حضرت اقدس نے سن کر فرمایا بیشک یہ تو سچائی کی دلیل ہے نہ اعتراض۔ کیونکہ ماننا پڑے گا کہ تصنیع سے یہ دعویٰ

نہیں کیا گیا بلکہ خدا کے حکم اور وحی سے کیا گیا کیونکہ حضرت عیسیٰ کی آمد کے واقعات کو ہی تو اس میں بیان کیا۔ بلکہ میرا نام عیسیٰ رکھا اور لکھا کہ لیظہر علیٰ الدین عدلہ میرے حق میں ہے اور ادھر کوئی توجہ نہیں پس اس سے صحت ثابت ہے کہ اگر میرا یہ کام ہوتا تو اس میں دوبارہ آنے کا اقرار نہ ہوتا۔ یہ اقرار ہی بتاتا ہے کہ یہ خدا کا کام ہے۔ اس پر مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے اس نکتہ سے خاص ذوق اٹھا کر عرض کیا۔ کہ یہ بعینہ وہی بات ہے جو قرآن شریف کی حقانیت پر پیش کی جاتی ہے۔ کہ اگر یہ انحضرتؐ کا کام ہوتا تو اس میں زینب کا قصہ نہ ہوتا۔

حضرت اقدس نے پھر اسی سلسلہ کلام میں فرمایا کہ

اب کونسی نئی بات ہے جس کا ذکر ہماہن میں نہیں ہے۔ براہین کو طبع ہوئے ۲۵ برس کے قریب ہو گزرے ہیں اور اس وقت کے پیدا ہوئے بچے بھی اب بچوں کے باپ ہیں۔ اس میں ساری باتیں درج ہیں۔ بناوٹ کا مقابلہ اس طرح پر ہو سکتا ہے دیکھتے ہیں برس پہلے ایک شخص ایسا منصوبہ کر سکتا ہے؟ جبکہ اسے اتنا بھی یقین نہیں کہ وہ اس قدر عرصہ تک زندہ رہے گا۔ پھر کیونکر میں اپنا نام اتنے سال پہلے از خود عیسیٰ رکھ سکتا تھا۔ اور ان کاموں کو جو اس کے ساتھ منسوب تھے اپنے ساتھ منسوب کرتا۔ ہاں اس سے منصوبہ بیشک پایا جاتا اگر میں اس وقت کہہ

دیتا کہ آنے والا میں ہی ہوں مگر اس وقت نہیں کہا باوجودیکہ ہوا الذی ارسل رسولہ بالہندی کا اعتراف کیا ہے کہ میرے حق میں ہے۔ یہ خدا کا کام تھا کہ مسیح کا دعویٰ تو اس میں بیان کیا مگر اس کو چھپایا اور زبان سے نکلا دیا کہ وہ آئے گا۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ آج جو دعویٰ کیا گیا ہے۔ براہین میں سارا موجود ہے۔ ایک لفظ بھی کم و بیش نہیں ہوا۔ اگر اس میں الہامات نہ ہوتے تو اعتراض کی گنجائش ہوتی گو اس وقت بھی اعتراض فضول ہوتا کیونکہ وہ دعویٰ وحی سے نہیں تھا۔ بلکہ اپنی ذاتی رائے تھی۔ خدا تعالیٰ نے یہ اس لئے کیا تا

فنون اور جلسا سازی کے وہم دور ہوں۔ مسیح موعود اور قریشی خلیفے

دوسرا سوال اُن کا اس امر پر تھا کہ آپ نے مسیح موعود کو لکھا ہے کہ وہ قریش میں سے نہیں اور پھر بعض جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ وہ قریشی ہے اس کی مطابقت کیونکر ہو؟ فرمایا :-

مسیح موعود کو جس طرز پر ہم کہتے ہیں کہ وہ قریش میں سے نہیں وہ اس اعتبار سے نہیں جیسے قریش ہیں۔ اہل فارس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش میں سے ٹھیرایا ہے اور میرا ابہام بھی ہے مسلمان متا اہل البیت۔ اسی نام سے مجھے اہلبیت میں داخل کیا ہے۔ داخل کرنا اور بات ہے اور ہونا اور۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار ہے۔ اہل فارس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلبیت اور قریش سے ٹھیرایا ہے۔ اس لئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلام سے قریش اور اہلبیت میں ہوں۔

اس پر حضرت حکیم الامتہ نے یسئلب الملک من قریش کا ذکر کر کے عرض کیا کہ حضور ہم قریشیوں سے ملک چھینا گیا مگر کسی نے ہماری قوم سے غور نہیں کی کہ کیوں ایسا ہوا؟ نگہ کا اتنا بڑا خطرناک مرض ہماری قوم میں ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ سیتہ کی لڑکی کسی دوسرے کے گھر میں دینا کفر سمجھا گیا ہے۔ اس پر میر صاحب نے کہا کہ ہم سے کوئی پوچھا کرتا ہے تو اس کو یہی جواب دیا کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی ایک بہن تھی۔ کوئی ہمیں بتائے کہ وہ کس سیتہ کو دی گئی تھی۔

بروز

پھر بروز کے متعلق سلسلہ کلام یوں شروع ہوا۔ فرمایا :-

نیکیوں اور بدوں کے بروز ہوتے ہیں۔ نیکیوں کے بروز میں جو موعود ہے وہ ایک ہی ہے یعنی مسیح موعود۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اهدانا الصراط المستقیم۔ صراط اللذین انعمت علیہم سے نیکیوں کا بروز اور ضالین سے عیسائیوں کا بروز اور مغضوب سے یہودیوں کا بروز مراد ہے۔ اور یہ عالم بروزی صفت میں پیدا کیا گیا ہے۔ جیسے پہلے نیک یا بد گزرے ہیں ان کے رنگ اور صفات کے لوگ اب بھی ہیں۔ خدا تعالیٰ ان اخلاق اور صفات کو ضائع نہیں کرتا۔ ان کے رنگ میں اور آجاتے ہیں۔ جب یہ امر ہے تو ہمیں اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اہل راز اور اختیار اپنے اپنے وقت پر ہوتے رہیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلا جاوے گا۔ جب یہ سلسلہ ختم ہو جاوے گا۔ تو دنیا کا بھی خاتمہ ہے۔ لیکن وہ موعود جس کے سپرد عظیم الشان کام ہے وہ ایک ہی ہے کیونکہ جس کا وہ بروز ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی ایک ہی ہے۔

أَحْصَنَتْ فِرْجَهَا

حضرت حکیم الامتہ نے مولوی ابو رحمت حسن صاحب کا ذکر سنایا کہ وہ بڑے اخلاص سے خط لکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اس آیت پر مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تہذیب کے خلاف ہے۔ فرمایا کہ جو خدا تعالیٰ کو خالق سمجھتے ہیں۔ تو کیا اس خلق کو لغو اور باطل قرار دیتے ہیں۔ جب اس نے ان اعضاء کو خلق کیا اس وقت تہذیب نہ تھی۔ خالق مانتے ہیں اور خلق پر اعتراض نہیں کرتے ہیں تو پھر اس ارشاد پر اعتراض کیوں؟ دیکھنا یہ ہے۔ کہ زبان عرب میں اس لفظ کا استعمال ان کے عرف کے نزدیک کوئی خلاف تہذیب امر ہے جب نہیں تو دوسری زبان والوں کا حق نہیں کہ اپنے عرف کے لحاظ سے اسے خلاف تہذیب ٹھہرائیں۔ ہر سوسائٹی کے عرفی الفاظ اور مصطلحات الگ الگ ہیں۔ الحکمہ سورہ ۱۰۹

۲۹ اکتوبر ۱۹۰۲ء (صبح کی سیرا)
در حکمت

۱۔ طغون کے ذکر پر ضمناً فرمایا۔

خدا کے کام عجیب ہوتے ہیں۔ لوگ مغرور ہو کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ پھر پکڑتا ہے۔

۲۔ نادان انسان ذرا سی نوشی پر تکبر سے باتیں کرتا ہے مگر آخر فتح اسی کی ہوتی ہے۔ جس کے ساتھ خدا ہو۔

۳۔ اسلام نے ہمیشہ نصرانیت کی سرکوبی کی ہے اور اب وہ وقت ہے۔ کہ اُن کے عقائد کی پردہ دری ہو گئی ہے اور اس کے بعد کسی کو حوصلہ نہ ہوگا کہ انسان کے پتہ کو خدا بنائے۔

صحابہؓ کے فضائل

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے وفادار اور مطیع فرمان تھے کہ کسی نبی کے شاگردوں میں ایسی نظیر نہیں ملتی اور خدا کے احکام پر ایسے قائم تھے کہ قرآن شریف ان کی تعریفوں سے بھرا پڑا ہے۔ لکھا ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نافذ ہوا تو جس قدر شراب برتنوں میں تھی وہ گرا دی گئی اور کہتے ہیں اس قدر شراب بھی۔ کہ نالیاں نہ نکلیں۔ اور پھر کسی سے ایسا فعل شنیع سرزد نہ ہوا۔ اور وہ شراب کے پکے دشمن ہو گئے۔ دیکھو یہ کیسا ثبات اور استقلال علی الطاعت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جس وفا واری۔ محبت اور ارادت اور جوش سے انہوں نے کی۔ کبھی کسی نے نہیں کی۔ موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کے حالات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی بار پتھر اُڑا کر ناپا ہتی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تو ایسے کمزور اور ضعیف لا اعتماد تھے

کہ خود عیسائیوں کو تسلیم کرنا پڑا ہے۔ اور حضرت مسیح آپ انجیل میں مسحت اعتقاد اُن کا نام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اُستاد کے ساتھ سخت غداری کی اور بے وفائی کا نمونہ دکھایا کہ اس مصیبت کی گھڑی میں الگ ہو گئے۔ ایک نے گرفتار کر لیا۔ دوسرے نے لخت بھیج کر اُنکار کر دیا۔

مگر صحابہؓ ایسے ارادتمند اور جان نثار تھے کہ خود خدا تعالیٰ نے ان کی شہادت دی کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں جانوں تک دینے میں دریغ نہیں کیا۔ اور ہر صفت ایمان کی اُن میں پائی جاتی ہے۔ عابد، زاہد، سخی، بہادر اور وفادار، یہ شرائط ایمان کی کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتیں۔

اہتدائی مصائب | جس قدر مصائب اور تکالیف صحابہؓ کو ابتدائے اسلام میں اُٹھانی پڑیں۔ اُن کی نظیر بھی کسی اور قوم میں نہیں ملتی۔ اس بہادر قوم نے ان مصیبتوں کو برداشت کرنا گوارا کیا۔ لیکن اسلام کو نہیں چھوڑا۔ ان مصیبتوں کی انتہا آخر اس پر ہوئی کہ ان کو وطن چھوٹا پڑا اور نبی کریمؐ کے ساتھ ہجرت کرنی پڑی۔ اور جب خدا تعالیٰ کی نظر میں کفار کی شرارتیں حد سے تجاوز کر گئیں اور وہ قابلِ سزا ٹھہر گئیں تو خدا تعالیٰ نے انہیں صحابہؓ کو مامور کیا کہ اس سرکش قوم کو سزا دیں۔ چنانچہ اس قوم کو جو مسجدوں میں دن رات اپنے خدا کی عبادت کرتی تھی اور جس کی تعداد بہت نفوذی تھی۔ جس کے پاس کوئی سامان جنگ نہ تھا۔ مخالفوں کے حملوں کے روکنے کے واسطے میدانِ جنگ میں آنا پڑا۔ اسلامی جنگیں دفاعی تھیں۔

میدانِ جنگ | پھر ان جنگوں میں یہ چند سو کی جماعت کئی کئی ہزار کے مقابلہ میں آئی اور ایسی بہادری اور وفاداری سے لڑی۔ اگر حواریوں کو اس قسم کا موقع پیش آتا۔ تو اُن میں سے ایک بھی آگے نہ ہوتا۔ ایک ذرا سے ابتلا پر وہ اپنے آقا کو چھوڑ کر الگ ہو گئے تو ایسے معرکوں میں ان کا ٹھہرنا ایک ناممکن بات ہے۔ مگر اس ایمان دار اور وفادار قوم نے اپنی

شجاعت اور وفاداری کا پورا نمونہ دکھایا۔ اور جو کچھ جوہر انہوں نے دکھائے وہ سچے ایمان اور یقین کے نتائج تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو کہا کہ بڑھ کر دشمن پر حملہ کر دو۔ تو انہوں نے کیا شرمناک جواب دیا۔ فَآذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَخَاتِلَا إِنَّا هُمَا قَاتِلَانَا
 تو اور تیرا رب جاؤ اور لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ صحابہ کی لائف میں ایسا کوئی موقع نہیں آیا۔ بلکہ انہوں نے کہا کہ ہم اُن میں سے نہیں ہیں جنہوں نے یہ کہا فَآذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ۔ ایسی قوت اور شجاعت اور وفاداری کا جوش کیونکر پیدا ہو گیا تھا؟ یہ سب ایمان اور یقین کا نتیجہ تھا جو آپ کی قوت قدسی اور تاثیر کا اثر تھا۔ آپ نے اُن کو ایمان سے بھر دیا تھا۔

حواری اور معجزات مسیح | مسیح کے حواریوں میں جو یہ ایمانی قوت پیدا نہیں ہوئی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو ان کے معجزات پر کوئی قوی ایمان اور بھروسہ نہ تھا۔ بلکہ اصل بات یہی ہے جیسا کہ بعض عیسائی مصنفوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ کہ حواری دُشیا دار اور سطحی خیال کے آدمی تھے۔ انہیں یہ خیال تھا کہ یہ بادشاہ ہو جائے گا۔ تو ہم کو عہدے ملیں گے۔ اُن کا تعلق ایک لالچ کے رنگ میں مسیح کے ساتھ تھا۔ اس لئے وہ ایمانی قوت اور عرفانی مذاق ان میں پیدا نہ ہوا۔ اگر وہ معجزات مسیح کو دیکھتے۔ کہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسے عجوبے دیکھ کر بھی ایمان میں قوت نہ آئے۔ حقیقت یہی ہے کہ مسیح سے سلب امراض و فبرہ کے نشانات ہو دیکھتے تھے وہ ایسے عام تھے کہ ماہودی بھی کرتے تھے۔ اور ایک تالاب پر بھی مریض جا کر اچھے ہو جایا کرتے تھے۔ اس لئے ان باتوں نے معجزات مسیح کی کوئی عظمت دل میں پیدا نہ کی۔ اور وہ نُور یقین و معرفت جو گناہوں کو زائل کرتا ہے۔ اُن میں پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے یہود اسکر یوطی جو مسیح کا خواہی تھا اور جس کے پاس ایک ہزار روپیہ کی قبیلہ رہتی تھی اس میں سے چُرا لیا کرتا تھا۔ اور اسی لالچ نے اس کو تیس درہم لے کر گرفتار کرانے پر آمادہ کیا۔

مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مسیح کے پاس تو ایک ہزار کی تعمیلی رہتی تھی اور تعجب ہے کہ باوجود کہ ایک ہزار روپیہ پاس رہتا تھا۔ پھر بھی کہتے ہیں کہ ابن آدم کو سر رکھنے کو جگہ نہیں۔ آنحضرت کی یہ حالت تھی کہ آپ کے پاس جو کچھ ہوتا وہ سخاوت کر دیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ کے گھر میں ایک ہر تھی۔ آپ نے اس کو لے کر تقسیم کر دیا۔

مسیح کا شوقِ جہاد

پادری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ اپنے گھر میں بنگاہ نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیاں بالکل دفاعی تھیں مگر مسیح کو اس قدر شوق تھا کہ اس نے شاگردوں کو کہا کہ کپڑے بیچ کر بھی ہتھیار خریدو۔ اصل میں مسیح کا لڑائیاں نہ کرنا "ستر بی بی ازبے چادری" کا مصداق ہے۔ اگر نہیں موقع ملتا۔ تو وہ ہرگز تامل نہ کرتے۔ بلکہ اس قسم کی تعلیم سے جو انہوں نے ہتھیاروں کے خریدنے کی دی۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کس قدر شوق تھا اور واؤد کے تخت کی وراثت کا خیال لگا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو آپ نے ان مخالفوں سے جنہوں نے سخت ایذائیں دی ہوئی تھیں اور جو آپ واجب القتل ٹھہر چکے تھے۔ پوچھا۔ تمہارا میری نسبت کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا کہ تو کریم ابن کریم ہے تو آپ نے فرمایا: اچھا میں نے تم سب کو بخش دیا۔ آپ کے اس رحم اور کرم نے ان پر ایسا اثر کیا کہ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ حضرت مسیح کو اپنے ایسے اخلاق کے اظہار کا موقع ہی نصیب نہیں ہوا۔ اور حواریوں کے لئے تو مسیح کا آنا ایک قسم کا ابتلا تھا۔ کیونکہ ان کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اور انہوں نے کچھ نہ سیکھا۔

مسیح ابن مریم اور مسیح موعود علیہما السلام

فرمایا۔ جو کامیابی اور اثر مسیح ابن مریم کا ہوا۔ وہ تو صاف ظاہر ہے اور جس کمزوری اور

نکاحی کے ساتھ انہوں نے زندگی بسر کی وہ انجیل کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتی ہے مگر مسیح موعود جیسے اپنے زبردست اور قوت قدسیہ کے کامل اثر والے متبع کا پیرو ہے۔ اسی طرح پر اس کی عظمت اور بزرگی کی شان اُس سے بڑھی ہوئی ہے جو کامیابیاں اور نصرتیں اس جگہ خدا نے ظاہر کی ہیں۔ مسیح کی زندگی میں ان کا نشان نہیں۔ نہ معجزات میں نہ پیشگوئیوں میں نہ تعلیم میں۔ غرض جیسے آنحضرت اپنے مثیل موسیٰ سے ہر پہلو میں بڑھے ہوئے تھے اور گویا آپ اصل اور موسیٰ آپ کا ظل تھے۔ اسی طرح مسیح موعود و موعود کی مسیح سے نسبت رکھتا ہے۔

نصرانیت کا اثر

نصرانیت کا اثر آج کل عام ہو رہا ہے۔ بعض تو بالکل مُرتد ہو گئے ہیں اور بعض نے اور نہیں توفیق میں ہی اُن کا تتبع کر لیا ہے۔

نیکی اور بدی کی کشش

فرمایا۔ انسان کے اندر نیکی اور بدی کی ایک کشش ہے۔ آدمی نیکی کرتا ہے مگر نہیں سمجھ سکتا کہ کیوں نیکی کرتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص بدی کی طرف جاتا ہے۔ لیکن اگر اُس سے پوچھا جاوے تو کہہ جاتا ہے تو وہ نہیں بتا سکتا۔ مثنوی رومی میں ایک حکایت اس کشش پر لکھی ہے کہ ایک فاسق آقا کا ایک نیک غلام تھا۔ صبح کو جو مالک نوکر کو لے کر بازار سودا خریدنے کو نکلا۔ تو راستہ میں اذان کی آواز سن کر نوکر اجازت لے کر مسجد میں نماز کو گیا اور وہاں جو اُسے ذوق اور لذت پیدا ہوا تو بعد نماز ذکر میں مشغول ہو گیا۔ آخر آقا نے انتظار کر کے اس کو آواز دی اور کہا کہ تجھے اندکس نے پکڑ لیا۔ نوکر نے کہا کہ جس نے تجھے اندا آنے سے باہر پکڑ لیا۔ غرض ایک کشش لگی ہوئی ہے۔ اسی کی طرف خدا نے اشارہ فرمایا ہے۔

خَلْقٌ يَخْتَلِعُ عَلٰى شَاكِلَتِهِ ۝

(الحکم جلد ۶ نمبر ۴۰ صفحہ ۱۱ موعودہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۶ء)

۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء (صبح کی سیر)

الہام

نتیجہ خلافت امید ہے۔ اس کی کوئی تصریح نہیں فرمائی گئی۔

آج کی سیر میں متفرق مقامی اور آبی امور پر سلسلہ گفتگو کا شروع رہا اور ختم ہوا۔

دربار شام

عمل کی ضرورت ہے

۱۔ میاں نبی بخش نمبردار پنڈوری نے عرض کی کہ حضور میں کچھ لکھا پڑھا آدمی نہیں ہوں فرمایا۔

علم کیا اصل ضرورت عمل کی ہے۔

قیام فی ما اقام اللہ

۲۔ ایک شخص نے ملازمت چھوڑ کر تجارت کے متعلق مشورہ پوچھا۔ فرمایا۔

نوکری چھوڑنی نہیں چاہیے۔ قیام فی ما اقام اللہ بھی ضروری ہے۔ بلا دہر ملازمت

چھوڑنا اچھا نہیں ہے۔

ایک طالب حق

۳۔ ایک ہندو نوجوان نے (جو طالب حق اپنا نام رکھتا تھا) عرض کی کہ میں ایک عرصہ

سے طلب حق چاہتا ہوں مگر مجھے ابھی تک وہ راہ نہیں ملی۔ فرمایا۔

طلب حق کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ اول عقل سلیم چاہیے بعض لوگ

طلب حق تو چاہتے ہیں۔ مگر غبی اور بلید طبع ہوتے ہیں۔ اور قوت فیصلہ نہیں رکھتے۔ اس

لئے جو کچھ سمجھا یا سوا سے اس کو سمجھ نہیں سکتے اور کُل مذاہب اُن کے سامنے پیش کئے جاویں

تو وہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ان میں سے حق کس کے ساتھ ہے۔ یہ بیماری ہے۔ طیبوں نے اس کو سوفسطائی عقل لکھا ہے۔ ان پر وہم غالب ہوتا ہے اس لئے اول طالب حق کے واسطے ضروری ہے کہ وہم غالب نہ ہو۔

دوم۔ قبول حق کے لئے جرات رکھنا ہو۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ حق کو سمجھ تو لیتے ہیں مگر برادری کے تعلقات نہیں ٹوٹتے۔ ایسے لوگ بڑول ہوتے ہیں۔ یہ بڑول ہی فائدہ نہیں پہنچاتی۔

پہلے پہل جو بچہ مدرسے میں بھیجا جاتا ہے۔ اس کے سامنے تو ابجد ہی پیش کی جاتی ہے کوئی بڑی کتاب نہیں رکھی جاتی۔ اسی طرح مذہب کی پرکھ میں پہلے نسبتاً موٹے موٹے اصولوں میں مقابلہ . . . کر کے دیکھ لینا چاہیے کہ مذہب حق کونسا ہے۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ اس وقت مذاہب کا مقابلہ ہوا ہے اور امر حق صاف طور پر معلوم ہو سکتا ہے اور اس ہند ہی میں سب مذاہب موجود ہیں۔ ستان، عیسائی آریہ، مسلمان وغیرہ بڑے بڑے ہی مذہب ہیں۔ مذہب کی پہلی جڑ اور جڑاھ خدا شناسی ہے جس کا پہلا قدم ہی غلط اور بے ٹھکانے ہے۔ دوسرا قدم اس کا کب ٹھکانے پر پڑے گا۔

اب اس اصل پر مذاہب کی شناخت کرو۔

خدا شناسی اور سناتن دھرم

سناتن دھرم کو لو انہوں نے کوئی جڑی بوٹی پتھر درخت چاند سورج غرض مخلوق میں کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کی پرستش نہیں کی اور جس کو خدا نہیں بنایا۔ اب جس مذہب کا خدا شناسی کے متعلق یہ عقیدہ ہو۔ اس کو علوم حقہ سے کب حصہ مل سکتا ہے۔ اس کی اخلاقی حالتیں کیونکر درست ہو سکتی ہیں۔ وہ تو ریل کو بھی دیکھیں تو اسے بھی سجدہ کرنے کو تیار ہیں۔ اور اسے خدا ماننے لگتے ہیں۔ پھر ان لوگوں میں سے ایک اور فرقہ ہے۔ جو

اپنے آپ کو اصلاح یافتہ فرقہ سمجھتا ہے اور اس کو آریہ کہتے ہیں۔

آریہ

آریہ کی خدا شناسی کا یہ حال ہے کہ انہوں نے برخلاف وید کے خدا کی توجید کا زبانی اقرار تو کیا ہے گو وید گنتی و آیو وغیرہ کی پرستش کی گئی ہے لیکن یہ لوگ اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم بتوں کی پوجا نہیں کرتے۔ مگر خدا شناسی میں باوجود اس اقرار کے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ خدا کو کسی چیز کا خالق نہیں مانتے۔ اور صرف جوڑنے جاڑنے والا مانتے ہیں۔ جب خدا کی اس عظیم الشان صفت سے انکار کیا گیا تو ایسا ناقص اور ادھورا خدا کب کسی کے ماننے میں آسکتا ہے۔ پھر انہوں نے خدا کی دوسری صفتوں کا بھی انکار کیا۔ مثلاً وہ مانتے ہیں کہ وہ کسی انسان کو کوئی چیز عطا نہیں کر سکتا۔ جو کچھ کسی کو ملتا ہے اس کے عملوں کی ہی پاداش ملتی ہے۔ پھر انہیں یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اگر گناہ نہ ہوتا تو دنیا کا کام نہ چل سکتا۔ کیونکہ گائے، بکری، بھینس اور دوسری آرام دہ مخلوق نہ ہو سکتی۔ اس قسم کا خدا انہوں نے مانا ہے۔ گویا خدا شناسی کے مقام سے یہ مذہب بھی گرا ہوا ہے۔

عیسائی

پھر ایک اور مذہب ہے جس کی اشاعت کے لئے کروڑوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور وہ عیسائی مذہب ہے۔ اس میں خدا شناسی کی اور بھی رڈی حالت ہے۔ وہ اول تو سرے سے خدا ہی کو تین مانتے ہیں۔ اور یہ ایسا مسئلہ ان کے نزدیک ہے۔ کہ وہ سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا اور پھر ان تین میں سے ایک عاجز انسان بھی ہے۔ جو مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور جس کی ساری عمر یہی کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک کرب اور اضطراب میں گزری۔ ساریں کھانا بنا۔ اور آخر یہودیوں نے اس کو پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ اب اگر خدا کا یہی نمونہ ہے تو کون اس پر ایمان لا سکتا ہے؟

اسلام

مگر اسی خدا شناسی کے متعلق جو تعلیم اسلام نے دی ہے وہ ایسی صفات ہے کہ ہر عقلمند کو اُس کے ماننے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اسلام بتاتا ہے کہ اللہ وہ ہے جو تمام صفات حمیدہ سے موصوف اور تمام نقصوں سے میرا ہے۔ وہ تمام اشیاء کا خالق اور مالک ہے وہ رحمن اور رحیم ہے۔ اسلام کسی مخلوق کو خدا یا خدا کا ہمسر نہیں بناتا۔ وہ خالق اور مخلوق میں فرق بتاتا ہے۔

اب اس اصل میں جب مقابلہ کیا جاوے تو کیسے صاف اور واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی مذہب اس اصل میں اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اسلام ہی سچا مذہب ہے

دوسرا اصل

پھر مذہب کی دوسری جزویا اصل یہ ہے کہ وہ مخلوق کے حقوق کیسے قائم کرتا ہے۔ اس اصل میں بھی دوسرے مذاہب کا مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ آریہ مذہب نے تو ایسا تسلیم کیا ہے کہ بچڑ بے غیرتی کے اور معلوم نہیں ہوتا۔ اس نے نیوگ کی تعلیم دی ہے کہ جس شخص کے گھر میں اولاد نہ ہو تو وہ اپنی عورت کو دوسرے شخص سے ہمبستر کر اے اور اولاد حاصل کر لے۔ اب اس سے بڑھ کر پاکیزگی اور غیرت کا خون کیا ہوگا کہ ایک شخص کو جس کی بدقسمتی سے دو چار سال تک اولاد نہیں ہوئی، کہہ دیا جاوے۔ تو اپنی بیوی کو دوسرے آدمی سے اولاد لینے کی خاطر ہمبستر کر لے۔ یہ کیسی شرمناک بات ہے۔ یہاں قادیان میں ایک شخص موجود ہے۔ اس سے جب اس نیوگ کی بابت پوچھا گیا تو اس نے ہی کہا کیا مضائقہ ہے۔ اب کوئی عقلمند اس تعلیم کو کب گوارا کر سکتا ہے۔ میں نے پڑھا تھا۔ ایک بنگالی آریہ ہو گیا۔ ایک برہمن نے جب اس پر نیوگ کی حقیقت کھولی۔ تو اس نے ستیا تھ پر کاش کو پھینکا کر مارا۔ اور کہا کہ یہ مذہب قبول کرنے کے لائق نہیں۔

عیسائیوں نے مخلوق پر یہ ظلم کیا کہ کفارہ کی تعلیم دے کر اور شریعت کو لعنت کہہ کر

یہی کا دروازہ ہی بند کر دیا اور قوائے انسانی کی بیخبرستی کی۔ جب کہہ دیا کہ کوئی نیکی کر ہی نہیں سکتا۔ مگر اسلام مخلوق کے حقوق کو جائز اور مناسب مقام پر قائم کرتا ہے۔ وہ ایسی تعلیم نہیں دیتا۔ جو نیوگ کے پیرایہ میں دی گئی۔ وہ انسانی قوی کی بیخبرستی نہیں کرتا۔ اور انسان کو کفارہ کی تعلیم دے کر مسرت نہیں بنانا چاہتا۔ اس نے شریعت کو لغت نہیں بنایا بلکہ انسانی طاقتوں کے اندر اُسے رکھا۔ اس طرح معاملہ تو بالکل عفاف ہے اگر وہم نہ ہو۔ اور قبول حق میں کوئی روک نہیں ہو سکتی اگر بُزدلی نہ ہو۔

سائل :- ان مذاہب کی بابت تو مجھے پہلے سے اعتراض ہیں۔ مگر اسلام کی کتابیں میں نے نہیں پڑھی ہیں۔ فرمایا۔

آپ قرآن شریف کو پڑھیں۔ اس سے معلوم ہو جاوے گا کہ وہ خدا کی نسبت کیا تعلیم دیتا ہے اور مخلوق کی نسبت کیا؟ ان دونوں تعلیموں کو اگر اُدھی غور سے دیکھ لے تو حق کھل جاتا ہے۔

پھر مفتی صاحب نے میور کی ایک تصنیف سنائی جو اُس نے مسلمانوں سے مناظرہ کرنے کے متعلق ہدایات پر لکھی ہے۔ پھر چند لوگوں نے بیعت کی۔ پھر طالب حق نے عرض کیا کہ مجھے خواب آیا تھا کہ تو مسیح کے پاس جا اور اس سے پوچھ۔ اگر وہ کہے کہ میں مسیح ہوں تو پھر وہ جو کہے مان لے۔ فرمایا۔

ہم تو ساہا سال سے اس دعویٰ کی اشاعت کر رہے ہیں۔ اور خدا نے صدا نشان اس کی تائید میں دکھائے ہیں جن کو خدا نے سعادت اور فہم دیا ہے۔ وہ سمجھ لیتے ہیں جس کو اُن سے حصہ نہیں۔ وہ محروم رہ جاتا ہے۔ فرمایا۔

حق شناسی کی راہ میں اگر وہم اور بُزدلی نہ ہو۔ تو کوئی مشکل نہیں۔ مشرق اور مغرب میں تلاش کرو۔ اسلام کے سوا حق نہیں ملے گا۔ مجھے تعجب ہے کہ لوگ ایک پیسہ کی چیز لیتے ہیں۔ تو اسے خوب دیکھ بھال کر لیتے ہیں۔ مگر مذہب کے معاملہ میں تو جہ نہیں کرتے۔

اگر انسان توہمات میں گرفتار نہ ہو تو اسکل مذہب کے مفسن قبح معلوم کرنے میں کوئی مشکل نہیں، مقابلہ کے دیکھ لو۔ اگر سچا مسلمان انسان ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے۔ دوسرے مذہب میں یہ نہیں کیا ایک عیسائی پاک ہو سکتا ہے؟ جس کو کفارہ پر ایمان لاتے ہی مشا ربانی میں شراب استعمال کرنی پڑتی ہے یا انجیل پر عمل کر کے وہ پاکیزگی میں ترقی کو سکتا ہے جس کی رو سے منع نہیں کہ غیر مردوں کے ساتھ عورتیں بڑے بڑے جلسوں میں جیسا کہ ہوتی ہیں نہ ناپیں۔ یہ تو قرآن ہی تعلیم دیتا ہے کہ تو نامحرم کو مت دیکھ۔ مجھے تعجب ہے کہ وہ کیا عقل ہے جو تارکی کو روشنی سمجھتی ہے۔ یہ امر دیکھ ہے کہ کوئی سچا متبع نہ ہو۔ لیکن جو وید یا انجیل کا سچا متبع ہے۔ اس کو اس کی تعلیم پر عمل کر کے پورا نمونہ دکھانا ہوگا۔ اب وید کے سچے متبع کی اگر تصویر کھینچیں۔ تو ضروری ہوگا کہ وہ والیو اور آگنی کو خدا کہے اور اولاد نہ ہوتی ہو۔ تو نیوگ کرائے مگر جو قرآن پر عمل کرتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ وحد (اشریک خدا کو مانے اور ہر قسم کی بے حیائی اور ناپاکی سے دور رہے اور فسق و فجور سے بچے عورتیں پاکدامن ہوں۔ اب ان دونوں تصویروں پر غور کرو۔ سائل میں ایک شخص جس دین کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ حقیقی نام اس وقت حاصل کرتا ہے جب اس کا سچا متبع ہو۔ اور پابند مذہب ہو۔ آپ قرآن کا ایک جڑ بھی پڑھیں گے۔ تو معلوم ہو جاوے گا۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۴۰ ص ۱۱-۱۲ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

بعد ادا ئے نماز مغرب اولاً چند آدمیوں نے بیعت کی۔ پھر میں نبی بخش صاحب نمبر دار چمک مہلا نے دعا کی درخواست کی کہ حضور کی محبت ہمارے دل میں بڑھے۔ فرمایا:-

خدا تعالیٰ نے جو اخلاص اور توجہ عطا کی ہے۔ خود اس نے ابتدا کی ہے۔ اس لئے
 شکر کرو کہ وہ اور بھی بڑھا دے۔ یہ محض اسی کا فضل ہے جو اس نے حق شناسی
 کی توفیق دی۔ ورنہ اگر دل سخت کر دے تو انسان رجوع نہیں کر سکتا۔ یہ اسی کے فضل
 سے ہوتا ہے جو یقین اور اخلاص عطا کرتا ہے۔ اور اس کے شکر پر اس کو بڑھانا ہے۔
 پس شکر کرو کہ اُس کا فضل اور بھی ترقی کرے۔ نمازوں میں ایامک نعیمہ و ایامک نستعین
 کا انکار بہت کرو۔ ایامک نستعین خدا کے فضل اور گم شدہ منافع کو واپس لاتا ہے۔
 (الحکم جلد ۷ نمبر ۴۰ مسئلہ نمبر ۱۰، نومبر ۱۹۴۳ء)

یکم نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ (بوقت سیرا) قرآن کریم مقدم ہے

حضرت اقدس حسب دستور سیر کے لئے نکلے۔ تمام راہ مولوی فتح دین صاحب حضرت
 اقدس کے مخاطب رہے۔ حضرت اقدس بار بار اُن کے ذہن نشین یہ امر کرتے
 رہے کہ مباحثات میں ہمیشہ دیگر طریق استدلال چھوڑ کر اس طریق کو اختیار کرنا چاہئے
 کہ قرآن شریف مقدم ہے اور احادیث ظن کے مرتبہ پر ہیں۔ قرآن شریف سے جو امر
 ثابت ہو اس کو کوئی حدیث خواہ پچاس کروڑوں۔ ہرگز رد نہیں کر سکتیں۔ چونکہ اس
 گفتگو میں میاں فتح دین صاحب بھی بعض اوقات احادیث سے اپنے استنباط جو کہ
 انہوں نے اپنی منگولم کتاب میں درج کئے ہیں۔ مفصل حضرت اقدس کو مٹاتے رہے
 اور حضرت اقدس مختلف طور پر اُن کو سمجھاتے رہے۔ اس لئے ہم حضرت اقدس کے
 کلمات کو مختصراً درج کرتے ہیں:-

ان لوگوں سے پوچھنا چاہیئے کہ تم خود قابل ہو کہ اصلاح کتاب قرآن شریف ہے۔ حدیث
 ۱۵۰ برس بعد جمع ہوئیں۔ پھر ان میں باہم تناقض ہے ایک میں ہمدی کا ذکر ہے۔ ایک میں
 ہے لا مہدی الا عیض۔ ایک طرف ہمدی کی حدیث ضعیف لکھی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ
 مسیح اُدپسے اُترے گا تو ایک طرح سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ جب قرآن شریف بار بار
 اُدپر کے آنے سے منع کرتا ہے تو حدیث جو کسی طرح سے خواہ حقیقتاً خواہ استعارہ کے طور
 پر قرآن شریف کے برابر نہ آسکے تو وہ ہر حال میں ناقابل اعتبار ٹھہرے گی۔ لہذا اس طرح
 اسلام درہم برہم ہو جائے گا۔ تمام ستون اور مدار اسلام کا قرآن شریف پر ہے۔ جب
 قرآن شریف میں ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گئے تو پھر انکار کیسا؟
 فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كَيْفَ نَسِيتُكَ يَا مَوْلَىٰ فَتْحِ دِينِ صَاحِبِ كُتُبِ سَمَاءِ سَمَاءِ
 احادیث کے بیان کی طرف رجوع کر کے فرمایا۔

اگر ان کا حدیث پر اس قدر اعتبار ہے تو فتح یرین کی جو ۱۴۰۰ احادیث آئی ہیں۔
 اس پر کیوں نہیں عمل کرتے؟ ہمارا مسئلہ خدا تعالیٰ کی سُنَّتِ قدیمہ کے مطابق ہے۔ جیسے
 یہ آدھ مسیح کے منتظر ہیں۔ ویسے ہی یہودی الیاس کے منتظر تھے۔ پیغمبر کے لئے ضروری
 نہیں ہے کہ اس کا علم آنا وسیع ہو جیسے خدا کا ہے یہ پیغمبر پر جاؤ ہے کہ بعض امور
 کی تفصیل اس پر نہ کھل سکے۔ جیسے کہ بہت سے آخرت کے امور ہیں کہ انسان کو مرنے
 کے بعد معلوم ہوتے ہیں تو پھر یہ لوگ اپنے علم پر کیوں اس قدر باتیں کہتے ہیں۔ یہودیوں
 کو الیاس کی انتظار تھی۔ مسیح نے کہا کہ بھئی الیاس ہے خواہ قبول کو خواہ نہ کرو۔ پھر اسی
 وقت جا کر بھئی سے دریافت کیا اور دریافت بھی ایسے الفاظ سے کیا ہو کہ اُسے یہی جواب
 دینا پڑا کہ میں وہ الیاس نہیں۔

ہم نے دیکھا ہے کہ بار بار احادیث پیش کرتے ہیں اور ان میں سے نزول کو لیتے ہیں۔
 ہم کہتے ہیں کہ اگر اسی مسیح نے آنا تھا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والا کا طریقہ

کیوں الگ بتلایا۔ اور کہا کہ آنے والے مسیح کو تم اس طرح پہچانو۔ اس کی کیا ضرورت تھی؟
مباحثہ میں بھی یہی اصول دکھا جائے کہ قرآن شریف مقدم ہے۔ یہ منوا کر ان سے
کہا جائے کہ تقدم قرآن تو اب مقبولہ فریقین ہے۔ باقی امور اسی سے فیصلہ کرو۔ اگر حضرتوں
پر سارا مدار ہے تو قرآن شریف کی کیا ضرورت ہے جو کہتا ہے اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ
دِينَكُمْ۔ جمعوٹے دھوکے ہیں۔

اِنَّهُ لَعَلَّمَ الْاَشْجَارَ كَيْفَ يَقُولْنَ لَهُمْ مَغْفِرَةً كَيْفَ يَشْفَعُ لِمَنْ اَشَاءُ مِنْ اهلِ الْكِتَابِ الْاَلْبَسَيْنَا
مسيح کے آنے کا وقت تھا اور جَعَلْنَا مَثَلًا لِّبَنِي اِسْرَائِيلَ كَيْفَ يَصْدُقُ
کتابہ۔ ساعت کے معنی آخرت کے بھی ہیں۔ ان من اهل الكتاب الا لکبوشینا
یہ قبل موتیہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ وہ (مسیح) اب تک زندہ موجود ہیں۔ جب
آویں گے تو کل اہل کتاب ایمان لادیں گے۔ اس کے متعلق ابو ہریرہؓ کی حدیث پیش
کرتے ہیں حالانکہ تفسیر مظہری میں اس کے اوپر کس قدر مطاعن ہیں۔ یہ کہنا کہ کل اہل کتاب
اس وقت ایمان لادیں گے، غلط ہے۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قیامت تک کا فرمودہ
رہیں گے۔ قرآن شریف کو ہر حالت میں مقدم رکھنا چاہیے۔ قرآن کے فصوص قطعہ بالکل
فیصلہ کر دیتے ہیں۔

سورۃ تحریم میں ہے کہ مسیح بن مریم اسی امت میں سے ہوگا۔ سورۃ النور میں ہے
کہ تمام خلیفے اسی امت میں سے ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح
کا نام حکم رکھا ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ بہت فرقے ہوں گے جس سے ثابت ہوتا
ہے کہ غلطیاں کثرت سے ہوں گی۔ قرآن مجید میں نزول کے معنی مختلف مقامات پر مختلف
ہیں۔ اگر اعتراض ہو کہ پھر نزول کا لفظ استعمال ہی کیوں ہوا۔ کوئی اور لفظ حدیث میں کیوں آیا۔
توجہ یہ ہے کہ مسلم کی ایک حدیث میں معوث کا لفظ بھی آیا ہے۔ نزول کا لفظ اس لئے
استعمال ہوا کہ اس وقت کل برکات اور فیوض اٹھ جاویں گے اور پھر آسمان سے نازل ہونگے

قرآن شریف میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے کہ ہم نے آپ کو آسمان سے نازل کیا اور آسمان ہی سے پانی بھی اُترتا ہے۔ اگر آسمان سے بارش نہ ہوتی تو کنوئیں بھی پانی نہیں دیتے۔ لمبے قطوں میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان لوگوں کو وصیت تھی کہ میرے بعد بخدا کی کو ماننا؛ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت تو یہ تھی کہ کتاب اللہ کافی ہے۔ ہم قرآن کے بارے میں پوچھے جائیں گے نہ کہ زید اور بکر کے جمع کردہ سرمایہ کے بارے میں۔ یہ سوال ہم سے نہ ہوگا کہ تم صحاح ستہ وغیرہ پر ایمان کیوں نہ لائے۔ پوچھا تو یہ جملے لگا کر قرآن پر ایمان کیوں نہ لائے؛

بحث کے قواعد ہمیشہ یاد رکھو۔ اول قواعد مرتب ہوں۔ پھر سوال مرتب ہوں کتاب اللہ کو مقدم رکھا جائے۔ احادیث ان کے اقرار کے بموجب خود ظنیات ہیں۔ یعنی صدق اور کذب کا اُن میں احتمال ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ممکن ہے کہ سچ ہو اور ممکن ہے کہ جھوٹ ہو۔ لیکن قرآن شریف ایسے احتمالات سے پاک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن شریف تک ہی ہے۔ پھر آپ فوت ہو گئے۔ اگر یہ احادیث صحیح ہوتیں۔ اور مدار اُن پر ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما جاتے کہ میں نے احادیث صحیح نہیں کیں۔ فلاں فلاں آوے گا تو جمع کرے گا تم اُن کو ماننا۔

پس اقل قرآن کو مقدم کیا جاوے۔ اس کے بعد سنت۔ سنت یہ ہے کہ قرآن شریف میں جو احکام آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خود کر کے اُن کو دکھلایا۔ جیسے نماز پڑھ کر بتادی کہ صبح کی یوں ہوتی ہے شام کی یوں۔ جیسے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف سے استنباط کئے۔ ویسے ویسے آپ بتلاتے رہے اور جو آپ کے اقوال تھے ان کا نام حدیث ہے۔ ایک سنت یہ بھی تھی کہ آپ فوت ہو گئے۔ قرآن شریف میں ہے وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ یعنی سب رسول

فوت ہو گئے آپ بھی فوت ہوں گے۔ چنانچہ خدا کی بات پوری ہو گئی اور آپ فوت ہو گئے۔
 ہمارے ہاتھ میں تو ایک نظیر ہے۔ اگر یہ پوچھیں کہ جو تادیل (نزدل مسیح کی) تم پیش
 کرتے ہو کسی نے اگے بھی کی ہے تو ہم جواب دیتے ہیں کہ جس کے بارے میں تم کو مصیبت
 پڑی ہے (یعنی مسیح کے) اس نے خود یہ تادیل کی ہے۔ اس کو بھی اس وقت مصیبت پڑی
 تھی تو ہماری جماعت میں داخل ہو کر انہیں کی رہائی ہوئی۔ نظیر بھی کوئی شے ہوتی ہے
 خدا تعالیٰ بھی اپنی سنت کو بطور نظیر کے پیش کیا کرتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 دوبارہ آجاتے تو کوئی ہرج نہ تھا۔ آپ نے کوئی خدائی کا دعویٰ تو نہیں کیا۔ نہ آپ
 خدا بنائے گئے۔ مگر خدا نے مسیح کے منہ سے بھگوا کر اقرار کروا لیا کہ دوبارہ آنے کے
 یہ معنی ہوتے ہیں۔ کوئی بادشاہ وہ طریق اختیار نہیں کرتا جس سے اس کی بادشاہی میں
 خلل آوے۔ پھر خدا کیوں ایسا طریق اختیار کرے۔ جس سے اس کی خدائی میں بٹہ لگے۔
 پھر مولوی فتح دین صاحب نے کہا کہ ہم لوگ بڑے خطا کار ہیں۔ کئی فاسد خیال
 آتے رہتے ہیں اور طاعون کا زور ہوتا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

۱۵۔ حاشیہ۔ حکم میں لکھا ہے۔ اپنی سنت سے ثابت کر دیا کہ باقی نبی بھی فوت
 ہو گئے۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۱۶ ص ۳۲ کامل اول مورخہ ۱۹۰۲ء)

۱۶۔ حکم میں اس کی تفصیل یوں لکھی ہے۔

ہاں انا اللہ تعالیٰ کی سنت قدیمہ کے موافق ہے اور اس کی نظیر موجود ہے۔ یہودی
 الیاس کے آنے کے منتظر تھے۔ مگر جب انہوں نے مسیح کے سامنے یہ سوال کیا کہ ایلیاہ
 کہاں ہے تو اس نے اس کا انا بروزی رنگ ہی میں بتایا۔ اور یوحنا کی نسبت کہا کہ
 آنیلا ایلیا ہی ہے چاہو تو قبول کرو۔ یہودیوں نے اس کو تسلیم نہ کیا۔ کیونکہ ان کے اس
 پہلے کوئی نظیر نہ تھی۔ اب یہ فیصلہ تو خود مسیح ہی کا کیا ہوا ہے۔ جس کے لئے اب یہ اس
 قدر حیرت مارتے ہیں۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۱۶ ص ۳۳ کامل اول مورخہ ۱۹۰۲ء)

میں یہ یقیناً جانتا ہوں کہ جس کو دل سے خدا تعالیٰ سے تعلق ہے اسے وہ رسوائی کی موت نہیں دیتا۔ ایک بزرگ کا قفسہ کتب میں لکھا ہے کہ ان کی بڑی دعا تھی کہ وہ طوس کے مقام میں فوت ہوں۔ ایک کشف میں بھی انہوں نے دیکھا کہ میں طوس میں ہی مروں گا۔ پھر وہ کسی دوسرے مقام میں سخت بیمار ہوئے اور زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو اپنے شاگردوں کو وصیت کی کہ اگر میں مر گیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرنا انہوں نے وجہ پوچھی تو بتلایا کہ میری بڑی دعا تھی کہ میں طوس میں مروں مگر اب پتہ لگتا ہے کہ وہ قبول نہیں ہوئی۔ اس لئے میں مسلمانوں کو دھوکا نہیں دینا چاہتا۔ اس کے بعد وہ رفتہ رفتہ اچھے ہو گئے اور پھر طوس گئے وہاں بیمار ہو کر مرے اور وہیں دفن ہوئے۔ اس لئے مومن بننا چاہئے مومن ہو تو خدا رسوائی کی موت نہیں دیتا اور دل کے خیالات پر مؤاخذہ نہیں ہوتا۔ جب تک کہ انسان عزم نہ کر لے ایک چوراہے پر جانا اور ایک صراف کی دوکان پر روپوں کا ڈھیر دیکھے اور اسے خیال آئے کہ میرے پاس بھی اس قدر روپیہ ہو اور پھر اسے پھرانے کا ارادہ کرے مگر قلب اُسے لعنت کرے اور وہ باز رہے تو گنہگار نہ ہوگا اور اگر پختہ ارادہ کر لے کہ اگر موقع ملا تو ضرور چوراہوں کا تو گنہگار ہوگا۔ آدم کے قصہ میں بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَكَمْ نَجِدُ لَهُ عُذْمًا یعنی ہم نے اس کی عزیمت نہیں پائی عَصَىٰ اٰدَمَ كَيْفَ مَعْنٰی ہے کہ صورت عصیان کی ہے۔ مثلاً آقا ایک غلام کو کہے کہ فلاں رستے جا کر فلاں کام کر آؤ وہ اگر اجتہاد کرے اور دوسرے راہ سے جاوے تو عصیان تو ضرور ہے مگر وہ نافرمان نہ ہوگا۔ صرف اجتہادی غلطی ہوگی جس پر مؤاخذہ نہیں۔

خرگوش کا کھانا حلال ہے

پھر کسی نے خرگوش کے حلال ہونے پر حضرت اقدس سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اصل اشیا میں حلت ہے جو موت جب تک نص قطعی سے ثابت نہ ہو، تب

تک نہیں ہوتی۔

حدیث کے متعلق ہمارا مذہب ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ بھی ہو تو اس پر عمل کر لیا جائے
جب تک وہ مخالف قرآن نہ ہو۔

پھر سنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

امام اعظم علیہ الرحمۃ نے رفع یدین پر کیوں عمل نہ کیا۔ کیا اس وقت حدیث کے
راوی نہ تھے۔ راوی تو تھے۔ مگر چونکہ یہ سنت اُس وقت ان کو نظر نہ آئی۔ اس لئے انہوں
نے عمل نہیں کیا۔ مولویوں کی بد قسمتی ہے کہ یہود و نصاریٰ محرف و مبتدل تو پریت کو لئے
پھرتے ہیں اور یہ بجائے قرآن کے حدیثوں کو لئے پھرتے ہیں۔

غیر از جماعت کی نماز جنازہ

نماز جنازہ کا ذکر ہونے پر آپ نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منافق کو کڑتہ دیا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی
ممکن ہے اس نے غرغره کے وقت توبہ کر لی ہو۔ مؤمن کا کام ہے کہ حسن ظن رکھے۔ اسی
لئے نماز جنازہ کا ہزار رکھا ہے کہ ہر ایک کی پڑھ لی جائے ہاں اگر کوئی سخت معاند ہو۔
یا فساد کا اندیشہ ہو تو پھر نہ پڑھنی چاہیے۔ ہماری جماعت کے سر پر فرضیت نہیں ہے بطور
احسان کے ہماری جماعت دوسرے غیر از جماعت کا جنازہ پڑھ سکتی ہے۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔ اس میں صلوة سے مراد جنازہ کی
نماز ہے اور سَكَنٌ لَّهُمْ دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا گنہ گار کو
سکینت اور ٹھنڈک بخشی ہے۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي^۱ مِّنْ دُونِ

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي مِّنْ دُونِ جَمَاعَةٍ كُوِّنَ مَعِيَ جَمَاعَةٌ -

ایک تو یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس میں کہتے ہیں کہ میری وفات کے بعد میری امت بگڑی ہے جس کی مجھ کو خبر نہیں ہے پس اگر عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک نہیں فوت ہوئے۔ تو پھر یہ بھی مان لینا چاہیئے کہ ابھی تک عیسائی منراط مستقیم پر ہیں اور بلحاظ دین کے ان میں کوئی فساد نہیں۔ دوسری بات یہ کہ اگر اس آیت کا اطلاق ان پر ان کے دوبارہ آنے کے بعد ہے تو اس صورت میں مسیح علیہ السلام (نعوذ باللہ) بہت کذاب ٹھہرتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آکر چالیس سال رہنے اور اپنی قوم کی بد اخنقا دی کی حالت دیکھ کر انہوں نے اس کی اصلاح کی اور صلیب کو توڑا اور خنزیروں کو قتل کیا اور پھر باوجود کابل علم کے خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولتے ہیں کہ مجھ کو خبر نہیں ہے۔

مباحثہ مد کی روئداد

عصر کی نماز سے پیشتر حضرت اقدس نے مجلس فرمائی۔ سید مرور شاہ صاحب اور عبداللہ صاحب کشمیری جو کہ موضع مد میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے بخیر و عافیت واپس آئے اور حضرت اقدس سے نیاز حاصل کیا اور واپس کے جلسہ مباحثہ کی تفصیل سننے لگے حضرت اقدس نے اختصاراً ان تمام باتوں کا احصاء فرمایا جو کہ آپ نے سیر میں فرمائی تھیں کہ مباحثہ میں بہاری جماعت کو کیا پہلو اختیار کرنا چاہیئے۔ اور پھر تمام کیفیت مباحثہ سننے کے لئے شام کا وقت مقرر ہوا۔

نماز مغرب کے بعد حضرت اقدس نے جلوس فرماتے ہی حکم صادر فرمایا کہ مباحثہ موضع مد کی کارروائی سٹائی جائے پچنانچہ عبداللہ کشمیری صاحب سننے لگے۔ سب سے اول حضرت اقدس کو اس پر کمال انوس ہوا کہ فریقین نے صرف بیس بیس منٹ اپنے اپنے دعویٰ کے متعلق دلائل کھینے کے لئے قبول کئے حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایسی صورت میں ہرگز مباحثہ قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ تو ایک قسم کا خون کرنا ہے۔

جب ہم مدعی ہیں تو ہمیں اپنے دعوای کے دلائل کے واسطے تفصیل کی ضرورت ہے۔ جو کہ وقت چاہتی ہے اور جب دلائل لکھے جاتے ہیں تو توجہ ہوتی ہے۔ اس میں فیضانِ الہی ہوتا ہے، اس کا ہم کیا وقت مقرر کر سکتے ہیں کہ کب تک ہو۔

غرضیکہ حضرت اقدس نے اس بات کو بائیں ناپسند فرمایا کہ وقت میں کیوں تنگی اختیار کی گئی۔ پھر عبداللہ صاحب کشمیری نے وہ تمام تحریریں پڑھ کر سنائیں۔ روئیندہ سنیے کے بعد حضرت اقدس پھر انہیں امور کا بار بار عادیہ فرماتے رہے جو کہ سیر میں مناظرہ اور مباحثہ کے متعلق فرمائے تھے۔ تاکہ سامعین کے ذہن نشین وہ باتیں ہو جائیں۔

(البتدر جلد ۳ نمبر ۳ ص ۱۵۷-۱۵۸ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

۲ نومبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

(وقت سیر)

مد کے حالات مباحثہ پر تبصرہ

حضرت اقدس حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے اور آتے ہی پھر اس مناظرہ کے متعلق حضور نے گفتگو شروع فرمائی جس کی کا دروانی گذشتہ شب درج ہو چکی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ

آج کل ان مولویوں کا دستو ہے کہ چالیس پچاس جھوٹ ایک دفعہ ہی بیان کر دیتے ہیں اب ان کا فیصلہ تین چار منٹ میں دوسرا فریق کس طرح کرے۔ پادریوں کا بھی یہی طریق ہے۔ کہ ایک دم اعتراض کہتے چلے جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں یہ طریق اختیار کرنا چاہیے۔ کہ ایک اعتراض چُن لیوں اور اول اس پر فیصلہ کر کے پھر آگے چلیں اور دوسرا اعتراض لے لیں۔ اول قواعد مقرر کیئے جائیں۔ یہ امر بھی دیکھا جائے کہ منہاج نبوت کو (دوسرا فریق) مانتا ہے یا نہیں۔ اس نے (مولوی شادا لہذا) بار بار عبداللہ مہتمم کی پیشگوئی کا ٹکڑا کیا کہ وہ پوری نہ ہوئی۔

اگر منہاج نبوت کا فیصلہ اولاً کر لیا جاتا تو اس طرح کا دھوکا وہ کب دے سکتا تھا۔ یونسؑ نبی کی پیشگوئی موجود تھی۔ اس میں کوئی شرط بھی نہ تھی اور درمنثور میں بھی حدیث ہے کہ یونسؑ نے کہا لن ارجع کذاباً یعنی میں جھوٹا کہلا کر واپس نہ جاؤں گا۔ دیکھو۔ اس میں کوئی شرط نہ تھی۔ وعید میں خدا تعالیٰ کو حق لازم نہیں آتا کہ ضرور عذاب نازل کرے۔

دیکھا جاتا ہے کہ جب بلا آتی ہے تو صدقہ خیرات کرنے سے ٹل جاتی ہے۔ صرف فرقیہ ہوتا ہے کہ ایسی بلا کا قبل از وقت بیان نہیں ہوتا نہ اس کی پیش گوئی ہوتی ہے اور پیش گوئی میں بلا کا قبل از وقت بیان کر دیا جاتا ہے۔ بہر حال وہ بھی خدا تعالیٰ کے علم میں تو قبل از وقت ہی ہوتی ہے۔ قرآن شریف میں بار بار ذکر ہے کہ ہم نے فلاں قوم کی ہلاکت کا ارادہ کیا۔ مگر جب انہوں نے توبہ کی تو پھر عذاب ہلاکت ٹل گیا۔ تورات میں بھی ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے بار بار عذاب ٹلتا رہا۔ وعید میں تخلف جائز ہے۔ اہل کتاب کا کوئی ایسا فرقہ نہیں کہ جو اسے نہ مانتا ہو۔ ہندو بھی مانتے ہیں کہ صدقہ سے بلا ٹل جاتی ہے۔ جب ٹل گئی تو پیشگوئی بدل گئی۔ قرآن مجید میں بھی ہے۔ **يُصِيبُكُمْ لِعَظْمِ الَّذِي يَجِدُكُمْ** یعنی عذابی پیشگوئیوں کا بعض حصہ تو پورا ہوگا اور بعض بوجہ توبہ استغفار ٹل جائے گا منہاج نبوت کو دیکھا جائے تو صریح نظر آتا ہے کہ انبیاء سے اجتہادوں میں غلطیاں ہوتی ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم ابھی نہیں مرو گے کہ میں واپس آ جاؤں گا۔ توبہ ان کا اجتہاد تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کے آنے سے یہ مراد نہ تھی بلکہ دوسرے کا آنا مراد تھا۔ اور ممکن ہے کہ الیاس کا بھی یہ خیال ہو کہ میں ہی واپس آؤں گا۔ اسی طرح پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کا سفر کیا تو حضرت عمرؓ کو بتلایا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد اس طرف ولالت کرتا تھا کہ ہم فتح کر لیں گے مگر وہ اجتہاد صحیح نہ نکلا۔ اسی طرح ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے سمجھا تھا کہ ہجرت یامہ کی طرف ہوگی۔ مگر یہ بات درست نہ نکلی کیونکہ یہ آپؐ کا اپنا اجتہاد تھا۔ خدا تعالیٰ پر لازم نہ تھا کہ ہر ایک بار ایک

امرائیپ کو بتلا دے۔ پس بحث مباحثہ میں اول مخالفین سے منہاج نبوت کو قبول کروا کر اس کے دستخط کروا لینے چاہئیں۔

پھر اہتم مالی پیشگوئی کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا کہ

وہاں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ بشر طیکہ حتی کی طرف رجوع نہ کرے۔ یہ تو نہیں لکھا کہ بشر طیکہ مسلمان ہو جاوے۔ اس سے پہلے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال لکھ چکا تھا اور یہی وجہ مباحثہ کی تھی۔ پھر جب میں نے پیشگوئی سنائی تو اس نے اسی وقت کانوں پر ہاتھ دھرے اور کہا کہ توہر توہر میں تو دجال نہیں کہتا۔ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ صرف عیسائی ہونا یا بت پرست ہونا اس امر کا موجب نہیں ہوتا کہ دنیا میں عذاب آوے۔ ایسے عذابوں کے لئے تو قیامت کا دن مقرر ہے۔ عذاب ہمیشہ شوخیوں پر آتا ہے اگر ابو جہل وغیرہ شرارتیں نہ کرتے تو عذاب نازل نہ ہوتا۔ نرا باطل مذہب پر پابند ہونے پر نہ کوئی عذاب آتا ہے نہ کوئی پیشگوئی۔ ہمیشہ زیادہ شوخیوں پر پیشگوئیاں ہوتی ہیں۔ یہود کو مغضوب علیہم آسمی لئے کہا کہ انہوں نے شوخیاں کیں گستاخیاں کیں اور ان پر غضب وارد ہوئے لیکن صالحین کو مغضوب علیہم نہ کہا حالانکہ آخرت میں تو عذاب یہود کو بھی ہونا ہے اور نصاریٰ کو بھی۔ مگر چونکہ انہوں نے شوخی نہ کی۔ اس لئے دنیا میں ان پر غضب نازل نہیں ہوا۔ انسان کیسے ہی بت پرست یا انسان پرست کیوں نہ ہو۔ مگر جب تک شرارت نہ کرے۔ عذاب نہیں آتا۔ اگر ان باتوں پر بھی عذاب دنیا ہی میں آجائے تو پھر قیامت کو کیا ہوگا۔ یہودیوں پر عذاب اسی لئے آئے کہ انہوں نے یہی نہیں ہونے کو دکھ دیئے۔ ان کے قتل کے منصوبے کئے۔ ان کی گستاخیاں کیں۔ کافروں کے لئے اصل زندان تو قیامت ہی ہے۔ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر دنیا میں کیوں عذاب آتا ہے تو جواب یہی ہے کہ شوخیوں کی وجہ سے آتا ہے۔

فسرمایا۔ عوام الناس سے ہمیشہ موٹی موٹی باتیں کرنی چاہئیں۔ خدا تعالیٰ نے جو معجزات

نبوت کی بھڑکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام فائدہ اٹھائیں کیونکہ خواص کے لئے معجزات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُن کے لئے تو حقائق اور معارف ہی کافی ہیں۔ عوام کو چونکہ یہ معرفت نہیں ہوتی۔ اس لئے اُن کے خوش کرنے کو معجزات رکھے گئے ہیں۔

ایڈیٹر الحکم اور البدر کو محتاط رہنے کی ہدایت

نماز عصر کے بعد حضرت اقدس نے الحکم اور البدر کے ایڈیٹروں کو بلا کر تاکید فرمائی کہ وہ مضامین کے قلمبند کرنے میں ہمیشہ محتاط رہا کریں۔ ایسا نہ ہو کہ غلطی سے کوئی بات غلط پیرایہ میں درج ہو جاوے۔ یا کسی البام کے الفاظ غلط شائع ہوں تو اس سے معترض لوگ دلیل پکڑیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسے مضامین مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کو دکھا لیا کریں۔ اس میں آپ کو بھی فائدہ ہے اور تمام لوگ بھی غلطیوں سے بچتے ہیں۔

نماز مغرب کے بعد حسب دستور جلوس فرما کر مباحثہ موضع مذکورہ کے حسن و قبح پر تذکرہ فرمایا کہ

یہ مولوی نوگ عوام کو بھڑکانے کے واسطے عجیب عجیب جیلے گھڑتے ہیں اور حق سنی سے ان کو کوئی کام نہیں ہوتا۔

فسطیہ۔ ولد الزنا میں حیا کا مادہ نہیں ہوتا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے نکاح کی بہت تاکید فرمائی ہے۔

(البدر جلد ۲ نمبر ۲ ص ۲۰۱ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۵۔ الحکم میں ۲ نومبر ۱۹۰۲ء کی ڈائری میں ایک مزید بات دُن درج ہے۔

صبح کی سیر | اس امر کا تذکرہ تھا کہ بعض نادان ملاں جب ہر طرح مقابلہ سے عاجز آتے ہیں تو

۳ نومبر ۱۹۰۲ء بروز دو شنبہ

(بوقت میر)

طریق بحث

حضرت اقدس حسب معمول میر کے لئے تشریف لائے اور میر کے دماغ اس امر پر تیز کر فرمایا کہ
مباحثات میں ہمیشہ یہ امر مد نظر رکھنا چاہیے کہ فریق مخالف اپنی رو باہ بازی سے سامعین
کو دھوکا نہ دے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سامعین کے باطل عقائد کے موافق یہ لوگ ہماری طرف
سے ایسی باتیں ان کو سناتے ہیں کہ جن سے وہ لوگ معاً بھوک جاویں اور برا نگینتہ ہو جاویں۔
ایسی صورت میں پھر خواہ ان کے آگے کچھ ہی کہو وہ لوگ ایک نہیں سنتے جیسے مولوی صاحب
نے کل اپنا ذکر سنایا تھا۔

پھر طریق بحث کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

ملافت کا کمال یہ بھی ہے کہ ایک بات دوسرے کے دل تک پہنچائی جائے ورنہ اگر کوئی
کلام اس قابل ہو کہ اب زر سے لکھا جائے۔ مگر منکمل اسے سمجھ نہیں سکتا تو پھر وہ فصیح نہیں
کہلانے گا۔ اس لئے کلام کرنے والے کو یہ تمام پہلو مد نظر رکھنے چاہئیں۔

جانتے ہیں۔ اعلان پر اتمام حجت کے لئے کہا جاتا ہے کہ فصیح بلغ عربی نویسی میں مقابلہ
کرا تو یہ کہہ کر سمجھا چھوڑتے ہیں کہ ان کتابوں میں غلطیاں ہیں۔ حضور نے فرمایا۔

غلطیاں نکلنے کا جو دعویٰ کرتے ہیں۔ اس میں تو یہ امر بجائے خود متفق طلب ہے کہ جو غلطیاں
انہوں نے نکالی ہے خود ان کی اپنی ہی غلطی تو نہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے جب
حجبت (ہری پر اعتراض کیا تھا۔ کہ صلہ لام نہیں بلکہ من آتا ہے تو اسے کیسا شرمندہ
ہونا چاہا۔ بالمقابل لکھ کر تو بتائیں دعوت تو بالمقابل کہنے کی ہے نہ غلطیاں نکلنے کی۔ اور پھر
ایسی حالت میں یہ بہانہ کب چل سکتا ہے جب نکالی ہوئی غلطیوں میں خود ان کی ہی غلطیاں

ہوں۔ (المجلد ۶ نمبر ۴) ص ۳ مورخہ (نومبر ۱۹۰۲ء)

کافروں اور مستقیموں کی خوشی میں فرق

فرمایا۔

کافروں کے لئے درمیانی خوشی ہوتی ہے اور انجام کی خوشی مستقیموں کے لئے ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ اگر چاہے تو ایک دم میں سب کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ مگر وہ رونق چاہتا ہے جب تک مکذب نہ ہوں تو پھر مصدق کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے۔ مکذموں کے ذریعہ ہی حقائق و معارف کھلتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی محبت اور نصرت کا پتہ ملتا ہے۔ اگر ایک شخص کے دل میں ماں کی محبت ہے تو اس کا کسی کو علم نہ ہوگا۔ مگر جب کوئی اُسے ماں کی گالی دے تو جھٹ اُسے فصدہ آجائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ ماں کی محبت اس کے دل میں ہے۔

مخالفوں کو غلطیاں نکالنے کا حق نہیں

فرمایا۔

ان ہمارے مخالفوں کو غلطیاں نکالنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ جب تک وہ اپنا منصب عربی وانی کا ثابت نہ کریں۔ تب تک اُن کو غلطی نکالنے کا حق نہیں ہے۔ اعتراض کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اول زبان پر پورا احاطہ ہو۔ اگر ان لوگوں کو عربی زبان کا علم ہے تو ہم جو دس سال سے رسالے لکھ لکھ کر مقابلہ پر بلا رہے ہیں۔ انہوں نے آج تک دس سطریں ہی دکھائی ہوئیں۔ ورنہ جہالت سے تکذیب کرنے سے کیا بنتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ یہ لوگ بالمقابل کچھ نہیں سکتے۔ ورنہ اطا کرنا کیا مشکل امر ہے۔ مگر ہمارے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے اُن کی نیاؤں کو بند کر دیا ہے۔

فرمایا۔

دل میں بات بٹھانے کے واسطے بھی ایک ڈھب ہوتا ہے کیونکہ اب تلوار کی لڑائی

تو ہے نہیں۔ زبانوں کی ہے۔ اس لئے زبان کی تلوار جب مارے تو اوجھی نہ مارے یا یہی خوب مارے کہ دو ٹکڑے ہو جائیں۔ میں نے بارہا ارادہ کیا ہے کہ یہ لوگ میرے زانو بہ زانو بیٹھ کر عربی لکھیں مگر دل فتویٰ دیتا ہے کہ یہ لوگ کبھی مقابلہ پر نہیں آئیں گے۔ کیونکہ ان کے دلوں پر زعب پڑ گیا ہے۔ تو اب جبکہ شکار ہمارے نزدیک نہیں آتا۔ تو ہمیں چاہیے کہ دور سے ہتھیار بندوبست کے نشانہ بنائیں۔

مباحثہ مد میں ہماری فتح ہوئی

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے اور تھوڑی دیر مجلس فرمائی۔ مد کے مباحثہ کا ذکر ہونا رہا۔ فرمایا کہ

درحقیقت تو ہم نے فتح پالی ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ وہ دیہات کے لوگ تھے۔ ان کو ان باریک باتوں کی سمجھ نہیں آئی۔ مجھے خوشبو آتی ہے کہ آخر کار فتح ہماری ہے۔ دسمبر کے آخر تک جو نشان ظاہر ہونے والے ہیں شاید یہ بھی ان میں سے ایک عظیم نشان نشان ہو جائے۔ یہ امدت لائے کی عادت ہے جیسا کہ فرمایا والعاقبة للمتقين۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تیرہ برس تک مکروہات ہی پہنچتے رہے۔ عصر کی نماز کے لئے حضور تشریف لائے تو اس وقت بھی مباحثہ مد کے متعلق ہی

ذکر فرماتے رہے۔ حضور نے فرمایا کہ

خدا تعالیٰ کے برگزیدوں کی یہ عجیب حالت ہوتی ہے کہ جب ایک بات کی طرف توجہ ہو جائے تو پھر رات دن اسی کی طرف توجہ رہتی ہے گویا کہ بالکل اس میں مستغرق ہیں۔ اور دنیا و مافیہا کی خبر نہیں۔

دوستوں کو بے تکلف ہونے کی نصیحت

بعد نماز مغرب حضرت اقدس حسب معمول جلوس فرما ہوئے تو میر صاحب نے عبد الصمد

صاحب آمدہ از کشمیر کو آگے بٹا کر حضور کے قدموں کے نزدیک جگہ دی۔ اور حضرت اقدس سے عرض کی کہ ان کو یہاں ایک تکلیف ہے کہ یہ چاولوں کے عادی ہیں اور یہاں روٹی ملتی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا آتَاوْنَ اَلْمُتَّكِلِيْنَ ۗ۔ ہمارے بھانوں میں سے جو تکلیف کتابہ اُسے تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے ضرورت ہو کہہ دیا کرو۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ ان کے لئے چاول پکوا دیا کرو۔

مباحثہ مذکور

پھر حضرت اقدس مباحثہ مذکور فرماتے رہے۔ حضور نے فرمایا کہ اس دن ہم نے مناسب سمجھا تھا کہ یہ مباحثہ کی کارروائی الحکم وغیرہ میں نہ چھپے مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا۔

سرسید کا یورپ کی طرف میلان

سید احمد صاحب کے یورپ کی طرف میلان پر فرمایا کہ انسان جس شے کی طرف پوری رغبت کرتا ہے تو پھر اسی کی طرف اُس کا میلان طبعی ہو جاتا ہے اور آخر کار وہ مجبور ہوتا ہے۔

ڈوٹی کا ذکر

پھر ڈوٹی کا اخبار مفتی محمد صادق صاحب سناتے رہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس لئے سنتے ہیں کہ کہیں غیرت آجاتی ہے۔ اور بعض اوقات کوئی عجیب تحریر ہو جاتی ہے۔

تحریر بتائیں الہی

اس کے بعد ذکر حل پڑھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے حضرت اقدسؑ کو تمام عقائد کی تحریروں میں مدد دیتا رہا ہے کہ اکثر اوقات حضرت اقدسؑ بیمار تھے اور میعاد مقابلہ نزدیک آگئی تو پھر اسی حالت میں بڑی سختیوں سے راتوں کو بیٹھ بیٹھ کر کتابیں لکھیں حضور نے فرمایا کہ

میں تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا۔ اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو۔ ہارنا لکھتے نکھتے دیکھا ہے کہ ایک خدا کی رُوح ہے جو شیر رہی ہے۔ قلم خشک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں تھکتا۔ طبیعت محسوس کیا کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔

ڈوٹی کا ذکر

پھر ڈوٹی کی کسی بات پر فرمایا کہ
اس کے دہود سے شیطان کا وجود ثابت ہوتا ہے وہ بھی انسان کو اسی طرح فریفتہ کرتا ہے۔

(البتدرجلد ۱ نمبر ۳ ص ۲۱۰-۲۱۲ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

۴ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

(بوقت سیر)

علاقہ جہلم سے دو شخص بہت ضعیف العز حضرت اقدسؑ کی زیارت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ بوجہ ضعیف العز کے وہ چل نہیں سکتے تھے۔ حضرت اقدسؑ ان کی خاطر ٹھہر گئے اور ان کے حالات دریافت فرماتے رہے۔

آیت مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا بِهَا كَيْ تَنْفِيسِ

پھر حضور مشرق کی طرف سر پہلے رسید سرور شاہ صاحب نے حضرت اقدس سے سوال کیا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک رسول اپنی امت کے حالات سے لاعلمی ظاہر کرے گا۔ جیسے قرآن شریف میں ہے **يَوْمَ يَخْبَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ كَيْفَ مَنُوعُوا مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا**۔ تو پھر اس آیت کے منہوم کے مطلق اگر مسیح بھی اپنی امت کے حالات سے لاعلمی ظاہر کریں اگرچہ وہ آخر زمانہ میں پھر آکر چالیس برس ان لوگوں میں گذار بھی جائیں تو آیت **فَلَمَّا تَوَلَّوْا كُنْتُمْ عَلَىٰ عَنقَابِكُمْ** کے لحاظ سے وہ امدتِ تعالیٰ کے روبرو کاذب کیسے ٹھہر سکتے ہیں، حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ لاعلمی انبیاء کو ان کی اس امت کے بارے میں ہوتی ہے جو ان کی وفات کے بعد ہوتی ہے۔ مسیح بھی کہتا ہے۔ **كُنْتُ عَلَيَّيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ**۔ تو پھر اگر ان کو علم نہیں تو وہ شہید کس طرح ہوئے اور کس بات کے ہوئے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حالات سے تو لاعلمی ظاہر کر سکتے ہیں مگر صحابہ کرام کی نسبت نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کو ان کے حالات معلوم تھے اور آپ ان میں رہتے تھے۔ اس قسم کی لاعلمی سے وہی لاعلمی مراد ہے یعنی اس امت کا ذکر جو کہ نبی کے بعد آیا کرتی ہے یا بہت اٹری وقت پر آتی ہے کہ اُسے نبی کی صحبت سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

خواب میں ہاتھی دیکھنا اور تیل لگانا اچھا ہے

پہراک صاحب نے خواب سُنایا کہ میں نے رات کو ہاتھی خواب میں دیکھا۔ اور یہ کہ حضرت اقدس اُس کے سر کو تیل لگا رہے ہیں۔ حضرت اقدس نے تعبیر فرمائی کہ رات کے وقت ہاتھی دیکھنا عمدہ ہوتا ہے اور تیل لگانا بھی زینت ہے۔ یہ بھی اچھا ہے۔

عربی پرچہ جاری کرنے کی خواہش

حضرت اقدس کے گذشتہ ایما پر عبداللہ عرب صاحب نے کشتی نوح کے چند ورق کا جو ترجمہ عربی زبان میں کیا تھا وہ حضرت اقدس کو سناتے رہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

اگر یہ مشق کر لیں کہ اردو سے عربی اور عربی سے اردو ترجمہ کر لیا کریں تو ہم ایک عربی پرچہ یہاں سے جاری کر دیں۔

شرم کا نفع و نقصان

پہر شرم کے ذکر پر فرمایا کہ

ایک شرم انسان کو دوزخ میں لے جاتی ہے اور ایک شرم جنت میں لے جاتی ہے جو شخص شرم کی وجہ سے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتا اس کے لئے شرم دوزخ ہے

مولوی عیسیٰ یوں کے قدم پر

پہر آج کل کے معترض مولویوں کی حالت پر فرمایا کہ

ان لوگوں نے بالکل پادریوں کا ڈھنگ اختیار کیا ہوا ہے۔ جیسے وہ جب ملتے ہیں تو سب کچھ چوڑھٹا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ ہمارے معاملہ میں کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ بھی تماشہ دیکھ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کفار کیا کچھ نہ کرتے تھے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اسی وقت کفار کو تباہ کر دیتا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ کچھ عرصہ اُن کی ناز برداری کرتا رہا۔

مسیح موعودؑ کے انعامات قبول نہ کرنے سے آنحضرتؐ کی پیشگوئی کا پورا ہونا

پھر سید سرور شاہ صاحب سے حضرت اقدسؑ کچھ گفتگو ان کے سفر امت کے متعلق کرتے رہے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ

ہم نے مالی انعامات دے دے کر ان لوگوں کو اپنے مقابلہ پر بلایا مگر یہ لوگ آئے مگر ہم دینے سے تنگے نہیں۔ ابھی اُردیں گے اور اگر وہ اسے قبول نہ کریں گے تو گویا اپنے ہاتھوں سے ایک اور پیشگوئی ہمارے حق میں پوری کر دیں گے۔ وہ یہ کہ حدیث شریف میں ہے کہ مسیح موعود مال دے گا اور لوگ نہ لیں گے تو اگر انکار کرتے ہیں تو اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کو پورا کرتے ہیں۔

گفتگو کہاں اور کیسے ہونی چاہیے

فرمایا۔

گفتگو میں ایسے مقامات پر ہونی چاہئیں جہاں رؤسا بھی جلسہ میں ہوں۔ اور تہذیب اور نرم زبانی سے ہر ایک بات کریں کیونکہ دشمن جب جانتا ہے کہ محاصرہ میں آگیا تو وہ گالی اور درشت زبانی سے پیچھا چھوڑنا چاہتا ہے۔ طالبِ حق بن کر ہر ایک کو بات کرنی چاہیے۔ اور یہ امر سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَخْلِقْ بَيْنَ آتَادِ رَسُولِيؑ۔ اگر ہم حق پر نہیں ہیں تو ہم غالب نہ ہوں گے۔ ہم نے ان کو کئی بار لکھا ہے کہ سب متفق ہو جائیں۔ کوئی عیب نہیں ہے۔ ہماری طرف سے ان کو اجازت ہے۔ ان تمام مولویوں میں سے بہت ایسے ہیں کہ عربی لکھتے ہیں۔ بلکہ اشعار بھی کہتے ہیں۔ مگر ہاں سے مقابل پر خدا تعالیٰ ان کی زبان بند کر دیتا ہے اور ان کو ایسا امر پیش آتا ہے۔ کہ چُپ

رہ جاتے ہیں۔

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ كَمَا تَشْتَرِح

مغرب کی نماز کے بعد حضرت اقدس حسب دستور شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے سید عبدالہ عرب صاحب نے ایک رسالہ ایک شیعہ علی سائری کے رد میں عربی زبان میں لکھا تھا۔ جس کا نام سبیل الرشاد رکھا تھا۔ حضرت اقدس کو سنتے رہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی کرتے جاؤ تاکہ تم کو مشق ہو مگر عرب صاحب کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ اتنی مجلس میں ترجمہ پوٹے اردو میں سناویں۔ اس رسالہ کے ایک مقام پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

مجھے اس جگہ ان کے الفاظ سے یہ شریک ہوئی ہے کہ یہود لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کو دو جہ سے ملعون ٹھہرتے تھے ایک ان کو ولد الزنا کہہ کر۔ دوسرا مصلوب کرنے کے لحاظ سے جب خدا تعالیٰ نے ان کے ولد الزنا ہونے کا ذب کیا ہے تو چاہیے تھا کہ ان کے مصلوب ہونے کا بھی ذب کرتا۔ جسم کے ساتھ آسمان پر جانا تو ایک الگ تھلگ امر ہے۔ اول ذب دلالت کرتا ہے کہ دوسرا بھی ذب ہو۔

پھر یہ بات بیان ہوئی کہ اہل شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ ولد الزنا کی توبہ ہرگز قبول نہیں

ہوتی اگرچہ وہ حسین اور بارہ اماموں کی بھی محبت رکھتا ہو حضرت اقدس نے فرمایا کہ

تویرت میں سبھی ایسے ہی لکھا ہے اور اسی لئے وہ مسیح علیہ السلام کو ملعون کہتے تھے اس بات کی اصل قرآن شریف میں بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس میں تخصیص کی ہے کہ ایک اولاد الرحمن اور ایک اولاد الشیطان۔ کیونکہ جب شیطان نطفہ میں شریک ہو گیا۔ تو پھر اس کے قویٰ میں یہ بات بطور جزو کے آگئی۔

ایک مقام پر ہے بَعْدَ ذَلِكَ نَزَّيْمًا یعنی یہ ولد الزنا ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ ولد الزنا

شرارت سے باز نہیں آیا کرتے۔

پھر اس رسالہ میں مَا قَتَلْتُمْہُ کے لفظ پر حضرت اقدس کو یہ تحریر ہوئی۔ کہ مَا قَتَلْتُمْہُ پر سوال ہوتا ہے کہ یہود کیوں قتل کرتے تھے۔ اُن کی کیا غرض تھی جس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ بَلْ كَرِهَتْهُ اللَّهُ إِلَيْنَا یعنی قَتَلْنَاہُ سے اُن کی مَرْءًا لَعَنَّا تھی۔

اہل عرب کے ہزار سے آگے گنتی نہ جاننے سے لطیف استدلال

اہل عرب میں چونکہ ایک ہزار سے آگے شمار نہیں ہے حضرت اقدس نے اس پر فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا میلان دنیا کی طرف نہ تھا۔ ورنہ دوسری دنیا دار قوموں کی طرح لاکھوں کروڑوں تک گنتی وہ بھی رکھتے۔

وہ رسالہ شکر حضرت اقدس نے تعریف کی کہ

عمدہ لکھا ہے اور معقول جواب دیئے ہیں۔

(البدن جلد ۳ نمبر ۳۳ صفحہ ۲۲، ۲۱ مضامین ۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء)

۵ نومبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ

(بوقت سیر)

خاتمہ بالآخر چاہیے

حضرت اقدس حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے۔ آتے ہی قاضی میر حسین صاحب مدرس عربی مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے والد ماجد مسمیٰ غلام شاہ صاحب تاجرا سپاہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت اقدس کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور تفسیر کی حضرت اقدس ان کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کی ۸۰ سال سے

زیادہ عمر ہے۔ انہوں نے درخواست کی میرے خاتمہ بالخیر کی دعا فرمائی جاوے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

بس یہی بڑی بات ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو۔ کسی نے نوح علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ آپ تو قریب ایک ہزار سال کے دنیا میں رہ کے آئے ہیں۔ بتلائیے کیا کچھ دیکھا فتح نے جواب دیا کہ یہ حال معلوم ہوا ہے جیسے ایک دروازے سے آئے اور دوسرے سے چلے گئے۔ تو عمر کا کیا ہے لمبی ہوئی تو کیا تھوڑی ہوئی تو کیا۔ خاتمہ بالخیر چاہیئے۔

پھر ایک بڑے درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ

ہم سے تو یہ درخت ہی اچھا ہے۔ ہم چھوٹے ہوتے تھے تو اس کے تلے ہم کھیلا کرتے تھے یہ اسی طرح ہے اور ہم بڑھے ہو گئے ہیں۔ یہ سال بہ سال پھل بھی دیتا ہے۔

مباحثہ مذکور

عمادوسف صاحب اپیل نویس نے عرض کیا کہ حضور موضوع مذکور کے مباحثہ میں ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا تھا کہ مرزا صاحب تنہا ہی آنکھ کیوں نہیں اچھی کر دیتے۔ حضرت اقدس نے فرمایا:-

جواب دینا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اندھا تھا۔ جیسے قرآن مجید میں لکھا ہے۔ عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ ۚ اَنْ جَاءَكَ الْاَعْمَىٰ ۚ وَه كَيْوَلٰنَا اِجْمَاعًا لَمْ يَكُنْ لَكَ اَعْمٰی ۚ وَه كَيْوَلٰنَا اِجْمَاعًا لَمْ يَكُنْ لَكَ اَعْمٰی ۚ آپ تو افضل الرسل تھے۔ اور بھی اندھے تھے۔ ایک دفعہ سب نے کہا کہ یا حضرت ہمیں جماعت میں شامل ہونے کی بہت تکلیف ہوتی ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک کے لوگوں کو ضرور آنا چاہیئے۔

فرمایا۔ شریہ آدمیوں کا کام ہے کہ آنکھ، کان، ٹانگ وغیرہ کاٹ کر پھر کلام کو ایک صغ شدہ صورت میں پیش کرتے ہیں۔ یہ مباحثہ بھی ہمارے لئے ایک فتح حیدر مہدی کی صلح

کی طرح کسی فتح کی بنیاد ہی نظر آتا ہے۔
جماعت کی مالی قربانی کا ذکر

پھر فرمایا کہ

ہماری جماعت جان و مال سے قربان ہے۔ اگر ہمیں ایک لاکھ کی ضرورت ہو تو وہ ہیتا کر سکتے ہیں۔ اول بار عوام الناس نے علمی باتوں کو نہ سمجھا۔ اس لئے اب اللہ تعالیٰ نشانوں سے سمجھاتا ہے۔

مولویوں کی بُری حالت

زمانہ کے مولویوں کی حالت پر فرمایا کہ

ایسے مولویوں کے ہوتے ہوئے دین کے استیصال کے پادریوں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

اجتہاد اور وحی میں فرق

پھر اعتراضوں پر فرمایا:-

کیا دہر ہے کہ یہ لوگ ہم پر وہ ٹیکس لگانے میں جو اہل انبیاء کو معاف کرتے ہیں۔ اُن سے بھی اجتہاد ہی غلطیاں ہوتی رہیں۔ اُن وحی میں غلطی نہیں ہوتی۔ پھر اگر اجتہاد کو بھی غلطی سے مبرا خیال کرتے ہیں تو وہ اجتہاد کیوں نام رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہؓ کو کھجوروں کے درختوں کے متعلق کچھ ہدایات دیں۔ پھر جب نتیجہ وہ نہ نکلا تو آپ نے فرمایا انتہا اعلیٰ بامورد دنیا کہہ دو کیا اس سے آپ کی نبوت میں کوئی فرق آگیا ہے؟ اول ان سے پوچھا جائے کہ وہ کہاں تک اجتہاد میں معصومیت رکھتے ہیں۔

متفرق امور سے متعلق گفتگو

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریح لائے تو عربی زبان کی فصاحت اور بلاغت چمکا کر چہ

را۔ حاصل یہ تھا کہ عربی زبان کا ترجمہ کرتا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے بعض وقت ایک لفظ

کے معنی ایک ایک سطر میں جا کر پُورے ہوتے ہیں۔ اور اس کا ترجمہ کرنا بھی ایک معجزہ ہوتا ہے۔

عصر کے وقت حضرت اقدس نے تشریف لاکر خبر سنائی کہ گوجرانوالہ سے ایک کارڈ آیا ہے جس میں خبر ہے کہ ٹیکہ کا عمل گورنمنٹ نے بند کر دیا ہے اس خبر کی تصدیق یہاں بھی ہوئی ہے۔ لالہ شریعت میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ گوردہ پور میں بھی ٹیکہ کے جلسے بند ہو گئے ہیں اور دوائی ٹیکہ تمام واپس منگوائی گئی ہے۔ بعد نماز مغرب مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے ایک پنجابی نظم سننے کی درخواست کی جس میں انہوں نے الفاظ بیعت اور شرائط بیعت کو منسوخ کیا ہوا تھا۔ جب وہ سنا چکے تو حضرت یحییٰ محمود علیؒ نے فرمایا کہ

پنجابی نظموں کا ایک مجموعہ تیار کر کے چھاپا جاوے اور یہ گاؤں بہ گاؤں لوگوں کو سناتے پھریں تاکہ خلق خدا کو ہدایت ہو تو یہ بہت مفید ہو۔

کشتی نوح اور اخبارات

پہر کشتی نوح پر اخباروں کے برابرک کی نسبت فرمایا کہ

اول اخباروں نے کیسی مخالفت کی کہ گویا ہم نے گورنمنٹ کی راہ میں پتھر ڈال دیئے ہیں لیکن سول ملٹری گزٹ کی تعریف کی کہ اُس نے کوئی چنداں مخالفت ہماری اس امر میں نہیں کی اور نہ بے ادبی کا طریق اختیار کیا۔ معلوم ہوتا ہے یہ لوگ گورنمنٹ کے بڑے مزاج دان ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ کے لئے رعایا مثل بچوں کے ہے۔ ایک ماں کی طرح حد انسانیت تک خبر گیری ضروری ہے۔ اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ ٹیکہ سے کوئی مفید تجربہ حاصل نہیں ہوا تو پھر طعون کا کوئی علاج نہیں۔ آخر نظر آسمان کی طرف ہونی چاہیئے۔ خدا نے قوموں کو سزا دینے کے لئے اسے رکھا ہے۔ تویرت میں بھی اس کا ذکر ہے۔ قرآن مجید میں بھی ہے بلکہ قرآن مجید میں تو پھر ہوا

کا بھی ذکر ہے۔ خدا کی عجیب قدرتوں کے دن ہیں جو قسمت دلے ہوں گے۔ وہ خدا پر ایمان لادیں گے۔

صحابہ کا زہد

پھر عبداللہ عرب صاحب اپنی تصنیف رد شیعہ میں سنلتے رہے۔ ایک مقام پر

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

صحابہ کرامؓ کو جو برابر بھی دنیا کی خواہش نہ تھی۔ اُن کا مدعا یہ تھا کہ خون بہا کر بھی رسول اللہ

کے پیروں جاویں۔

پھر ایک مقام پر فرمایا کہ

بہتر الشہادتین (کتاب) میں میں نے ایک دفعہ پڑھا کہ جب مسلم (امام حسین دروازہ

کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے یہ آیت پڑھی رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا

بِالْحَقِّ وَآنتَ خَيْرُ الْغَاثِیْنِ۔ اور اسی وقت اُن کا سر کاٹا گیا۔ یہ بات مجھ کو بڑی

بے محل معلوم ہوئی۔

پھر عبداللہ عرب صاحب اپنے تقیہ کے حالات سنلتے رہے۔ پھر انہوں نے خدا

تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اس گندے اُن کو نعمت دی حضرت اقدس نے فرمایا کہ

خدا تعالیٰ کا جڑا فضل ہے جیسا کہ آنکھ نہ کھلے انسان کیا کر سکتا ہے۔

(البتدر جلد ۲ نمبر ۲ صفحہ ۲۲-۲۳ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۹ نومبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ دنیا کی بے شباتی

بعد نماز مغرب حضرت اقدس علیہ السلام شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے۔ فرمایا۔

۱۵۔ نقل مطابق اصل۔ مرتب

آج میں نے کام میں بہت توجہ کی۔ سر میں درد تھا۔ ریش بھی ہے اور گلا بھی پکا ہوا ہے جیسے کسی نے چیرا ہوا ہو۔ اور مریض بھی بہت آئے۔ اگرچہ حکیم نوالدین صاحب کو علاج کے لئے مقرر کیا ہوا ہے۔ مگر بعض اپنے اعتقاد کے خیال سے مجھ سے ہی علاج کرتے ہیں۔

پھر دنیا کی بے ثباتی پر فرمایا کہ

چند روزہ زندگی ہے اس کا نظارہ کیا ہے کون ہے جو اپنے خویش و اقارب کی موت کا نظارہ نہیں دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بے ثبات کر رکھا ہے۔ جو آیا ہے اُس کے اوپر جانا سوار ہے۔ ہزار دو ہزار برس کی عمر ہوتی تب بھی کیا ہوتا۔ مگر انسان کی عمر تو چیل اور گدہ جتنی بھی نہیں ہے۔ اگر یہ مضمون دل کے اندر چلا جائے تو اُس کا اثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم ادم اور شاہ شجاع وغیرہ پر ایسا اثر پڑا کہ اپنے اپنے تختوں سے نیچے اتر پڑے ۹

(البتدر جلد ۳ نمبر ۳ صفحہ ۲۳ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۹۰۲ء نومبر

بشالہ میں شہادت دینے کیلئے سفر

بعد نماز فجر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بشالہ جانے کے لئے تیار ہوئے۔ ہر ایک شخص حضور کے ہمراہ جانے کے لئے بیقرار تھا۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

چونکہ آج ہی واپس آ جانا ہے۔ اس لئے کچھ ضرور نہیں کہ سب لوگ ساتھ جاویں۔

۱۰۔ (البتدر سے) ”آپ نے ایک اور طالب علم کو جو پاپیادہ ہمراہ تھا فرمایا:-

تم کو تو زونہی تکلیف ہوئی۔ متوڑی دیر شاہد ٹھہرنا ہوگا۔ سفر کی کوفت میں تم خواہ مخواہ ہمارے

شریک ہو گئے۔ (البتدر جلد ۳ نمبر ۳ صفحہ ۲۳ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء)

شیخ عبدالرحمن صاحب کو مخاطب کر کے اُن کے والد صاحب کے (جو ہندو ہیں) حالات دریافت فرماتے رہے۔ اور فرمایا کہ

اُن کی خدمت اچھی طرح کرو اور خدا تعالیٰ سے امید رکھو کہ اُن کو بھی ہدایت دے۔ اپنے اخلاق کا عمدہ نمونہ دکھاؤ اور اسلامی احکام کا عمدہ نمونہ بناؤ۔
بتالہ پہنچ کر اس باغ میں جو پکھری کے سامنے ہے۔ ڈوبا کیا اور حواج ضروریہ کے بعد کافد

۱۷۔ (الہد سے) ”بتالہ کے سفر کے دوران حضرت اقدس شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی

سے ان کے والد صاحب کے حالات دریافت فرماتے رہے اور نصیحت فرمائی کہ اُن کے حق میں دعا کیا کرو۔ ہر طرح اور سستی الوسع والدین کی دلجوئی کرنی چاہیے اور اُن کو پہلے سے ہزار چند زیادہ اخلاق اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھلا کر اسلام کی صداقت کا قائل کروا سنا۔ نمونہ ایسا مجتہد ہے کہ جس کی دوسرے مجتہد سے برابری نہیں کر سکتے سچے اسلام کا یہ معیار ہے کہ اُس سے انسان اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر ہو جاتا ہے اور وہ ایک متمیز شخص ہوتا ہے شاید خدا تعالیٰ تمہارے ذریعہ اُن کے دل میں اسلام کی نجات ڈال دے۔ اسلام والدین کی خدمت سے نہیں روکتا۔ ذیوی امور میں جن سے دین کا ہرج نہیں ہوتا۔ اُن کی ہر طرح سے پوری فرماں برداری کرنی چاہیے۔ دل و جان سے اُن کی خدمت بجالاؤ۔ (الہد جلد ۲ نمبر ۲۳ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۵۱ء)

۱۸۔ (الہد میں دوران سفر کا ایک اور واقعہ یوں مذکور ہے۔

”لاسنہ میں مولوی قطب الدین صاحب سے ملاقات ہوئی جو کہ شاہ پور کی طرف ایک مریض کے علاج کے لئے گئے تھے مگر وہ مریض اُن کے پہنچنے پر فوت ہو گیا۔ یہ سن کر حضرت اقدس نے فرمایا۔ انسان کا کیا ہے۔ زندگی کا بھروسہ نہیں۔ جہاں تک ہو سکے۔ آنے والے سفر کی تیاری میں مصروف ہونا چاہیے۔ ساری بیماریوں کا علاج ہے۔ مگر یہ موت ایسی بیماری ہے۔ جس کا کوئی علاج نہیں۔“

(الہد جلد ۲ نمبر ۳ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۵۱ء)

طلب کیا۔ فرمایا کہ راہ میں چند شعر کہے ہیں۔ اُن کو لکھ لوں۔ چنانچہ مفتی صاحب نے اپنی نوٹ بک پیش کی اور آپ لکھنے لگے۔

کھانا ساتھ ہی تھا۔ حکم دیا کہ پہلے کھانا کھا لیا جاوے۔

منشی محمد یوسف صاحب اپیل نوٹس مردان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ

آپ ایک دینی جہاد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی جزا دے گا۔

میں نے ایڈیٹر احکم کو حکم دیا ہے کہ وہ سارا مباحثہ احکم میں چھاپ دیں۔ جو زائد

کاپیاں آپ کو مطلوب ہوں۔ اُن سے لے لیں۔ زائد اخراجات آپ کو برداشت نہ کرنے پڑیں گے اور ثواب بھی ہو گیا۔

اور فرمایا کہ

آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جلدی اس سلسلہ کو پھیلا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

چاہا ہے کہ اس سلسلہ کو دنیا میں پھیلائے۔

ضمناً فرمایا۔ کوئی دوزخ اتنی جلدی پہل نہیں لاتا۔ جس قدر جلدی ہماری جماعت

ترقی کر رہی ہے۔ یہ خدا کا فعل ہے اور عجیب۔ یہ خدا کا نشان اور اعجاز ہے۔

فسیحا۔

یہ صحیح نہیں ہے کہ صحابہؓ حضرت مسیحؑ کی اس شان کے قابل تھے جو خدائی کی

۱۷۱۔ البتہ میں ہے۔

منشی محمد یوسف صاحب کو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

آپ دگرگیزہ ہوں آپ ایک دینی جہاد میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہستہ اہستہ اس

سلسلہ کو ایسا پھیلا دے گا کہ یہ سب پر غالب ہونگے اور اس مشکل کے موجودہ ابتلا سب دور ہو

جائینگے خدا تعالیٰ کی یہی منت ہے کہ ہر ایک کام بتدریج ہو۔ کوئی دوزخ اتنی جلدی پہل

نہیں لانا جس قدر جلدی ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے یہ خدا تم کا فضل ہے اور اس کا نشان۔

(اللہ جل جلالہ ۳ ص ۲۲۱ ص ۱۴۱ نومبر ۱۹۷۹ء)

ناواقف مسلمانوں نے ان کی بنا رکھی ہے۔ اگر وہ مسیح کو اسی شان سے مانتے کہ وہ حقیقی مُردے زندہ کرتے تھے اور سچی و قیوم تھے تو ایک بھی مسلمان نہ ہوتا۔ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ان کی صفات کو یقین کرتے تو وہ اخلاص اور وفاداری اُن میں پیدا نہ ہوتی۔ فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے اُن کا تبریہ کیا اور ان الزاموں سے پاک کیا جو اُن پر ناپاک یہودی لگاتے تھے۔ جو یہودی مسلمان ہوتا تھا کتنی بڑی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا اُسے پہلے اقرار کرنا پڑتا۔

نسترمایا۔ عیسائی مذہب ایسا ہے کہ اس کو پیدا ہوتے ہی صدمہ پہنچا جیسے کوئی لڑکی پیدا ہوتے ہی اندھی ہو۔ ایسا ہی اس مذہب کا حال ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان کیا اور اس کو پاک کیا۔

۱۷۔ (آئندہ سے) ”مسیح حلیہ تلام کے ذکر پر فرمایا کہ

اُن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے احسانات ہیں کہ آپ نے نہ طرح کے الزامات سے اُن کو بری کیا جو کہ یہودی لوگ ان پر لگاتے تھے۔ ورنہ وہ تو میرا سے جس دن سے پیدا ہوئے اسی دن سے لوگوں کی لعنت کے مورد ہوئے۔ کیا یہودیوں نے اُن کے ساتھ تقوٰی کی ہے۔ ابتدا بھی اُن کی لعنت سے ہے اور انتہا بھی لعنت سے ہے۔ دراصل تو اُن کا مصدق کوئی نظر نہیں آتا۔ یہود تو لعنت کرتے ہی تھے جو حواری تھے وہ بھی لعنت کرتے تھے۔ ایک نے اُن میں سے تین بار لعنت کی۔ پھر چھوڑ کر چلے گئے۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی اُن کے مصدق بنے کہ ہر ایک عیب سے اُن کی بریت کی۔ بھلا اس سے بڑھ کر کیا احسان ہو سکتا ہے کہ بجائے لعنت کے رحمت کا خطاب اُن کو دلایا۔ اب کہو اصل مسلمان رحمتہ اللہ علیہ کا لفظ اُن کے لئے بولتے ہیں۔“

(اللسان وجلا نمبر ۴ صفحہ ۷۶ کلام اول مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۶ء)

بشالہ آنے کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ

ہمارا یہاں آنا تو کوئی اور ہی حکمت رکھتا ہے ورنہ یہ شہادت کیا اور شہادت
سبھی لاعلمی کی۔

اس پر آپ نے فرمایا کہ

دو بزرگ ابوالقاسم اور ابوسعید نام تھے۔ اتفاق سے دو نو ایک جگہ اکٹھے ہو گئے۔ ان
کے ایک مُرید نے کہا کہ میرے دل میں ایک سوال ہے اتفاق سے دو نوجب ہو گئے ہیں۔ میں
پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ سوال یہ پیش کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مدینہ میں آئے تھے۔
اس کی وجہ کیا تھی؟ ابوالقاسم نے کہا کہ بات اصل میں یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعض کالوات مخفی تھے۔ ان کا بروز اور ظہور وہاں آنے سے ہوا۔

ابوسعید نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے آئے تھے کہ بعض ناقص ابھی موجود
تھے۔ ان کی تکمیل کے لئے آئے۔

گویا دو نو نے اپنے اپنے رنگ پر اپنی انکساری کا اظہار کیا اور ایک دوسرے کی
تکرمیم کی۔ اسی طرح ہمارے یہاں آنے کی غرض تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ میاں نبی بخش سے ملاقات
ہو گئی۔ کچھ تبلیغ ہو جائے گی بہت لوگوں کو فائدہ پہنچ جائے گا۔

۱۷۔ (البدع سے) ” ہمارا اس جگہ آنا بھی حکمت الہی پر مبنی ہے ورنہ یہ شہادت

ایک ایسا معاملہ ہے جس کا جواب ہمارے پاس سوائے لاعلمی کے اور کچھ نہیں۔“

(البدع جلد ۴ نمبر ۴ ص ۲۲۰ کام اول مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۸۔ (البدع سے)

”کہ بعض لوگ مدینہ میں ناقص تھے اور معرفت کے پیاسے تھے۔ ان کو کابل کرنے
اور ان کے دلوں کی پیاس بجھانے کے لئے آپ مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔“

(البدع جلد ۴ نمبر ۴ ص ۲۲۰ کام اول مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

شہادت کا چھپانا گناہ ہے

شہادت کے تذکرہ پر فرمایا کہ

شہادت کا چھپانا گناہ ہے اور جب سرکار بگائے تو ضرور حاضر ہونا چاہیے۔ شہادت سے جب کسی کی بھلائی ہو اور حق کھل جاوے تو کیوں ادا نہ کرے۔

ہر جگہ جو انسان قدم رکھتا ہے اس میں خدا کی حکمت ہوتی ہے زمین پر کچھ نہیں اڑتا جب تک آسمان پر تحریک اور مقدر نہ ہو۔

ایک سائل نے اگر کچھ مانگا۔ آپ نے میرے صاحب کو حکم دیا کہ

اس کو کچھ دے دیں اور جو آجائیں ان کو بھی کچھ نہ کچھ دے دو۔

عیسائیوں کے سوالات اور مسلمانوں کے عقائد

منشی نبی بخش صاحب نے ایک عیسائی کا سوال پیش کیا کہ وہ مَلَجَعَلْنَا لِبَشَرَتِنَا

قَدِيلِكَ الْخُلْدَ سے مسیح کی الوہیت ثابت کرتے ہیں

۱۔ (البدد سے) ”شہادت تو ایک بہانہ تھا۔ ورنہ اصل غرض اللہ تعالیٰ کی بعض لوگوں کو فائدہ پہنچانا تھا۔ سو وہ پہنچ گیا“ (البدد جلد نمبر ۷ ص ۱۷۱ کا م اول صفحہ ۱۶ نومبر ۱۹۷۰ء)

۲۔ (البدد میں منشی نبی بخش صاحب کے سوال پیش کرنے سے پہلے ایک اور واقعہ لکھا۔
”ایک مولوی صاحب جو عیسائیوں سے مباحثات کے بہت شائق تھے انہوں نے حضور کا نیاز حاصل کیا حضرت اقدس نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ لوگوں کے وہ پرانے ہتھیار کام نہیں دیتے۔ وہ گنڈ ہو گئے ہیں اور ان سے اسلام کو اٹا ضرر پہنچتا ہے۔ ۲۹ لاکھ کے قریب مسلمان مرتد ہو چکے ہیں۔

فرمایا۔ مباحثات کا اثر بحیثیت مجموعی دیکھنا چاہیے۔ فرداً فرداً کچھ پتہ نہیں لگا سکتا۔

(البدد جلد نمبر ۷ ص ۱۷۱ کا م ۲ صفحہ ۱۶ نومبر ۱۹۷۰ء)

۳۔ حاشیہ۔ البد میں یہ سوال یوں مفصل درج ہے۔ (البدد کے صفحہ ۱۶)

نہ مایا کہ

بیشک ان لوگوں پر جو مسیح کو زندہ آسمان پر بٹھاتے ہیں یہ سوال معقول ہے انسان اپنے اقرار سے بچتا جاتا ہے۔ ان مسلمانوں نے خود اقرار کر لیا ہے کہ مسیح زندہ ہے اور آسمان پر بیٹھا ہے اور ایسا ہی اس کے معجزات اور اس کا خالق طیور ہونا بہت سی باتیں ہیں۔ جن سے عیسائیوں کو مدد ملی ہے۔ ہم عیسائیوں کو کیا روئیں۔ ہمارے گھر میں خود یہ مسلمان اسلام پر چھری چلا رہے ہیں۔

تیسائی لوگ اس آیت سے استدلال کر کے ان لوگوں کے سامنے الوہیت مسیح ثابت کرتے ہیں۔ جس کا ان لوگوں سے کچھ جواب بن نہیں آتا۔ عیسائی اس آیت سے مسیح علیہ السلام کو بشریت سے الگ کر کے ان کو قائل کرتے ہیں کہ جب وہ زندہ آسمان پر ہیں تو ہر حال الوہیت کے رنگ میں ہیں۔ اگر مسیح علیہ السلام بشر ہوتے تو فوت ہو گئے ہوتے۔“ (البتدر جلد ۴ نمبر ۴ صفحہ ۲۶ کالم ۲ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۰۔ آبتدر میں ہے :-

”یہ سوال تو ان کا بڑا معقول ہے۔ ان مولویوں کو چاہیے کہ اس کا جواب دیں۔ اب دیکھئے کہ مسلمانوں کے دو چار جلسوں میں یہ سوال پیش ہو اور مولوی اس کے جواب میں ساکت رہیں اور قاصر رہیں تو پھر اسلام کی ذہنیت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ ایسے ایسے سوالوں کے بعد اگر مسلمان مرتد نہ ہوں تو کیا کریں؟“ (البتدر جلد ۴ نمبر ۴ صفحہ ۲۶ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۱۔ آبتدر میں مزید یوں لکھا ہے :-

”اس کے علاوہ ان لوگوں کے ایسے عقیدے ہیں کہ اگر ان کا عیسائیوں کو پتہ لگ جائے تو بحث کرنے کو ڈنکے کی چوٹ بٹائیں۔ یہ لوگ تو خطرناک ہیں ان لوگوں نے اگر مسیح کو خدا نہیں بنایا تو خدا بنانے میں کوئی کسر بھی نہیں چھوڑی۔ ان لوگوں کا تو وہی حال ہے جس طرح کوئی کہے کہ فلاں شخص مرا تو نہیں مگر اہل اس کی (بقیہ صفحہ ۱۸۱ اگلے صفحہ پر)“

اَنْتَ مِثِّيْ وَ اَنَا مِنْكَ كِي تشریح

لارہ کا ہر چند صاحب محتاد عدالت بٹالہ (جو توحید پسند ہندو ہیں) نے آپ سے

الہام آفتِ مِثِّيْ وَ اَنَا مِنْكَ كِي تشریح و تفسیر کے متعلق سوال کیا۔ فرمایا

اس کا پہلا حصہ تو بالکل صاف ہے کہ تو جو خدا ہے، وہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے

جس انسان کو خدا تعالیٰ مانور کر کے دُنیا میں بھیجتا ہے۔ اس کو اپنی مرضی اور حکم سے مانور کر کے بھیجتا ہے۔ جیسے حکام کا بھی یہ دستور اور قاعدہ ہے۔

اب اس الہام میں جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنَا مِنْكَ۔ اس کا یہ مطلب اور منشا ہے کہ میری توحید۔ میرا جلال اور میری عزت کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہوگا۔ ایک وقت آتا ہے کہ زمین فسق و فجور اور شر و فساد سے بھر جاتی ہے۔ لوگ اسباب پرستی میں ایسے لگا اور منہمک ہوتے ہیں کہ گویا خدا کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔

ایسے وقتوں میں خدا تعالیٰ اپنے اظہار کے واسطے ایک بندہ اپنی طرف سے بھیج دیتا ہے۔ ہندوؤں نے جو اوتار کا مسئلہ مانا ہے یہ بھی اسی کا ہم رنگ ہے۔ گویا خدا تعالیٰ اُن کے اندر مجازی طور پر لوتا ہے۔

اس زمانہ میں اسباب پرستی اور دُنیا پرستی اس طرح پھیل گئی ہے کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ اور ایمان نہیں رہا۔ دہریت اور اُلحاہ کا زور ہے۔ جو کچھ حالت اس وقت زمانے کی ہو رہی ہے۔ اس پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ زمانہ زبانِ حال سے پیکار رہا ہے کہ کوئی خدا نہیں

بھیج بھی نہیں چلتی۔ سانس بھی نہیں لیتا۔ پریٹ بھی پھول گیا ہے۔ سوکت بھی نہیں کرتا۔ غرض ساری علامات مُردوں کی ہیں مگر مرنا نہیں۔ یہی اُن لوگوں کا حال ہے کہ مسیح کو خدا نہیں کہتے۔ مگر خدائی کی ساری صفات کو اُن میں جمع کر دیتے ہیں۔ ان عیسائیوں کا ہم کیا رد کریں۔ ہمارے تو یہ اندرونی عیسائی ہی اُمت پر چھری چلا رہے ہیں!

(اللسبذ جلد ۱ نمبر ۱۲ صفحہ ۲۶ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۲۹ء)

عملی حالت ایسی کمزور ہو گئی ہے کہ کھلی بے حیائی اور فسق و فجور پھل گیا ہے۔ یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ دلوں سے خدا تعالیٰ پر ایمان اور اُس کی ہیبت اُٹھ گئی ہے اور کوئی یقین اس ذات پر نہیں۔ مدعا یہ کیا بات ہے کہ انسان کو اگر معلوم ہو جاوے کہ اس سُورخ میں سانپ ہے تو وہ کبھی اس میں اپنا ماتھ نہیں ڈالتا۔ پھر یہ بے حیائی اور فسق و فجور۔ اتلافِ حقوق جو بڑھ گیا ہے کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں رہا۔ یا یہ کہو کہ خدا گم ہو گیا ہے اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا اور مجھے مبعوث کیا۔ اس لئے مجھے کہا۔ **اَنْتَ رَسُوْلِيْ وَاَنَا مِنْكَ**۔

اور اس کے ہی معنی ہیں کہ میرا جلال اور میری توحید و عظمت کا ظہور تیرے ذریعہ ہوگا۔ چنانچہ وہ نصرتیں اور تائیدیں جو اس نے اس سلسلہ کی ہیں اور جو نشانات ظاہر ہوئے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی ہستی اس کی توحید اور عظمت کے اظہار کے ذریعے ہیں۔

یہ امر کوئی ایسا امر نہیں کہ مشتبہ یا مشکوک ہو بلکہ تمام مذاہب میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے کہ ایک وقت خدا تعالیٰ کے ظہور کا آنا ہے اور ایک وقت ہوتا ہے کہ خدا اُس وقت گم ہوا ہوا سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اس کی ہستی اور توحید اور صفات پر ایمان نہیں رہتا اور عملی رنگ میں دُنیا دہریہ ہو جاتی ہے۔ اس وقت جس شخص کو خدا تعالیٰ اپنی تجلیات کا مظہر قرار دیتا ہے۔ وہ اس کی ہستی، توحید اور جلال کے اظہار کا باعث ٹھہرتا ہے اور وہ **اَنَا مِنْكَ** کا مصداق ہوتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ خدا تعالیٰ کو کسی ذریعہ کی کیا ضرورت ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ یہ سچ ہے اس کو کوئی ضرورت نہیں ہے مگر اس نے اس عالم اسباب میں ایسا ہی پسند فرمایا ہے۔ دیکھو۔ پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے مگر یہ پیاس اور بھوک پانی اور کھانے کے بغیر فرو نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جس قدر قوتیں اور طاقتیں ہیں اور اُن کے تقاضے ہیں وہ اسی طرح پورے ہوتے ہیں دُنیا کی تمدنی زندگی کی اصلاح اور انتظام

کے لئے اُس نے بادشاہوں اور حکومت کے سلسلہ کا نظام رکھا ہے جو مشریروں کو سزا دیتے اور مخلوق کے حقوق اُن کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرتے ہیں۔ خدا خود اُتر کر تو نہیں آتا۔ حالانکہ یہ سچ ہے کہ وہی حفاظت کرتا ہے اور مشریروں کی شرارت سے بچاتا اور محفوظ رکھتا ہے۔

اسی طرح رُوحانی نظام کے لئے بھی اس کا ایسا ہی قانون ہے۔ سچی پاکیزگی اور طہارت اور وہ ایمان جس سے معرفت، بصیرت اور یقین پیدا ہو، خدا ہی کی طرف سے آتا ہے اور اس کا ماٹور لے کر آتا ہے۔ اور وہ ذریعہ مطہر تا ہے خدا کے جلال اور عظمت کا۔ اور وہ اس وقت آتا ہے جب دُنیا میں سچی پاکیزگی نہیں رہتی اور خدا تعالیٰ سے دُوری اور بُعْد ایسا ہوتا ہے کہ گویا خدا ہے ہی نہیں اور جب دُنیا کے ہاتھ میں صرف پوست رہ جاتا ہے اور مغز نہیں رہتا تب خدا تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ذریعہ اپنا ظہور فرماتا ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں اُس نے مجھے بھیجا ہے اس لئے مجھے مخاطب کر کے فرمایا

أَنْتَ رِسِي وَأَنَا مِنْكَ

بالو کاہن چند۔ آپ نے رسالہ میں اور معنی کئے ہیں۔

فترمایا۔ ہم نے اور معنی کبھی نہیں کئے۔ ہم تو ہمیشہ ہی معنی کرتے ہیں۔ اہتم نے بھی یہ سوال ہم سے کیا تھا۔ اور اس کو یہی جواب دیا گیا تھا۔ انسان کو چاہیے کہ انصاف ہاتھ سے نہ دے۔ یہ تو تلاوت کی بات ہے۔ انسان اس سے اپنا ایمان بڑھاتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو پھر یہ سلسلہ ہی ختم ہو جاتا۔ آج کل لوگ خدا تعالیٰ کے قائل نہیں رہے بلکہ دہریہ ہیں۔

اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنے جلال کو ظاہر کرنے کے واسطے ایک انسان کو دُنیا میں بھیجا ہے

تَفْسِيرِ آيَةِ كُنْتُمْ أَمْوَانًا فَأَخْيَاكُمْ

پندت صاحب کے جانے کے بعد ایک شخص نے آیت كُنْتُمْ أَمْوَانًا فَأَخْيَاكُمْ قُرْآنِ

یُحْيِي مُتَكَدِّمًا كَمَا مَعْنَى يُؤْتِيهِ

فرمایا... انسان پر ایک زمانہ آتا ہے کہ وہ لطفہ ہوتا ہے اور اُس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ پھر مدارج بستہ سے گنہگار پر ایک موت آتی ہے اور پھر اُسے ایک احیاء دیا جاتا ہے۔ یہ ایک مسلم مسئلہ ہے۔ کہ ہر حیات سے پہلے ایک موت ضرور آتی ہے۔ اس آیت میں صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ اُن پر ایسا گذرا ہے کہ وہ بالکل مُردہ تھے یعنی ہر قسم کی ضلالت اور ظلمت میں مبتلا تھے۔ پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ زندگی عطا ہوئی اور پھر ان کی تکمیل اور ایک موت ان پر وارد ہوئی۔ جو فنا فی اللہ کی موت تھی۔ اس کے بعد ان کو بقا ہمسدا کا درجہ ملا اور ہمیشہ کے لئے زندگی پائی۔

ایک حدیث کا ذکر

ایک حدیث مولیٰ فتح الدین صاحب نے پیش کی۔ جس کی تاویل کر کے اُسے صبح موجود کے وجود پر چسپاں کیا جاتا تھا۔ فرمایا :-

کیا ضرورت ہے اس بات کی۔ خدا تعالیٰ نے کھلی کھلی تائیدیں ہمارے لئے رکھ دی ہیں۔ کیا مناکمہ ثلاثہ ہمارے مخالفوں کے لئے کافی نہیں۔ ایک بخاری کا منکدہ (امامکدہ منکدہ) مُسلم کا منکدہ (اتکدہ منکدہ) اور سب سے بڑھ کر قرآن کا منکدہ (وعدا اللہ الذین آمنوا منکم) ^{لہ}

تکلف نہیں کرنا چاہیے

منشی نعمت علی صاحب نے کھانے کے لئے عرض کیا۔ فرمایا :-

تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ ہم کھانا کھا چکے ہیں۔ جب تم لوگوں نے بیعت کر لی تو گویا ہمارے بدن کے جُز و ہو گئے پھر الگ کیا رہ گیا۔ یہ باتیں تو اجنبی کے لئے ہوتی ہیں۔

جماعت کی اعجازی ترقی

جماعت کی اعجازی ترقی کے ذکر پر فرسہ دیا کہ

ہماری طرف سے کوئی سعی نہیں کی جاتی۔ ہمارے داخلہ نہیں۔ بایں ہمہ اس قدر ترقی ہو رہی ہے کہ عقل حیران ہے اور اصل یہ ہے کہ اگر ہماری سعی اور کوشش سے کچھ ہوتا تو شاید شرک ہوتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے خود جو جہاں بنا ہے کرتا ہے۔ ممالک مغربی و شمالی میں جہاں ہم کو تین آدمیوں کا بھی علم نہیں۔ مردم شماری کے رُو سے نو تیسویں لاکھ آدمی ہیں۔ اور یہ جماعت اب ایک لاکھ سے بھی بڑھ گئی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ خود مخالف تحریک ہو رہے ہیں۔ بعض لوگوں کے خطوط آئے ہیں کہ محمد حسین کے رسالوں میں کوئی مضمون دیکھتے تھے تو ان سے معلوم ہوا کہ آپ حق پر ہیں۔ اور بعض ایسے خطوط بھی آئے ہیں کہ کوئی فقیر ایک کتاب لایا تھا۔ وہ کتاب چھوڑ گیا اور اس کا پتہ نہیں۔

۱۔ البتہ دریں یہ مضمون یوں لکھا ہے۔

”مضمون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ حق کی یہ بھی ایک پہچان ہے اور اس کی شناخت کا یہ ایک عمدہ معیار ہے کہ دنیا اپنے سارے ہمتیاروں سے اس کی مخالفت پر ٹوٹ پڑے جان سے، مال سے، اعضا سے، عزت سے اور اندرونی اور بیرونی لوگ اور اپنے اور پرانے گویا سب ہی اس کی مخالفت پر کھڑے ہو جائیں اور پھر بھی وہ حق آگے ہی آگے قدم رکھتا جائے اور کوئی روک اس کی ترقی کو روک نہ سکے چنانچہ قرآن شریف میں ہے فَاکْبِرْ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ لَا تَنْظُرُ فِي سَمَاءٍ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي بَيْنِ الْأَرْضَيْنِ“ اور دوسری جگہ ہے۔ مگر اور کیا اندرونی سب اکٹھے ہو کر ہمارے تباہ کرنے کی کوشش میں لگے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں ہمیں کامیاب کیا اور دشمن ذلیل ہوئے کفر کے فتوے

غرض اس پر ذکر فرماتے رہے کہ
مخالفوں نے ہر طرح مخالفت کی مگر خدا نے ترقی کی۔ یہ سچائی کی دلیل ہے کہ دنیا
ٹوٹ کر زور لگاے اور ترقی پھیل جاوے۔ اب ہمارے مقابل کو نسا دقیقہ مخالفت کا چھوڑا
گیا مگر آفرین کو ناکامی ہی ہوئی ہے۔ یہ خدا کا نشان ہے۔ اس میں دو چیزوں نے بڑی
مدد دی۔ ظالموں نے بیعت کرنے والوں کو بڑھایا اور مردم شناری نے تصدیق کی۔
مختلف باتوں کے دوران فرمایا:-

قبولِ حق کے لئے قوت اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے۔ اس کی توفیق
کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

فرمایا:-

انبیاء نے کبھی تماشے نہیں دکھائے۔ البتہ جب ان پر شدا ہوا اور مصائب آتے تھے
تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف تماشہ دکھایا کرتا ہے جیسے قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا
عَلَىٰ اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ سے معلوم ہوتا ہے۔ ایسا ہی ہم پر قتل کا مقدمہ بھی ایک نار تھا جس سے
اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔

لگا ئے قتل کا مقدمہ کیا۔ غرضیکہ انہوں نے کوئی دقیقہ ہماری بربادی کا اٹھانا نہ رکھا۔
مگر کیا خدا تعالیٰ سے کوئی جنگ کر سکتا ہے؟ ہماری ترقی کے خود مخالف ہی
باعث اور شکر ہیں۔ بہت لوگوں نے انہیں کے رسائل سے اطلاع پا کر ہماری
بیعت کی۔ اگر واعظ وغیرہ ہماری طرف سے ہوتے تو ہمیں ان کا بھی مشکور ہونا پڑتا۔
اور یہ بھی ایک مشعبہ شکر کا ہو جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے بچایا۔ ایک آپاشی
اور خمربزی تو کسان کرتا ہے اور ایک خود خدا کرتا ہے۔ ہم اور ہماری جماعت خدا تعالیٰ
کی خمربزی اور آپاشی سے ہیں۔ خدا کے لگانے ہوئے پودا کو کون اٹھاڑ سکتا ہے۔“

(البدار جلد ۱ نمبر ۱ صفحہ ۲۷ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۰۲ء)

ایک خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ
 انبیاء بھی قیضی کا کام کرتے ہیں۔ ایک طرف سے قطع کرتے ہیں اور دوسری طرف
 پیوست کرتے ہیں۔
 کسی شخص نے کہا کہ صحابہ کے کپڑے میلے کھیلے ہوتے تھے۔ پیوند لگے ہوئے ہوتے
 تھے۔ فرمایا:-

یہ چھوٹ ہے۔ میلے کھیلے ہونا اور بات ہے اور پیوند بھونے اور بات ہے۔ قرآن
 شریف میں آیا ہے وَالرُّحَىٰ فَاغْبُثْ لَہِٗۤ اِیَّاسَیٰ قُرْآن
 شریف میں فرمایا۔ لَا یَسْئَلُہٗۤ اِلَّا الْمَطْمَئِنِّۤنَاتِۙ

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۲۰ صفحہ ۱۶ تا ۱۷ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۷۲ء)

۸ نومبر ۱۹۰۲ء بمقام
 کتب مسیح کو ٹوڑ دیکر پڑھتے رہو

نوجھیر سے محمد رفیق صاحب بی۔ اے اور محمد کریم صاحب تشریف لائے ہوئے
 تھے۔ دونوں نے نماز فجر کے وقت حضرت اقدس سے بیعت کی۔ بیعت کر چکے۔ تو حضور
 نے فرمایا کہ

ہماری کتابوں کو خوب پڑھتے رہو تاکہ واقفیت ہو اور کشتی نوح کی تعلیم پر ہمیشہ عمل
 کرتے رہا کرو اور ہمیشہ خطا مہیجتے رہو۔

مخالف باپ کے لئے دُعا کی نصیحت

ظہر کے وقت حضور نے ایک نووارد صاحب سے ملاقات کی اور ان کو تاکید کی کہ وہ
 اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالفت میں دُعا کیا کریں۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور میں

دُعا کیا کرتا ہوں اور حضور کی خدمت میں بھی دُعا کے لئے ہمیشہ لکھا کرتا ہوں۔ حضرت
اقدس نے فرمایا کہ

تو جہ سے دُعا کرو۔ باپ کی دُعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی باپ کے واسطے قبول
ہوا کرتی ہے۔ اگر آپ بھی تو جہ سے دُعا کریں تو اس وقت ہماری دُعا کا بھی اثر ہوگا۔

مسیح موعودؑ کی صداقت کے متعلق خوابیں

۱۸۰۰ء سے ایک شخص کا خط آیا کہ اُسے خواب میں حضرت اقدس کی نسبت بتلایا گیا ہے
کہ آپ سچے ہیں۔ اُس شخص کی ارادت ایک فقیر کے ساتھ تھی جو کہ دانا گنج بخش کے
مقبرہ کے پاس راکھتا ہے۔ اُس شخص نے اس فقیر سے ذکر کیا تو اس نے کہا کہ مرزا
صاحب کی اتنے عرصہ سے ترقی ہونا ان کی سچائی کی دلیل ہے۔ پھر ایک اور مست
فقیر وہاں تھا۔ اُس نے کہا کہ بابا ہمیں بھی پوچھ لینے دو۔ دوسرے دن اُس نے بتلایا کہ
خدا نے کہا ہے کہ مرزا مولا ہے۔ پہلے فقیر نے کہہ لکہ مولا کہا ہوگا کہ وہ تیرا اور
میرا اور ہم جیسے سب کا مولا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ابھل خواب اور رویا بہت ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ
لوگوں کو خوابوں کے ذریعہ اطلاع دے۔ خدا تعالیٰ کے فرشتے اس طرح پھرتے ہیں۔ جیسے
آسمان میں ٹڈی ہوتی ہے۔ وہ دلوں میں ڈالتے پھرتے ہیں کہ مان لو مان لو۔

پھر ایک اور شخص کا حال بیان کیا جس نے حضور کے رد میں کتاب لکھنے کا ارادہ کیا۔
تو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا کہ تو ورد لکھتا ہے۔ اور
اصل میں مرزا صاحب سچے ہیں۔

ساعت کا علم کسی کو نہیں

بعد نماز مغرب حضرت اقدس حسب معمول شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے اور ایک شخص کے

سوال کے جواب میں فرمایا کہ

اصل قیامت کا علم تو سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کو بھی نہیں حتیٰ کہ فرشتوں کو بھی نہیں اور وہاں بساعت کا لفظ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ عورتوں کے حمل کی ميعاد نو ماہ دس دن ہوتی ہے جب نو ماہ پورے ہو جائیں تو اب باقی دس دنوں میں کسی کو خبر نہیں ہوتی کہ کونسے دن وضع عمل ہوگا۔ گھر کا ہر ایک فرد بچہ جننے کی گھڑی کا منتظر رہتا ہے اسی لئے قیامت کا نام ساعت رکھا ہے کہ اس گھڑی کی کسی کو خبر نہیں۔ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں اس کی جو علامات ہیں ممکن ہے کہ ان سے کوئی آدمی قریب قریب اس زمانہ کا پتہ بھی دیدے مگر اس ساعت کی کسی کو خبر نہیں ہے جیسے وضع عمل کی ساعت کی کسی کو خبر نہیں۔ ایک ڈاکٹر سے بھی پوچھو تو وہ بھی کہیگا نو ماہ اور دس دن۔ مگر جو نبی ہوا گذریں پھر فکر رہتی ہے کہ دیکھیں کون سے دن اور کونسی گھڑی ہو۔ کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ ہزار سال کے بعد قیامت قریب ہے۔ اب چھ ہزار سال تو گذر گئے ہیں۔ قیامت تو قریب ہوگی۔ مگر اس گھڑی کی کسی کو خبر نہیں۔

کشمیر سے ایک پُرانا صحیفہ

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے ایک خط سنایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ کشمیر سے

ایک پُرانا صحیفہ ایک پادری نے حاصل کیا ہے جو کہ دو ہزار سال کا ہے۔ اس میں مسیح

کی آمد اور اس کے منجی ہونے کی پیشگوئی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

بعض وقت پادری لوگ عیسوی مذہب کی عظمت دل نشین کرنے کے واسطے ایسی مصنوعات

سے کام لیتے ہیں ہمارے نزدیک اس کا معیار یہ ہے کہ اگر اس صحیفہ میں تثلیث کا ذکر ہو تو سمجھنا

چاہیے کہ مصنوعی ہے کیونکہ خود عیسویت کی ابتدا میں تثلیث کا عقیدہ نہ تھا بلکہ بعد میں وضع ہوا ہے۔

عیسیٰ اصل ہے یا یسوع

پھر اس امر پر تکرر ہوتا رہا کہ قدیم اور اصل لفظ عیسیٰ ہے یا یسوع۔ حضور نے فرمایا کہ پُرانا نام عیسیٰ ہی ہے۔ تمام عرب میں عیسیٰ کا لفظ ہے۔ یسوع کا ذکر پُرانے عرب اشعار میں بھی نہیں پایا جاتا۔ چونکہ عیسیٰ نبی تھے اس لئے مصلحتاً انہوں نے کسی موقع پر عیسیٰ کو بدل کر یسوع بنا لیا ہو۔ یہ بھی تعجب ہے کہ آج تک کسی اور نبی کا نام نہیں اُلٹا۔ صرف انہی کا اُلٹا اور مذہب انہیں کا اُلٹا۔ ایسا ہی کسی کا شعر ہے۔

ہم اُلٹے ہات اُلٹی یار اُلٹا
 نہو کیونکر ہمارا کام اُلٹا

اس کے بعد حکیم فرالدین صاحب نے عرض کیا کہ ساری انڈیل میں کہیں عیسیٰ کا نام نہیں آیا۔ یسوع کا آیا ہے۔ (المہر جلد ۱ ص ۲۱۱ بت ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۹ نومبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

اعجاز احمدی

حسب معمول نماز مغرب کے بعد حضور شہ نشین پر جلوہ افروز ہوئے اور جو مضمون مشمولہ قصائد عربی آج کل زیرِ تحریر ہے اس کے متعلق زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اس کی نسبت دل گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (مولوی عبد الکریم صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) آپ بھی دیکھیں گے تو پتہ لگ جائیگا۔ جس طرح کلمہ کی گواہی دی جاتی ہے۔ اسی طرح اس کی بھی گواہی دی جاتی ہے کہ یہ معجانب اللہ ہے۔ یہ حالت بھی ہوتی رہی ہے کہ ذرا اونگھ آئی اور ایک شعر الہام ہو گیا۔ اسی طرح کئی اشعار

لے ملا اعجاز احمدی۔ (مرتب)

اس میں الہامی ہیں۔ وحی جلی بھی ہوتی ہے اور ضمنی بھی۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ دل میں مضمون پڑ جاتا ہے اور میں لکھتا جاتا ہوں۔ گویا یہ میری طرف سے نہیں ہے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) خدا تعالیٰ کی مدد سے اس قدر یقین ہے کہ یہ کاروبار ایک دن میں ہو سکتا تھا۔ دیر تو اس لئے لگتی ہے کہ دوبارہ دیکھنا پڑتا ہے۔ کاپی وغیرہ بھی صحیح کن فرض ہے۔ ہر ایک بات میں دیکھا گیا ہے کہ سب سامان خدا تعالیٰ نے اول سے ہی کئے ہوئے ہیں قصیدوں میں واقعات کا نچھانا مشکل امر ہوا کرتا ہے۔ شاعر ایسا نہیں کر سکتے۔ اُن کو قافیہ اور ردیف کے لئے بالکل بے جوڑ باتیں اور الفاظ لانے پڑتے ہیں (اس مقام پر عربی کے دو فقرے مقامات حریری کے پڑھے۔ جن میں محض تلازم شعر کے لئے باطل بے تعلق باتیں ذکر کی ہوتی تھیں) اس کے مقابل پر تُوْنِي هُوَ اللهُ اَحَدٌ + اللهُ الصَّمَدُ کو دیکھو۔

نومبائعین اور احمدیوں کیلئے منجوقہ دعا کرنا

آج کے مباحثین میں سے ایک نے کچھ اظہارِ محبت کے کلمات کہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ

آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ جو بڑے بڑے مولوی تھے اُن کے لئے خدا نے دروازے بند کر دیئے اور آپ کے لئے کھول دیئے۔ خدا تعالیٰ کا آپ لوگوں پر بہت

سلحہ۔ الحکم میں اس کی تفصیل یوں لکھی ہے۔

قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت کے دعویٰ پر بعض نادان اور عیسائی کہہ دیتے ہیں کہ مقامات حریری وغیرہ بھی فصیح و بلیغ ہیں مگر وہ یہ نہیں بتا سکتے کہ ان میں یہ دعویٰ کہاں کیا گیا ہے اور ان کتابوں میں کہاں پر یہ تبصریح لکھا گیا ہے کہ قرآن مجید کی تختی کے مقابلہ میں ہیں اور علاوہ ازیں ان کو قرآن کے مقابلہ میں پیش کرنا بالکل لغو ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں متضام و معارف کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ان کتابوں میں صرف لفظوں کا اتہام کیا گیا ہے واقعات سے کوئی عرض ہی نہیں رکھی گئی (ظہورِ نبیؐ و رسالتؐ)

بڑا احسان ہے۔ دعا کی درخواست پر فرمایا کہ
میں اپنے دوستوں کیلئے پنجوقتہ نمازوں میں دعا کرتا ہوں اور میں تو سب کو ایک سمجھتا ہوں۔

ایک پنجابی نظم

اس کے بعد ایک امرتسری دوست نے اپنی پنجابی نظم سنائی۔ جس میں انہوں نے
اپنے ایک خواب کا ذکر اور حضرت اقدس کی لیارت کا شوق اور بیعت کی کیفیت اور
حضرت اقدس کے فیوض و برکات کا ذکر دردِ دل اور لکش پیرایہ میں کیا ہوا تھا۔ حضرت
اقدس خود بار بار زبان مہادک سے فرماتے تھے کہ
درد اور رقت سے لکھا ہوا ہے۔

سید احمد صاحب کے شروع کردہ کام کا اتمام

ایک مقام پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ
ہند میں دو واقعہ ہوسکے ہیں۔ ایک سید احمد صاحب کا اور دوسرا ہمارا۔ ان کا کام
لڑائی کرنا تھا انہوں نے شروع کر دی مگر اس کا اتمام ہمارے ہاتھوں مقدر تھا جو کہ اب
اس زمانہ میں بذریعہ قلم ہو رہا ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جو نامراد ہی تھے۔
وہ چھ سو برس بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے رفع ہوئی۔ خدا تعالیٰ بھی فرماتا
ہے کہ وہ کامیابی اب ہوئی۔

دجال کا ایک چشم ہونا

دجال کے یک چشم ہونے پر فرمایا کہ
میں نے اس کی نسبت یہ بھی سنایا دیکھا ہے کہ اس کی دو آنکھیں ہی عیب دار

ہوں گی۔ جیسے کہا کرتے ہیں کہ ایک چشم گل اور دیگر بالکل۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ انہوں نے دو کتابوں پر غور کرنی تھی ایک تورات، دوسرے قرآن مجید۔ سو قرآن مجید کے متعلق تو آنکھ رہی نہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے اور تورات پر بھی کچھ دھندلی سی نظر ہے کہ اُسے اپنی تائید میں برائے نام رکھتے ہیں۔

(البدن، جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۲۷-۲۸، موزن نمبر ۱۹۰۲ء)

۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء بموز دو شنبہ

اعجاز احمدی

فجر کے وقت مولوی محمد علی صاحب شاہ سیالکوٹی سے فرمایا کہ
آپ کو مختلف مقامات دیہات میں تبلیغ کے لئے پھرنا ہوگا۔
جسے مولوی صاحب موصوف نے لطیف خاطر منظور کیا۔

ظہر کی ناز سے پیشتر حضرت اقدس نے مضمون زیر تسلیم فرمایا کہ
کلام کا معجزہ آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک چار
ہزار برس ہوئے ہیں۔ سوائے قرآن مجید کے اور کسی نے نہیں دکھایا اور نہ کسی نے دیکھا چونکہ
یہ معجزہ ایک ہی کتاب کے متعلق ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پر زور ڈالا جائے
کہ لوگ غیب سمجھ لیں کیا ان مخالف لوگوں کے پاس قلم نہیں؟ وقت نہیں یا الفاظ نہیں؟ میرا
تو ایمان ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا نشان ہے اور ایک آفتاب کی طرح نظر آتا ہے میں اُسے
بیان نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ ہی نے سب کچھ کروایا۔ ورنہ ہم تو سب کچھ چھوڑ بیٹھے تھے۔
مَا مَيِّتْنَا لِذُنُوبِنَا وَلَا نَحْنُ مَيِّتُونَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَحِيمٌ

۱۷۔ - مُرَادُ اعْجَازِ اَحْمَدِي (درتب)

مخالفین کے مخالفانہ اشتہارات ترقی میں مایع نہیں کشتی نوح کی اشاعت کثرت سے کی جائے

خواجہ کمال الدین صاحب نے نماز مغرب سے پیشتر حضرت اقدس کا نیاز حاصل کیا اور پشاور اور کوہاٹ کا ذکر سنایا کہ وہاں پر اکثر اشتہارات جو کہ ضمیمہ شمعہ ہند میرٹھ میں حضور کی مخالفت میں شائع ہوئے ہیں۔ اس نظر سے پڑھے جاتے ہیں کہ گویا وہ حضور کے اشتہارات ہیں۔ اسی مغالطہ سے سرحد کے لوگوں کے دلوں میں آپ کے متعلق یہ خیالات ذہن نشین ہیں کہ نعوذ باللہ جناب نے روزے اپنے خدام کو معاف کر دیئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی ہے اور کہا ہے کہ نعوذ باللہ وہ ایک جھوٹے نبی تھے میں ان سے افضل ہوں۔ غرض یہ اشتہار اس وضع اور عنوان سے لکھے گئے ہیں کہ عوام الناس کو دھوکا لگتا ہے اور یہی خیال کیا جاتا ہے کہ آپ کا مضمون اور آپ کی تقریر ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

کشتی نوح وہاں کثرت سے تقسیم کر دی جائے یہی کافی ہے۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ ایک ذی دجاہت شخص کو میں نے دیکھا ہے کہ اس نے اُسے پڑھ کر کہا کہ کتاب (کشتی نوح) تو عمدہ ہے اگر آفریں مکان کے چندہ کا ذکر نہ ہوتا۔ میں نے اُسے جواب دیا کہ کیا تم سے بھی ایک پیسہ مرزا صاحب نے مانگا ہے یا تم نے دیا ہے حضرت مرزا صاحب نے تو ان لوگوں کو مخاطب کیا ہے جو ان سے تعلق و بیعت کا رکھتے ہیں کیا اگر ایک باپ اپنے بیٹوں سے دو ہزار اس لئے طلب کرے کہ اُسے ایک مکان بنا دے۔ تو کیا یہ فعل اس کا قبول اعتراض ہوگا اس پر وہ مخاطب ہو گیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ سب باتیں تو ہیں لیکن اندر ہی اندر ترقی ہو رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس

طرح کے اشتہارات جو مخالفین کی طرف سے شائع ہوتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کی کارروائی میں
 مضر معلوم نہیں ہوتے کیونکہ جب تک تپش نہ ہو۔ بدش نہیں ہوتی۔ ہم سب پر بد نظمی نہیں کرتے
 انہیں میں سے لوگ بھگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ کئی خطا اس طرح کے آتے ہیں کہ ہم پہلے مخالف
 تھے۔ گالیاں دیتے تھے مگر اب ایک راہ چلتے سے اشتہار دیکھ کر معیت کرتے ہیں۔ اس سے پیشتر
 بھی یہ کارروائیاں چُپ چاپ نہیں ہوتیں۔ مگر میں کیا ہمتا رہا۔ خدا تعالیٰ تماشا دیکھتا ہے۔ کیا
 کفار امن سے رہتے تھے۔ وہ بھی ہمیشہ ہر وقت لڑائیوں اور فسادوں میں رہتے تھے۔ لہذا پہل
 ہی کو دیکھو کہ بدر کی جنگ میں میا بلہ بھی کر لیا۔ اللہم من کان متنا اقطع للرحم افسد
 فی الارض فاحسنہ البیوم۔ یعنی ہم دونوں میں سے جو زیادہ قطع رحم کرتا ہے اور زمین میں فساد
 ڈالتا ہے اس کو آج ہی ہلاک کر۔ پھر اسی دن وہ قتل ہو گیا۔ اس کو تو یہی خیال تھا۔ کہ محمد
 صلے اللہ علیہ وسلم نے فساد برپا کر دیا ہے۔ بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا ہے اور ہر روز کا فتنہ
 برپا ہے۔ لوگ آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے نا اسی کو کھینچ دیا ہے۔ ان کا اسی بنا پر یہ
 خیال تھا کہ یہ ضرور مفسد ہے۔ ایک فتنہ لعنت ہوتا ہے اور ایک فتنہ رحمت ہوتا ہے۔
 کوئی نبی نہیں آیا جس نے فتنہ نہیں ڈالا۔ ہمیشہ نوبت جدائی اور فساد کی پہنچتی رہی۔ پھر آخر
 انہیں میں سے جو نیک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو لے آتا رہا۔ دنیا میں ہمارے اس سلسلہ کے
 متعلق گھر گھر شور ہے۔ بعض آدمی رافضیوں سے بڑھ گئے ہیں۔ لعنت کی تیسرا صارت دن
 پھیرتے ہیں اور اپنی مخالفوں میں سے بعض ایسے بھگتے ہیں کہ جان قربان کرنے کو تیار
 ہیں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے شرمندہ ہیں۔ ہماری طرف سے کوشش ہی کیا ہوئی ہے۔ آسمان
 پر ایک جوش ہے وہی کشاں کشاں لوگوں کو لارہا ہے۔

عیسائیوں کا مذہب کچھ نہیں

اس کے بعد ایک شخص فہم سُٹاتے رہے ایک مقام پر عیسائیوں کے ذکر پر حضرت

تھام نے فرمایا کہ

یہ لوگ اتنا فلسفہ اور ہیئت پڑھ کر ڈوبے ہوئے ہیں۔ چڑھوں کا بھی کچھ مذہب ہوتا ہے کہ کچھ بات پیش کرتے ہیں مگر یہ تو بالکل ہی ڈوبے ہوئے ہیں۔

خواب میں گالیاں دینے کی تعبیر مغلوبیت

پھر ایک صاحب نے ایک خواب سنایا۔ ایک شخص اُسے گالیاں دے رہا ہے حضور نے تعبیر فرمائی کہ

خواب میں جو شخص گالیاں دینے والا ہوتا ہے وہ مغلوب ہوتا ہے اور جس کو گالی دی جاتی ہے وہ غالب ہوتا ہے۔

(البداء جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۲۸ مودعہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۱ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

دینی کاموں کے لئے دن رات ایک کرو

ظہر کے وقت حضور تشریف لائے اور احباب کو فرمایا کہ

یہ وقت بھی ایک قسم کے جہاد کا ہے۔ میں رات کے تین تین بجے تک جاگتا ہوں

اس لئے ہر ایک کو چاہیے کہ اس میں حصہ لے اور دینی ضرورتوں اور دینی کاموں میں دن

رات ایک کر دے۔

کلام کا نشان دائمی ہوتا ہے

کلام کی فصاحت اور بلاغت پر فرمایا کہ

دوسری قسم کے جس قدر نشانات ہوتے ہیں وہ تو غائب ہو جاتے ہیں۔ مگر اس طرح

کا نشان ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ بھلا اب موسیٰ کے سانپ کو کوئی دکھا سکتا ہے۔ مگر کلام

کا معجزہ اور نشان ایسا ہوتا ہے کہ آئندہ آنے والے ہمیشہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور نتیجہ نکالتے ہیں کہ فلاں شخص (مردِ خدا) نے یہ کلام بطور نشان کے پیش کیا۔ اور مخالفت کچھ نظیر نہ لاسکے اور کچھ جواب نہ بن آیا۔

حافظ محمد یوسف کی نیش زنی

نماز مغرب سے پیشتر میر ناصر نواب صاحب نے امرتسر سے آکر بیان کیا کہ حافظ محمد یوسف صاحب ملے تھے اور اُن سے باتیں ہوئیں آخر وہ نیش زنی پر آتے آئے حضرت اقدس نے فرمایا۔

اگر ہم کاذب ہیں تو ہم ادنیٰ سے ادنیٰ ہو آدمی ہے اُس سے بھی بدتر ہیں۔ کاذب کی حقیقت ہی کیا ہوتی ہے۔

فارقلیط اور احمد

نماز کے بعد مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے بیان کیا کہ ایک شخص نے فارقلیط کے بارے میں یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کے معنی میگنین ہیں حق و باطل میں تیز کرنے والا کے کئے گئے ہیں۔ پھر یہ معنی لفظ احمد پر کیسے چسپان ہو سکتے ہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فارقلیط سے مراد احمد ہے لفظ احمد کی پیشگوئی کا ذکر کتب سابقہ میں کہاں ہے ؟

خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نے فرمایا کہ

ہمارے ذمہ ضروری نہیں ہے کہ موجودہ کتب توہرت وغیرہ سے یہ لفظ نکال کر دکھائیں جب قرآن مجید نے ان کتب کو محرف و مبدل قرار دیا ہے تو ہم کہاں سے نکالیں ؟ جب فارقلیط ہی محرف ہے تو ممکن ہے کوئی اور بھی لفظ ہو جس کے معنی احمد کے ہوں۔

لسان العرب میں لکھا ہے کہ فارقلیط لفظ فاروق اور قلیط کا مرکب ہے۔ فاروق بمعنی فرق کرنے والا اور قلیط بمعنی شیطان۔ یعنی شیطان کو الگ کر دینے والا۔ دوسری یہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام فارقلیط بھی ہے کیونکہ آپ صاحب فرقان ہیں۔ اور فرقان کے معنی فرق کرنے والا کے ہیں۔ اور احوذ باللہ من الشیطن الرجیم میں لفظ شیطان ہے جو قلیط کا معنی ہے۔ اس طرح آپ کا نام فارقلیط بھی ہو گیا۔ اور احمد کے معنی بہت تعریف کرنے والا کے ہیں تو آپ سے بڑھ کر اور کون ہو گا۔ جو توحید کے ذریعہ سے ہر ایک قسم کی شیطنیت کو دور کرے۔ فارقلیط بننے کے واسطے احمد ہونا ضروری ہے۔ احمد وہ ہے جو دنیا میں سے شیطان کا حصہ نکال کر خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کو قائم کرنے والا ہو۔ فارقلیط کا عشر دوسرے الفاظ میں احمد ہے۔

کرشن اور راجندر کے بتوں کی پرستش

مدراں سے ایک ہندو عقیدت مند اُسے حضور نے اُن سے دریافت فرمایا کہ آپ کے شہر میں کرشن اور راجندر اور پتھر کے بتوں وغیرہ کی بھی پرستش ہوتی ہے؟
 لالہ صاحب نے جواب دیا کہ ہاں لوگ کرتے ہیں مگر میں نہیں کرتا۔

مدراں سے ہندو کا انا بھی نشان ہے

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

اب ان کا دُور دراز مقام سے انا بھی یا تون من کل پنج عمیق کا مصداق ہو
 اگر ایسے نشانوں کو ہم جمع کریں تو دس ہزار سے بھی زیادہ نکلتے ہیں اور گواہ بھی محمد حسین
 کافی ہے۔

آپتھم کاربوع

آپتھم کے تذکرہ پر فرمایا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ میں نے اسی وقت مباہلہ میں سُنا دیا تھا کہ اس مباہلہ اور پیشگوئی کی بنیاد یہ ہے کہ آتھم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دجال رکھا۔ تو اسی وقت آتھم نے توبہ توہر کہ کے کانوں پر ہاتھ رکھے اور کہا کہ مرنا صاحب مجھے مانتا مانتے ہیں۔ میں نے تو دجال نہیں کہا، مولوی عبدالکریم صاحب نے کہا مجھے یہ الفاظ خوب یاد ہیں، کیا یہ اس کا عمل رُجوع تھا یا نہیں؟

لندن میں جھوٹے مسیح پگٹ کے مسیح کا قدم ہوگا

مفتی محمد صادق صاحب نے ایک خط مسٹر پگٹ مگن مسیح کو لندن میں لکھ کر مزید صحت اس کے دعویٰ کے دریافت کئے تھے جس کے جواب میں اس کے سرکاری نے دو اشتہا اور ایک خط روانہ کیا تھا وہ حضرت اقدس کو سُنائے۔ پگٹ کے اشتہار کا جو عنوان انگریزی نظموں میں تھا۔ اس کے مضے ہیں کشتی نوح۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

اب ہماری سچی کشتی نوح جھوٹی پر غالب آجائے گی۔ یورپ والے کہا کرتے تھے کہ جھوٹے مسیح آنے والے ہیں۔ سو اول لندن میں جھوٹا مسیح آگیا۔ اس کا قدم اس زمین میں اول ہے بعد ازاں ہمارا ہوگا جو کہ سچا مسیح ہے۔ اور یہ جو حدیثوں میں ہے کہ دجال خدائی اور نبوت کا دعویٰ کسے گا تو موٹے رنگ میں اب اس قوم نے وہ بھی کر دکھایا۔ ڈوئی امریکہ میں نبوت

۱۔ اہل علم کے الفاظ یہ ہیں۔

پگٹ نے مفتی محمد صادق صاحب کو ان کے خط کے جواب میں دو نوٹس بھیجے۔ جو چڑھ کر سُنائے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

معتوق باتوں کی قدر ہوتی ہے اور وہ رہ جاتی ہیں۔ لیکن جاہلانہ باتوں کی رونق دو تین سطروں میں جاتی رہتی ہے۔ جھوٹے نبیوں اور مسیحوں کا قدم پہلے لندن میں رکھا گیا اور پچھے مسیح کی آواز اس کے بعد لندن میں پہنچے گی۔ (اہل علم مارچ ۱۹۰۲ء)

کا دعویٰ کر رہا ہے اور پگٹ لندن میں خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے اور اپنے آپ کو خدا کہتا ہے۔ پگٹ کا خدا ہونا دوسرے نظموں میں یہ گویا انجیل کی شرح آئی ہے۔ اسے ایک فائدہ ہوا ہے کہ مسیح کو خدا ماننے سے چھوٹ گیا۔ کیونکہ آپ یوساری عمر کے لئے خود خدا ہو گیا۔

(البتد جلد ۱ نمبر ۶ صفحہ ۷۸-۷۹ موزہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ آخری زمانہ کی علامات کثرت زلازل بھی ہے

بعد از مغرب مفتی محمد صادق صاحب نے سننایا کہ ایک انگریزی رسالہ میں لکھا ہے کہ ان ایام میں دنیا میں مختلف مقامات پر بڑی کثرت سے زلزلے آ رہے ہیں اور آتشین مادے زمین سے نکل رہے ہیں اور زمین اونچی ہوتی جا رہی ہے۔ فرانس کے محققین نے لکھا ہے کہ دنیا کی قدیم سے قدیم تواریخ میں زمین کے اس عظیم تغیر کی کہیں خبر نہیں ملتی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یوں تو زمین سے ہمیشہ کانیں نکلتی رہتی ہیں اور آتش فشاں پہاڑ پھٹتے رہتے ہیں مگر اب خصوصیت سے ان زلازلوں کا آنا اور زمین کا اٹھنا یہ آخری زمانہ کی علامتوں میں سے ہے اور آخر حیات الارضی اتفاقاً اسی کی طرف اشارہ ہے۔ زمانہ بتلا رہا ہے کہ وہ ایک نئی صورت اختیار کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ خاص تصرفات زمین پر کرنا چاہتا ہے۔

أَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ ۝

حکیم ذوالدین صاحب نے عرض کی کہ لوہا آج تک اس کثرت سے زمین سے نکلا ہے کہ اگر ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک آدھالہ پہاڑ بن جائے۔ لوہے کی کانوں کی آج تک تہذیبیں ملی کہ کہاں تک نیچے ہی نیچے نکلتا آتا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

خدا تعالیٰ نے بھی سونا اور چاندی کو چھوڑ کر اَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ اِنْتِہی فرمایا ہے۔ (یعنی

یہی نئی نوع انسان کے لئے زیادہ نفع رساں ہے)

اعجازی کلام کا نشان

پھر کلام کے معجزہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ

صفر روزگار میں یاد رکھنے کے لئے جیسے یہ نشان ہوتا ہے اور کوئی نہیں۔ یہ بھی ایک

ختم نبوت کا نشان تھا۔ اب بھی قرآن شریف کو جو کوئی دیکھے گا تو اسے معجزہ ہی نظر آئے گا۔ اگر

موسیٰ علیہ السلام کا سونٹا بھی اسی شان کا ہوتا تو چاہیئے تھا کہ وہ بھی کسی صندوق میں آج تک

محفوظ چلا آتا اور یہودی لوگ اس کی زیارت کرواتے کہ یہ موسیٰ کا سونٹا ہے جسے انہوں نے

سانپ بنایا تھا۔ یہی حال مسیح کے مرعیتوں کی صحت کا ہے۔ اب تو عیسائی لوگ پھتلتے

ہوں گے کہ کاش عیسیٰ علیہ السلام کوئی کتاب ہی بنا کر چھوڑ جاتے۔ مگر یہ خاصہ صرف آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور کسی نبی کا نہیں۔

نیت پر ثواب

ملاس سے جلاہ صاحب آئے ہوئے تھے ان کی نسبت حضرت اقدس اور حکیم منا

اور دولوی صاحب یہ تذکرہ کرتے رہے کہ اس شخص کے دل میں کیا شوق ہے کہ اتنی

دور دراز مسافت طے کر کے زیارت کے لئے آیا ہے۔ حالانکہ یہ شخص نہ ہماری باتیں

سمجھ سکتا ہے نہ انگریزی جانتا ہے۔ حضور نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کی نیت پر ثواب دے دیتا ہے۔

(البتداء جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۰ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۳ نومبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ

نو تعلیم یافتہ ملحدین خدا سے بے تعلق ہیں

بعد نماز مغرب نئی روشنی کے تعلیم یافتہ جو کہ خدا اور اس کے رسول اور اس کے احکام

کو جواب دیئے بیٹھے ہیں۔ ان کے ذکر پر حضور نے فرمایا کہ

وہ خدا جس میں ساری راحتیں مخفی ہیں وہ اُن سے بالکل دُور ہو گیا ہے جیسے کہ رُڈا

کو س دُور ہے۔ اس صورت میں اُن کا پھر خدا تعالیٰ سے کیا تعلق ہے اور جن کو یہ مہذب کہتے ہیں

اُن کو کیا سمجھے بیٹھے ہیں۔ (اگر یا خدا کی کا منصب و قالب سب اُن کو دے دیا ہے اُحِبِّ دُنْیَا

اور اُحِبِّ جَاہِ لَہُ اُن کو اندھا کر دیا ہے۔

ایک شخص نے ذکر کیا کہ علی گڑھ کے ایک طالب علم نے اپنی فینی میں ایک مضمون

لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی گناہ سے ظالی نہ تھے۔ اگرچہ اور انبیاء سے

بزرگ تر ہیں۔ جن کے گناہ اُن سے زیادہ تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

اصل میں یہ لوگ مذہب سے خارج ہیں۔ خدا تعالیٰ کا خوف مطلق نہیں۔ صرف

کتابہ کا ہے۔

وہابی حضرت مسیح موعود کی نظر میں

اس کے بعد حضرت اقدس نے وہابیوں کے اخلاق اور ادب رسول پر اپنا ایک ذکر کیا کہ

ایک دفعہ جب آپ اہمیت میں تھے تو غزنوی گروہ کے چند مولویوں نے آپ کو چیلئے

دی۔ چونکہ حضرت اقدس کے دائیں ہاتھ میں پتھر سے ضرب آئی ہوئی ہے اور ہڈی کو صدمہ

پہنچا ہوا ہے۔ آپ نے بائیں ہاتھ سے بیالی لی۔ تو اس پر غزنوی صاحبان نے فوراً بلا وجہ

دریافت کئے کہنا شروع کیا کہ یہ خلاف سنت ہے۔ آپ نے اُن کو سمجھایا کہ آداب

اور روحانیت بھی سنت ہے۔ پھر ان کو اصل وجہ بتلا دی گئی۔ اس کے بعد ان لوگوں نے آپ پر یہ اعتراض کیا کہ آپ نے اپنی تصنیفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف کی ہے اس قدر نہ چاہیے تھی۔ ہم تو ان کو اسی قدر مانتے ہیں جس قدر حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ یونس بن مثنیٰ سے بھی زیادہ نہیں ہے۔ فرمایا۔

جسمانی طور پر جس قدر ترقیات بہت تک ہوئی ہیں کیا وہ پہلے زمانوں میں تھیں؟ اسی طرح روحانی ترقیات کا سلسلہ ہے کہ ہوتے ہوتے بغیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا ختم انبیاء کی یہی معنی ہیں۔ جب ان (دوایوں) کی یہ حالت ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کونسی سچی محبت کر سکتے ہیں اور کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

فرمایا کہ

میرا دل ان لوگوں سے کبھی راضی نہیں ہوا۔ اور مجھے یہ خواہش کبھی نہیں ہوتی کہ مجھے دوایا کہا جائے اور میرا نام کسی کتاب میں دوایا نہ لکھیگا۔ میں ان کی مجلسوں میں بیٹھتا رہا ہوں۔ ہمیشہ لفظی کی بو آتی رہی ہے۔ یہی معلوم ہوا کہ ان میں زلچھلکا ہے۔ مغز بالکل نہیں ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے خود حدیث کی نسبت اپنے اشاعت السننہ میں یہ جلت لکھی ہے کہ ایک صاحب الہام یا اہل کشف صحیح حدیث کو ضعیف یا ضعیف کو صحیح قرار دے سکتا ہے کیونکہ وہ کشفی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تصحیح کر لیتا ہے۔ مگر تاہم میں نے یہ التزام رکھا ہے کہ میں اپنے کشفوں یا الہامات پر تحمل نہیں کرتا۔ جب تک قرآن اور سنت اور صحیح حدیث اس کے ساتھ نہ ہو۔ محمد حسین صاحب سے پوچھا جائے کہ جب عبد اللہ صاحب غزوی احادیث میں اس طرح دخل دے سکتے ہیں تو پھر حکم نے کیا گناہ کیا ہے کہ اُسے ہر ایک رطب و ايس ماننے پر مجبور کیا جاتا ہے؟

خدا کے واسطے دوستی دیر پا ہوتی ہے

شخص ہند نے جو مخالفت مولوی محمد حسین صاحب کی کی ہے۔ اس پر فرمایا کہ جو لوگ اپنی نفسانی اغراض کے پرستار ہوتے ہیں ان میں دوستی نہیں ہوتی۔ اگر ہو تو جلد جاتی رہتی ہے۔ خدا کے واسطے دوستی ہو تو وہ باقی رہتی ہے۔ وہ ذات پاک قدوس ہے۔ وہی دلوں میں پاکیزگی بھرتا ہے اور سینوں کو کدورتوں سے صاف کرتا ہے۔

تقویٰ اور استقامت اختیار کرو

شیخ فضل حق صاحب نو مسلم پشاور سے آئے تھے۔ ان کی موجودہ حالت پر فرمایا کہ ادائ میں جو سچا مسلمان ہوتا ہے اُسے صبر کرنا پڑتا ہے۔ صحابہؓ پر بھی ایسے زمانے آئے ہیں کہ پتے کھا کھا کر گزارہ کیا۔ بعض وقت روٹی کا ٹکڑا بھی میسر نہیں آتا تھا۔ کوئی انسان کسی کے ساتھ بھلائی نہیں کر سکتا جب تک خدا تعالیٰ بھلائی نہ کرے جب انسان تقویٰ اختیار کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے واسطے دروازہ کھول دیتا ہے۔ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ خدا تعالیٰ پر سچا ایمان لاؤ۔ اس سے سب کچھ حاصل ہوگا۔ استقامت چاہیے۔ انبیاء کو جس قدر درجات ملے ہیں۔ استقامت سے ملے ہیں۔ خالی خشک نمازوں اور روزوں سے کیا ہو سکتا ہے؟

اس کے بعد تین احباب نے بیعت کی۔ حضرت اقدس نے ان کو فرمایا:-
جو بیعت کی ہے اس پر آخرو دم تک قائم رہو۔ تب خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

طاہون کے ذکر پر فرمایا کہ

ہم کسی کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو شخص تقویٰ اختیار کریگا۔

وہ اس کو نجات دے گا۔ اس لئے تقویٰ اختیار کرو۔

فرمایا۔

ہماری جماعت دماہل مطعون تو ہو چکی ہے کہ مخالفین کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ اس طرح سے طاغون اپنا کام اس میں کر چکی ہے۔

سمجھانے کیلئے فرضی مثال

ایک صاحب نے حکیم صاحب کی معرفت کہا کہ اگر بعض واقعات حقہ کو ناول کے پیڑیہ میں بیان کیا جائے تو یہ امر مستحب تو نہیں۔ فرمایا۔

اس میں معصیت نہیں ہے۔ مطالب کو سمجھانے کے واسطے ہمیشہ زبید و بکر کا ذکر فرضی طور پر رکھ لیتے ہیں۔ خود تعریضات ہند میں مثالیں موجود ہیں۔

(البتدر جلد ۱ نمبر ۴ صفحہ ۳۰ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء بمؤذن جمعہ

اس زمانہ کا جہاد

بعد نماز مغرب حضرت اقدس حسب معمول شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے رخصت طلب کی اور عرض کیا کہ میں جا کر صرف چند روز گھر پر ہوں گا پھر وہ بہ وہ پھر کہ پنجابی نظم کے پیڑیہ میں حضور کے سلسلہ کی تبلیغ اور اتمام حجت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

یہ بہت عمدہ کام ہے اور اس زمانہ کا یہی جہاد ہے جو لوگ پنجابی سمجھتے ہیں۔ آپ

۱۳۔ مراد حضرت خلیفۃ المسیح اعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مرتب)

اُن کے لئے بہت مفید کام کرتے ہیں۔

نجات کا مستحق

سید سرور شاہ صاحب نے مدراس سے آنے والے ہندو لالہ بڑھاپا کی طرف سے یہ عرض کی کہ لات کو انہوں نے ایک سوال کیا کہ اسلام کے سوا غیر مذاہب کے لوگ جو نیکی کرتے ہیں کیا اُن کو نجات ہے کہ نہیں؟ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نجات اپنی کوشش سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوا کرتی ہے۔ اس فضل کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنا جو قانون ٹھہرایا ہوا ہے وہ اسے کبھی باطل نہیں کرتا۔ وہ قانون یہ ہے۔ **اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ** اور **مَنْ يَتَّبِعْ خَيْرَ الْاِسْلَامِ جِئْنَا لَكُمْ بِقَبْلِ حَسَنَةٍ**۔ اگر اس پر دلیل پوچھو تو یہ ہے کہ نجات ایسی شئی نہیں ہے کہ اس کے برکات اور ثمرات کا پتہ انسان کو مرنے کے بعد ملے۔ بلکہ نجات تو وہ امر ہے کہ جس کے آثار اسی دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں کہ نجات یافتہ آدمی کو ایک بہشتی زندگی اسی دنیا میں مل جاتی ہے۔ دوسرے مذاہب کے پابند بنگلی اس سے محروم ہیں اگر کوئی کہے کہ اہل اسلام کی بھی یہی حالت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ اسی لئے اس سے بے نصیب ہیں کہ کتاب اللہ کی پابندی نہیں کرتے۔ اگر ایک شخص کے پاس دوا ہو اور وہ اُسے استعمال نہ کرے اور لا پرواہی دکھائے تو وہ بہر حال اس کے فوائد سے محروم رہیگا یہی حال مسلمانوں کا ہے کہ اُن کے پاس قرآن مجید عیسیٰ پاک کتاب موجود ہے مگر وہ اس کے پابند نہیں ہیں۔ مگر جو لوگ خدا تعالیٰ کے کام سے اعراض کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ انوار و برکات سے محروم رہتے ہیں۔ پھر اعراض بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک صوری، ایک معنوی۔ یعنی ایک تو یہ ہے کہ ظاہری اعمال میں اعراض ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اعتقاد میں اعراض ہو۔ اور انسان کو انوار و برکات سے محروم نہیں مل سکتا۔ جیسا کہ وہ اسی طرح

عمل نہ کرے جس طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ **كُونُوا مَعَ الصّٰلِحِيْنَ**۔ بات یہی ہے کہ خمیر سے خمیر لگتا ہے اور یہی قاعدہ ابتداء سے چلا آتا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ کے ساتھ انوار و برکات تھے جن میں سے صحابہ نے سبھی حصہ لیا۔ پھر اسی طرح خمیر کی لاگ کی طرح آہستہ آہستہ ایک لاکھ تک ان کی ذریت پہنچی۔ اور اس سے بڑھ کر دلیل یہ ہے کہ سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں برکات نہیں ہیں اور اسلام کے سوا اور کسی مذہب میں رکھا ہوا کیا ہے؟ ہندوؤں کو دیکھو وہ بُت پرست ہیں۔ عیسائیوں نے ایک عاجز انسان کو خدا بنا رکھا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ہم بُت پرست نہیں ہیں تو جب ہم اس کی تفتیش کریں گے تو ثابت کر دیں گے۔ آریہ لوگ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔ خود کلامِ خدا کا متبع نہ ہونا اور یہ دعویٰ کرنا کہ میں خدا سے مل جاؤں گا۔ یہ بھی گمراہی ہے۔ جیسے حدیث میں ہے کہ اے لوگو تم سب اللہ سے ہو۔ مگر جسے میں آنکھیں دوں۔ جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا کے کلام کے ہوا نجات پاؤں گا۔ وہ بھی مُشرک ہے۔ نجات کی کُنجی تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہی جس کے لئے چاہے۔ اس کے دروازے کھول دے۔ خدا تعالیٰ بار بار یہی فرماتا ہے کہ رسول کی پیروی کرو۔ اگر ایک باغ ہو اور اس میں لاکھوں پھل ہوں۔ مگر جب تک باغبان اجازت نہ دے تو کوئی اس میں سے ایک پھل بھی نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح بازاروں میں کئی قسم کی اشیاء ہوتی ہیں اور ہزاروں ہوتی ہیں مگر مالک کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں لے سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو حاصل کرنے کا یہی ایک طریق ہے اور یہ آدم علیہ السلام سے اسی طرح چلا آتا ہے۔ اس میں بحث کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر ایک نور اور معرفت کی نظیر اور جگہ مل ہی نہیں سکتی۔

پاک دل ہونا بھی معجزہ ہے

فرمایا۔ انسان کا سب سے پہلا معجزہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اُسے تقویٰ بخشے جو دل پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کا بیان کرنا ہی بے فائدہ ہے۔ اگر کوئی ہمارے پاس آکر ایک

کاغذ کا کبوتر بنا کر دکھا دے تو کیا اُسے ہم کرامت سمجھ لیں گے؟ بات یہی ہے کہ انسان کی زندگی پاک ہو۔ فراموش ہو اور تقویٰ ہو۔

(البتدرجلد انمبر ۴ صفحہ ۳۱ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ تائیدات الہیہ کا ذکر

ظہر کے وقت حضرت اقدس ان تائیدات الہی کا ذکر فرماتے رہے جو ان ایام میں حضور کے شامل حال ہوتی جاتی ہیں اور باعث فتح نصرت و اقبال بن رہی ہیں یعنی ہجاز احمدی کی معجزانہ تصنیف اور اس کے بالمقابل مخالفوں کی شرمساری، بعد ازلے نماز

۱۔ الہد کی باقی ڈائری الحکم کی نسبت مفصل ہے۔ لیکن مضمون کا یہ معجزہ والا حصہ الحکم میں مفصل یوں درج ہے:-

دوسرا سوال یہ تھا کہ معجزہ کی قسم کے بعض امور اور لوگ بھی دکھاتے ہیں۔ فرمایا:-

میں قصوں کو نہیں سنتا۔ یہ جو فرانس یا کسی اور جگہ کے قصے سنانے جلتے ہیں یہ کافی نہیں سب سے پہلا معجزہ تو یہ ہے کہ انسان پاک دل ہو۔ بھلا پلید دل کیا معجزہ دکھا سکتا ہے جب تک خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا دل نہ ہو تو کیا ہے؟ ضروری ہے کہ متقی ہو اور اس میں دیانت ہو اگر یہ نہیں تو پھر کیا ہے؟ تاشے دکھانے والے کیا کچھ نہیں کرتے جانندھر میں ایک شخص نے بعض شعبہ دے دکھائے اور اس نے کہا کہ میں مولویوں سے اُن کی بابت کرامت کا فتویٰ لے سکتا ہوں مگر وہ خود جانتا تھا کہ اُن کی اصلیت کیا ہے۔ بعد میں وہ اس سلسلہ میں داخل ہو گیا۔ اس نے تو بہ کی۔

جن ملکوں کے قصے بیان کئے جاتے ہیں۔ وہاں اگر معجزے دکھانے والے ہوتے۔ تو یہ فسق و فجور کے دریا واں نہ ہوتے۔ خدا تعالیٰ کے نشانات دل پر ایک دیکھنے والے نظر پر

مغرب حضور شہ نشین پر جلوسہ افروز ہوئے میگنیشیا اور طاعون

اور بعض مریضوں کے حالات اور ان میں فوری تیز جلابوں سے جو عمدہ نتائج پیدا ہوئے تھے اُن کا ذکر حکیم نور الدین صاحب کہتے رہے حضرت اقدس نے اس کی تائید میں فرمایا کہ

جب ممبئی میں طاعون کثرت سے پھیلی تو وہاں سے زین الدین محمد براہیم صاحب انجنیئر نے مجھے لکھا تھا کہ یہ ایک بار نا تجربہ شدہ اور مفید علاج دیکھا گیا ہے کہ طاعون کے آثار نمودار ہوتے ہی ۵ یا ۶ تولہ کے قریب میگنیشیا سالٹ مریض کو پلا دیا گیا ہے تو اسے پھر نقصانِ خدا ضرور آرام آ گیا ہے۔

(البتدر جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۳۱ ملاحظہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۹ نومبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

کتاب اعجاز احمدی کا ذکر

ظہر کے وقت حضرت اقدس نے کچھ عرصہ مجلس فرمائی۔ مولوی محمد احسن صاحب اردوی ایک نظر اعجاز احمدی پر کر رہے تھے۔ چونکہ یہ کتاب رات کو چھپی تھی۔ اس لئے بعض جگہ سہو کا تب سے غلطی نہ گئی تھی اور بعض جگہ نقطہ و فیرو لگانا یا دور کرنا رات کو اندھیرے

پاک اثر ڈالتے ہیں احساس کی ہستی کا یقین دلاتے ہیں مگر یہ شہید سے انسان کو گھسلا کر کرتے ہیں۔ ان کا خدا شناسی اور معرفت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی پاک تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتے۔

(الحکم جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۷ ملاحظہ ۱۹ نومبر ۱۹۰۲ء)

میں رہ گیا تھا اس کا ذکر ہوا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ کوئی غلطی نہیں ہوا کرتی کیونکہ ساتھ ہی ترجمہ ہے۔ اگر کوئی لفظ عربی ہے اور نقطہ وغیرہ کی غلطی ہے تو نیچے دیا ہوا ترجمہ اس کی صحت کرتا ہے اور اگر ترجمہ میں کوئی غلطی رہ گئی ہے تو پھر اصل عبارت عربی موجود ہے۔ اس سے اس کی صحت ہو جاتی ہے۔

طاغون سے متعلق محفوظ رہیں گے

نہاز مغرب کے بعد اعجاز احمدی کے بارے میں اور اس کے اثر کے متعلق مختلف احباب ذکر کرتے رہے۔ پھر سید عبداللہ صاحب عرب نے حضرت اقدس سے عرض کیا کہ میرے اطراف میں درد ہوتا رہتا ہے۔ طاغون کا فطرہ ہے۔ اگر حضور اپنا کرتہ عطا فرمائیں تو میں اُسے پہننے لہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہم کرتہ تو دے دیں گے مگر بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کا کرتہ نہ ہو تو پھر کوئی شے کام نہیں آتی۔ دیکھو میں جانتا ہوں کہ گو بار بار اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری اور میری جماعت کی اس ذلت کی موت سے حفاظت فرمائے گا مگر میری مسلمان یا کسی بیعت والے کا کوئی ذمہ دار نہیں ہے جیسا کہ ہمارے ساتھ والے کو حقیقی تقوے نصیب نہ ہو ایک مسلمان نے ایک دفعہ ایک یہودی کو کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس یہودی نے کہا کہ تو اگرچہ مسلمان ہے مگر تو کوئی عمدہ آدمی نہیں ہے۔ اس لئے تم صرف صورت پرناز نہ کرو بلکہ حقیقت کام آتی ہے۔ سنو۔ ہمارے ہاں ایک دفعہ ایک لاکا پیدلا ہوا اور اس کا نام خالد رکھا گیا جس کے معنی ہیں ہمیشہ رہنے والا اور پھر اسی دن اسے دفن کر آئے۔ وہ مر گیا اور خالد کا لفظ اس لاکے کے کوئی کام نہیں آیا۔ اسی طرح ہمیشہ انسان کے کام میں حقیقت اور رُو جانیت ہی کام دے گی۔

میرا دل ہرگز یہ قبول نہیں کرتا کہ ہندوی جماعت میں جو سچا تقویٰ اور طہارت بھی رکھتے

ہو اور جسے خدا تعالیٰ سے سچا تعلق بھی ہو تو پھر خدا اُسے ذلت کی موت مارے۔ اگرچہ
 طاعون مختلف وقتوں میں آتی رہی ہے مگر ہر زمانہ کا حکم الگ الگ ہے۔ بعض وقتوں میں
 ایسا کوئی آدمی نہ تھا جو اس وقت تم میں لہول رہا ہے۔ پس ایسے وقت خدا تعالیٰ
 فرق کرنا چاہتا ہے اور وہی شخص فائدہ اٹھائے گا جو خدا تعالیٰ کے منشاء کو سمجھ کر سچا
 تقویٰ اختیار کرے گا اور خدا سے کوئی فرق نہ رکھے گا۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں خوب سمجھا دیا ہے
 کہ جو دل سہمی اور فرق کرنے والے ہیں۔ ان سے یہ عذاب خدا تعالیٰ نے پھیر دیا ہے۔ اس
 لئے ایک متقی کب اس میں شریک ہو سکتا ہے۔ اگر ہماری جماعت میں کوئی موت طاعون
 کی ہو تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ اس میں کوئی نوعِ غفلت کی تھی۔ میرے وہم اور خیال میں
 بھی کبھی یہ بات نہیں آئی کہ خدا تعالیٰ پر بدظنی کی جہلئے کہ وہ مختلف الہود ہو۔

پس ساتوں کو اٹھ کر روؤ۔ دعائیں مانگو اور اس طرح سے اپنے ارد گرد ایک دیوار
 رحمت بنا لو۔ خدا تعالیٰ رحیم کریم ہے وہ اپنے خاص بندہ کو ذلت کی موت کبھی نہیں مانتا
 (اگر خدا نخواستہ ہماری جماعت میں سے کسی کو ذلت کی موت آئی تو لوگ اعتراض کریں گے
 کیونکہ اگر ہم اس تہارنہ دیتے تو کسی کو اعتراض کا موقعہ نہ ملتا مگر اب تو ہم نے خود مشہور
 کیا ہے اس لئے لوگ ضرور اعتراض کریں گے)۔ پس تم کو چاہئے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا
 کرو۔ مجھے امید ہے کہ جو پورے درد والا ہوگا اور جس کا دل شرارت سے دُور بن گیا ہے
 خدا اُسے ضرور بچائے گا۔ تو بہ کرو۔ تو بہ کرو۔ مجھے یاد ہے۔ ایک مرتبہ مجھے الہام ہوا تھا۔
 ”اگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ اگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے“
 حقیقت یہ ہے کہ جو خدا کا بندہ ہوگا اسے طاعون نہیں ہوگی اور جو شخص طرر اٹھائے گا۔

اپنے نفس سے اٹھائے گا۔ اگر تم خدا سے صفائی نہیں کرتے تو کوئی طبیب تہرا علاج نہیں
 کر سکتا اور نہ کوئی دعا فائدہ بخش سکتی ہے۔ یہ ذمہ داری صرف خدا کا فعل ہے۔ دل کا پاک
 صاف کرنا بھی ایک موت ہوتی ہے۔ جب تک انسان محسوس نہ کرے کہ میں اب وہ نہیں ہوں

جو پہلے تھا تب تک اُسے سمجھنا چاہیے کہ میں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ جب اُسے معلوم ہو کہ میں اب گندی زندگی۔ بھالت اور طول امل سے بہت دُور آ گیا ہوں۔ تو سمجھے کہ اب میں نے تقویٰ پر قدم رکھا ہوا ہے۔ نفس بہت دھوکے دیتا ہے۔ بیگانے مال کی خواہش رکھتا ہے جس سے دوسرے کے مال کا زوال اور نقصان چاہتا ہے تو یہ باتیں آخری اور نفس سے نکلنے کی ہوتی ہیں۔ اور یہ وہی آخری وقت ہے۔ خدا کا خوف ایسی شے ہے کہ انسان کو نصتی کر دیتا ہے۔

ایک رویا اور طاعون

نہاڑ عشاء کے بعد حضور پیر تقوٰی دیر کے لئے شہ نشین پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ مجھے رویا ہوا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی سر سے ننگا میلہ کھیلے کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آیا ہے اس سے مجھے سخت بدبو آتی ہے۔ میرے پاس آکر کہتا ہے کہ میرے کان کے نیچے طاعون کی گلٹی نکلی ہوئی ہے میں اُسے کہتا ہوں کہ پیچھے ہٹ جا۔ پیچھے ہٹ جا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ تفہیم اُٹھی کوئی نہیں ہوئی۔

(المسند جلد ۱ نمبر ۶، صفحہ ۳۴، موض ۲۸، نومبر ۵، دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۶ نومبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ

اعجاز احمدی اور مخالفین

حضرت آتشؑ ۸ بچے کتریب میر کے لئے تشریف لائے اور قادیان کی مشرقی طرف چلے۔ اعجاز احمدی کا ذکر ہوتا رہا۔ کہ یہ مخالفت اب اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ ہاں بعض یہ کہیں گے کہ اگر ہم چاہیں تو اس کا جواب کہہ سکتے ہیں۔ اس پر نواب محمد علی خاں صاحب

نے ایک ڈاکٹر صاحب کا ذکر سنایا کہ دہلی میں ایک مولوی نے اعجاز المسدیم کو دیکھ کر بھی کہا تھا کہ اگر چاہیں تو ہم اس کا جواب لکھ سکتے ہیں مگر کون وقت مناسب ہے۔ حضرت انہوں نے فرمایا کہ

یہ وہی مثال ہے کہ ایک شخص نے مشہور کیا کہ میرے پاس ایک بکری ہے جو شیر کو مار لیتی ہے بشرطیکہ وہ چاہے۔ فرمایا یہی حیلہ کریں گے اگر ہم چاہتے تو جواب لکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ ارادہ نہیں کرتے۔ یہی ان کا حیلہ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اعجاز احمدی کا اردو حصہ بھی ہمارے تمام رسالوں کا پچوڑ ہے۔ پھر فرمایا کہ ابھی کیا خبر ہے کہ ہماری جماعت کے کون کون پوشیدہ لوگ ان کے درمیان ہیں۔ وقت آئے گا۔ تو سب آجائیں گے۔ اس کی مثال ایک شرابی کی مثال ہے کہ وہ جب تک یہ ہوش ہوتا ہے تو سب کچھ کہتا رہتا ہے پھر جب ہوش آئے تو سنبھل جاتا ہے اسی طرح ان لوگوں کو بھی حسد اور تعصب کی شراب کی یہ ہوشی ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اور اس کی ذلت

ایک شخص نے ذکر کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اگر اخبار ہماری جماعت میں داخل ہوں تو ان تصانیف اور دیگر تحریروں میں ان کی جو گت بن چکی ہے وہ صفحہ روزگار پر یادگار رہے گی۔ حضور نے فرمایا کہ

لے اشکم میں یہ عبارت یوں ہے۔

”فرمایا۔ ان کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جس نے مشہور کیا کہ میری بکری شیر کو مارتی ہے اور جب لوگوں نے اس کو دیکھنا چاہا تو کہہ دیا کہ جب اس کا ارادہ ہو اس وقت مارتی ہے۔ اس وقت اس کا ارادہ نہیں۔ میں اس قسم کے حیلہ حوالے کرینگے“

(الحکم جلد ۶ نمبر ۴۲ ص ۲۲ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

یہ تمام ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ خدا کی شان ہے کہ اس کے ہوا دادے
ہیں ذلت پہنچانے کے تھے وہ تمام اس پر اکت پڑے خود اس کی اپنی جماعت میں اس
کی عزت نہ ہوئی۔

نہ پایا۔ خدا کی قدر میں عجیب ہیں جس کو چاہے عزت عنایت کرے۔ یہ تمام اس
کی لہریں ہیں۔ انسان کی غلطی ہے کہ ادھر ادھر ہاتھ پیر مارتا ہے۔ جس قدر وہ لذات چاہتا
ہے خدا تعالیٰ قادر ہے کہ حلال ذریعہ سے پہنچا دے۔ کوئی دوست کسی کی ایسی پاسداری
نہیں کرتا جیسے وہ کرتا ہے۔ اُس کے حلق اسباب میں عجیب مزا آتا ہے۔ قتل کے مقدمہ پر
نظر ڈالو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے سب میں بھوٹ ڈال دی۔ میرا تو یہ خیال ہے۔ کہ اگر
حاکم کے سامنے بھی آدمی جاوے تو اُسے ہرگز نہ کو سے کیونکہ اگر خدا کو یہ راضی کرتا ہے تو
خدا خود اس حاکم کے دل کو اس کی طرف پھیر دے گا۔ سب کچھ اسی کے پنجر میں ہے جسے
جس طرف چاہے پھیر دے۔ اس رنگ میں ایک مزا وجودی مذہب کا آجاتا ہے مگر
اُن کا قدم ذرا اُگے پھسلا ہوا ہے لیکن اگر یہاں تک قدم نہ پڑے تو پھر توحید کا بھی
مزا نہیں آتا۔

طاغون ٹیکہ اور خدا پر مجبور وہ

فرمایا۔ دراصل لوگوں کو شبہات پڑ گئے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ سے پرہیز نہیں کرتے
ہر ایک میں کچھ نہ کچھ غفلت کا حصہ رہ جاتا ہے۔ خدا اب چاہتا ہے کہ یہ لوگ سمجھ لیں
جس طرح توح کے زمانہ میں اُن کے بیٹے نے کہا تھا کہ میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا۔ اسی
طرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم طاغون سے بچنے کے لئے ٹیکہ کی پناہ میں آجائیں گے مگر نہیں
جانتے کہ سب سے زیادہ ضروری شے خدا کی ہستی پر یقین ہے۔ بغیر اس یقین
کے اعمال میں برکات ہرگز پیدا نہیں ہوتیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ چلو ذرا ہم بھی چلتے چلیں۔ اگر لوگ آج ہی توحید پر قائم ہو

جائیں تو آج ہی یہ بلا (طاعون) جاتی رہتی ہے۔ خدا تعالیٰ انسان کے اعمال کو دیکھتا ہے کہ وہ
 توحید پر قائم ہیں کہ نہیں۔ بہت سے عمل توکل کے برصافات اور توحید کے برصافات ہوتے ہیں۔
 خواہ وہ کسی طرح سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے مگر وہ اس میں جھوٹا ہوتا ہے۔ اور یہی فسق ہے آج
 کل جس قدر اسباب پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ اس کی نظیر زمانہ سلیق میں نہیں ملتی۔ اگرچہ ان وقتوں
 میں بھی فسق و فجور ہوتا تھا۔ مگر خدا کا خوف بھی دلوں میں ہوتا تھا۔ ایک وقت آتا ہے کہ لوگ یہاں
 مسیح الخلق حد وانا کہیں گے مگر اس وقت وہ سب ناس ہی رہ جائیں گے جیسے
 روایت الناس یدخلون فی دین اللہ اخولاً۔ مگر ایسے وقت پر ان لوگوں کو ایمان
 چنداں فائدہ نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل یودا لستم لانیفیع الذین کفروا
 ایمانہم۔ اس سے طلوع الشمس من مغربہا کی حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے اس
 کے یہ معنی نہیں ہیں کہ توبہ قبول نہ ہوگی۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے بخشے
 تو بچنے۔ ان کی توبہ کوئی حقیقت نہ رکھے گی۔ یہ امر خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہوگا۔ جیسے
 فرمایا۔ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ۔ مگر مومنوں کے حق میں فرمایا۔ عَطَاؤُنَا لَمْ نَحْذَرُ بِهِ
طاعون مأمور اور لوگوں کو سیدھا کرنے کیلئے ایک نازیانہ
 فرمایا۔ طاعون بھی مامور ہے۔ اس کا کیا تصور ہے۔ جیسے اگر ایک شخص سپاہی ہو
 تو خواہ اُسے اپنے حقیقی بھائی کے نام وارنٹ ملے۔ اُسے اس کو گرفتار ہی کرنا پڑے گا کیونکہ
 فرض منصبی ہے۔ میں تو خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ لوگوں کو سیدھا کرنے کا اب وقت آ
 گیا ہے۔ خدا کی رحمت عظیم ہے کہ اپنی طرف سے خود ہی ایک نازیانہ مقرر کر دیا۔ کہ یہ لوگ
 غافل نہ رہیں۔ اب یہ لوگ سالک نہ ہوئے بلکہ مجذوب ہوئے کیونکہ خدا تعالیٰ نے خود ہی سبکی
 کی۔ ہلدی جو امت میں بہاری طرف سے نصاب کا سلسلہ تو جاری تھا مگر اس کا اثر کچھ کم ہی
 ہوتا تھا۔ اب اس نے طاعون کا نازیانہ چلایا کیونکہ طاعون کو دیکھ کر ان لوگوں کے دل متاثر ہوئے
 اور ان نصاب کو خوب سمجھیں گے۔ اب ان لوگوں کے لئے ایک عمدہ موقعہ اولیاء اور اصغیاء

بننے کا ہے۔ دینہ آرام کے زمانہ میں ان فصلوں کا کیا اثر ہوتا۔ بعض وقت انسان سلاٹھ کھانے سے درست ہوتا ہے اور بعض وقت ملو دیکھنے سے۔ زنا کی سزا کے لئے بھی خدا نے کہا ہے کہ لوگوں کو دکھا کر دی سہائے اسی طرح دوسروں کو تازیانہ پڑ رہا ہے اور ہماری جماعت دیکھ رہی ہے۔ بہت سے آدمی تھے جنہوں نے ہمارے منشاء اور ارادہ کو آج تک نہیں سمجھا تھا مگر اب خدا دوسروں کو تازیانہ لگا کر ان کو سمجھا رہا ہے۔ طائفۃ من المؤمنین سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طائفہ میں کوئی کسر ہوگی۔ اس کی اصلاح اس طرح سے ہو جائیگی کہ وہ دوسرے کو سزا طاعتی دیکھ کر اپنی اصلاح کریں گے اور اس میں کل مومنوں کو بھی نہیں کہا بلکہ ایک طائفہ کو کہا ہے۔

ایک خواب

اس کے بعد فرمایا:-

رات میں نے خواب میں کچھ بارش ہوتی دیکھی ہے۔ یہ نہی تشریح سا ہے اور قطرات پڑ رہے ہیں مگر بڑے آرام اور سکون سے۔

ایمان کی حفاظت سرگرمی سے ہوتی ہے

فرمایا:-

سرگرمی انسان کے اندر ہو تو ایمان رہتا ہے۔ دینہ نہیں۔ کافر کے ساتھ کالی مرچ اس لئے رکھتے ہیں کہ کافر نہ اڑے۔ اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ کالی مرچ میں تیزی ہوتی ہے وہ اُسے اڑنے سے بچائے رکھتی ہے۔

(البدن جلد نمبر ۶ صفحہ ۳۴-۳۵ موزع ۲۸ نومبر ۵۵ دسمبر ۱۹۵۶ء)

۱۸ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

بہشتی مقبرہ کے متعلق روایا

فجر کی نماز کے بعد فرمایا کہ

نماز فجر سے کوئی ۲۰ یا ۲۵ منٹ پیشتر میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک زمین خرید لی ہے کہ اپنی جماعت کی میتیں وہاں دفن کیا کریں تو کہا گیا کہ اس کا نام بہشتی مقبرہ ہے۔ جو اس میں دفن ہوگا بہشتی ہوگا۔

کشمیر سے کسر صلیب سے متعلق روایا

پھر اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ کشمیر میں کسر صلیب کے لئے یہ سامان ہوا ہے کہ کچھ پُرانی انجیلیں وہاں سے نکلی ہیں۔ میں نے تجویز کی کہ کچھ آدمی وہاں جائیں اور وہ انجیلیں لائیں تو ایک کتاب اُن پر لکھی جائے۔ یہ سن کر مولوی مبارک علی صاحب تیار ہوئے کہ میں جاتا ہوں۔ مگر اس مقبرہ بہشتی میں میرے لئے جگہ رکھی جائے۔ میں نے کہا کہ خلیفہ نور الدین کو بھی ساتھ بھیج دو۔

یہ خواب حضرت اقدس نے سنایا اور فرمایا کہ

اس سے پیشتر میں نے تجویز کی تھی کہ ہماری جماعت کی میتوں کے لئے ایک الگ قبرستان یہاں ہو سو خدا تعالیٰ نے آج اس کی تائید کر دی اور انجیل کے معنی بشارت کے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہاں سے کوئی بڑی بشارت ظاہر کرے اور جو شخص وہ کام کر کے لائے گا وہ قطعاً بہشتی ہوگا۔

(وقت ظہر و عصر)

ایک نشان

چند ایک اہلب مع مولوی عبدالستار صاحب بواج تشریف لائے تھے اُن سے ضرور

نے ملاقات فرمائی۔ اُن کے تحفے تحائف لے کر جو انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت

میں بطور نذرانہ پیش کئے تھے۔ فرمایا کہ

ان کا آنا بھی ایک نشان ہے اور اس الہام یا تیک من کل چتر عمیق کو پورا

کرتا ہے۔

کشمیر میں قبر مسیح سے متعلق گفتگو

مغرب کی نماز باجماعت ادا کر کے حضرت اقدس صاحب معمول مسجد کے شمال مغربی کونڈ
میں بیٹھ گئے۔ اور فجر کی خواب پر حضرت اقدس اور اصحاب کبار تذکرہ کرتے رہے۔

صنور نے فرمایا کہ

کشمیر میں مسیح کی قبر معلوم ہونے سے بہت قریب ہی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اور سب

جھگڑے طے ہو جاتے ہیں۔ اگر فرست نہ بھی ہو تو بھی یہ بات سمجھ آ جاتی ہے کہ آسان بات

کوئی ہے۔ اب آسمان پر جانے کو کون سمجھے۔ جو ہاتیں قرن قیاس ہوتی ہیں وہی صحیح نکلتی ہیں

اب تک خدا کے اعلام سے اس کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوا تھا مگر اب خدہی اللہ تعالیٰ نے بتلا

دیا۔ اب تخمینہ تو ہوئی ہے امید ہے کہ کچھ اور احوال بھی ظاہر ہوں گے۔ عادت اسی طرح

لے۔ خبر والے خواب پر تذکرہ سے پہلے انکم میں ایک اور واقعہ کا ذکر ہے جو یہ ہے۔

مولوی عبدالصمد صاحب کشمیری کی حالات طبع کا ذکر آگیا کہ اُن کو اضطراب بہت ہے۔ قیلاً

کیونکہ وہ گاؤں زبان بہت مفید ہے۔ اور فرمایا

کیونکہ تو میرے پاس بہت اعلیٰ درجہ کا ہے جو سید رضوی صاحب نے حیدرآباد دکن سے

بھیجا ہے مگر گاؤں زبان نہیں۔ کیونکہ میں لائے دیتا ہوں۔

چنانچہ حضور اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد کیونکہ کی بوتل لے آئے۔

دعا، ادا لڈیا یہ ہمدردی، یہ بہت جس میں سستی اور غفلت نام کو نہیں کسی عام انسان کا خاصہ نہیں

ہو سکتی ہے (المحکمہ جلد ۲ نمبر ۲۲ صفحہ ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء)

ہے۔ یہ خواب بالکل سچا ہے اور اس کے ساتھ کسی طرح کی آمیزش نہیں ہے۔ مجھے اُس وقت خواب میں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا عظیم الشان کام ہے جیسے کسی کو لڑائی پر جانا ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ ہماری فراست نے خطا نہیں کی۔ یہ عقده اللہ تعالیٰ سے حل کر دے تو صد ابرسوں کا کام ایک ساعت میں ہو جائے اور عیسائیوں اور ان مولویوں کے گھروں میں ماتم پڑ جائے۔

ایک صحابی نے عرض کی کہ حضور پھر تو سارے انگریزوں کو باسلام ہو جائیں۔ قرطبہ دُنیا میں ایک حرکت ہے۔ اس کی مثال تو یہ ہے کہ جیسے تسبیح کا دھکا گاڑ کر ایک دانہ نکل جائے تو باقی بھی نکل جاتے۔ خواہ پادری بیٹھے ہی رہ جائیں۔ تمام انگریز ٹوٹ پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دادا ایسے ہی ہوتے ہیں۔ مکروا و مکروا اللہ واللہ خیرین العاکرین۔

پھر ڈوئی کا اخبار آپ نے سنا اور فرمایا کہ

پگٹ کی شہرت ڈوئی سے بہت زیادہ ہے

(البتدر جلد نمبر ۶، صفحہ ۲۵، مؤرخہ ۸ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۹ نومبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ

(د وقت سیر)

يَوْمَ امُوتُ وَيَوْمَ ابْعَثُ حَيًّا۔ اس آیت پر فرمایا کہ

ان مولویوں کو حسرت ہی ہوگی کہ ابْعَثُ کا لفظ کیوں آیا۔ کاش اَنْزَلَ کا لفظ ہوتا۔

پگٹ منظر شیطان

اس کے بعد پگٹ کا ذکر ہوا کہ

ان لوگوں کو اس لئے دعویٰ کرنے کی جرأت ہو جاتی ہے کہ قوم نے مان لیا ہے کہ وہ

وقت قریب ہے کہ مسیح آئے ورنہ اگر قوم کی کثرت رائے اس طرہ ہوتی کہ وہ وقت
دور ہے تو یہ دعویٰ نہ کرتا۔ شیطان کے بھی مظہر ہوتے ہیں۔ شیطان نے اس زمانہ میں اپنے
مظہر کے لئے پگٹ کو ہی پسند کیا ہے۔

تصویر یعنی فوٹو کا جواز اور اس کی ضرورت

فہمایا۔

فی زمانہ تصویر کی ان لوگوں کے بالمقابل کس قدر حاجت ہے۔ ہر ایک رزم رزم میں
آج کل تصویر سے اثر ڈالا جاتا ہے۔ پگٹ کی بھی تصویر شائع ہوئی ہے۔ فوٹو کے بغیر اسکل
جنگ (رُوحانی) ناقص ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح کے ہتھیار مخالف تیار کریں۔
تم بھی ویسے ہی تیار کرو۔ اس سے فوٹو کا جواز ثابت ہے۔ بندوقوں اور توپوں سے جنگ
کرنے کا جواز بھی اسی طرح کیا گیا ہے ورنہ آگ سے مارنا تو حرام ہے۔ جہاں ضرورت تھے
محرم اور مستدعی ہوتی ہے یا اس کے متعلق الہام ہوتا ہے اس مقام پر تصویر کی حرمت
کی سند پیش کرنا حماقت ہے۔ جبرائیل نے خود حضرت عائشہ کی تصویر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو دکھائی۔

مولوی محمد آسن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت میں بھی ایسی

ہی ضرورت پیش آئی ہوگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر فرمایا۔

ایک حرمت حقیقی ہوتی ہے ایک غیر حقیقی۔ جو غیر حقیقی ہوتی ہے وہ اسبابِ دائمہ

سے اٹھ جاتی ہے۔

ایک سائل

سیر کے دوران راستہ میں ایک سائل بٹک بٹک کر سوال کر رہا تھا۔ فرمایا۔

ایک یہ بھی انسان ہے اور ہم بھی ایک انسان ہیں۔ کس طرح یہ ہر ایک دروازہ پر
گرتا اور سوال کرتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا تو ایسا کبھی نہ رہتا۔

مے تو اند شد میجانے تو اند شد یہود

پگٹ کے نام کا متر

پرفسرمایا۔

پگٹ کے نام کا جو سر ہے اس میں خنزیر کے معنی پائے جلتے ہیں۔ اب
دیکھیں کہ یہ عیسائیوں کا خدا آسمان پر جاتا ہے کہ زمین میں دفن ہوتا ہے۔ دراصل خدا
تعالیٰ کو ان لوگوں پر سخت غیرت ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کی غیرت
تقاضا نہیں کرتی کہ ایسے لوگ ہوں۔ اس حساب سے تو موسیٰ اور دوسرے کل نبی معاذ اللہ
اس (پگٹ) کے بندے ہوئے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ ناپاک ہی سلطنت کے نیچے
دو مدعی۔ ایک چھوٹا ایک سچا۔ جیسے طاعون ہمارے لئے مفید پڑی ہے۔ ویسے ہی پگٹ
نے گردن نکالی ہے۔ جو کچھ اول مقرر ہو چکا ہے ضرور ہے کہ وہ تمام ظاہر ہو جاوے۔

ڈرنی کے ذکر پرفسرمایا۔

جو دولت کی مشکلات میں پھنسا ہے۔ اسے دین میں کب لہ لہا مل سکتی ہے۔

زندوں کا توسل جائز ہے

بعد نماز مغرب حضرت اقدس مسجد کے گوشہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ایک سوال

پوچھا گیا کہ آقا دعا کے بعد یہ کلمات کہنے کر یا الہی تو میری دعا کو بظیفیل حضرت مسیح

محمد علیہ السلام قبول فرما۔ جائز ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

شریعت میں توسل احوال کا جواز ثابت ہوتا ہے بظاہر اس میں شرک نہیں ہے۔

ایک حدیث میں بھی ہے۔

لفظ اوی کی حقیقت

نستایا۔

قرآنی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اوی کا لفظ یہ چاہتا ہے کہ اول کوئی مصیبت واقع ہو۔ اسی طرح الہام آتہ اوی القریۃ چاہتا ہے کہ ابتداء میں خوفناک صورتیں ہوں۔ اصحاب کہف کی نسبت بھی یہی فاء اوی الکھف اور و اویٰ نہما اویٰ ریکوۃ ان تمام مقامات سے یہی مطلب ہے کہ قبل اس کے کہ خدا تعالیٰ آرام دے۔ مصیبت اور خوف کا نظارہ پیدا ہوگا اور لولا الاکرام لہلک المقام بھی اسی کے ساتھ ملتا ہے۔

ادائل عمر کی بیعت

لیک لڑکے کی بیعت کے ذکر پر فرمایا کہ

ادائل عمر کے لوگوں کی بیعت میں مجھے تردد ہوتا ہے۔ جب تک انسان کی عمر چالیس برس کی نہ ہو تب تک ٹھیک انسان نہیں ہوتا۔ ادائل عمر میں تکتوں ضرور آتا ہے۔ میرا ارادہ نہیں ہوتا کہ ایسی حالت میں بیعت لوں مگر بدیں خیال کہ دل آزارگی نہ ہو۔ بیعت لے لیتا ہوں۔ انسان جب چالیس برس کا ہوتا ہے تو اسے موت کا نظارہ یاد آ جاتا ہے اور جس کے قریب ابھی موت کا خوف ہی نہیں اس کا کیا اعتبار۔

مسلمان بادشاہوں نے عربی زبان کی ترویج نہ کی

اس کے بعد یہ ذکر ہوتا رہا کہ آج تک بہت تھوڑے ایسے گندے ہیں جنہوں نے

الحکم میں لیں ہے کہ

فرمایا۔ اجماع کا تو سل جائز ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے چچا کے ذریعہ ہاشم کی دعا کی گئی تھی۔ (الحکم جلد ۱ نمبر ۲۶ صفحہ ۵ موزہ ۲۲ نومبر ۱۹۰۵ء)

اس امر کو محسوس کیا اور حسرت کی کہ کیوں ہندوستان کے شاہان اسلام نے اس ملک میں سوائے عربی کے دوسری زبانوں کو رواج دیا حالانکہ عربی ایک بڑی وسیع زبان تھی جس میں ہر ایک مطلب مکمل طور پر بیان ہو سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو یہ اسلام کی ایک بڑی امداد ہوتی مگر نہ معلوم کہ کیوں کسی کو خیال نہ آیا۔ اس سے ایک نقص یہ بھی پیدا ہوا کہ ہندوستان کی اسلامی ذریت کو اس وجہ سے کہ ان کو اپنی مذہبی زبان کا علم نہیں۔ قرآن شریف اور دیگر علوم عربیہ سے بہت کم متس ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام بھی ان باتوں کی تائید فرماتے رہے اور فرمایا کہ

ہے اُن سے ایک مصیبت ہوئی۔

رسالت اور نبوت پر تقریر

اس کے بعد رسالت اور نبوت کے مضمون پر حضرت اقدس علیہ السلام فارسی میں تقریر فرماتے رہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے فرماید مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ لیکن نہجا برائے استبداد آئمہ ست چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھیج کس را پدر نیست۔ پس ہماں اعتراض کہ بر او دشمنان کردہ شدہ و گفته کہ اِنْتِ شَائِبَتُكَ هُوَ الْآبُتُّ بَرِّ اَنْحَضْرَتِ لَازِمِ مِے آید گویا کہ خدا تعالیٰ تصدیق معترض مے کند برائے انالہ این وہم فرمودہ است۔ وَلَكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ یعنی بھیج اہل قطب و اولیاء بجز ختم و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخواہد شد۔ حکام را ہمیں حالت است کہ اگر ہم کاغذ ہر سرکاری نشود صحیح نماند۔ ہر کسے را کہ الہام و مکالمہ الہی مے شود از ہر رسول مے شود و ازین معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ را پدر است۔ دریک معنی نفی نبوت مے شود و دریک معنی اثبات نبوت مے شود اگر گوئیم کہ سلسلہ افادات نبوی منقطع

نشہ و اکٹوں کسے را الہام و مکالمہ و مخاطبہ الہی نے فرود ہمہ اسلام تباہ مے شود۔ سلسلہ مارا
 این مثال است کہ اگر کسے در آئینہ صورت مے بیند آنچه در شیشہ نظر مے آید چیزے دیگر نیست
 بہاں است کہ پیش شیشہ ہست۔ این مرداں درین آیت کریمہ غور مے کنند و من خوب مے دانم
 کہ این ہمہ عقیدہ مے دارو کہ سلسلہ مکالمات الہیہ منقطع شدہ است۔ کلام بیحیثیہ وحی است در
 قرآن ہم ذکر الہام نامہ بلکہ ذکر وحی آمدہ و قطعیت الہام و وحی یک معنی وارد و مے پندارند
 کہ اگر این سلسلہ منقطع شود باقی از برکات اسلام چہ مے ماند۔ پس ہمیں معنی است کہ لگتم در
 مثال آئینہ و ظل کہ ظل ہمہ نقوش اصل در خود دارد و ظل نبوت ہمیں طور است البتہ آن نبوت
 منقطع است کہ بلا توسل و سلسلہ رسول اللہ آید و ہر کسے کہ ازین انکار مے کند کافر میشود و
 از دین خارج مے شود اگر دین باین طور مردہ است کلام توحیح نجات باید داشت اگر انسان
 اندرین عالم تکمیل معرفت نمکند چہ دلیل دارد کہ در روز آخرت خواهد کرد بجز این صورت کہ ما پیش
 مے کنیم دیگر صورت نیست من کان فی ہذا اعلمی فہو فی الآخرۃ اعلمی۔ از بسیار
 مقامات قرآن معلوم مے شود کہ این امت خیر امت ہست پس کلام خیر است کہ در امت
 موسوی الہام مکالمہ وغیرہ مے شدی و در این امت نے شود و کلام مشابہت ایناں را
 بامت موسوی خواهد بود۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تکمیل کنندہ این عالم اند یعنی کمال این
 عالم بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ختم شدہ و این معنی ختم نبوت است کہ کسے دیگر نبی نے
 شود حتی کہ نبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بر نبوت او نشود چنانچہ مثال آن درین دنیا دید
 بود کہ بیچ پروانہ سرکاری تصدیق مے شود حتی کہ ہر سرکاری بر او نمود۔ پس ازین آیت معلوم
 مے شود کہ اللہ تعالیٰ بطور جسمانی نفی ابوت مے فرماید و بطور روحانی اثبات نبوت میکند
 بہر حال ایمان باید آورد کہ برکات و افادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری است۔ ان
 کذبتہم حججوت اللہ فآتیبعونی یحییبکم اللہ۔ درین آیت معنی محبت پیوست این
 معنی ہرگز نیست کہ خدا بر کسے را کہ محبت میکند درین عالم اورا کور مے دارو۔ اگر این دعویٰ

را عقل بودے میدانندے۔ انسان ہمہ باشد کہ طالب مغز شود نہ کہ پوست ہمہ ابدال طالب مغز شدہ اند ایمان ہمیں است کہ ایشان نخواهند که چشم آنها بینا شود نہ کور۔ باعث منسوب نشدن اہل اسلام چلیست ہمیں کہ از زبان میگویند کہ ایمان آوردیم و در دل بیہیج شیئے نیست و ہمیں معنی این آیت است ما قدروا اللہ حق قدرہ و ہمیں نابینائی کہ ذکر کردیم موجب فسق و فجور است و برائے ہمیں بینائی خداوند تعالیٰ این سلسلہ راقم کردہ است کہ بازاں بینائی کہ رفتہ ہست پیدا شود خدا سے خواہد کہ ثابت کند اں نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ است و افادہ اں ہم زندہ است اگر این نبود کلام فرق در نصاریٰ و اسلام است، اں مُردہ و ایں مُردہ۔ اں قصہ و حکایت است ایں ہم قصہ و حکایت است اندریں صورت فیصلہ چگونہ شود خدا تعالیٰ ارادہ فرمائید کہ اں برکات سماویہ بنمائند و اگر مُردے مثل اں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نئے آید چگونہ بنمائند ایں ہمہ کار خدا است ما بندگانیم و بیہیج امید فتح و شکست نداریم او خوب مے داند کہ کلام شوریدہ است بہر مصلحتی کہ خواہد خواہد کرد۔

(البدار جلد ۱ نمبر ۶ صفر ۳۶ مؤرخہ ۲۸ نومبر ۱۹۰۵ء بمطبعہ)

۲۰ نومبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ پگٹ کے متعلق دعا۔ رویا۔ الہام

فترمایا۔

رات کو میں نے پگٹ کے متعلق دعا کی اور صبح بھی کی۔ مجھے یہ دکھایا گیا کہ کسی نے مجھے چار پانچ کتابیں دی ہیں جن پر لکھا ہوا تھا۔ تسبیح تسبیح تسبیح۔ بعد اس کے الہام ہوا۔ اللہ شنیدید العقاب انہم لا یحسبون۔ اس الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی موجودہ حالت خراب ہے اور یا یہ کہ آئندہ تو بہ نہ کریں گے۔ اور یہ معنی بھی اس

کے ہیں لایڈمنون باللہ اور یہ مطلب بھی اس سے ہے کہ اس نے یہ کام اچھا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ پر یہ اقرار اور منصوبہ باندھا اور اللہ شہید العقاب ظاہر کرتا ہے کہ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا اور عذاب الہی میں گرفتار ہوگا۔ حقیقت میں یہ بڑی شوخی ہے کہ خدائی کا دعویٰ کیا جائے۔

چکڑالوی

چکڑالوی کا ذکر آنے پر معلوم ہوا کہ اُس نے نماز میں بھی کچھ رد و بدل کی ہے۔ التحیات اور دو و شریف کو نکال دیا ہے اور بھی بعض تبدیلیاں کی ہیں۔ حضرت اقدس نے چکڑالوی کے فتنے کو خطرناک قرار دیا اور آپ کی رحمت اور رحیمیت اسلامی نے تقاضا کیا کہ اس کے متعلق ایک اشتہار بطور صحاح کے لکھا جاوے جس میں یہ دکھایا جائے کہ اس نے اور مولوی محمد حسین نے افراط اور تفریط کی راہ اختیار کی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو صراط مستقیم پر رکھا ہے۔
فسر یا :-

نبی ہمیشہ دو چیزیں لے کر آتے ہیں۔ کتاب اور سنت۔ ایک خدا کا کام ہوتا ہے اور دوسرے سنت۔ یعنی اس کتاب پر خود عمل کر کے دکھا دیتے ہیں۔ دُنیا کے کام بھی بغیر اس کے نہیں چل سکتے۔ دقیق مسائل جو اُستاد بتاتا ہے۔ پھر اس کو حل کر کے بھی دکھا دیتا ہے۔ پس جیسے کام اللہ یقینی ہے۔ سنت بھی یقینی ہے۔

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ہمیں صراط مستقیم پر کھڑا رکھا ہے۔ وہابیوں نے افراط کی اور قرآن پر حدیث کو قاضی ٹھہرایا اور قرآن کو اس کے آگے مستفیث کی طرح کھڑا کر دیا اور چکڑالوی نے تفریط کی کہ بالکل ہی حدیث کا انکار کر دیا۔ اس سے فتنے کا اندیشہ ہے اس کی اصلاح ضروری ہے۔ ہم کو خدا تعالیٰ نے حکم ٹھہرایا ہے۔ اس لئے ہم ایک اشتہار کے ذریعہ اس غلطی کو ظاہر کریں گے اور مضمون پیچھے لکھیں گے۔ اول خویش بعد درویش

جس ماہ پر خدا تعالیٰ نے ہم کو چلایا ہے اس پر اگر غور کیا جائے تو ایک لذت آتی ہے قرآن شریف نے کیا ٹھیک فیصلہ فرمایا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ دِينَهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ كَمَا اتَّقَوْا وَاللَّهُ يَخْتَارُ** یہ ایک قسم کی پیشگوئی ہے جو ان دہائیوں کے متعلق ہے اور سنت کی نفی کرنے والوں کے لئے فرمایا **إِنَّ كُنْتُمْ تَحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ** ۲

والبدر جلد نمبر ۶۵ صفحہ ۲۳ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۰۲ء

۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

لندن میں اول ولد الاسلام

حضرت اقدس اول شیخ رحمت اللہ صاحب سے ان کے حالات سفر دریافت فرماتے ہیں پھر حضور نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ پگنٹ سے ملنے گئے تھے۔ شیخ صاحب نے سنایا کہ ہم نے بہت کوشش کی مگر وہ ہم سے ملا نہیں۔ شیخ صاحب کو ایک اور فرزند ان کی یورپین منکوہ سے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اور جس کا نام حضرت اقدس کے ارشاد کے مطابق عبداللہ رکھا گیا ہے۔ اس کے حالات دریافت فرماتے کے بعد فرمایا کہ

لندن میں وہ اول ولد اسلام ہے۔

بعض اراکین اور مہتمم کا ذکر ہوتا رہا۔ حضور نے فرمایا۔

۲ آخر کار آسمانی ٹیکہ ہی رہ جائے گا۔

والبدر جلد نمبر ۶۵ صفحہ ۲۳ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۰۲ء

جمعہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء کی ڈائری الملک نے بہت ہی مختصر لکھی ہے مگر جو مضمون اس میں لکھا ہے۔

اس کا البدر میں کوئی ذکر نہیں لہذا وہ الملک سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

رقیبہ حاشیہ لکھے منظر ہوا

جمعہ پڑھ کر فرمایا کہ

۲۵ نومبر ۱۹۰۲ء بروز سہ شنبہ

بعد ازلے نماز مغرب لوگوں کا دستور ہے کہ وہ پروانہ وار گرتے ہیں اور ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے کہ ایک قدم آگے ہو جاؤں تاکہ حضرت اقدس کے دہن مبارک سے بوکھلاتی طبیبات نکلنے میں وہ اچھی طرح سُن سکوں۔ یہ کوشش دیکھ کر حضور نے فرمایا کہ آپس میں بل جل کر بیٹھ جاؤ جس قدر تم آپس میں محبت کرو گے اسی قدر احد تعلق تم سے محبت کرے گا۔

مضمون زیر قسم کی نسبت ایک استفسار پُرسرایا کہ یونہی امتحان میں نے دیکھنا سچا تھا کہ کچھ لکھ سکتا ہوں کہ نہیں مگر چند ہی حرف لکھنے کے بعد مر کر چکر آ گیا اور میں گرنے کے قریب ہو گیا۔

مصری اخبار اللواء کے اعتراض کا جواب

مصر کے اخبار اللواء نے کشتی نوح میں مندرجہ آیت کا ذکر کر کے اعتراض کیا تھا کہ یہ لوگ قرآن کو نہیں سمجھتے اور ان کو پتہ نہیں کہ مامن دایر الاولیاء دعاء حدیث میں ہے اس پر ایمان نہیں لاتے۔ حضور نے فرمایا کہ

اس نے ہمارے مطلب کو نہیں سمجھا اور پہلی آیت کو دیکھ کر صرف اپنے اندر دنی بغض کی وجہ سے ایک شاعرانہ مذاق میں مضمون لکھنا شروع کر دیا۔ ہم دواؤں سے

رات میں نے محمد حسین چکرا الوی کے متعلق جو مضمون لکھا تھا تو میں نے دیکھا کہ یہ روز روزی چکرا الوی اور مولوی محمد حسین امیر سے سامنے موجود ہیں تو میں نے ان کو کہا کہ خست القمر والشمس فی رمضان ذبای الاله دیکھنا تکذیب۔ اور الاله سے مراد میں خود ہوں۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۲ ص ۳۱ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

لے۔ لن یمیبنا الہا کتب اللہ لنا هو مولنا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمن (ترجمہ)

کب انکار کرتے ہیں۔ ہم تو قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک شے میں فوائد رکھے ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس (طاعون) کے متعلق ہمیں قبل از وقت سمجھا دیا ہے کہ یہ اس کا حقیقی علاج ہے اور یہ امر اس نے ہمیں بطور نشان کے دیا ہے تو اب ہم نشان کو کیسے مشتبہ کریں جب اللہ تعالیٰ کوئی نشان دے تو اس کی بے قدری کرنا صرف معصیت ہی نہیں بلکہ کفر تک ذمت پہنچا دیتا ہے۔

گر حفظ مراتب نہ کئی زندگی

حفظ مراتب کا لحاظ ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہیں آتا یا افراط ہے یا تفریط۔ خیر اب اس کے مقابلہ میں بھی لکھنے کا عمدہ موقع مل گیا ہے۔ بہتر ہے کہ ایک اشتہاد میں مختصراً اپنے دعاوی اور دلائل لکھ دیئے جائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اب بہانے ڈھونڈتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب تبلیغ کا کوئی عمدہ ذریعہ نہ تھا تو اللہ تعالیٰ اسی طرح دشمنوں کے ہاتھوں سے تبلیغ کراتا تھا۔ کوئی شاعر آتا تو شعر کہہ جاتا لوگ بڑے بڑے پیراؤں میں آپ کا ذکر کرتے مگر سعید و حسین انہیں کے الفاظ سے آپ کی طرف کبھی چلی آتیں۔ یہ ہمیشہ سنت اللہ ہے۔

عذاب سے حفاظت

بناہ میں طاعون کا ذکر سکر فرمایا کہ

یہ سرزمین بہت گندی ہے خوف ہے کہیں تباہ نہ ہو جائے۔ اللہ کا رحم ہے اس شخص پر جو امن کی حالت میں اسی طرح ڈرتا ہے جس طرح کسی مصیبت کے وارد ہونے پر ڈرتا ہے جو امن کے وقت خدا تعالیٰ کو نہیں بھلاتا۔ خدا تعالیٰ اُسے مصیبت کے وقت نہیں بھلاتا اور جو امن کے زمانہ کو عیش میں بسر کرتا ہے اور مصیبت کے وقت دعائیں کرنے لگتا ہے تو اس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ جب عذاب الہی کا نزول ہوتا ہے تو توہر

کا دروازہ بند ہو جاتا ہے پس کیا ہی سعید وہ ہے جو عذاب الہی کے نزول سے پیشتر دُعا میں مصروف رہتا ہے۔ صدقات دیتا ہے اور امر الہی کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرتا ہے۔ اپنے اعمال کو سنوار کر بجالاتا ہے۔ یہی سعادت کے نشان ہیں۔ درخت اپنے پھولوں سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح سعید اور شقی کی شناخت بھی آسان ہوتی ہے۔
فرمایا:-

اصل میں انسان بچوں بچوں اپنے ایمان کو کامل کرتا ہے اور یقین میں پکا ہوتا جاتا ہے توں توں اللہ تعالیٰ اس کے واسطے خود علاج کرتا ہے۔ اس کو ضرورت نہیں رہتی کہ دوائیں تلاش کرتا پھرے وہ خدا تعالیٰ کی دوائیں کھاتا ہے اور خدا تعالیٰ خود اس کا علاج کرتا ہے بھلا کوئی دعویٰ سے کہہ سکتا ہے کہ فلاں دوا سے فلاں مریض ضرور ہی شفا پا جائے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ دوا اُلٹا ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہے بعض وقت تشخیص میں غلطی ہوتی ہے بعض وقت دواؤں کے اجزاء میں غلطی ہو جاتی ہے۔ غرض حتمی علاج نہیں ہو سکتا۔ ہاں خدا تعالیٰ جو علاج فرماتا ہے وہ حتمی ہوتا ہے۔ اس سے نقصان نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات ذرا مشکل ہے۔ کامل ایمان کو چاہتی ہے اور یقین کے پہاڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ خود معالج ہوتا ہے مجھ یاد ہے ایک دفعہ دانت میں سخت درد تھا۔ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ اس کا کیا علاج ہے۔ اس نے کہا کہ موٹا علاج مشہور ہے علاج دندانہ و خراج دندانہ۔ اس کا یہ فقرہ میرے دل پر بہت لگاں گذرا کیونکہ دانت بھی ایک نعمتِ الہی ہے۔ اسے نکال دینا ایک نعمت سے محروم ہونا ہے اسی فکر میں تھا کہ غنودگی آئی اور زبان پر جاری ہوا۔ و اذا مرضت فهو يشفين۔ اس کے ساتھ ہی معادرو ٹھہر گیا۔ اور پھر نہیں ہوا۔ غرضیکہ لوگ اعتراض کے واسطے دوڑتے ہیں تحقیقت کے واسطے نہیں دوڑتے اور نہ اسے دیکھتے ہیں۔ اعتراض کی صورت کوئی نظر تھبائے تو اس کے واسطے عید ہو جاتی ہے۔ ہم نے کشتی نوح میں کہاں لکھا ہے

کہ دو اُمیں لٹو محض ہیں۔ ٹیکہ نہ کروانے کی صاف وجہ لکھی ہے کہ چونکہ ہمیں آسمانی ٹیکہ لگایا گیا ہے جو کہ ایک نشان ہے اس لئے اس مادی علاج کو خدا تعالیٰ کے نشان میں مشترک کر کے ہم شرک کے شریک ہونا نہیں چاہتے۔ عقائقی اپنے اپنے عمل پر ہی چسپاں ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے روزہ کیسے خدا تعالیٰ کی رضا اور ثواب کا موجب ہے لیکن اگر کوئی عید کے دن روزہ رکھے تو کیا وہ ثواب کا مستحق ہوگا یا کسی عذاب کا؟ ان لوگوں نے ہمارے متعلق ذرا سوچ سے کام نہیں لیا اگر تقویٰ اور نیک نیتی سے کام لیتے اور سوچتے تو اتنا غوغا نہ کرتے بلکہ ان کو حق سمجھ آ جاتا۔ اور وہ ہلاک نہ ہوتے۔ خدا تعالیٰ نیک نیت کو ضائع نہیں کرتا۔

موضع مد میں میاں محمد یوسف صاحب کا بائیکاٹ

حضرت اقدس کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ موضع مد میں ممد یوسف صاحب کا پانی بند کرنے اور تعلقات لین دین، گفتگو، سلام پیام سب ترک کرنے کی تحریک چلائی ہے۔ اس لئے اُن کے گھرانے کو سخت تکلیف ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ آسمان پر دیکھتا ہے اُن کو اس کا اجر دے گا اور تکلیف دینے والوں کو سزا دے گا۔ یونہی ان کو چھوڑنا نہیں۔

جنوں کے متعلق جواب

جنت کے وجود اور اُن کی معرفت اشیاء منگوانے اور کھانے کا سوال ہوا حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ۔
اس پر ہمارا ایمان ہے۔ عرفان نہیں۔ نیز جنت کی ہمیں اپنی عبادت۔ معاشرت۔ تمدن اور سیاست وغیرہ امور میں ضرورت ہی کیا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عمدہ فرمایا ہے۔ من حسن اسلام السمیر

تو کہ مالا یعنی وہ۔ انسانی عمر بہت تھوڑی ہے۔ سفر بڑا کٹا اور لمبا ہے۔ اس واسطے زور دہا لینے کی تیاری کرنی چاہیے۔ یہودہ محض اور لئو کاموں میں پڑے رہنا مومن کی شان سے بید ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہی صلح کرو۔ اور اسی پر بھروسہ کرو۔ اس سے بڑھ کر کوئی قادر نہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی طاقتور نہیں۔ بات یہ ہے کہ نرے الفاظ اور باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔ جنتک خدا تعالیٰ اپنے فضل سے دلوں میں نہ گاڑ دے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہی ہر مرض کا علاج ہوتا ہے۔ میرے نزدیک یہ عالمگیر موت جو آتی ہے۔ اس کا علاج بجز ایمان کے صیقل کرنے اور یقین کی جلا کے ہرگز ممکن نہیں۔

متقی طاعون سے محفوظ رہے گا

یہ (طاعون) زلیخا چیز نہیں ہے کہ زمین اس کا علاج کر سکے۔ یہ آسمان سے آتی ہے۔ اور اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ دجز من السماء ہے۔ سابقہ انبیاء کے وقت بھی یہ بطور عذاب کے ایک نشان ہوتا رہا ہے۔ پس اس کا علاج یہی ہے کہ اپنے ایمان کو اس کی انتہائی غایت تک پہنچا دو۔ اس کے آنے سے پیشتر خدا تعالیٰ سے صلح کرو۔ استغفار کرو۔ توبہ کرو۔ دعاؤں میں لگو۔ اس (مرض طاعون) کی کوئی دوائی نہیں ہے۔ مرض ہو تو دو ابو۔ یہ تو ایک عذاب الہی اور تہر ایزدی ہے۔ بجز تقویٰ کے اس کا اور کیا علاج ہے؛ یاد رکھو کہ اگر گھر بھر میں ایک بھی متقی ہوگا تو خدا تعالیٰ اس کے سارے گھر کو بچائے گا۔ بلکہ اگر اس کا تقویٰ کامل ہے تو وہ اپنے محلے کا بھی شفیع ہو سکتا ہے۔ اگرچہ متقی مر بھی جائے تو وہ سیدھا جنت میں جاتا ہے مگر ایسے وقت میں جبکہ یہ موت ایک تہر الہی کا نمونہ ہے اور بطور نشان کے دنیا پر آئی ہے۔ میرا دل ہرگز شہادت نہیں دیتا کہ کوئی متقی اس ذلت کی موت سے مرے متقی ضرور بچا یا جائے گا۔

جماعت کو کشتی نوح میں ملکہ و تعلیم پر عمل کر سکی نصیحت

میں نے بار بار اپنی جماعت کو کہا ہے کہ تم نرے اس بیعت پر ہی بھروسہ نہ کرنا۔ اس کی

حقیقت تک جب تک نہ پہنچ گئے تب تک نجات نہیں۔ قشر پر صبر کرنے والا مغز سے محروم ہوتا ہے اگر مُردِ خود عامل نہیں تو پیر کی بزدگی اُسے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ جب کوئی طیب کسی کو نسخہ دے اور وہ نسخہ لے کر طاق میں لکھ دے تو اُسے ہرگز فائدہ نہ ہوگا کیونکہ فائدہ تو اس پر لکھے ہوئے عمل کا نتیجہ تھا۔ جس سے وہ خود محروم ہے۔ کشتی نوح کا بار بار مطالعہ کرو اور اس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ۔ تَدَّ أَخْلَمَ مَن ذَكَهَا یوں تو ہزاروں چور زانی بدکار۔ شرابی۔ بدعاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر کیا وہ درحقیقت ایسے ہیں وہ ہرگز نہیں۔ امتی وہی ہے جو آپ کی تعلیمات پر پورا کاربن ہے۔ یہ طاعون کوئی مرض نہیں ہے۔ صرف لوگوں کو سیدھا کرنے کے لئے آئی ہے۔ تم اس کے سیدھا کرنے سے سیدھے نہ بنو بلکہ خدا تعالیٰ کے واسطے سیدھے ہو جاؤ تاکہ شرک سے بری رہو۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے صرف غریب لوگ ہی مرتے ہیں۔ یہ ایک اور بد قسمتی ہے۔ بجائے عبرت پکڑنے کے اُلٹا اعتراض کرتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ صرف بیماری ہے اس کو نماز، روزے اور نیکی بدی سے کیا تعلق ہے؟ اگر آپ سے علاج کروانا چاہیے۔ غرضیکہ بے باکی کی یہاں تک نوبت پہنچی ہوئی ہے اور طاعون تو خدا کا ایک اُتہ ہے جس میں خدا اپنا چہرہ دکھانے گا۔ یاد رکھو کہ طاعون کا نام خدا نے رحمت نہیں رکھا کہ اس سے مرنے والا شہید ہو۔ یہ تو زمانہ تمدنی کا ہے۔ بطور نشان کے آئی ہے۔ مومن اور غیر مومن میں فرق کر کے جانے لگی۔ اس کا نام رجز ہے اور میرے الہام میں بھی اسے غضب کہا گیا ہے۔ آج سے تیس سو برس پیشتر قرآن مجید میں اس کی خبر ہے

اخرجنا لهم دابة من الامراض تکلمهم الہ یعنی جب گمراہی اور ضلالت کا زمانہ ہوگا۔ ایسے وقت میں لوگوں کا ایمان خدا پر صرف بچوں کے کھیل کی طرح ہوگا۔ تب ہم اُن میں ایک کیڑا نکالیں گے جو اُن کو کاٹے گا۔ غرض یہ (طاعون) خدا تعالیٰ کا ایک تہر ہے جس سے بچنے کی واسطے ہر ایک کو لازم ہے کہ اپنی نجات کا آپ مسلمان کرے۔

(الہدایہ نمبر ۵۰ صفحہ ۳۸-۳۹) (۲۸ دسمبر ۱۹۵۰ء)

۲۶ نومبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ طاہون کا ذکر

بعد نماز مغرب حضرت اقدس مسجد کے گوشہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ چند ایک نوادار احباب نے بیعت کی۔ اس کے بعد طاہون کے ذکر پڑھا گیا۔

جو خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور جو لاپرواہ ہے۔ خدا تعالیٰ اُس سے لاپرواہ ہے۔ اب اس وقت بھی جو نہ سمجھے تو اس کی قسمت ہی بد ہے۔

بیعت میں تین نوجوان ایسے بھی شامل تھے جو کہ صرف ایک دن کی رخصت پڑ گئے تھے۔ عصر کے وقت قافلہ بان پہنچے اور اگلے روز انہوں نے کیہپ میں حاضر ہونا تھا اُن کے اس اہتمام اور محبت پڑھا گیا کہ

باد جو جو کہ فوجی نوکر ہیں مگر خدا تعالیٰ نے دین کی محبت دل میں ڈال دی ہے۔ صدق اور اخلاص لے کر آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہر ایک کو یہ نصیب کرے۔

ایک صاحب نے عرض کی کہ میرے سر میں درد رہتا ہے۔ گرمی کے وقت سخت تکلیف رہتی ہے۔ دعا فرمائی جائے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ علاج بھی کیا ہے؟ اس نے عرض کی۔ ہاں کیا ہے مگر فائدہ نہیں ہوا۔ فرمایا کہ

ہڈیوں کا شور بہ پایا کرو۔ ہڈیاں ایسی ہیں جن میں کچھ گوشت چمٹا ہوا ہو۔ ان کو اُبال کر شور بہ ٹھنڈا کرو کہ چربی جم جائے۔ اس چربی کو نکال دو۔ باہر ایک رُو مال پانی میں تر کر کے شور بہ اس میں چھانڈو کہ چربی اس میں لگ جائے اور خالص شور بہ رہ جائے وہ پایا کرو۔ ہم دعا بھی کریں گے۔

مخالفت پر صبر کرنے کی تلقین

پھر اُس شخص نے عرض کی کہ میرے گاؤں میں ایک مولوی جو مدرسہ میں ملازم ہے سخت مخالف ہے اور مجھے بہت تکلیف دیتا ہے حضور دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس کی تبدیلی

دعا سے کر دے۔ حضرت اقدس نے اس موقع پر تبسم فرمایا اور پھر اسے اس طرح سمجھایا کہ اس جماعت میں جب داخل ہوئے ہو تو اس کی تعلیم پر عمل کرو۔ اگر تکالیف نہ پہنچیں تو پھر ثواب کیونکر ہو پھر بغیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تیور برس دکھ اٹھائے۔ تم لوگوں کو اس زمانے کی تکالیف کی خبر نہیں اور نہ وہ تم کو پہنچیں ہیں مگر آپ نے صحابہ کو صبر ہی کی تعلیم دی۔ آخر کار سب دشمن فنا ہو گئے۔ ایک زمانہ قریب ہے کہ تم دیکھو گے کہ یہ شریروں کی بھی نظر نہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اس پاک جماعت کو دنیا میں پھیلائے۔ اب اس وقت یہ لوگ تمہیں تھوڑے دیکھ کر دکھ دیتے ہیں مگر جب یہ جماعت کثیر ہو جائے گی تو یہ سب خود ہی چُپ ہو جائیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ دکھ نہ دیتے اور دکھ دینے والے پیدا نہ ہوتے مگر خدا تعالیٰ اُن کے ذریعہ سے صبر کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ تھوڑی مدت صبر کے بعد دیکھو گے کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جو شخص دکھ دیتا ہے یا تو توبہ کر لیتا ہے یا فنا ہو جاتا ہے۔ کئی خطا اس طرح کے آتے ہیں کہ ہم گالیاں دیتے تھے اور ثواب جانتے تھے لیکن اب توبہ کرتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں۔ صبر بھی ایک عبادت ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبر والوں کو وہ بدلے ملیں گے جن کا کوئی حساب نہیں ہے یعنی ان پر بے حساب انعام ہوں گے۔ یہ اجر صرف صابروں کے واسطے ہے۔ دوسری عبادت کے واسطے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے۔ جب ایک شخص ایک کی حمایت میں زندگی بسر کرتا ہے تو جب اُسے دکھ پر دکھ پہنچتا ہے تو آخر حائل کرنے والے کو غیرت آتی ہے اور وہ دکھ دینے والے کو تباہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی حمایت میں ہے اور دکھ اٹھانے سے ایمان قوی ہو جاتا ہے۔ صبر جیسی کوئی شے نہیں ہے۔

یہ زمانہ مامور من اللہ کے آئینکا ہے

زمانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

مجیب بات ہے کہ ہندو بھی کہتے ہیں کہ یہ زمانہ ایک بڑے اوتار کا ہے۔ نواب

صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ نزولِ مسیح میں کوئی شخص چودھویں صدی سے آگے نہیں
 بڑھتا (یعنی جس قدر مکاشفات اور اخباریں وہ تمام چودھویں صدی تک کی خبر دیتی ہیں)
 ترقی قمری ۱۷ تک ہی معلوم ہوتی ہے جیسے قرآن شریف میں ہے قَدْ زَانَا مَنَاوَل
 حَاشَى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۱۰

ایک حافظ نے درخواست کی کہ میں کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کی میری منزل ٹھہر جائے
 مگر ناکامیاب ہی رہتا ہوں۔ دعا فرمائیے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ
 قرآن خود یہ خاصیت رکھتا ہے کہ اس نقص کو رفع کر دے۔ محبت سے پڑھتے رہو
 ہم بھی دعا کریں گے۔

(البدن، جلد ۱ نمبر ۶، صفحہ ۳۹، موضوع ۲۸، نومبر ۱۹۰۲ء، دسمبر ۱۹۰۲ء)

۲۸ نومبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

اعجاز احمدی کے متعلق جعفر زٹلی کے اعتراض کا جواب

بعد نماز مغرب حضرت اقدس مسجد کے گوشہ میں تشریف فرما ہوئے جعفر زٹلی نے
 اپنے اخبار میں لکھا تھا کہ یہ بیان غلط ہے کہ اعجاز احمدی ۵ دن میں تیار ہوئی بلکہ
 اس کا مسودہ ایک عرصہ سے تیار ہو رہا تھا۔ صرف مُد کے واقعات کا تقوڑا سا
 مضمون ان ایام میں بنا لیا ہے۔ اس سفید جھوٹ پر حضرت تبتم فرماتے رہے۔
 اور تعجب کرتے رہے کہ ان لوگوں کو اس قدر جھوٹ پر جھوٹ کی کس طرح جرأت
 ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ

ہر ایک بات کے واسطے فیصلہ ہوتا ہے جب تک خدا تعالیٰ ان لوگوں پر اول
 سبقت نہ کرے ہم بھی نہیں کرتے۔

لے یس: ہم

تین چیزوں پر دلائل کی بنیاد

اس کے بعد حضرت اقدس نے ارادہ ظاہر فرمایا کہ اگر طبیعت درست ہو جائے تو نزول مسیح کو مکمل کر کے ایک رسالہ بزبان فارسی تحریر کیا جائے جس میں دلائل کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی جائے جن کو ہر ایک نبی پیش کرتا رہا ہے اول نصوص۔ دوم معجزات۔ تیسرے عقل۔

پھر فرمایا:- مشکل یہ ہے کہ عادت بھی ایک رنگ ہے۔ جب دل پر بیٹھ جائے۔ تو ہزارا دلائل ہوں ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جیسے ایک ہندو کے دل میں گنگا کی جو عظمت بیٹھی ہے اس سے دلائل پوچھو تو کچھ نہ دے گا صرف عادت کے طور پر اس کی بزرگی ہی مانتا جائے گا۔ اسی طرح نزول مسیح کے بارے میں ان لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ وہ یہی مانتے ہیں کہ اسی جسم کے ساتھ آسمان سے اُتے گا۔ یہ مرض بھی دق کی طرح لگا ہے۔ لیکن میں اس پر خوش ہوں کہ میرا خدا ہر ایک شے پر قادر ہے وہ اس مرض کے دفتیر کے ہزارا سامان پیدا کرے گا۔

جمعہ کی تعطیل کے لئے ایک میموریل دربار دہلی کی تقریب پر گورنمنٹ ہند کی خدمت میں پیش کرنے کی تجویز حضرت اقدس نے کی ہے جو کہ عنقریب شائع ہوگا۔

اس کے بعد ترقی جماعت کا ذکر ہوا کہ

یہ ایک عظیم الشان امر ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین سالوں میں ظاہر کیا ہے۔ ان تین سالوں سے بیشتر ہماری جماعت صرف کئی سو متقی اوداب ان تین سالوں میں ایک لاکھ سے زیادہ ہو گئی۔ باوجودیکہ ہر طرف سے مزاحمت ہوتی رہی۔ مخالفت میں

کوئی فرق نہیں رکھا اور ناخنوں تک زور لگایا۔

(البدن جلد ۱ نمبر ۶۵ صفحہ ۳۹ مورخہ ۲۸ نومبر و دسمبر ۱۹۰۲ء)

۲۹ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

(بوقت سیرا) ٹیکہ طاعون کے خطرناک نتائج

۸ بجے کے قریب حضرت اقدس تشریف لائے اور احباب کے ہمراہ سیر کو چلے۔
گذشتہ شب سول ملٹری گزٹ اور پاپونیر کے حوالہ سے ٹیکہ طاعون کے خطرناک
نتائج جو حضرت اقدس کو سنائے گئے تھے کہ ملکوال میں ۱۹ موتیں ٹیکہ لگنے کے باوجود
ہوئیں اس پر فرمایا کہ

یہ بھی خدا تعالیٰ کی کتنی رحمت ہے۔ ہماری کشتی نوح میں صاف لکھا ہوا ہے۔
کہ اگر آسمانی ٹیکہ کے علاوہ اور اس کے مقابلہ پر کسی اور طرح سے زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے
تو ہمارا دعویٰ اچھوٹا۔

اس ٹیکہ کے انتظام پر گورنمنٹ کا لاکھوں روپیہ صرف ہوتا ہے (مگر نتیجہ ظاہر ہے)
اس میں بھی خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ ہماری کشتی نوح پر بڑے بڑے متعصب
اختیاروں نے حتیٰ کہ مصر کے اللواء نے بھی مخالفت میں مضمون درج کیا۔ کیا ان کی رُوسا ہی
ہوئی یا نہیں؟ حق کا رعب ایسا ہوتا ہے کہ منہ بند ہو جاتے ہیں۔ اب دیکھیں کہ اللواء
کیا لکھے گا اور اب بھی شرمندہ ہوگا یا نہیں؟ ایک دو دن اور ٹھہر جائیں اور دیکھ لیں۔
ذرا طبیعت ٹھیک ہو جائے تو ان موتوں کے مفصل حالات دریافت کر کے پھر اللواء
کو پیش کئے جائیں۔ یہ اس کے لئے ایک بڑا تازیانہ ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طاقتیں ہیں اور
اسی کا کام ہے تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کے چمکانے اور ہمارے اس سلسلہ کی تائید

میں اس قدر کثرت کے ساتھ زرد دے رہا ہے۔ پھر بھی ان لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں یہ بھی ایک عادتِ اللہ ہے کہ مکذبین کی تکذیبِ خدا تعالیٰ کے نشانات کو کھینچتی ہے جب ان کی تکذیب ٹھنڈی ہو جائے گی تو یہ نشانات بھی ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ برسات میں جس قدر گرمی زیادہ ہوتی ہے اسی قدر بارش زرد سے ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے منہاجِ نبوت کا نظارہ دکھلا دیا ہے۔ اُس نے کیا کیا کچھ کیا ہے۔ ہماری تائید میں آسمان کو چھوٹا کر زمین کو، مگر ان لوگوں نے کسی سے فائدہ نہ اٹھایا۔ ہمیشہ سے ان لوگوں کا خیال تھا کہ صدی کے سر پر کوئی آیا کرتا ہے۔ اس صدی میں سے بیس سال گذر گئے مگر آج تک ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ اب تو قیامت کا سامنا باقی ہے اور تو کوئی کسرا باقی نہیں۔ ایک مخالف نے ایک دفعہ مجھے خط لکھا کہ آپ کی مخالفت میں لوگوں نے کچھ کمی نہیں کی مگر ایک بات کا جواب ہمیں نہیں آتا کہ باوجود اس مخالفت کے آپ ہر بات میں کامیاب ہی ہوتے جاتے ہیں۔ یہ تائید کیوں ہوتی ہے؟ ایمان کی لذت بھی یہی ہے کہ خدا کی نصرتوں کو انسان آنکھوں سے دیکھ لے تب آنکھیں کھلتی ہیں۔ جب انسان سمجھ لیتا ہے کہ سچا یہی ہے تو پھر اس پر مرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ کی نصرتیں چمک کر نظر نہیں ہوتیں اس وقت تک تو تذبذب میں رہتا ہے مگر جب ان کی چمکار نظر آتی ہے تو سینہ کی غلاظتیں دُور ہو جاتی ہیں۔ یہ کتنی خوشی کی بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے اب اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کا ترکیبہ نفس کرنے لگا ہے۔ اولیاءِ خدا تعالیٰ کے دفاوار بندے ہی ہوا کرتے ہیں اور کون ہوتے ہیں۔

۱۔ حکم میں اس جگہ مزید مضمون بیان ہوا ہے جو البتدر میں نہیں۔ البتدر کی باقی ڈامری حکم کی نسبت زیادہ مفصل ہے مگر ذیل کا مضمون اس میں نہیں۔ حکم میں لکھا ہے کہ حضور نے فرمایا: ”دو پہلو غور کے لائق ہیں اول یہ کہ بیس سال ہوئے جبکہ ہمارے پاس ایک بھی شخص نہ تھا اور اس وقت پیشگوئی ہو رہی تھی کہ تیرے ساتھ ایک جماعت کثیر ہوگی (متن عربی)“

فسرمایا۔ یہ بھی ایک الہام ہے کہ
 آگ سے ہیں مت ڈرو! آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔
 طائون بھی ایک آگ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ بہشتی ایک دفعہ دوزخ کی سیر کو
 جائیں گے اور ایک پیر آگ پر کہیں گے کہ آگ کس طرح جلاتی ہے تو آگ کہیگی۔ اے مومن
 ذریعہ بھٹ جاؤ تو مجھے ٹھجھانا ہے۔

ایک روایا

عصر کی نماز سے پیشتر آپ نے تھوڑی دیر مجلس فرمائی اور ایک خواب بیان فرمایا۔ جو
 حضور نے قریباً دو ہفتے قبل دیکھا تھا۔ وہ خواب یہ ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

میں ایک مقام پر کھڑا ہوں۔ ایک شخص آکر چیل کی طرح جھپٹا مار کر میرے سر سے ٹوپی
 لے گیا۔ پھر دوسری بار حملہ کر کے آیا کہ میرا علامہ لے جائے مگر میں اپنے دل میں مطمئن ہوں کہ
 نہیں لے جا سکتا۔ اتنے میں ایک نخیف الوجود شخص نے اُسے پکڑ لیا۔ مگر میرا قلب شہادت دیتا
 ہے کہ یہ شخص دل کا صاف نہیں ہے۔ اتنے میں ایک اور شخص آ گیا۔ جو قادیان کا رہنے والا
 تھا۔ اس نے بھی اُسے پکڑ لیا۔ میں جانتا تھا کہ موخر الذکر ایک مومن متقی ہے پھر اسے عدالت
 میں لے گئے تو حاکم نے اسے جلتے ہی ۴ یا ۶ یا ۹ ماہ کی قید کا حکم دیا۔

غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت

ایک شخص نے بعد نماز مغرب بیعت کی اور عرض کیا کہ الحکم میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ

روم۔ مخالفوں کو بار بار کہا جاتا ہے کہ جس قدر شرارتیں اور مکر و فریب تم کر سکتے ہو کرو،
 پھر ہم اس کو بڑھا کر دکھا دیں گے۔ جیسے فرمایا۔ اذ جاء نصر الله والفتح وانت على
 امر الزمان۔ الیس هذا بالحق۔ یعنی اس وقت ہم لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا یہ
 ہماری جماعت اور ہمارا سلسلہ سچا نہ تھا۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴ صفحہ ۶ مرقعہ ۱۰ اردو ستمبر ۱۹۵۷ء)

غیر از جماعت کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ فرمایا
 ٹھیک ہے۔ اگر مسجد غیروں کی ہے تو گھر میں اکیلے پڑھ لو۔ کوئی حرج نہیں۔ اول
 تقویٰ سب صبر کی بات ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی مسجدیں برباد کر کے ہمارے
 حوالہ کر دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کچھ عرصہ صبر کرنا پڑا تھا۔

ہندوؤں کا طاعون سے زیادہ مرنا

موجودہ حالت میں ہندوؤں کے طاعون سے زیادہ مرنے پر فرمایا کہ
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَدَّكُمۡ يَدَاۤ اَنَاۡنَاۡقِي الْاَكْمَنۡ مِّنۡ نَّفۡسِهَا مِّنۡ اَطۡرَافِهَا الْعِنۡ
 ہم دُور دُور سے زمین کو گھنٹاتے چلے آتے ہیں۔ یہ عادت اللہ ہے کہ اول عذاب ایسے لوگوں
 سے شروع ہوتا ہے جو دُور دُور ہوتے ہیں اور ضعیف اور کمزور ہوتے ہیں۔ یہ قوت یہ خیال
 کرتے ہیں کہ یہ صرف انہیں کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں مگر عذاب لپک کر اُن تک
 پہنچتا ہے جن کو خبر نہیں ہوتی اور بے پروا ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی اس میں حکمتیں ہوتی
 ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ لوگ اور شوخی کر لیں لوگوں کو اس طاعون کی خبر نہیں ہے۔ وہ مجھے
 لکھتے ہیں اور اشتہاروں میں شائع کرتے ہیں کہ یہ بھی ایک مرض ہے جس کا علاج ہو سکتا
 ہے۔ اب ان پر لازم ہے کہ ڈاکٹروں سے علاج کروائیں۔ ہنوز سول نے لکھ دیا کہ ہم کہا تک
 اس پر پردہ ڈالیں خود گورنمنٹ کو بھی اس ٹیکہ سے تکلیف پہنچی ہے۔

طاعون کی اقسام

فرمایا۔

طاعون تین قسم کی ہے ایک خفیف جس میں صرف گلٹی نکلتی ہے اور تپ نہیں ہوتا۔
 دوسری اس سے تیز کہ اس میں گلٹی کے ساتھ تپ بھی ہوتا ہے۔ تیسری سب سے تیز اس
 میں تپ نہ گلٹی۔ بس آدمی سویا اور مر گیا۔ ہندوستان کے بعض دیہات میں ایسا ہی ہوا ہے

کہ دس آدمی رات کو سوئے تو صبح کو مڑے ہوئے پائے گئے۔ اس کا اصل باعث طعن ہے۔ یہ لوگ ٹھٹھہ کرتے ہیں مگر ان کو پتہ لگ جائے گا۔ جو مخالف بلکہ اس کیا کرتے ہیں ان پر ایک سخت پتھر نہیں پڑا کرتے اول ان کو دُور سے آگ دکھائی جاتی ہے تاکہ وہ توبہ کریں

مخالفوں کا کہنا کہ ہمیں طاعون کیوں نہیں ہوتی

شیخ زور احمد صاحب نے عرض کی حضور اب بھی مخالف کہتے ہیں کہ ہمیں طاعون کیوں

نہیں ہوتی۔ فرمایا۔

قرآن میں بھی یہی لکھا ہے کہ وہ لوگ خود عذاب طلب کرتے تھے کج بخت یہ نہیں کہتے کہ دُعا کر کہ ہمیں ہدایت ہو جلئے طاعون ہی مانگتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ دہر یہ ہیں۔ خدا پرمان لوگوں کو ایمان نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ اس وقت اپنا چہرہ دکھلانا چاہتا ہے۔ اس وقت جس قدر عیاشی و فسق و فجور حقوق العباد میں ختم و غیرہ ہو رہے ہیں کیا اس کی کوئی حد ہے۔ ہمیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ دکانداروں کی طرح ایک دکاندار ہے۔ مگر غنقریب خدا تعالیٰ ان کو بتا دے گا کہ دکان تو ہے مگر خدا تعالیٰ کی دُکان ہے ایک مرتبہ کشمکش آسمان سے ہے اور مرتبہ خدا تعالیٰ کے ارادے معلوم ہیں کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔

میرا ایک پُرانا الہام ہے۔ اَخْلَايَتْنَا بِرُؤنِ اَمْرِكَ وَ لَوْ كَانَتْ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ
 اللهُ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ براہین کے وقت سے اسے دیکھو کہ کیسا برابر
 ایک سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ میں اس امر پر ایک دفعہ غور کرتا رہا کہ يَا تُوْنُ مِنْ كُلِّ قَبِيْ
 عِيْبِيْطٍ رِيَايَتِيْكَ مِنْ كُلِّ قَبِيْطٍ عِيْبِيْطِيْ۔ ان دونوں الہاموں میں کیا مناسبت ہے تو معلوم
 ہوا کہ يَا تُوْنُ مِنْ كُلِّ قَبِيْطٍ عِيْبِيْطِيْ سے یہ خیال پیدا ہوا کہ جب اس قدر لوگ آئیں گے تو
 اُن کے کھانے وغیرہ کا انتظام بھی چاہیے تو آگے بتلایا کہ يَا تِيْطِيْكَ مِنْ كُلِّ قَبِيْطٍ عِيْبِيْطِيْ۔ یعنی
 وہ کھانے والے بھی اپنے ہمراہ لائیں گے۔ قادیان کے لوگ خوب واقف ہیں کہ اس وقت
 کیا حالت تھی کیا یہ انسان کا کام ہے کہ مدت دراز کے بعد جو بات ہونے والی تھی وہ اس

قد میسر بتلائی گئی۔ اس لئے جو شخص آتا ہے اور جو تحفہ اور نذر وہ لانا ہے ہر ایک ایک نکتہ ہوتا ہے اور اگر اس طرح سے ہم حساب کریں تو نشانات پچاس لاکھ تک پہنچتے ہیں۔

ایک شخص نے اپنی خانگی حکایت کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ

پورے طوط پر خدا تعالیٰ پر توکل یقین اور امید رکھو تو سب کچھ ہو جائے گا۔ اور ہمیں خطوط سے ہمیشہ یاد کراتے رہا کرو۔ ہم دعا کریں گے۔

(البدار جلد انہر ۶۵، صفحہ ۲۷، سورہ ۸، نومبر ۱۹۰۲ء)

۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

(وقت سیر)
تقویٰ

ہجرت کے قریب حضرت اقدس سیر کے لئے تشریف لائے۔ طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا دھند ثابت ہو رہا ہے۔ مجھے تو اسی میں مزا آتا ہے۔ ساری جگہ تقویٰ اور طہارت ہے۔ اسی سے ایمان شروع ہوتا ہے اور اسی سے اس کی تپاشی ہوتی ہے اور نفسانی جذبات دبتے ہیں۔

سلسلہ کی ترقی

پہرہ ممتاز احمدی اور اپنے سلسلہ کی بے نظیر ترقی پر فرمایا کہ

اگر کتاب کا یہ حال ہے تو پھر صدق کی مٹی پیدا ہے۔ ان لوگوں میں ایسی مٹی نہیں ہے جس پر ایک سخت انقلاب آئے گا۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بلاشبہ ایک بڑا ضعیف القلب اور کم قرأت ملا آدمی تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ

پر فتح پائی تو اسے کہا کہ تجھ پر داد دیا۔*

اس نے جواب میں کہا کہ اب سمجھ آگئی ہے کہ تیرا خدا سچا ہے۔ اگر ان موتوں میں کچھ ہوتا تو یہ ہماری اس وقت مدد کرتے۔ پھر جب اسے کہا گیا کہ تو میری نبوت پر ایمان لاتا ہے۔ تو اس نے تردید ظاہر کیا اور اس کی سمجھ میں توحید آئی نبوت نہ آئی۔ بعض مادے ہی ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں فراست کم ہوتی ہے۔ جو توحید کی دلیل تھی وہی نبوت کی دلیل تھی۔ مگر ابوسفیان اس میں تفریق کرتا رہا۔ اسی طرح سعید لوگوں کے دلوں میں اثر پڑ جائیگا۔ سب ایک طبقہ کے انسان نہیں ہوتے۔ کوئی اول جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کوئی اوسط درجہ کے کوئی آخر درجہ کے۔

میری ایک پرانی وحی ہے۔ یختر دن علی الاذقان مسجد ادرینا اغضنا لنا اتا کتا خاطئین۔ یعنی پیچھے آنے والے یہ کہیں گے۔ ان کے لئے آگے خوشخبری بھی ہے لا تشریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم دھوار حمد الراحمین۔ محمد حسین کو فرعون کہا گیا ہے اور نذیر حسین کو یامان۔ صامان کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ اسی طرح نذیر حسین بے نصیب گیا۔ اور میرا استنباط ہے کہ جس طرح فرعون نے اَمَسْتُ اَنَّهُ تَوَالِهَ الْاَلَذَّیْ اَمَسْتُ یہ بَشَوْرًا شَرًّا اَشْبِلُ کہا تھا ویسے ہی یہ (محمد حسین) بھی کہیگا۔ محی الدین صاحب ابن عربی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں کہ فرعون جہنم میں جائیگا یہ ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جہنم میں ڈالا۔ شائد یہ رعایت اس کے ساتھ اس لئے ہو کہ

✽۔ حکم سے :-

”معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ابھی ایسی رُو جس بھی ہیں کہ جب ان کی آنکھیں کھلیں گی جب ایک انقلاب نظر آئے گا۔ جیسے ابوسفیان میں فراست کم تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو کہا کیا تو اب بھی نہیں سمجھتا؟ تجھ پر داد دیا۔ تجھے اب تک پتہ نہیں لگا کہ یہ انسانی احمقہ کا کام نہیں۔“ (المجلد ۱، نمبر ۲۲، ص ۲۰، مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۱ء)

اس نے مولیٰ علیہ السلام کو پالا۔ پرورش کیا۔ تعلیم دلوائی، تربیت کی۔ مگر ہمارے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے کی تربیت کا ذریعہ نہیں ملا۔ صرف خدا تعالیٰ نے ہی کی۔

نماز اور استغفار غفلت دل کا علاج ہیں

میرے دلپس ہوتے ہوئے ایک حافظ صاحب نے آپ سے مصافحہ کیا۔ اور عرض
کی کہ میں ناپسنا ہوں۔ ذرا کھڑے ہو کر میری عرض سن لیں۔ حضور کھڑے ہو گئے۔ اُس
نے کہا میں آپ کا عاشق ہوں اور چاہتا ہوں کہ غفلت دور ہو۔ حضرت اقدس نے
فرمایا کہ

نماز اور استغفار دل کی غفلت کے عمدہ علاج ہیں۔ نماز میں دعا کرنی چاہیئے کہ اے
اللہ مجھ میں اور میرے گناہوں میں دوری ڈال۔ صدق سے انسان دعا کرتا رہے۔ تو یہ
یقینی بات ہے کہ کسی وقت منظور ہو جائے۔ جلدی کرنی بھی نہیں ہوتی۔ زمیندار ایک کھیت
بوتا ہے تو اسی وقت نہیں کاٹ لیتا۔ بے صبری کرنے والا بے نصیب ہوتا ہے۔ نیک
انسان کی یہ علامت ہے کہ وہ بے صبری نہیں کرتا۔ بے صبری کرنے والے بڑے بڑے
بے نصیب دیکھے گئے ہیں۔ اگر ایک انسان کھودے اور بیس ہاتھ کھودے۔ اور
ایک ہاتھ رہ جائے تو اس وقت بے صبری سے چھوڑ دے تو اپنی ساری محنت کو بہاؤ
کرتا ہے اور اگر صبر سے ایک ہاتھ اور بھی کھودے تو گوہر مقصود پالے۔ یہ خدا تعالیٰ کی
عادت ہے کہ ذوق اور شوق اور معرفت کی نعمت ہمیشہ دکھ کے بعد دیا کرتا ہے۔ اگر ہر
ایک نعمت آسانی سے مل جائے تو اس کی قدر نہیں ہوا کرتی۔ سعدی نے کیا عمدہ کہا ہے۔

گر نباشد بد دست راہ مردن

شرط عشق است در طلب مردن

مخالفتِ نفس بھی عبادت ہے

مخالفتِ نفس بھی ایک عبادت ہے۔ انسان سویا ہوا ہوتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اور سولے مگر وہ مخالفتِ نفس کر کے مسجد چلا جاتا ہے۔ تو اس مخالفت کا بھی ایک ثواب ہے اور ثوابِ نفس کی مخالفت تک ہی محدود ہوتا ہے۔ ورنہ جب انسان عارف ہو جاتا ہے تو پھر ثواب نہیں۔ جب لقاؤں جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب آدمی عارف ہو جاتا ہے تو اس کی عبادت کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب نفس مطمئنہ ہو گیا تو ثواب کیسے رہا؟ نفس کی مخالفت کرنے سے ثواب نفا۔ وہ اب رہی نہیں۔

قرآن شریف میں ہے۔ **وَلَسَنَ خَاطِ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّاتٍ ۙ**۔ یعنی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور اس کا درجہ ثواب کا نہ رہا تو یہ بات بے صبری سے نہیں ملتی۔ انسان کو یہ ہانٹک صبر کرنا چاہیے کہ اس کا دل یقین کر لے کہ میرے جیسا کوئی صابر نہیں۔ آخر خدا تعالیٰ مہربان ہو کر دروازہ کھول دیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ جب انسان عارف ہو جاتا ہے تو تمام عبادتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ عبادات ترک کر دیتا ہے بلکہ یہ معنی ہیں۔ کہ

..... عبادات کی بجا آوری میں اُسے بڑھیکٹ ہوئی تھی وہ ساقط ہو جاتی ہے۔ اب عباداتِ محبوباتِ نفس میں شامل ہو گئیں۔ جیسے کھانا پینا وغیرہ اس کی محبوباتِ نفس تھیں۔ ایسا بچہ نماز روزہ ہو گیا۔ خدا تعالیٰ جیسا وفادار اور کوئی نہیں۔ دوستی اور اخلاص کا حق جیسے وہ ادا کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ انسان بڑے جوش والا ہے۔ وہ صبر سے متعلق ادا نہیں کر سکتا۔ جلدی بے صبر نہیں ہونا چاہیے۔

صحبت کا اثر

فرمایا۔ ہماری جماعت کو چاہیے کہ وقتاً فوقتاً ہمارے پاس آتے رہیں اور کچھ دن یہاں

را کریں۔ انسان کا دماغ جیسے خوشبو سے حصہ لیتا ہے ویسے ہی بدبو سے بھی حصہ لیتا ہے۔ اسی طرح ذہنی صحبت کا اثر اس پر ہوتا ہے۔

مخالفین کی موجودہ حالت پر فرمایا کہ
مکہ معظمہ کی حالت کا تو کسی نے معائنہ نہیں کیا مگر اب اس وقت کی حالت دیکھ کر پتہ لگتا ہے کہ ایسا ہی حال اس وقت تھا۔

مکہ کے دو عمر

ابوہل کو فرعون کہا گیا ہے مگر میرے نزدیک وہ تو فرعون سے بڑھ کر ہے۔ فرعون نے تو آخر کہا۔ اَمَنْتُ اِنَّهُ لَكَا لَمَّا اِلَّا الَّذِي اَمَنْتُ بِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۱۰۰
مگر یہ آخر تک ایمان نہ لایا۔ مکہ میں سارا فساد اسی کا تھا اور بڑا متکبر اور خود پسند عظمت اور شرف کو چاہنے والا تھا۔ اس کا اصل نام بھی عمرو تھا۔ اور یہ دو نو عمر مکہ میں تھے۔ خدا کی حکمت کہ ایک عمر کو کھینچ لیا اور ایک بے نصیب رہا۔ اس کی روح تو دوزخ میں ملتی ہوگی اور حضرت عمرؓ نے ضد چھوڑ دی تو بادشاہ ہو گئے۔

وَ اٰخِرُ كَيْ حَكْمِ كَا مَطْلَبِ

فرمایا:-

جیسے اِنَّ شَاۤءِئَكَ هٰذَا اَلْبَتَّوْ اَنْ خَفَرْت صَلَّے اَلدَّ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ كَے حق میں ہے
ایسا ہی میرا بھی الہام ہے۔

یہ کم بخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی اور روحانی طور پر ہر دو طرح ابتر

﴿ - الحکمہ سے :- ” (مرتے وقت) سر کاٹنے والے کو کہا کہ ذرا گردن لمبی

﴿ کر کے کاٹنا تاکہ دو سروں سے یہ سر بڑا دکھائی دے۔ گویا مرتے دم تک تکبر نہ

﴿ چھوڑا۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۴ صفحہ ۷ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۵۶ء)

قراردیتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **إِنَّمَا آعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ** یہاں کوثر کا قسیرینہ **قَصِيلٌ لِّرَبِّكَ** واثمنا ہے۔ نخر اولاد کے لئے ہوتا ہے کہ جب عقیقہ ہوتا ہے تو قرانیوں دیتے ہیں۔ پس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نہ رُو حافی ہوئی نہ جسمانی تو نخر کس کے لئے آیا؟

عبدالمدغز نومی کا الہام

اس وقت قرآن کی عظمت بالکل دلوں میں نہیں رہی۔ عبدالمدغز نومی صاحب کا بھی ایک کشف ہے جو اس کے متعلق تھا کہ اس میں ان کو الہام ہوا تھا کہ **هَذَا كِتَابِي** وعبادی۔ فاتحراً کتابی علی عبادی۔

حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ بڑے غصہ والے ہوتے تھے۔ اب غصہ مسلمان ہونے سے دُور ہو گیا۔ فرمایا۔ دور تو نہیں ہوا۔ مقصد ہو گیا ہے اور اب اپنے ٹھکانے پر چلتا ہے۔*

(البداء جلد ۱ نمبر ۱ صفحہ ۵۰-۵۱ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

*۔ اقبال میں ۳ نومبر ۱۹۰۲ء کی شام کی ڈائری درج نہیں۔ الحکم میں "دربار شام" کے عنوان سے مندرجہ ذیل ڈائری درج ہے۔

برطانیہ اور کابل

فرمایا۔ گورنمنٹ انگلشیہ نے بڑی آزادی دے رکھی ہے اور ہر قسم کا امن ہے۔ مگر کابل میں تو لوگ ایک طرح سے امیر اور متعین ہیں۔ وہ باہر جانا چاہیں تو ان پر کئی قسم کی پابندیاں ہیں اور یہودہ نگرانیاں کی جاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو اسی لئے اس مہارک سلطنت کے ماتحت رکھا۔

قریباً جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں وہ وہ نہیں بلکہ عورتیں ہیں۔

یکم دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ

(بوقت سیر)

حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے۔ اتنے ہی فرمایا کہ
آج ہی کے دن سیر ہے کل سے انشاء اللہ روزہ شروع ہوگا۔ تو چار پانچ دن تک
سیر بند رہے گی تاکہ طبیعت روزے کی عادی ہو جائے اور تکلیف محسوس نہ ہو۔

مخالفین کی طرف سے اعجاز احمدی کا جواب لکھنے کی تیاری

اعجاز احمدی کی نسبت ایڈیٹر صاحب الحکم نے سُنیا کہ شخہ ہند نے لکھا ہے
کہ شروع سال میں اس کا جواب اعجازی طور پر شائع ہوگا اور اس نے تین ہزار روپیہ
لوگوں سے طلب کیا ہے کہ اس روپے سے وہ کتاب تصنیف کر کے شائع کرے
اور دس ہزار روپے انعام حاصل کرے اس طرح سے تیرہ ہزار روپیہ لینا چاہتا ہے
حضرت نے فرمایا۔

کیسا گر دھوکہ باز اسی طرح سے نادانوں کو دھوکہ دے کر ٹوٹا کرتے ہیں۔

فَاتُوا السُّورَةَ مِّنْ مِّثْلِهِ

مخالفت کے ذکر پر فرمایا کہ

اس سے تحریک ہو کر نشان ظاہر ہوتے ہیں اور مخالفوں کی تحریک ایسی ہے جیسے
گل (مشین) سے کنواں نکالا جائے ورنہ موافقین جو آمنا کہہ کر چُپ کر گئے۔ ان

فرمایا۔ جو خدا کی پروا نہیں کرتا وہ برباد ہو جاتا ہے۔ یہ مسلمانوں کی بد قسمتی ہے کہ انہیں لکھا
کہ کیا یہ آثار اچھے نہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض اوقات انصاف پسند کا فر کو ظالم کلمہ گو کے مقابل میں
پسند کرتا ہے اس سلسلہ کے لئے گورنمنٹ انگلینڈ کے سوا دوسری حکومتیں سخت مضرت ہیں

ان میں من نہیں ہے۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۲۲ صفحہ ۷ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء)

سے کیا تحریک ہو سکتی ہے۔ اعجاز احمدی سے خود لوگ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ قرآن دانی اور عربیت کی اصل جڑ انہیں لوگوں میں (احمدیہ مشن میں) ہے۔ کیونکہ وہ نتیجہ نکال لیں گے کہ جن کی عربی دانی یہ ہے کہ اس کی مثل لوگ نہیں لاسکتے تو ضرور ہے کہ قرآن دانی بھی انہیں میں ہو۔

اعجاز احمدی میں بہت سی پیشگوئیاں بھی ہیں۔ اور ان کُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ۔ اس میں من مثله کے معنی بھی اکثر مفسرین نے کئے ہیں کہ اگر مقابلہ میں کوئی لکھ کر لائیں تو پیشگوئیاں بھی اسی طرح ہوں جیسے قرآن شریف میں ہیں۔*

* یکم دسمبر ۱۹۱۹ء کی ڈائری کا مندرجہ بالا مضمون جو "البد" میں سے لیا گیا ہے۔ یہ حکم میں موجود نہیں مگر اسی ڈائری کے اسی مضمون کا جو حصہ "الحکم" میں ہے۔ وہ "البد" میں موجود نہیں لہذا اسے حاشیہ میں دیا جا رہا ہے۔

عدو شومو سبب خیر گر خدا خواہد

فرمایا۔ مخالفت مامور کی عمر کو بڑھاتے ہیں اور وہ گویا سلسلہ نبوت کی رونق کا باعث ہوتے ہیں۔ ان کی مخالفت سے تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آتی ہے۔ جب مخالفت اٹھ جاتی ہے تو گویا مامور بھی اپنا کام کر چکتا ہے اور وہ فتح یاب ہو کر اٹھایا جاتا ہے۔

دیکھو جب تک کفار مکہ کی مخالفت کا زور شور رہا۔ اس وقت تک بڑے بڑے اہل جہاد ظاہر ہوئے لیکن جب اذاجلہ نصر اللہ والفتح کا وقت آیا اور یہ سورۃ اُتری تو گویا آپ کے انتقال کا وقت قریب آ گیا۔ فتح مکہ کیا تھی آپ کے انتقال کا ایک مقدمہ تھی۔ غرض ان مخالفتانہ تحریکوں سے بڑے بڑے فائدے ہوتے ہیں اور ہماری جماعت ان مخالفتوں ہی میں سے نکل کر آتی ہے اور اگر یہ مخالفت نہ ہوتی تو اس زور شور سے تحریک اور تبلیغ نہ ہوتی۔ (الحکم جلد ۱ نمبر ۴ ص ۱۰ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۱۹ء)

وہودی

فرمایا:-

ایک ذرہ حرکت اور سکون نہیں کر سکتا جب تک آسمان پر اول حرکت نہ ہو۔
ذلت و ہودی کی اس سے ہے کہ وہ اس مقام پر لغزش کھا جاتا ہے۔ طریق تادب یہ تھا کہ
وہ اس مقام پر بیٹھ جاتے اور جو فرق عبد اور مجبود کا ہے اس سے آگے نہ بڑھتے۔ مگر
وہ ایسے طریق پر ہیں کہ عملی حالت میں رہے جاتے ہیں۔ نماز روزہ سے آخر کار فارغ ہو
بیٹھتے ہیں۔ بھنگ وغیرہ مسکرات استعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔ دہریت میں اور ان
میں انیس بیس کا فرق ہے اور ان کی بیباکی دلالت کرتی ہے کہ اس فرق میں خیر نہیں
ہے۔ عیسائیوں نے ایک کو خدا بنا کر آگ لگائی اور انہوں نے ہر ایک وجود کو خدا بنا لیا۔
ہندوؤں پر بھی ان کا بد اثر پہنچا ہے۔ حرمت کی پروا نہیں ہے۔ اس لئے مناسی وغیرہ
سب جائز رکھتے ہیں۔ صورت پرست ہوتے ہیں نامحرموں پر بدنظری کرتے ہیں۔ اس زمانہ
کا بگاڑ سخت ہے۔

تقویٰ

اصل تقویٰ جس سے انسان دھویا جاتا ہے اور صاف ہوتا ہے اور جس کے لئے
انبیاء آتے ہیں وہ دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ کوئی ہوگا جو قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهُ کا
مصدق ہوگا۔ پاکیزگی اور طہارت عمدہ شئی ہے۔ انسان پاک اور مطہر ہو۔ تو فرشتے
اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ لوگوں میں اس کی قدر نہیں ہے ورنہ ان کی لذات کی ہر ایک
شئی حلال ذرائع سے ان کو ملے۔ چور چوری کرتا ہے کہ مال ملے لیکن اگر وہ صبر کرے تو
خدا تعالیٰ اُسے آدر راہ سے مالدار کر دے۔ اسی طرح زانی زنا کرتا ہے۔ اگر صبر کرے تو
خدا تعالیٰ اس کی خواہش کو آدر راہ سے پوری کر دے جس میں اس کی رضا حاصل ہو۔
حدیث میں ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ اور

کوئی زانی زمانہ نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ جیسے بکری کے سر پر شیر کھڑا ہو تو وہ گھاس بھی نہیں کھا سکتی تو بکری بقینا ایمان بھی لوگوں کا نہیں ہے۔* اصل ہرود اور مقصود تقویٰ ہے۔ جسے وہ عطا ہو تو سب کچھ پاسکتا ہے۔ بجز اس کے ممکن نہیں ہے کہ انسان صفائے اور کبائے سے بچ سکے۔ انسانی حکومتوں کے احکام گناہوں سے نہیں بچا سکتے۔ حکام ساتھ ساتھ تو نہیں پھرتے کہ اُن کو خوف رہے۔ انسان اپنے آپ کو اکیلا خیال کر کے گناہ کرتا ہے ورنہ وہ کبھی نہ کرے اور جب وہ اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہے اس وقت وہ دہریہ ہوتا ہے اور یہ خیال نہیں کرتا کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ مجھے دیکھتا ہے ورنہ اگر وہ یہ سمجھتا تو کبھی گناہ نہ کرتا۔ تقویٰ سے سب شے ہے۔ قرآن نے ابتداء اسی سے کی ہے۔ ایتاک نعبد و ایتاک نستعین^۱ سے مراد بھی تقویٰ ہے۔ کہ انسان اگر بچے عمل کرتا ہے مگر خوف سے جرات نہیں کرتا کہ اُسے اپنی طرف منسوب کرے اور اُسے خدا کی استعانت سے خیال کرتا ہے اور پھر اسی سے اُمدد کے لئے استعانت طلب کرتا ہے۔ پھر دوسری سورت بھی ہدیٰ للمتقین^۲ سے شروع ہوتی ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سب اسی وقت قبول ہوتا ہے۔ جب انسان متقی ہو۔ اس وقت خدا تمام داعی گناہ کے اٹھا دیتا ہے۔ بیوی کی ضرورت ہو۔ تو بیوی دیتا ہے۔ دوا کی ضرورت ہو تو دوا دیتا ہے۔ جس شے کی حاجت ہو وہ دیتا ہے اور ایسے مقام سے روزی دیتا ہے

*۱۔ احکم میں یہ عبارت آئی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ چور چوری نہیں کرتا جبکہ مومن ہو۔ یہ بالکل سچی بات ہے بکری کے سر پر اگر شیر ہو تو اس کو حلال کھانا بھی بھول جاتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ کسی دوکمر کے کھیت میں جائے۔ اسی طرح پر اگر خدا تعالیٰ کا خوف ہو۔ تو ممکن نہیں کہ گناہ کرے

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۲۴ صفحہ ۷۷۔ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء)

کہ اُسے خبر نہیں ہوتی۔

ایک اور آیت قرآن شریف میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَفْتَمُنَا
تَنْزَلْ عَلَیْهِمْ الْمَلٰٓئِكَةُ الْاَنْخَاۓۡتُوْا وَلَا تَخْزُوْا لِهٰۤٔا اِنَّ اِسْرَءَالَیْہِمْ عَلٰۤی سِدْرٍ مَّحْدُوْمٍ
ہیں۔ تم اسستقاموا یعنی ان پر زلزلے آئے۔ ابتلا آئے۔ اندھیاں چلیں مگر ایک عہد جو
اس سے کر چکے۔ اس سے نہ پھرے۔ پھر آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہوں نے ایسا
کیا۔ اور صدق اور وفا دکھائی تو اس کا اجر یہ ملا۔ تَنْزَلْ عَلَیْهِمْ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ یعنی اُن
پر فرشتے اترے اور کہا کہ خوف اور سزمن مت کرو۔ تمہارا خدا متولی ہے۔ وَابْنَسُوْا بِالْبَلَدِ
الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ اور بشارت دی کہ تم خوش ہو اس جنت سے۔ اور اس جنت سے
یہاں مراد دنیا کی جنت ہے جیسے قرآن مجید میں ہے۔ وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہِ جَنَّاتٍ
پھر آگے ہے لِحْنٌ اَوْ لِبَاسٌ کُمۡ فِی الْحٰیۡوَةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ۔ دنیا اور آخرت
میں ہم تمہارے دلی اور متکفل ہیں۔

الدُّنْیَا سِجْنٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ

بعض لوگ دَلِیْمِیْنَ خَافَ مَقَامَ رَبِّہِمْ جَنَّاتٍ کی آیت کے معارض ایک حدیث
پیش کیا کرتے ہیں الدنیا سجن للمؤمن۔ اس کے اصل معنی یہ ہیں کہ مؤمن کئی قسم
کے ہوتے ہیں۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہِ وَمِنْهُمْ مَّقْتَدِرٌ مَّقْتَدِرٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ
بِالْخَیْرِاتِ۔ مقتصد سے مراد نفس لواتمہ والے ہیں اور یہ (دنیا کی) تکالیف نفس توام تک
ہی ہوتی ہیں۔ کہ اس میں انسان کے ساتھ کشاکش نفس امارہ کی ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ
راحت اور آرام کی یہ بات اختیار کر اور توامہ وہ نہیں کرتا۔ اس وقت انسان مجاہدہ کرتا ہے
اور نفس امارہ کو زیر کرتا ہے اور اسی طرح جنگ ہوتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ امارہ شکست کھا جاتا
ہے اور پھر نفس مطمئنہ رہ جاتا ہے۔ یَاٰیُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ اذْجِیْ اِلٰی رَبِّکَ
رَاضِیَةً مُّسْرُوْبَةً بِیۡہِ ۱۴ یعنی تو میری جنت میں داخل ہو جا اور اسی وقت ہو جا۔ اور

مومن کی جنت خود خدا ہے یعنی جب وہ خدا کے بندوں میں داخل ہوا تو خدا تو انہیں میں
 ہے اور وہ اس کے عباد میں آگیا تو اب اس حالت میں وہ سخن کہاں رہا؟ ایک مرتبہ
 ہوتا ہے کہ اس وقت تک وہ تکالیف میں ہوتا ہے جیسے جب کنواں کھودا جائے۔ تو
 اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ پانی نکل آئے مطمئنہ ہونا اصل میں پانی نکالنا ہے۔ جب پانی
 نکل آیا۔ اب کھودنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو اس آیت میں ظالم سے مراد نفسِ امارہ والے
 اور مقصد سے مراد نفسِ تولیہ والے اور سابق بالخیرات سے مراد نفسِ مطمئنہ والے ہیں۔
 پوری تبدیلی زندگی میں جب تک نہ اُدے تب تک جنگ رہتی ہے اور لو آتمہ تک یہ جنگ
 ہے جب یہ ختم ہوئی تو پھر دارالنعیم میں آجاتا ہے۔ اس وقت اس کا ارادہ خدا کا ارادہ
 اور اس کی مرضی خدا کی مرضی ہوتی ہے اور وہ اُن باتوں میں لذت اُٹھاتا ہے۔ جن سے
 خدا خوش ہوتا ہے۔ ایک عارف جس کی خدا سے ذاتی محبت ہو جائے تو اگر خدا اُسے
 بتلا بھی دے کہ تو دوزخی ہے خواہ عبادت کر خواہ نہ کر تو اس کی خوشی اسی میں ہوگی کہ خواہ
 دوزخ میں جاؤں مگر میں ان عبادات سے رگ نہیں سکتا۔ جیسے انیونی کو جب انیونی کی
 عادت ہو جاتی ہے تو اُسے کیسی ہی تکالیف ہوں اور خواہ وہ گھلتا ہی جائے مگر انیونی
 کو نہیں چھوڑتا۔ جس طرح دنیا میں نوجوانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کو ایک دُھن جب لگ
 جائے تو خواہ والہین کتنا روکیں منع کریں مگر وہ کسی کی نہیں سننے اور اس دُھن کی خوشی
 میں تکالیف کا بھی خیال نہیں ہوتا۔ ایسا ہی اس مومن عارفِ کامل کا حال ہوتا ہے کہ اُسے
 اس بات کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ اجر ملیگا یا نہیں۔ یہ مقام آخری مقام ہے۔ جہاں سلوک
 کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ اور اس کے سوا چار نہیں۔ اس حالت میں اس کا جوش کسی سہارے
 پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب تک انسان کسی سہارے سے کام کرتا ہے تو ممکن ہے شیطان اُس
 میں کسی وقت دخل دیوے۔ مگر یہاں ذاتی محبت کے مقام میں سہارا نہیں ہوتا۔ جیسے
 ماں اور بچے کے ہوتعلقات ذاتی محبت کے ہیں اُن میں انسان تفرقہ نہیں ڈال سکتا۔

ماں کی فطرتی محبت ایک دوسرے سے ملاتی ہے۔ مثل مشہور ہے: "ماں مارے اور پتھر
 ماں پکارے"۔ اسی طرح اہل اللہ خدا کی مارکھا کر کہاں جا سکتے ہیں۔ بلکہ مار پڑے تو
 وہ ایک قدم اور بڑھاتے ہیں۔ دوسرے تعلقات ہیں خدا کی محبت کا جلال زور کے ساتھ
 نازل نہیں ہوتا۔ جیسے انسان کسی کو اپنا نوکر سمجھتا ہے اور خیال ہوتا ہے۔ کہ یہ نوکری اسی
 لئے کرتا ہے۔ کہ اس کی اجرت ملے تو اس کی طرف محبت کامل کا التفات نہیں ہوتا اور وہ
 ایک نوکر شمار ہوتا ہے۔ مگر جب کوئی شخص خدمت کرتا ہے اور آقا کو معلوم ہو کہ یہ نوکری کی
 خواہش سے نہیں کرتا تو آخر کار بیٹوں میں شمار ہوتا ہے۔

خدا بڑا خزانہ ہے۔ خدا بڑی دولت ہے۔

استغفار

غفلت غیر معلوم اسباب سے ہے۔ بعض وقت انسان نہیں جانتا اور ایک دفعہ
 ہی رنگ اور تیرگی اس کے قلب پر آجاتی ہے۔ اس لئے استغفار ہے۔ اس کے یہ معنی
 ہیں کہ وہ رنگ اور تیرگی نہ آدے۔ عیسائی لوگ لہنی بیوقوفی سے اعتراض کرتے ہیں کہ اس
 سے سابقہ گناہوں کا ثبوت ملتا ہے۔ اصل معنی اس کے یہ ہیں کہ گناہ صادر ہی نہ ہوں ورنہ
 اگر استغفار سابقہ صادر شدہ گناہوں کی بخشش کے معنی رکھتا ہے تو وہ بتلاویں۔ کہ آئندہ
 گناہوں کے نہ صادر ہونے کے معنوں میں کونسا لفظ ہے۔ غفر اور کفر کے ایک ہی معنی
 ہیں۔ تمام انبیاء اس کے محتاج تھے۔ جتنا کوئی استغفار کرتا ہے اتنا ہی معصوم ہوتا ہے۔ اصل
 معنی یہ ہیں۔ کہ خدا نے اُسے بچایا۔ معصوم کے معنی مستغفر کے ہیں۔

عیسویت کی ترقی پر فرمایا کہ

جو ترقی انہوں نے کرنی تھی وہ کر چکے۔ پورے طور پر انسان کو خدا بنا لیا مگر انسان

خدا بن سکتا ہے تو پگٹ سے کیوں ناراض ہیں بہت خدا مل جائیں گے تو طاقت زیادہ ہوگی۔

بغیر عذر کے دعوت رد کرنا اچھی بات نہیں

ایک خادم نے عرض کی کہ ایک تقریب پر اس کے ہاں خوشی ہے اور کچھ کھانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ حضور بھی شام کو تشریف لاکر کھانا وہیں تناول فرمادیں تو عین سناؤ ہے۔ فرمایا:-

دعوتِ راحت کے واسطے ہوتی ہے مجھے ایسی مرض ہے کہ دن کے آخری حصہ میں وہ عود کرتی ہے اور میں بالکل چل پھر نہیں سکتا۔ اسی لئے دیکھتے ہو کہ پھرنے کا وقت صبح کا رکھا ہے۔ ابھی ابھی نماز سے بیشتر پاؤں سرد ہو رہے تھے۔ تو میں دوپٹی کر آیا ہوں خیال آتا ہے کہ گھڑی گھڑی کیا کہوں کہ سرد ہو رہا ہوں۔ اس لئے افتان خیزاں آجاتا ہوں۔ اسلئے شام کو میں جا نہیں سکتا۔ ورنہ دعوت کا رد کرنا تو اچھی بات نہیں ہے مگر جب بیمار ہو تو انسان مجبور ہے۔

ماہِ رمضان کی عظمت اور اُس کے روحانی اثرات

مغرب کی نماز سے چند منٹ پیشتر ماہِ رمضان کا چاند دیکھا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مغرب کی نماز گزار کر مسجد کی سقف پر چاند دیکھنے تشریف لے گئے اور چاند دیکھنے کے بعد پھر مسجد میں تشریف لائے۔ فرمایا کہ

رمضان گذشتہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گل گیا تھا۔

شہرِ رمضان الذی انزل فیہ القرآن^۱ سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیوں نے لکھا ہے کہ یہ ماہِ تنویرِ قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلواتِ تزکیہ نفس کرتی ہے۔ اور صومِ تہلیٰ قلب کرتا ہے۔

تو کہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔ پس اَنْزَلَ فِيهِ الْقُرْآنَ لِيَحْيِيَ فِيهِ اَشْرَافَ الْبَشَرِ میں یہی اشارہ ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جوانی کے ایام میں میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ روزہ رکھنا سنت اہل بیت ہے۔ میرے حق میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان منّا اهل البيت۔ مسلمان یعنی اہل بیت کہ اس شخص کے ہاتھ سے دو صلح ہوں گی۔ ایک اندرونی دوسری بیرونی۔ اور یہ اپنا کام رزق سے کرے گا۔ نہ کہ شمشیر سے اور میں جب مشرب حسین پر نہیں ہوں کہ جس نے جنگ کی بلکہ مشرب حسن پر ہوں کہ جس نے جنگ نہ کی تو میں نے سمجھا کہ روزہ کی طرف اشارہ ہے چنانچہ میں نے چھ ماہ تک روزے رکھے۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ انوار کے ستونوں کے ستون آسمان پر جا رہے ہیں۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ انوار کے ستون زمین سے آسمان پر جاتے تھے یا میرے قلب سے۔ لیکن یہ سب کچھ جوانی میں ہو سکتا تھا۔ اور اگر اس وقت میں چاہتا تو چار سال تک روزہ رکھ سکتا تھا۔

نشاط نو جوانی تا بہ سی سال

چہل آمد فرد ریزو پرو بال

اب جب سے چالیس سال گزر گئے دیکھتا ہوں کہ وہ بات نہیں۔ ورنہ اول میں بالکل تک کئی بار پیدل چلا جاتا تھا اور پیدل آتا اور کوئی کسل اور ضعف مجھے نہ ہوتا اور اب تو اگر ۵-۶ میل بھی جاؤں تو تکلیف ہوتی ہے۔ چالیس سال کے بعد حرارت غریزی کم ہوتی شروع ہو جاتی ہے۔ خون کم پیدا ہوتا ہے اور انسان کے اوپر کئی صدعات رنج و غم کے گزرتے ہیں۔ اب کئی دفعہ دیکھا ہے کہ اگر بھوک کے علاج میں زیادہ دیر ہو جائے تو طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے۔

احکام الہی کے دو اقسام

خدا تعالیٰ کے احکام دو قسموں میں تقسیم ہیں۔ ایک عبادتِ مالی، دوسرے عبادتِ بدنی۔ عبادتِ مالی تو اسی کے لئے ہیں جس کے پاس مال ہو اور جن کے پاس نہیں وہ معذور ہیں اور عبادتِ بدنی کو بھی انسان عالمِ بوائی میں ہی ادا کر سکتا ہے ورنہ ساٹھ سال جب گندے تو طرح طرح کے عوارضات لاحق ہوتے ہیں۔ نزولِ الماء وغیرہ شروع ہو کر مینائی میں فرق آجاتا ہے۔ (کسی نے یہ ٹھیک کہا ہے کہ پیری و صدعیب۔ اور جو کچھ انسان بوائی میں کر لیتا ہے اس کی برکت بڑھاپے میں بھی ہوتی ہے اور جس نے بوائی میں کچھ نہیں کیا۔ اسے بڑھاپے میں بھی صدائِ رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں۔)

موتے سفید از اہل آرد پیام

انسان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ حسب استطاعت خدا کے فرائض بجالا دے۔ روزہ کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ** یعنی اگر تم روزہ لکھ بھی لیا کرو تو تمہارے واسطے بڑی خیر ہے۔

فدیہ اور توفیقِ روزہ

ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تاکہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ توفدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اور اُس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل

کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔

اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اہل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ کہہ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے۔ تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ یمن کو چاہیے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے۔ جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے۔ مگر اس کے دل میں یہ نیت درودِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا۔ اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے کو فریج بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے (روزہ گراں ہے۔ اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے۔ اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے۔ کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسان پر روزے سے محروم نہیں ہے اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دنیا کو دھوکا دے دیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔ تکلفات کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس (تکلف) کی رُو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے

مگر خدا اس کی تیرت اور ارادہ کو جانتا ہے۔ جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں دلدہ ہے اور خدا تعالیٰ اسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے کیونکہ درودِ دل ایک قابلِ قدر شے ہے جیلہ جو انسان تا دلیوں پر نگیکہ کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ نگیکہ کوئی شے نہیں جب میں نے چھ ماہ روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے (کشف میں) ملا۔ اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اُسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے۔

یہ لوگ ہیں کہ تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں۔ اس لئے خدا ان کو دوسری مشقتوں میں ڈالتا ہے اور نکالتا نہیں اور دوسرے جو خود مشقت میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا تعالیٰ اس کے نفس پر شفقت کرے کیونکہ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے واسطے جہنم ہے اور خدا تعالیٰ کی شفقت جنت ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو کہ جو آگ میں گرنا چاہتے ہیں تو ان کو خدا تعالیٰ آگ سے بچاتا ہے۔ اور جو خود آگ سے بچنا چاہتے ہیں وہ آگ میں ڈلے جاتے ہیں۔ یہ مسلم ہے۔ اور یہ اسلام ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش آئے۔ اس سے انکار نہ کرے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عصمت کی فکر میں خود لگتے تو واللہ یحصی من الناس کی آیت نازل نہ ہوتی۔ حفاظتِ الہی کا یہی ستر ہے۔

رُودِ دل کی تقریر فارسی زبان میں تھی میں نے افادہ عام کی خاطر اردو میں ترجمہ کر کے
 لکھی۔ ایڈیٹر

دالبد و جلد نمبر ۷ صفحہ ۵۰ تا ۵۲۔ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۹ء

۳۱ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ شنبہ

مولوی ثناء اللہ کی جیلہ جوئی

عصر کے وقت جب حضور علیہ السلام کی خدمت میں یہ بات پیش کی گئی کہ ثناء اللہ لکھتا ہے کہ میری موت کی پیشگوئی کرو تو حضور نے فرمایا کہ

یہ جیلہ ہے ورنہ وہ جانتا ہے کہ ہم حکومت سے معاہدہ کر چکے ہیں کہ موت کی پیشگوئی نہ کریں گے اس لئے دیدہ دانستہ لکھتا ہے۔ ورنہ ہم نے جو لکھ دیا ہے وہ خود حسب شرائط شائع کر دے کہ جو کا ذب ہے وہ پیشتر مر جائے۔ اُسے اس طرح لکھنے سے کیوں خوف آتا ہے۔ اس طرح نہ لکھتا اور ہمیں لکھنا کہ پیشگوئی کریں۔ یہ صرف جیلہ جوئی ہے۔

(البدار جلد اول نمبر ۷ صفحہ ۵۳ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۳۱ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ شنبہ

لفظ ذنب اور استغفار کے معنی

نماز مغرب کے بعد

ماستر عبدالرحمن صاحب از سلم تھوڑا سا ترجمہ تعلیم الاسلام گلبرج انجمن عیسائی پیراپنی فنی سے ایک مضمون شائع کرتے رہے۔ . . . جو کسی نے لفظ ذنب کے معانی پر مخالفانہ رنگ میں لکھا ہے کہ لفظ ذنب ایک ایسا لفظ ہے جو کہ قرآن میں کیا کر گناہ پر بولا گیا ہے اور مرنا صاحب اس کے معانی کو وسعت دے کر جب یہ لفظ نبیوں کے حق میں آوے تو اس کے اور معنی کہتے ہیں اور جب عوام الناس پر بولا جائے تو اور معنی کہتے ہیں اور یہ لفظ اپنے معانی پر استعمال ہوتا ہے کہ گذشتہ گناہ جو انسان

کہ چکا ہے اس کی معافی طلب کی جائے۔ اس سے اس نے استمال کیا ہے کہ
 ضرور ہے کہ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گناہ سرزد ہوئے ہوں۔

اس کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اگر استغفار کے یہ معنی ہیں کہ گذشتہ گناہوں سے معافی ہو تو پھر بتائیں کہ آئندہ
 گناہوں سے محفوظ رہنے کے لئے کونسا لفظ ہے۔ گناہ سے حفاظت یعنی عصمت تو انسان کو
 استغفار سے ملتی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ سے چاہے کہ اُن قوی کا ظہور اور بروز ہی نہ ہو۔
 جو معاصی کی طرف کھینچتے ہیں۔ کیونکہ جیسے انسان کو اس بات کی ضرورت ہے کہ گذشتہ گناہ
 اس کے بخشے جائیں اسی طرح اس بات کی ضرورت بھی ہے کہ آئندہ اس کے قوی سے گناہ کا
 ظہور و بروز نہ ہو۔ یہ مسئلہ بھی قابل دعا کے ہے۔ ورنہ یہ کیا بات ہے کہ جب گناہ میں مبتلا ہو تو
 اس وقت تو دعا کرے اور آئندہ گناہوں سے محفوظ رہنے کی دعا نہ کرے۔ اگر انجیل میں یہ دعا
 نہیں ہے تو پھر وہ کتاب ناقص ہے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ مانگو تو دیا جائے گا۔ پس آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار مانگا۔ آپ کو دیا گیا۔ مسیح نے نہ مانگا۔ اُن کو نہ دیا گیا۔ غرضیکہ طبعی
 تقسیم قرآن مجید نے کی ہے کہ گناہ سے حفاظت کے ہر ایک پہلو کو دیکھ کر استغفار کا لفظ
 رکھا ہے کیونکہ انسان دونوں راہ کا محتاج ہے کبھی گناہ کی معافی کا اور کبھی اس امر کا کہ وہ قوی
 ظہور و بروز نہ کریں۔ ورنہ یہ کب ممکن ہے کہ قوی خدا تعالیٰ کی حفاظت کے بغیر خود بخود چپے
 رہیں۔ وہ کتاب کامل ہے عقل اور ضرورت خود دونوں قسم کی دعا کا تقاضا کرتی ہے۔

پھر دیکھو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کسی کے ہاتھ پر تو یہ بھی نہیں کی کہ آپ
 کا گناہگار ہونا ثابت ہو۔ مگر مسیح نے تو یحییٰ کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کی۔ اُن سے تو یحییٰ ہی
 اچھا را جس نے کسی کی بیعت نہ کی۔ اب بتلاؤ کس کا گناہگار ہونا ثابت ہے۔ اگر مسیح گناہ
 سے صاف تھا تو اس نے غوطہ کیوں لگایا اور پھر رُوح القدس کا کبوتر ابتدا ہی سے کیوں نہ

پھر استغفار کے معافی پر حضرت اقدس اور آپ کے برگزیدہ احباب وہ آیات قرآنی
تکاش کے سناتے رہے جن سے ثابت ہوا ہے کہ استغفار کی دُعا آئندہ خطاؤں سے
حفاظت کے لئے ہے اور پھر تکاش کرتے کرتے انجیل سے بھی ایسی آیات نکل
آئیں۔ جس میں مسیح علیہ السلام نے آئندہ گناہ سے بچنے کے لئے دعا مانگی ہوئی ہے۔
(البدار جلد اول نمبر ۵۳ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۹۰۲ء بروز جمعہ

بعد از نماز مغرب مدرسہ کے ایک مخلص احمدی کا تاڑا طاعون سے متعلق

مدلاس میں ایک مخلص حضرت اقدس کے غیبیہ عاشق ہیں۔ ایک کذاب نے اُن کو خبر
سنائی کہ قادیان میں طاعون ہے حالانکہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ طاعون وہاں نہ
آئے گی۔ اُن کے ایمان نے اس شنید پر یہ تقاضا کیا کہ ایک تار حضرت اقدس کی
خدمت میں روانہ کیا جواس مجلس میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس میں درج تھا کہ اس
خبر کے سننے سے میرے ایمان میں ترقی ہوئی ہے اور قادیان میں طاعون اس لئے
آئی ہے کہ خدا تعالیٰ سچے مومنوں اور دوسرے لوگوں میں تمیز کر کے دکھانا چاہتا
ہے اور جو خبریں ان کو غلط پہنچی ہیں۔ ہر ایک ان کی زیادت ایمان کا باعث ہوئی ہیں
حضرت اقدس نے ان کے اخلاص کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ
ان کو اصل واقعات سے اطلاع دے کر اس شخص کا کذاب ہونا جتلا دیا جائے۔

(البدار جلد اول نمبر ۵۴ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

ایک رؤیا اور دعائے کُلِّ شَيْءٍ خَادِمِكَ

ظہر کے وقت تشریف لاکر حضرت اقدس نے بیان فرمایا کہ

رات کو میری ایسی حالت تھی کہ اگر خدا تعالیٰ کی وحی نہ ہوتی تو میرے اس خیال میں کوئی شک نہ تھا کہ میرا آخری وقت ہے۔ ایسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر میں ہوں اور وہ کوچہ سرسبز سا معلوم ہوتا ہے کہ تین بھینسے اُٹے ہیں۔ ایک اُن میں سے میری طرف آیا تو میں نے اسے مار کر ہٹا دیا۔ پھر دوسرا آیا تو اُسے بھی ہٹا دیا۔ پھر تیسرا آیا اور وہ ایسا پُر زور معلوم ہوتا تھا کہ میں نے خیال کیا کہ اب اس سے مفر نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کہ مجھے اندیشہ ہوا تو اس نے اپنا منہ ایک طرف پھیر لیا۔ میں نے اُس وقت غنیمت سمجھا کہ اس کے ساتھ رگڑ کر نکل جاؤں۔ میں وہاں سے بھاگا اور بھاگتے بھاگتے خیال آیا کہ وہ بھی میرے پیچھے بھاگے گا۔ مگر میں نے پھر کرنے دیکھا۔ اس وقت خواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل پر مندرجہ ذیل دُعا القاری کی گئی۔

رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ خَادِمِكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانصُرْنِي وَارْحَمْنِي

اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا۔ ہر ایک آفت سے اُسے نجات ہوگی۔

ایک آریہ میرے پاس دوا لینے آیا کرتا ہے۔ میں نے اسے یہ خواب سنائی۔ تو اس نے کہا کہ مجھے بھی لکھ دو۔ میں نے لکھ دیا اور اس نے یاد کر لیا۔

لے۔ اصل لفظ جو اس وقت رؤیا بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس نے زبان مبارک سے

نکالا۔ وہ لفظ بھینسے ہی ہے۔ جسے سانڈ بھی کہتے ہیں نہ کہ بیل۔

(البدیع جلد اول نمبر ۵ ص ۵۵۵ کالم اول سورہ ۱۴ دسمبر ۱۹۰۲ء)

اس خواب کے بعد پھر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گھوٹے کا سوار ملا جب میں گھر کے قریب آیا تو ایک شخص نے میرے ہاتھ پر پیسے رکھے ہیں۔ میں نے خیال کیا۔ کہ اس میں دوٹی چوٹی بھی ہوگی۔ اگے آیا تو دیکھا کہ فوج (فضل نشاں) کشمیری عورت بیٹھی ہے۔ پھر جب مسجد میں گیا تو دیکھا کہ ہزار آدمی بیٹھے ہیں اور کپڑے سب کے پڑانے معلوم ہوتے ہیں۔ مسجد میں اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے۔ اس کی بڑی سی چارپائی ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ کس کا جنازہ ہے۔

مغرب کی نماز پڑھ کر حضرت اقدس تشریف لے گئے اور کوئی ایک گھنٹہ بعد مسجد میں تشریف لائے۔ فرمایا کہ

آج جو خواب میں الہام سے کلمات بتلائے گئے ہیں۔ میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ ان کو نماز میں دعا کے طور پر پڑھا جائے اور میں نے خود تو پڑھنے شروع کر دیئے ہیں۔

سُوْظَن

بڑھتی پر آپ نے فرمایا کہ

دوسرے کے باطن میں ہم تصرف نہیں کر سکتے اور اس طرح کا تصرف کرنا گناہ ہے۔ انسان ایک آدمی کو بد خیال کرتا ہے اور پھر آپ اس سے بدتر ہو جاتا ہے کتابوں میں میں نے ایک قصہ پڑھا ہے کہ ایک بزرگ اہل استدھتے۔ انہوں نے ایک دفعہ عہد کیا کہ میں اپنے آپ کو کسی سے اچھا نہ سمجھوں گا۔ ایک دفعہ ایک دریا کے کنارے پہنچے دیکھا کہ ایک شخص ایک جوان عورت کے ساتھ کنارے پر بیٹھا روٹیاں کھا رہا ہے۔ اور ایک بوتل پاس ہے۔ اس میں سے گلاس بھر بھر کر پی رہا ہے۔ اُن کو دُور سے دیکھ کر اُس نے کہا کہ میں نے عہد تو کیا ہے کہ اپنے کو کسی سے اچھا نہ خیال کروں۔ مگر ان دونوں سے تو میں اچھا ہی ہوں۔ اتنے میں زور سے ہوا چلی اور دریا میں طوفان آیا۔ ایک کشتی

آرہی تھی وہ غرق ہو گئی۔ وہ مرد جو کہ عورت کے ساتھ روٹی کھا رہا تھا۔ اٹھا اور غوطہ لگا کر چھ آدمیوں کو نکال لایا اور ان کی جان بچا گئی۔ پھر اس نے اس بزرگ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اپنے آپ کو مجھ سے اچھا خیال کرتے ہو میں نے تو چھ کی جان بچائی ہے اب ایک باقی ہے اسے تم نکالو۔ یہ سن کر وہ بہت حیران ہوا۔ اور اس سے پوچھا کہ تم نے یہ میرا ضمیر کیسے پڑھ لیا اور یہ معاملہ کیا ہے؟ تب اس جوان نے بتلایا کہ اس بوتل میں اسی دریا کا پانی ہے۔ شراب نہیں ہے اور یہ عورت میری ماں ہے اور میں ایک ہی اس کی اولاد ہوں۔ تو ہی اس کے بڑے مضبوط ہیں۔ اس لئے جوان نظر آتی ہے۔ خدا نے مجھے مامور کیا تھا کہ میں اسی طرح کروں۔ تاکہ تجھے سبق حاصل ہو۔

پھر فرمایا کہ

خضر کا قصہ بھی اسی بنا پر معلوم ہوتا ہے۔ سو وطن جلدی سے کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ تعریف فی الباء ایک نازک امر ہے۔ اس نے بہت سی قوموں کو تباہ کر دیا کہ انہوں نے انبیاء اور ان کے اہل بیت پر بظنیاں کیں۔

(البدایہ و النہایہ، صفحہ ۵۲، مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۸ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دو شنبہ

رُویا

عصر کی نماز سے قبل حضور علیہ السلام نے ایک رؤیا سنائی۔ فرمایا:-

میں دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر وضو کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ وہ زمین پوٹی ہے اور اس کے نیچے ایک غار سی چلی جاتی ہے۔ میں نے اس میں پاؤں رکھا۔ تو دھنس گیا اور خوب یاد ہے کہ پھر میں نیچے ہی نیچے چلا گیا۔ پھر ایک جست کر کے میں اُپر آ گیا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ہوا میں تیر رہا ہوں اور ایک گڑھا ہے مثل دائرے کے گول اور اس قدر بڑا جیسے

یہاں سے نواب صاحب گھر اور میں اس پر ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر تیر رہا ہوں
 سید محمد حسن صاحب کنارہ پر تھے۔ میں نے اُن کو بلا کر کہا کہ دیکھ لیجئے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو بانی
 پر چلتے تھے اور میں ہوا پر تیر رہا ہوں اور میرے خدا کا فضل اُن سے بڑھ کر مجھ پر ہے علامتی
 میرے ساتھ ہے اور اس گڑھے پر ہم نے کئے پھیرے کئے۔ نہ ہاتھ نہ پاؤں بلانے پڑتے
 ہیں۔ اور بڑی آسانی سے ادھر ادھر تیر رہے ہیں۔ ایک بجنے میں بیس منٹ باقی تھے کہ
 میں نے یہ خواب دیکھا۔

بعد از نماز مغرب۔

ایک شخص امرتسری نے حضرت اقدس کو بہت فحش اور گندی گالیاں دی تھیں ایک
 باغیرت اور مخلص خادم نے اس کا جواب درشتی سے دینا چاہا تھا۔ حضرت اقدس
 نے فرمایا کہ

جوش کے مقابلہ پر جوش ہو تو فساد کا باعث ہوتا ہے اور بات وہ کرنی چاہیئے جس
 سے بڑائی کا خاتمہ ہو۔ اگر ہم ہدی کا جواب اس حد تک کی ہدی سے دیں تو پھر ہمارے
 کاروبار میں برکت نہیں رہتی۔ جوش اور اشتعال کے دقت کے لگھے ہوئے مضامین میں
 فصاحت اور بلاغت جاتی رہتی ہے۔ فصاحت اور بلاغت نرمی کا بیٹا ہے۔ جس قدر
 نرمی ہوگی اسی قدر عبارت فصیح ہوگی۔ اہل حق کو درہم برہم نہ ہونا چاہیئے۔ گندی بات قابل
 جواب ہی نہیں ہوا کرتی۔

اخلاق

اصحاب کبار میں سے ایک نے ایک شے طلب کی جو حضرت اقدس اسی وقت خود
 اُٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور وہ شے لا کر دی۔

(المبداء جلد اول نمبر ۷ صفحہ ۵۵ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۹ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

بعد از نماز ظہر

حضرت اقدس علیہ السلام کو بذریعہ خط معلوم ہوا کہ رسل بابا امرتسر میں یحاضرہ طاعون فوت ہو گیا ہے اس پر آپ مولوی محمد علی صاحب کے کہو میں آکر گفتگو فرماتے رہے

فرمایا کہ

گذشتہ شب کو مجھے یہ الہام ہوا ہے۔

سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا اِبْرَاهِيْمَ

پھر اس کے بعد الہام ہوا۔

سَلَامٌ عَلَىٰ اَمْرِكَ صَوْتٌ فَاِذَا

یعنی اے ابراہیم تجھ پر سلام۔ تیرے کاروبار پر سلامتی ہو۔ اور تو با مراد ہو گیا
اسی اثنا میں نماز عصر کا وقت آگیا تو آپ نے مسجد میں تشریف لاکر یہ الہام پھر سنا یا
اور رسل بابا کی موت پر ذکر پڑھا کہ

تخرج الصدور الى القبور

کا الہام بھی اس پر صادق آتا ہے اور الہام میں صدود کا لفظ ہے جو کہ جمع پر دلالت
کرتا ہے اور جمعہ کے دن جب میں بیٹا تھا تو مجھے یہ الہام ہوا تھا۔

يسوت قبل يوحى هذا

یعنی یہ میرے اس دن سے پیشتر مے گا۔ یوم سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ جو کہ
اصل میں خدا کا دن ہے۔

پھر فرمایا کہ

ان تین سالوں میں خارق عادت ترقی ہوئی ہے۔ براہین میں یہ پیشگوئی ہے

کہ میں تمہارے لئے فوج تیار کروں گا وہ انہی تین سالوں میں تیار ہوئی۔

بعد از مغرب

مشق کے لفظ پر فرمایا کہ

اصل میں تشلیث کی بڑھ و مشق ہے۔ یہ لازمی بات ہے اور سمجھنے کے قابل ہے۔ مگر ہمارے مخالف خیال نہیں کرتے۔ مشق سے مشرقی طرف اترنے کے یہی معنی ہیں۔ کہ وہ تشلیث کا استیصال کرے گا۔ مشرق ہمیشہ غرب پر غالب ہوتا ہے۔

(البدد جلد اول نمبر ۷ صفحہ ۵۵ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ

(بابت مغرب و عشا)

الہامی دعائیں و اہم کلم کو جمع متکلم کے صلیغہ کیسیاتھ دعا کرنا

میرزا ناصر نواب صاحب نے حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ یہ دعا رب کئی شیخ
خادمک والی جو الہام ہوئی ہے۔ اگر اس میں جہائے واحد متکلم کے جمع متکلم کا صلیغہ
بڑھ کر دوسروں کو بھی ساتھ ملا لیا جائے تو حرج تو نہیں حضرت اقدس نے فرمایا:-

کوئی حرج نہیں ہے

(البدد جلد اول نمبر ۸ صفحہ ۵۸ مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ

بدن تکلیف اٹھانے کیلئے ہے

بکثرت مضمون نویسی اور کاپی دہیرو دیکھنے میں بدن تکلیف انسان کو ہوتی ہے۔ اس
کو مد نظر رکھ کر ایک خادم نے (ظہر کے وقت) اس تکلیف میں حضور کے ساتھ اظہار
ہمدی کیا۔ جس پر حضرت اقدس نے فرمایا:- بدن کو تکلیف کیواسطے ہے۔

اور کس لٹے ہے۔

اللوام مصری اخبار کا جواب

بعد ازیں فرمایا کہ

اللوام کے متعلق مضمون لکھ رہا ہوں۔ نیچے فارسی ترجمہ بھی کر دیا ہے تاکہ اس کی اگلا

اتماماً للبحث بنسار۔ سمرقند وغیرہ ممالک میں بھی ہو جائے۔

پھر حضور فرمانے لگے کہ میں وہ مضمون لا کر بطور نمونہ سنانا ہوں۔ چنانچہ آپ انگریز

میں تشریف لے گئے اور مضمون لا کر اس کا عربی مسودہ اور فارسی ترجمہ سناتے رہے۔

فرمایا کہ

اس مضمون کو میں نے تین طرح پر تقسیم کیا ہے۔ اول۔ اجمال رکھتا ہے۔ دوم تفصیل کی

ہے کہ کیوں اس امر کی ضرورت پڑی کہ ٹیکہ سے ہم پر بہز کریں اور وجہ بتلائی ہے کہ ہمارا دعویٰ

یہ ہے اور لوگ گالیاں دیتے اور سب و شتم کرتے ہیں۔ سوم۔ خدا تعالیٰ نے اب تک کیا

تفریق کر کے دکھائی ہے اور مخالفوں کی مخالفت کے کیا نتائج ہوئے۔

آسمانی اور زمینی نشان

عشار سے قبل قدرے مجلس کی اور اخبارات انگریزی سنتے رہے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ

خدا تعالیٰ جو نشانات دکھاتا ہے۔ اشتہاری دکھاتا ہے کہ سونف و خسوف بھی اشتہاری

تھا اور وہ آسمانی تھا۔ اب یہ طاعون بھی اشتہاری ہے اور یہ زمینی ہے۔ اگر آج سے ایک

ہزار برس پیشتر تک کی تو تاریخ پنجاب دیکھتے جاؤ تو جیسی طاعون اب ہے۔ اس کی نظیر نہ ملے گی

ابھی تو اس کے پاؤں بے ہیں اگر یہ سرسری ہوتی تو اس کا دودھ ختم ہو جاتا۔ موت اور خوف بھی

خدا تعالیٰ کے رعب کا نظارہ ہے اور اصلاح کا وقت ہے۔ ہر ایک قسم کی قبیح رسم خود بخود

دور ہو جائے گی۔ ایسی تو کارروائی شروع ہے کسی کا قول ہے

ابتداءئے عشق ہے روتا ہے کیا

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

(البداء جلد اول نمبر ۸ صفحہ ۵۸ مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

نماز جنازہ پڑھائی اور ایک الہام

رضو علیہ السلام نے، جمعہ مسجد اقصیٰ میں ادا کیا۔ بعد اولتے جمعہ، نماز جنازہ ایک احمدی بھائی مرحوم کی حضرت اقدس نے پڑھائی۔ عصر کے وقت تشریف لاکر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ الہام ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور عجیب اور مبشر ققرہ تھا۔ وہ یاد نہیں رہا۔

یَسْنَادُی مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ

(البداء جلد اول نمبر ۸ صفحہ ۵۸ مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۳ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

ایک ہندو امرتسری تاجر پارچہ کی حضرت اقدس کے ملاقات

عصر کے وقت نماز سے پیشتر ایک ہندو صاحب سوداگر پارچہ امرتسری نے آکر حضرت اقدس سے نیا زمانہ انداز پر نیا حاصل کیا اور استفسار یہ اس نے جواب دیا کہ ہمہر تسر میں ایک بڑے سوداگر ہیں۔ اس طرف تمام علاقہ میں ہمدی دکان سے کپڑا آتا ہے میں اپنی آسامیوں سے روپیہ وصول کرنے آیا تھا۔ میرے بھائی نے کہا تھا کہ حضور کی قدم

یوسی کا آؤں۔

پھر عصر کی نماز ہوئی اور ہندو صاحب الگ ایک گوشہ میں بیٹھے رہے۔ بعد نماز وہ پھر نیاز حاصل کر کے اور دست بوسی کر کے رخصت ہوئے۔

بجلی چمکنے کی تعبیر

مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنا ایک خواب عرض کیا۔ جس میں انہوں نے بجلی دیکھی تھی۔ اس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ: شائد کوئی تیس برس کا عرصہ گذرا ہوگا کہ میں نے بھی ایک خواب دیکھا کہ اب جس مقام پر مدرسہ کی عمارت ہے وہاں بڑی کثرت سے بجلی چمک رہی ہے۔ بجلی چمکنے کی یہ تعبیر ہوتی ہے کہ وہاں آبادی ہوگی۔

(البدار جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۵۸ مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۱۸ء)

۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

ظہر کے وقت حضرت اقدس (علیہ السلام) تشریف لائے تو لاہور اور برما سے آئے ہوئے احباب نے نیاز حاصل کیا۔

درد ونداں کا علاج

ایک صحابی کے دانت میں سخت درد تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کے لئے مجرب علاج یہ ہے کہ ایک بوٹی بنام کارا ہارا نہر کے کنارے ہوتی ہے۔ بار بار آزمایا ہے۔ کہ جب اُسے لے کر منہ میں رکھا اور چبایا اور اس کا اثر دانت پر پہنچا کیسا ہی سخت درد کیوں نہ ہو۔ آرام آجاتا ہے

ایک ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کالا ہارا اور کاربالک ایک ہی شے معلوم ہوتی ہے

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ عربی لفظ قلع و جبر ہوگا نہ کہ کاربالک۔

قیام فی ما اقام اللہ کی مثال

مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک شہادت پر گرد اسپور جانا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں یہاں سے باہر جانا نہیں چاہتا مگر اب تو اللہ تعالیٰ نے یہاں سے خود تو میں نہیں جاتا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

قیام فی ما اقام اللہ یہی تو ہے۔

علاج طاعون

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ

اس کے لئے جو تک کا گلوٹا اور زیادہ مقدار میں گنیشیا کا جلاب دے کر پھر کیوڑہ اور زبسی وغیرہ مصفی خون ادویہ کا استعمال کرنا بہت مفید اور مجرب ہے کیونکہ اس میں خون و سوداوی مواد ہوتے ہیں۔ یہ ان دونوں کا علاج ہے۔

(البدن صلد اول نمبر ۹ صفحہ ۶۶ مورخ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۵ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دو شنبہ

سردرد اور متلی کا علاج

ناز مغرب ادا فرما کر حضرت اقدس تشریف لے جانے لگے تو مفتی محمد صادق صاحب نے سردرد اور متلی وغیرہ کی شکایت کی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آج شب کو کھانا نہ کھانا اور گل روفہ نہ رکھنا۔ سکنجبین پی کر اس سے قے کرو۔

صفائی رکھنے کی تاکید

پھر مفتی صاحب کے مکان کی نسبت دریافت کر کے فرمایا کہ

اس کے مالکوں کو کہو کہ روشندان نکال دیں اور آج کل گھروں میں خوب صفائی رکھنی چاہیئے۔ کپڑوں کو بھی سمٹھا رکھنا چاہیئے۔ آج کل دن بہت سخت ہیں اور ہوا زہریلی ہے اور صفائی رکھنا تو سنت ہے۔ قرآن شریف میں بھی لکھا ہے۔ وَثِيَابَكَ فَطَيِّرْ۔ وَالْمَرْحَرَةَ نَافِعَةً لِّهِ

(یہ کلام حضرت کاہم نے بالواسطہ سُنکر لکھا ہے۔ ایڈیٹر)

بیعت کے ساتھ عمل صالح ضروری

بعد از مغرب

تین اشخاص نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعد بیعت آپ نے مباہلین کی طرف

مخاطب ہو کر فرمایا کہ

اُدھی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہیئے کہ یہ سلسلہ حق ہے اور آتنا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے۔ آج کل بلا کا زمانہ ہے۔ طاعون ہر طرف پھیل رہی ہے۔ صرف ماننے سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا جب تک اچھے عمل نہ ہوں۔ کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو نیک بنو۔ متقی بنو۔ ہر ایک بدی سے بچو۔ یہ وقت دعاؤں سے گذارو۔ رات اور دن تضرع میں لگے رہو۔ جب ابتلا کا وقت ہوتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا غضب بھی بھڑکا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں دُعا۔ تضرع۔ صدقہ نیرات کرو۔ زبانوں کو نرم رکھو۔ استغفار کو اپنا معمول بناؤ۔ نمازوں میں دعائیں کرو۔ مثل مشہور ہے کہ منتیں کرتا ہوا کوئی نہیں مرتا۔ بڑا ماننا انسان کے کام نہیں آتا۔ اگر انسان مان کر پھر اسے پس پشت ڈال دے۔ تو اسے فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر اس کے بعد یہ شکایت کرتی کہ بیعت سے فائدہ نہیں ہوا۔ بے سود ہے۔ خدا تعالیٰ صرف قول سے راضی نہیں ہوتا۔

عمل صالح کی تعریف | قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح

بھی رکھ ہے۔ عمل صالح اسے کہتے ہیں۔ جس میں ایک ذرہ بھروسہ نہ ہو۔ یاد رکھو کہ انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پٹا کرتے ہیں۔ وہ کیا ہیں۔ کیا کاریز کہ جب انسان دکھاوے کے لئے ایک عمل کرتا ہے، عجب کہ وہ عمل کہہ کے اپنے نفس میں خوش ہوتا ہے اور رقم قسم کی بدکاریاں اور گناہ جو اس سے صادر ہوتے ہیں۔ ان سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ عمل صالح وہ ہے جس میں ظلم۔ عجب۔ یا۔ تکبر اور حقوق انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ جیسے آخرت میں انسان عمل صالح سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔ اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عمل صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔ سمجھ لو کہ جب تک تم میں عمل صالح نہ ہو۔ صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔ ایک طیب نسخہ لکھ کر دیتا ہے تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ لے کر اسے میوے اگر وہ ان دعاؤں کو استعمال نہ کرے اور نسخہ لے کر رکھ چھوڑے تو اسے کیا فائدہ ہوگا۔

اب اس وقت تم نے توبہ کی ہے۔ اب آئندہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس توبہ سے اپنے آپ کو تم نے کتنا صاف کیا۔ اب زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ تقویٰ کے ذریعہ سے فرق کرنا چاہتا ہے۔ بہت لوگ ہیں کہ خدا پر شکوہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کو نہیں دیکھتے۔ انسان کے اپنے نفس کے ظلم ہی ہوتے ہیں ورنہ خدا تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔

بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ ان کو گناہ کی خبر

بھی نہیں ہوتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے استغفار کا التزام کرایا ہے۔ کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے توبہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا خواہ اسے علم ہو یا نہ ہو اور توبہ اور توبہ اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا ہے۔ آج کل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہیے۔ رَقْمًا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِيْمَانًا لَّنَا تَعْفِنَا لِنَا وَ تَتَّعِبْنَا كَتَلُوْنَا وَ سَمَّ الْخَالِيَيْنَا۔ یہ دعا اول ہی قبول ہو چکی ہے۔ غفلت سے زندگی بسر مت کرو۔ جو شخص غفلت سے زندگی نہیں گزارتا۔ ہرگز امید نہیں کہ وہ کسی فوق الطاقیت بلا میں مبتلا ہو۔

کوئی بلا بغیر اذن کے نہیں آتی۔ جیسے مجھے یہ دعا الہام ہوئی۔ رَبِّ كُنْ شَيْخِي خَادِمًا
رَبِّ خَافِظِي وَالْمُتَرَفِّي وَارْتَسِيْنِي

یہاں تک آپ نے تقریر فرمائی تھی کہ اتنے میں مولوی عبدالکریم صاحب گودا سپور
سے آگئے اور حالات سفر سناتے رہے۔ سفر میں ہر قسم کے عوارض اور مشکلات سے
محفوظ رہنے پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ
ہمارا ایمان ہے کہ سب اس کے ہاتھ میں ہے خواہ اسباب سے کرے خواہ بلا اسباب

(البدن در عدد اول نمبر ۹ صفحہ ۶۶ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۹۰۲ء بروز شنبہ طاغون اور مخالفین کا ایک عذر

ماز فخر سے پیشتر حضرت اقدس کچھ عرصہ بیٹھے رہے اور ایک شخص طاغون کے حالات
سناتا رہا کہ جب لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ تم مسیح موعود کو مان لو تو اس سے محفوظ رہو گے
تو وہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کو کیوں نہ مانیں جو اس کے ایک بندے کو جا کر مانیں۔
حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اوجہل اور اس کے ساتھی بھی یہی کہا کرتے تھے۔

آئینہ کمالات اسلام کا اثر ایک عرب پر

ظہر کے وقت مولوی عبدالکریم صاحب نے جناب ابو سعید عرب صاحب تاجدخ
رنگون برما کے حالات حضرت کو سنائے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ اول اول عرب صاحب
ایک بڑے آنا دم شرب اور نیچریت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ پھر کتاب آئینہ
کمال اللہ اسلام کسی طرح ان کی نظر سے گزری تو اس نے اس سلسلہ کی طرف توجہ دلائی

اور حقیقت اسلام ان پر منکشف ہوئی حضرت صاحب پھر خود عرب صاحب سے ان کے حالات دریافت کرتے رہے اور پوچھا کہ آپ کتنے دن تک رہ سکتے ہیں۔

عرب صاحب نے بیان کیا کہ میں نے گلگتہ سے سیکنڈ کلاس کا واپسی ٹکٹ لیا ہے جس کی میعاد جنوری ۱۹۳۲ تک ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

میری بڑی خوشی ہے کہ آپ اس دن تک ٹھہریں جیتنگ کہ ٹکٹ اجازت دیتا ہے۔

اس پر عرب صاحب نے نیاز مندی سے عرض کی کہ کرایہ کی فکر نہیں میں زیدہ بھی ٹھہر سکتا

ہوں۔ پھر عرب صاحب اپنی مذہبی زندگی کی کیفیت حضرت اقدس کو سنا دے رہے

کہ میں اس مشرب کا آدمی تھا کہ خدا کے وعدہ پر بھی ایمان نہ تھا۔ یہی خیال تھا۔ کہ کھانا

ہے اور کھانا ہے۔ آئینہ کمالات اسلام نے ان کو اس غلطی سے نجات دے کر حضور کی

محبت کا تخم دل میں جمایا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

خدا ہی کی تلاش کرو حقیقی لذت خدا ہی میں ہے۔ جو لذات اس دنیا سے لیجاوے گا۔

وہی اس کے ساتھ رہیں گی۔ ایک دہریہ جب مرے گا تو اُسے یہی خیال ہوگا کہ میں وہیں ہوں

اور صرف جسم جدا ہوا ہے اس کو حسرت ہی حسرت رہے گی۔ جسم کے اندھے اچھے ہیں۔ اور

قابلِ رحم ہیں بر نسبت اس کے کہ دل کے اندھے ہوں۔ سید احمد خاں نے تفریط کی راہ لی۔

اور ان (دوابعوں) نے افراط کی طرح طرح کی بدنامیاں پیش کیں۔ انسان ان کو کہاں تک

قبول کرتا کوئی راہ تسلی اور سکینت کی نہ تھی۔ کہ انسان مانتا۔

دین کا سارا حصہ ایسا نہیں ہوتا کہ انسان اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ ایک

حصہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود خدا سمجھا دے۔ پھر جو سمجھنے والے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اہستہ

اہستہ اُن کے دلوں میں بچھاتا جاتا ہے۔ انسان کو پوری سعادت تک پہنچانے کے واسطے

خدا تعالیٰ نے اور عواص رکھے ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو پھر دین کو انسان سمجھ نہ سکتا۔ اور اُس

وقت میں حقیقی طور پر انسان خدا پر ایمان لاتا ہے۔ خدا پر ایمان اس کا ہے جسے خدا نے ہی

ایمان لیا۔ برہم کی طرح زمین اور آسمان کو دیکھ کر پھر خدا کی ضرورت کو ماننا تو گویا اپنی طرف سے ایک خدا تجویز کرنا ہے اور اس طرح سے گویا خود انسان کا احسان خدا پر ہے کہ اُس نے خدا کا پتہ لگایا۔ اصل میں اس روز سے انسان کو سچی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ جس دن سے وہ خدا پر احسان نہیں رکھتا بلکہ خدا کا اپنے اوپر احسان مانتا ہے کہ اس نے خود اپنے وجود سے اُسے خبر دی اور اسی دن سے سفلی زندگی سے انسان کو نجات حاصل ہوتی ہے۔ جس دن خدا کہے کہ میں غالب ہوں اور اس دن سے وہ ترک گناہ پر قیاد ہوگا۔ یہی وہ سلسلہ ہے جس سے انسان کو کامل یعنی خدا پر حاصل ہوتا ہے۔ مگر نہ

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دنیا میں بھی ہر ایک شخص انعام و اکرام کے قابل نہیں ہوتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے انعام و اکرام بھی خواص پر ہوتے ہیں۔

تصویر اور قیافہ شناسی

عرب صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک چینی آدمی کے روبرو میں نے آپ کی تصویر کو پیش کیا۔ وہ بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ آخر بولا کہ یہ شخص کبھی جھوٹ بولنے والا نہیں ہے پھر میں نے اور تصاویر بعض سلاطین کی پیش کیں۔ مگر ان کی نسبت اس نے کوئی مدح کا کلمہ نہ نکالا اور بار بار آپ کی تصویر کو دیکھ کر کہتا رہا کہ یہ شخص ہرگز جھوٹ بولنے والا نہیں۔

طا عون کا علاج خدا تعالیٰ کے پاس

مذہب مغرب کے بعد طا عون کا ذکر ہوا۔ فرمایا کہ

اب اس کا علاج خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ عنہی معالجات (ابام حضرت اقدس)

اور اب یہ آیت بالکل صادق آگئی ہے وَ اِنْ مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مَمْلُوكُهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَوْ مَحْدَنُ بُوْحَا عَدَا بَا شَدِيدًا يُعْنِي بِمِ كُوْنِي كَاوُنْ نَهْ مِجھوٹوں گے کہ اس کو ہلاک نہ کریں۔ اسی طرح اب کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہمارے ان طاعون نہیں آئی اور جہاں اب تک نہیں آئی تو آخر آنے والی ہے۔

(البدن جلد اول نمبر ۹ صفحہ ۶۷ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ حفاظت دار کے متعلق الہام

تازہ فجر سے پیشتر حضور علیہ السلام نے تقویٰ دیر مجلس فرمائی اور انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا واستکبروا کے متعلق فرمایا کہ اس میں علو اور تکبر سے یہ مراد نہیں ہے کہ مال و وجاہت کا تکبر ہو بلکہ ہر ایک شخص جو کہ عاجزی اور تہذیب سے خدا کے سامنے اپنے آپ کو پیش نہیں کرتا اور اس کے احکام کو نہیں مانتا وہ اس میں داخل ہے خواہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہو۔

ظہر کے وقت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو فراب صاحب نے طاعون پر کچھ ذکر کیا۔ جس پر حضور نے ذیل کی تقریر فرمائی۔

طاعون کے وقت جماعت کو نیک اور پاک تبدیلی پیدا کرنے کی
نصیحت

ہماری جماعت کو واجب ہے کہ اب تقویٰ سے کام لے اور اولیا بننے کی کوشش کرے۔ اس وقت زمینی اسباب کچھ کام نہ آدے گا اور نہ منصوبہ اور محبت بازی کام آئے گی۔ دنیا سے کیا دل لگانا ہے اور اس پر کیا بھروسہ کرنا ہے۔ یہ ہی امر غنیمت ہے۔
پہلے الہام کے الفاظ استکبروا کی بجائے من استکبار اچکے ہیں۔ (در تریب)

کہ خدا تعالیٰ سے صلح کی جائے اور اس کا یہی وقت ہے۔ ان کو یہی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔
 کہ خدا سے اسی کے ذریعہ سے صلح کر لیں۔ بہت مرضیں ایسی ہوتی ہیں کہ دلائل کا کام کرتی
 ہیں اور انسان کو خدا سے ملا دیتی ہیں۔ خاص ہماری جماعت کو اس وقت وہ تبدیلی یک
 مرتبہ ہی کرنی چاہیئے۔ جو کہ اس نے دس برس میں کرنی تھی اور کوئی جگہ نہیں ہے جہاں ان کو
 پناہ مل سکتی ہے۔ اگر وہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے دعائیں کریں تو ان کو بشارتیں بھی جو
 جائیں گی۔ صحابہؓ پر جیسے سکینت اُتری تھی ویسے ان پر اُترے گی۔ صحابہؓ کو انجام تو معلوم
 نہ ہوتا تھا کہ کیا ہوگا مگر دل میں یہ تسلی ہو جاتی تھی کہ خدا تعالیٰ ہمیں ضائع نہ کرے گا۔

در اصل سکینت اسی تسلی کا نام ہے جیسے میں اگر طاعون زدہ ہو جاؤں اور گئے تک میری
 جان آجائے تو مجھے ہرگز یہ وہم نہیں ہوگا کہ میں ضائع ہو جاؤں گا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟
 صرف وہی تعلق جو میرا خدا کے ساتھ ہے وہ بہت قوی ہے۔ انسان کے لئے ٹھیک بھنے
 کا یہ مفت کا موقع ہے راتوں کو جاگو۔ دعائیں کرو۔ آرام کرو (لیکن جو کسل اور سستی کرتا
 ہے وہ اپنے گھر دالوں اور اولاد پر تسلیم کرتا ہے۔ کیونکہ وہ تو مثل جوطحہ کے ہے اور اہل و
 عیال اس کی شاخیں ہیں۔ مقطورے ابتلاء کا ہونا ضروری ہے جیسے لکھا ہے۔ اَحْسِبَ
 النَّاسَ اَنْ يَّمُنُوْا اَنْ يَّعُوْذُوْا اِلَيْنَا وَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

و منبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طرف تو کہ میں فتح کی خبریں دی جاتی تھیں اور
 ایک طرف ان کو جان کی بھی خیر نظر نہ آتی تھی اگر نبوت کا دل نہ ہوتا تو خدا جانے کیا
 ہوتا۔ یہ اسی دل کا حوصلہ تھا۔ بعض ابتلا صرف تبدیلی کے واسطے ہوتے ہیں۔ عملی نمونے
 ایسے اعلیٰ درجے کے ہوں کہ ان سے تبدیلیاں ہوں اور ایسی تبدیلی ہو کہ خود انسان
 محسوس کرے کہ اب میں وہ نہیں ہوں جو کہ پہلے تھا بلکہ میں ایک اور انسان ہوں۔ اس
 وقت خدا تعالیٰ کو لاضمی کرو جتنی کہ تم کو بشارتیں ہوں۔ کل لکھتے ہوئے ایک پُرانا الہام
 نظر پڑا۔ ایام غضب اللہ غضبتم۔ غضب شدید۔ نسبی اهل السعادة۔

یہاں اہل سعادت سے مراد وہ شخص ہے جو عملی طور پر صدق دکھاتا ہے۔ خالی زبان تک زبان کا ہونا کوئی فائدہ نہیں دیتا جیسے صحابہؓ نے صدق دکھلایا کہ یقیناً پر جانیں رکھ لیں۔ اور بال بچوں تک کو قرآن کیا مگر ہم آج ایک شخص کو اگر کہیں کہ سو کوس چلا جا تو وہ غدر کرتا ہے سستی کہ ابر و عزت کا معاملہ پیش کرتا ہے اور کاروبار کا ذکر کرتا ہے کہ کسی طرح جانے سے رہ جائے مگر انہوں (صحابہؓ) نے جان۔ مال۔ ابرو۔ عزت سب کچھ خاک میں ملا دیا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم پر فلاں فلاں آفت آئی۔ حالانکہ ہم نے بیعت کی تھی مگر ہم نے بار بار جماعت کو کہا ہے کہ بڑی بیعت اور صرف زبان سے ملنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ چاہیے کہ خدا میں گداز ہو کر ایک نیا وجود بن جائے۔ سارا قرآن دیکھو کہ کہیں بھی صرف اماندہ نہیں لکھا ہے۔ ہر جگہ عمل صالح کا ساتھ ہی ذکر ہے۔ غرضیکہ خدا ایک موت چاہتا ہے اور میرا تجربہ ہے کہ خدا مومن پر دو موتیں ہرگز جمع نہیں کرتا کہ ایک موت تو اس کی خدا کے واسطے ہو اور دوسری دنیا کی لعن طعن کے واسطے۔ ایسے نازک وقت میں چاہیے کہ جماعت سمجھ جائے اور ایک تیر کی طرح سیدھی ہو جائے۔ اگر ہزاروں آدمی بھی طاعون سے مر جائیں تو میں ہرگز خدا کو ملزم نہ کروں گا اور یہی کہوں گا کہ انہوں نے احسان کا پہلو چھوڑ دیا۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

ہاتھی اور بلسینی روٹی کی تعبیر

بوقت عشاء ایک شخص نے بیعت کی چند ایک اجاب نے اپنے اپنے خواب سنا

جس میں سے ایک خواب یہ تھا کہ حضرت اقدس ہاتھی پر سوار ہیں اور وہ آپ کے

حکم میں چلتا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

جو ہاتھی میں نے خواب میں دیکھا تھا اس کی بھی ایسی ہی حالت تھی اور اس سے

مراد طاعون ہے کہ ہم اس پر سوار ہیں۔

یک دوست نے خواب میں بیستی روٹی دیکھی۔ اس کی تہیہ میں فرمایا کہ
اس سے مراد کچھ تکلیف ہے
والہمد للہ اول نمبر و صفحہ ۶۸ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء



۱۸ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ

وقتِ ظہر حضرت اقدس اپنے البامات کی تکرار فرماتے رہے جو کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی

ترقی کی نسبت تھے اور فرمایا کہ

یہ بھی ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ مگر وہ وقت ابھی
نہیں آیا۔

بغیر ذکر مسیح ہو کر صحیح تفسیر قرآن نہیں ہو سکتی

ابوسعید عرب صاحب آندہ از رنگون نے عرض کی کہ ایک صاحب برما میں کہتے تھے کہ اگر

میرزا صاحب صرف قرآن کی تفسیر لکھیں اور اپنے دعاوی کا ذکر اس میں ہرگز نہ کریں تو میں

بہت سارے پیروں کو اسے طبع کروا سکتا ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اگر کوئی ہم سے سیکھے تو سارا قرآن ہمارے ذکر سے بھرا ہوا ہے۔ ابتدا ہی میں ہے

صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ اب ان

سے کوئی پوچھے کہ غیر المغضوب کونسا فرقہ تھا۔ تمام فرقے اسلام کے اس پر متفق ہیں

کہ وہ یہودی تھے اور ادھر حدیث شریف میں ہے کہ میری امت یہودی ہو جائے گی۔ تو پھر

بتلاؤ کہ اگر مسیح نہ ہوگا تو وہ یہودی کیسے بنیں گے۔

متفرق امور

مغرب کی نماز ادا فرما کر حضور تشریف لے گئے اور پھر نقوڑی دیر کے بعد تشریف لائے تاکہ

ایک صحابی کو فرمایا کہ
اللو ابرو جو مضمون لکھا ہے وہ مطبع میں چلا گیا ہے ایک دو کاپیاں نکلیں تو آپ کو
دکھادیں گے۔

شفقت کا نمونہ | ایک صاحب کے دانت میں درد تھا۔ اس کے لئے حضرت اقدس نے

کارا بارا (ایک بوٹی) منگوائی تھی وہ اندر مکان میں تھی جناب میر صاحب نے کہا کہ ان
کے دانت میں درد ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

میں ابھی جا کر وہ سب بوٹی لا دیتا ہوں

مریض نے کہا حضور کو زحمت ہوگی۔ حضرت اقدس نے اس پر تبسم فرمایا اور کہا کہ

یہ کیا تکلیف ہے

اور اسی وقت اندر جا کر حضور وہ رومال لے آئے جس میں وہ بوٹی تھی۔ اور مریض

کے حوالہ کی۔

انزلنا الحديد اور اس | اصحاب میں سے ایک نے عرض کی کہ آیت لَقَدْ
كُنَّا نُرْسِلُكَ بِالْبَيِّنَاتِ وَآتَيْنَاكَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ

وَالْبُرْجَانَ يَنْقُذُ النَّاسَ بِالْقِسْطِ وَآتَيْنَاكَ الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْ
مَنْافِعُ لِلنَّاسِ (چپ ۹۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ حدید نے اپنا فعل ہاں شدید
کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کیا کہ اس سے سامان جنگ وغیرہ تیار ہو
کر کام آتا تھا اگر اس کے فعل منافع للناس کا وقت یہ مسیح اور مہدی کا زمانہ
ہے کہ اس وقت تمام دنیا حدید (لوہے) سے قائم اٹھاری ہے (جیسا کہ
ریل۔ تار۔ دفاعی جہاز۔ کارخانوں اور ہر ایک قسم کے سامان لوہے سے ظاہر ہے)

حضرت اقدس نے اس پر فرمایا کہ

میں بھی سارے مضمون لوہے کے قلم ہی سے لکھتا ہوں۔ مجھے بار بار قلم بنانے کی

عادت نہیں ہے۔ اس لئے لوہے کے قلم استعمال کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے سے کام لیا۔ ہم بھی لوہے ہی سے لے رہے ہیں۔ اور وہی لوہے کی قلم تلوار کا کام دے رہی ہے۔

حضرت اقدس جس قلم سے لکھا کرتے ہیں وہ ایک خاص قسم کا ہوتا ہے جس کی ٹوک آگے سے داہنی طرف کو مڑی ہوئی ہوتی ہے اور اس کی شکل تلوار کی سی ہوتی ہے۔

۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

ناز فر سے پیشتر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

آج یہ الہام ہوا ہے۔

إِنِّي مَعَ الْآفْوَاجِ اِنِّي

زلزلہ سے مراد طاعون

بعد اداٹے ناز خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک خواب سنائی۔ جس میں دیکھا کہ زلزلہ

آیا ہوا ہے۔ فرمایا کہ

یہی طاعون زلزلہ ہے۔ میں جماعت کو کہتا ہوں کہ یہ قیامت ہے جو آرہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھیگا۔ مگر صرف اتنی بات پر خوش نہ ہوں کہ بیعت کی ہوئی ہے۔

قرآن مجید میں ہر جگہ امانوں کے ساتھ عمل صالح کی تاکید ہے۔ اگر بعض آدمی جماعت میں سے

ایسے ہوں کہ جن کو خدا کی پروا نہیں اور اس کے احکام کی عزت نہیں کرتے تو ایسے آدمیوں

کا ذمہ دار نہ خدا ہے اور نہ ہم۔ ان کو چاہیے کہ اپنا اپنا نمونہ ٹھیک بناویں۔ زلزلہ تو

آ رہا ہے۔

بعد نماز مغرب۔

تین نوابیں

حضور نے اپنی تین رویا سنائیں جو کہ آپ نے پے درپے دیکھی تھیں۔
 (اول) کہ ایک شخص نے ایک روپیہ اور پانچ چھوٹے روپے دیئے۔ اس کے بعد
 پھر غنودگی ہوئی تو دیکھا کہ تریاق القلوب کا ایک صفحہ دکھایا گیا ہے جس پر علی شکر المصائب
 لکھا ہوا ہے جس کے یہ معنی ہوئے کہ ھٰذِمِ صَلَٰةِ عَلٰی شُكْرِ الْمَصَائِبِ۔ گویا یہ روپیہ
 اور چھوٹے شکر المصائب کا صلہ ہے۔ تیسری دفعہ پھر کچھ ورق دکھائے گئے جن پر بیٹیوں
 کے بارے میں کچھ لکھا ہوا تھا اور جو اس وقت یاد نہیں ہے۔

الہامی دعائیں و احد تکلم کے صیغہ کو بصورت جمع پڑھنا

حضرت مولانا عبدالکريم صاحب نے ایک شخص کا خط پیش کیا جس میں سوال تھا کہ دُعا
 الہامیہ رَبِّ کُلِّ شَيْءٍ حَادِیْکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

کو صیغہ جمع تکلم میں پڑھ لیا جائے یا نہ۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اس میں الفاظ تو الہام کے ہی ہیں (یعنی واحد تکلم)۔ اب خواہ کوئی کسی طرح پڑھ

لیے۔ قرآن مجید میں دو نوح دعائیں سکھائی گئی ہیں۔ واحد کے صیغہ میں بھی جیسے

رَبَّنَا اغْنِنِیْ وَلِوَالِدَیَّ الْاِیْمٰنَ اور جمع کے صیغہ میں بھی جیسے رَبَّنَا اِنصُرْنَا

الذَّنٰبِیْنَ اِحْسَنَہٗ وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَہٗ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور اکثر اوقات

واحد تکلم کے جمع تکلم مراد ہوتی ہے۔ جیسے اس ہماری الہامی دعائیں فاخفظنی سے یہی

مراد نہیں ہے کہ میرے نفس کی حفاظت کر بلکہ نفس کے متعلقات اور جو کچھ لوازمات ہیں

سب ہی آجاتے ہیں۔ جیسے گھر بار، خورش و اقارب اعضاء و قوی وغیرہ۔

ایک عیسائی کمیٹی کے نزدیک علامات ظہور مسیح

مفتی محمد صادق صاحب دلائل کی ایک عیسائی کمیٹی کا ایک مضمون سناتے رہے جس میں مسیح کی دوبارہ آمد پر بہت کچھ لکھا تھا کہ وقت تو یہی ہے سب نشان پور ہو چکے ہیں۔ اگر اب بھی نہ آیا تو پھر قیامت تک نہ آوے گا۔

اس مضمون کو سن کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اس نے بعض باتیں بالکل صحت اور سچی لکھی ہیں۔ اور اُس نے ضرورت زمانہ کو اچھی طرح محسوس کیا ہے بیشک اب ایک تختہ اُلٹنے لگا ہے اور دوسرا تختہ شروع ہوگا جس طرح یہ لوگ اس زمانہ میں مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں بلکہ اکثر ان کے انتظار کے بعد اب بے امید بھی ہو گئے ہیں اور اکثروں نے تاویلوں سے آمد ثانی کے معنی ہی اور کر لئے ہیں۔ کیونکہ اس کے متعلق تمام پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور زمانہ کی نازک حالت ایک بادی کو چاہتی ہے۔ اسی طرح اسلامی پیشگوئیوں کے مطابق بھی یہی وقت ہے۔

نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ کل اہل مکاشفات اور ملہمین کے کشوف اور اہام اور

دینا اور مسیح کے بارے میں چودھویں صدی سے آگے نہیں بڑھتے۔

مولوی اب تو کہیں گے کہ مسیح و مہدی کا ذکر ہی چھوڑو

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور اب تو مولوی لوگوں نے وہ خطبے وغیرہ پڑھنے چھوڑ دینے ہیں جن سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی تھی۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اب تو وہ نام بھی نہ لیں گے اور اگر کوئی ذکر کرے تو کہیں گے کہ مسیح اور مہدی کا

ذکر ہی چھوڑو۔

۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ اخبارات سلسلہ کا ذکر خیر

عصر کے وقت حضور علیہ السلام تشریف لائے تو فرمایا کہ

اخبار عام میں ان مقدموں کے حالات شائع ہو گئے ہیں اور ہمارے مقدمہ کو کھول کر نہیں بیان کیا بلکہ دبی زبان سے بیان کیا ہے۔ پھر ذکر کیا کہ یہ الہام یُؤْتِیْ ذُنَّ اَنْ یُّطْفِئُ نُورَکَ۔ یُرِیْ ذُنَّ اَنْ یَّتَخَطَّفُوْا مِنْ ضَمِّکَ۔ اس کی ہمیں کیا خیر تھی۔ کہ وہ ان واقعات کے متعلق ہیں تخطیف کے معنی اچک کر لے جانا ہے۔

قادیان کے اخباروں کے متعلق فرمایا کہ

یہ سبھی وقت پر کیا کام آتے ہیں۔ الہامات وغیرہ جھٹ چھپ کر ان کے ذریعہ شائع ہو جاتے ہیں۔ ورنہ اگر کتابوں کی انتظار کی جاوے تو ایک ایک کتاب کو چھیننے میں کتنی دیر لگ جاتی ہے اور اس قدر اشاعت بھی نہ ہوتی۔

یورپ میں بے دینی پھیلے گی

مشاد سے قبل یورپ کی لائڈ ہی کے متعلق فرمایا کہ

عیسائی مذہب کی عمارت تو گرنی شروع ہو گئی ہے۔ عنقریب سوائے ہادریوں کے اور سب لائڈ مذہب کہلائیں گے۔

(اللسبدر جلد اول نمبر ۱۰، صفحہ ۴، سورہ ۲، جنوری ۱۹۰۳ء)

۲۱ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ اعتکاف کے متعلق بعض ہدایات

مغرب اور مشاد کے درمیان مجلس فریائی، علیا کٹر عبد اللہ صاحب اہل تہری اور خواجہ

کمال الدین صاحب پلینڈر (جو دو فو معتلک تھے) ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ
 اعتکاف میں یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان اندر ہی بیٹھا رہے اور بالکل کہیں اُسے جائے
 ہی نہ (مسجد کی) چھت پر دھوپ ہوتی ہے وہاں جا کر آپ بیٹھ سکتے ہیں کیونکہ نیچے یہاں
 سردی زیادہ ہے اور ضروری بات کر سکتے ہیں۔ ضروری امور کا خیال رکھنا چاہیے اور یوں تو
 ہر ایک کام (دومن کا) عبادت ہی ہوتا ہے۔

جہاد و اشاعت دین کے لئے نہ تھا

پھر جہاد کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ

اب تلوار سے کام لینا تو اسلام پر تلوار مارنا ہے اب تو دلوں کو فتح کرنے کا وقت
 ہے اور یہ بات جبر سے نہیں ہو سکتی۔ یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے
 تلوار اٹھائی بالکل غلط ہے تیرہ برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام صبر کرتے
 رہے پھر یاد ہو اس کے کہ دشمنوں کا تعاقب کرتے تھے مگر صلح کے خواستگار ہوتے تھے کہ
 کسی طرح جنگ نہ ہو اور جو مشرک قومیں صلح اور امن کی خواستگار ہوتیں ان کو امن دیا جاتا
 اور صلح کی جاتی۔ اسلام نے بڑے بڑے پوجوں سے اپنے آپ کو جنگ سے بچانا چاہا ہے۔
 جنگ کی بنیاد کو خود خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو تک یہ لوگ بہت مظلوم ہیں اور ان کو ہر
 طرح دکھ دیا گیا ہے اس لئے اب اللہ تعالیٰ اجازت دیتا ہے کہ یہ بھی ان کے مقابلہ میں
 لڑیں۔ ورنہ اگر تعصب ہوتا تو یہ حکم پہنچتا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ دین کی اشاعت کے واسطے
 جنگ کریں لیکن ادھر حکم دیا کہ لَا تُكْرَاهُ فِي الدِّينِ (یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں) اور
 ادھر جب غایت درجہ کی سختی اور ظلم مسلمانوں پر ہوئے تو پھر مقابلہ کا حکم دیا۔

کمالات مجاہدات سے حاصل ہوتے ہیں نہ کسی کے خون کے

دین اسلام ایسا دین ہے کہ اگر خدا ہمیں عمر اور فرصت دے تو چند ایام میں ان لوگوں

کو معلوم ہو جائے گا کہ کیسا میٹھا اور بہترین دین ہے۔ کلمات تو انسان کو مجاہدات سے حاصل ہوتے ہیں مگر جن کو سہل نسخہ مسیح کے خون کا بل گیا وہ کیوں مجاہدات کریں گے۔ اگر مسیح کے خون سے کامیابی ہے تو پھر اُن کے لڑکے امتحان پاس کرنے کے واسطے کیوں مدرسوں میں محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں چاہیئے کہ وہ صرف مسیح کے خون پر بھروسہ رکھیں اور اسی سے کامیاب ہویں اور کوئی محنت نہ کریں اور مسلمانوں کے بچے محنتیں کر کے اور ٹکریں مار مار کر پاس ہوں۔ اصل بات یہ ہے۔ لیس انسان الاما سحی۔ اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان جب اپنے نفس کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے فسق و فجور وغیرہ معلوم ہوتے ہیں۔ آخر وہ یقین کی حالت پر پہنچ کر اُن کو صیقل کر سکتا ہے لیکن جب خونِ مسیح پر مدار ہے تو مجاہدات کی کیا ضرورت ہے۔ اُن کی جھوٹی تعلیم سچی ترقیات سے روک رہی ہے۔ سچی تعلیم والا دعائیں کرتا ہے کوششیں کرتا ہے آخر دوڑتا دوڑتا اور ہاتھ پاؤں مادتا ہوا منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ جب یہ بات اُن کو سمجھ آئے گی کہ یہ سب باتیں (خونِ مسیح پر بھروسہ) قصہ کہانی ہیں اور اُن سے اب کوئی آثار اور نتائج مرتب نہیں ہوتے اور ادھر سچی تعلیم کی تخم ریزی کے ساتھ برکات ہوں گی تو یہ لوگ خود سمجھ لیں گے۔ انسان کمبختی کرتا ہے۔ اس میں بھی محنت کرنی پڑتی ہے۔ اگر ایک لازم ہے تو اُسے بھی محنت کا خیال ہے غرضیکہ ہر ایک اپنے اپنے مقام پر کوشش میں لگا ہے اور سب کا ثمرہ کوشش پر ہی ہے سارا قرآن کوشش کے مضمون سے بھرا پڑا ہے۔ لیس للانسان الاما سحی۔ ان لوگوں کو جو ولایت میں خونِ مسیح پر ایمان لا کر بیٹھے ہیں کوئی پوچھے کہ کیا حاصل ہوا مومنوں یا عورتوں نے خون پر ایمان لا کر کیا ترقی حاصل کی۔ یہ باتیں ہیں جو بار بار ان کے کانوں تک پہنچانی چاہئیں

※۔ مدحکم سے ہے۔

مجاہدات پر اسدِ طمان کی راہیں کھلتی ہیں اور نفس کا تزکیہ ہوتا ہے جیسے فرمایا۔ قد اقلع من زکما اور والذین جاہدوا فلینالہم اللہ ینہم سبلنا۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۲۱۲ صفحہ ۲۱۲)

یہ قصہ جھوٹا ہے کہ خدا پریت میں رہا۔ پھر اسے خسرو وغیرہ نکلا ہوگا۔ طفولیت کے عالم میں ماں بھی کوئی دھول دھپا مار بیٹھی ہوگی۔ لڑکوں میں کھیلتا ہوگا دباں بھی مارکھاتا ہوگا۔ اب اس نظارہ کو کوئی دیکھے کہ بڑا ہو کر بھی مارکھاتا رہا اور جھوٹا تھا تو بھی طمانچے پڑتے رہے۔

(البدن در جلد اول نمبر ۱۰ صفحہ ۷۲-۷۵ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۰۳ء)

۲۲ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دو شنبہ تحقیقی طاعون

بوقت ظہر

طاعون کے ذکر پر فرمایا۔

بعض طب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بیتک سرسام اور غشی نہ ہو تو صرف گلگٹی کے ساتھ بوجار ہوتا ہے اس سے اگر کوئی مر جائے تو اس کا نام طاعون نہیں بلکہ خاص طاعون کے دنوں میں یہ مرض مشابہ بالناطعون ہوا کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تحقیقی طاعون کا لفظ ایسی موتوں پر نہیں آسکتا جس میں صرف گلگٹی اور بوجار ہو۔ اور دوسرے علامات طاعون نہ ہوں۔

ایک الہام

پھر فرمایا کہ

گذشتہ شب کو ۲ یا ۳ بجے یہ الہام ہوا۔ اور بڑے زور سے ہوا۔

یا قی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ

اتنے برس سے یہ سلسلہ ہمارا جاری ہے مگر یہ الہام کبھی نہیں ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ آسمان پر تیاری ہوئی ہے۔

لے صاحبزادہ نور محمد علی صاحب نے عرض کی کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسیح اپنی جماعت کو طور پر لے جائے گا۔

مسیح بمعنی سیاح

مولویوں کے احادیث پیش کرنے پر فرمایا کہ

ان پر ایسا دُوق تو نہیں ہوتا جیسے کلام الہی پر کیونکہ خواہ کچھ ہی ہو۔ پھر بھی وہ مس انسان سے تو خالی نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ جس کی تنقیہ کرتا جائے وہ صحیح ہوتا جائے گا۔ اگر احادیث میں نودل مسیح کا ذکر تھا۔ تو دیکھئے قرآن شریف میں وَقَعَيْنَا مَن بَعْدَهُ بِالرُّسُلِؑ موجود ہے۔ جو کہ اصل حقیقت کو واضح کر رہا ہے۔ مولویوں نے اس بات کو نہیں سمجھا اور ادر طرف دوڑتے رہے۔ مسیح کے معنی بہت سیر کرنے والا ہیں۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ جب وہ آسمان پر ہے تو اس نے سیر کہاں کی ہوگی اور لفظ مسیح کے معنی اس پر کیسے صادق آئیں گے۔ ایک طرف اُسے آسمان پر بٹھاتے ہیں دوسری طرف سیاح کہتے ہیں۔ تو اس کی سیاحت کا وقت کونسا ہوگا۔*

* - مسیح کے ذکر کے سلسلہ میں آٹھم میں مندرجہ ذیل عبادت درج ہے:-

”فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے جیسے نبی اسرائیل میں ایک مسیح رکھا تھا۔ اور اس کیلئے دلقد آئینا موسیٰ الکتاب وَقَعَيْنَا مَن بَعْدَهُ بِالرُّسُلِؑ فرمایا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں بھی ایک مسیح رکھا ہوا تھا مگر مسلمانوں نے اس کو نہ سمجھا اور آسمان سے انتظار کرنے لگے۔“

انہوں نے کہا کہ ان کو اتنی سمجھ نہ آئی کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اس سے پائی جاتی ہے کہ مسیح اسرائیلی آئے یا یہ کہ آپ ہی کی امت میں سے آئے۔ یہاں بھی اسی طرح مسیح کا انا ضروری تھا جیسے نبی اسرائیل میں ایک مسیح آیا۔

فرمایا۔ براہین میں جو مسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر کیا گیا اور پھر وہ تمام وعدہ اور آیات میرے حق میں ہیں جو مسیح موجود کے لئے ہیں اور پھر میں اقرار کرتا ہوں کہ مسیح دوبارہ آئے گا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ بناوٹ کی راہ سے نہیں کیا گیا اور اس قسم کے واقعات تمام نبیوں کے واقعات میں پائے جاتے ہیں۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۶ ص ۲۴ مورخہ ۱۹۶۱ء)

مسیح بے پدر

مغرب و مشرق کے درمیان حضرت اقدس تشریف لائے تو حکم ابو سعید عرب صاحب نے سوال کیا کہ مسیح کی ولادت کے متعلق کیا بات ہے وہ بن باپ کس طرح پیدا ہوئے حضرت اقدس نے جواباً فرمایا:-

إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ. ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے اور قرآن شریف سے یہی ثابت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہود کے واسطے ایک نشان تھے جو ان کی شامت اعمال سے اس رنگ میں چمکا ہوا۔ زور اور دوسری کتابوں میں لکھا تھا کہ اگر تم نے اپنی عادت کو نہ بگاڑا تو نبوت تم میں قائم رہے گی۔ مگر خدا تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ اپنی عادت کو بدل لیں گے اور شرک و بدعت میں گرفتار ہو جائیں گے جب انہوں نے اپنی حالت کو بگاڑا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق یہ تنبیہی نشان ان کو دیا اور مسیح کو بن باپ پیدا کیا۔

بن باپ پیدا ہونے کا متر اور آمد آنحضرت کی بشارت

اور بن باپ پیدا ہونے کا متر یہ تھا کہ چونکہ سلسلہ نسب کا باپ کی طرف سے ہوتا ہے تو اس طرح سے گویا سلسلہ منقطع ہو گیا اور اسرائیلی خاندان کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ کیونکہ وہ پورے طور سے اسرائیلی خاندان سے نہ رہے۔ ہمیشہ آبزسوی یاتی من بعدی اسمہ احمد علیہ السلام میں بشارت ہے۔ اس کے دوہی پہلو ہیں یعنی ایک تو آپ کا دوہی بشارت تھا کیونکہ بنی اسرائیل کے خاندان سے نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ دوسرے زبان سے بھی بشارت دی یعنی آپ کی پیدائش میں بھی بشارت تھی اور پہلی زبانی بھی۔ انجیل میں بھی مسیح نے باغ کی تمثیل میں اس امر کو بیان کر دیا ہے اور اپنے آپ کو مالک باغ کے بیٹے کی جگہ بٹھرایا ہے بیٹے کا حاورہ انجیل اور ہابیل میں عام ہے۔ ہمارا ہیل کی نسبت آیا ہے کہ اسرائیل فرزند من بلکہ نخست زادہ من است۔ آخر اس تمثیل میں بتایا گیا ہے کہ بیٹے کے بعد وہ مالک خود آکر

باغبانوں کو ہلاک کر دے گا۔ اور باغ دوسروں کے سپرد کر دے گا۔ یہ اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ نبوت اُن کے خاندان سے جاتی رہی۔ پس مسیح کا بن باپ پیدا ہونا اس امر کا نشان تھا۔

پھر سوال کیا گیا کہ مسیح کے بن باپ پیدا ہونے پر عقلی دلیل کیا ہے؟ فرمایا۔

توم کے بن باپ پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے اور عقلی اقتناث بن باپ پیدا ہونے میں کیا ہے عقل انسان کو خدا سے نہیں ملاتی بلکہ خدا سے انکار کراتی ہے۔ پکا فلسفی وہ ہوتا ہے جو خدا کو نہیں مانتا۔ بھلا آپ سوچ کر دیکھیں کہ اس بات میں عقل ہمیں کیا بتلاتی ہے۔ کہ جو کچھ ہم بول رہے ہیں، یہ کہاں جاتا ہے کیا کسی جگہ بند ہوتا ہے یا یونہی ہوا میں اڑ جاتا ہے عقل کے جس قدر ہتھیار ہیں وہ سب گمے ہیں۔ مگر ہم خدا تعالیٰ کے وعدوں اور نشانوں کو دیکھتے ہیں تب یقین کرتے ہیں کہ خدا ہے ایک فلسفی اگر بہت غرض اور تدبیر کے بعد کوئی نتیجہ نکالے گا تو وہ صرف اس قدر کہ ایک خدا ہونا چاہیے مگر ہے اور ہونا چاہیے میں بہت بڑا فرق ہے مثلاً اگر ہم کہیں کہ اگر دو آنکھیں ہمارے آگے ہیں تو دو پیچھے کی طرف بھی ہونی چاہئیں عقیدے تاکہ انسان پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا اور اگر کوئی دشمن پیچھے سے حملہ کرنا چاہتا تو وہ اپنی حفاظت کر سکتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پیچھے کی طرف آنکھیں نہیں ہیں اسی طرح ہے اور ہونا چاہیے میں بہت فرق ہے۔ غرضیکہ عقل سے بالکل خدا تعالیٰ کا وجود ثابت نہیں ہو سکتا۔

عرب صاحب نے کہا کہ اسلام کا کوئی مسئلہ عقل کے خلاف نہیں؟

حضرت اقدس نے فرمایا۔

یہ سچ ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ عقل بالکل کمزور شے ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے روٹی کے ساتھ سالن کی۔ اس کے سہارے انسان کھانا خوب کھا لیتا ہے۔ ایسے ہی عقل ہے کہ اس سے (ذرا معرفت خدا) میں مزا آجاتا ہے۔ ورنہ یوں (ضالی) عقل اس میدان میں بڑی کمزور ہے۔ خدا کی معرفت دوسرے حواس سے ہے کہ اس میں یہ عقل کوئی کام نہیں کرتی۔ نہ تستی دیتی ہے۔

ایک ناکارہ ہتھیار کی طرح ہے۔

عرب صاحب نے سوال کیا کہ ہم تو مان لیں مگر دوسرے آدمی کو کیسے سمجھائیں کہ اور

حراس ہیں؟ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

غیر کہ ہم یہ جواب دیں گے کہ جو لوگ ایسی بات کے اہل ہیں ان کی صحبت میں رہو۔

پھر پتہ لگے گا کہ ان حراس کے علاوہ اور حواس بھی انسان کے اندر ہیں۔ خدا کی معرفت کا ان

سے پتہ لگتا ہے۔ اور بھی امور ہیں جن پر انسان ایمان لاتا ہے مثلاً رُوح۔ ملائک۔ اب عقل

ان کے متعلق کیا بتلا سکتی ہے۔ رُوح کے بقا اور ملائک کے متعلق کیا دلیل لاؤ گے۔ کوئی شے

ظاہری طور پر ثابت شدہ تو ہے نہیں۔ آپ ہی بتلا دیں کہ خدا۔ رُوح۔ ملائک ان تین میں عقل

نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ چونکہ کیا ہے سب اہل ہے۔ اصل بات کوئی نہیں۔ اگر کہو کہ علت اعلیٰ

کے سلسلہ سے خدا کی معرفت تامہ ہوتی ہے تو یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ علت اور معلول

کے سلسلہ کو تو دہریہ بھی مانتے ہیں۔ مگر پھر خدا کو نہیں مانتے۔ فلسفہ میں جو ذرا کچے رہتے ہیں

وہ خدا کا نام لیتے ہیں ورنہ پکا فلسفی ضرور دہریہ ہوتا ہے۔

۱۔ - اہلکرم میں اس جگہ حواس کا مضمون یوں درج ہے:-

”یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ان حواس کے ذریعہ ہم ان باتوں کو محسوس کر لیں جن کے لئے

دوسرے حواس ہیں۔ کیا کان آنکھ کا کام دے سکتے ہیں یا زبان کا نون کا کام دے سکتی

ہے۔ پھر کس قدر غلطی ہے کہ اس امر پر زور دیا جائے۔ خدا شناسی کے لئے حواس اور

ہیں اور ان کے ذریعہ ہی ان امور پر جو ان محسوسات سے ماورا ہیں ایمان پیدا ہوتا ہے

مقلند ان چیزوں پر جیسے ملائک ہیں، خدا ہے، رُوح کا بقا ہے۔ ان پر عقلی دلائل

تلاش نہیں کرتا بلکہ اس راہ سے ایمان لاتا ہے جو اس کے لئے مقرر ہے۔ فلاسفر صرف

اہل بازی سے کام لیتے ہیں۔ وہ قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ ہاں انکار کر دیتے ہیں۔“

حکیم نورالدین صاحب نے اس مقام پر حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ مجوسی لوگ اس دور تسلسل کو چھڑا دے نہ پھر کہتے ہیں اور انہیں سے یہ مسئلہ لیا گیا ہے۔

المدتعالیٰ کا وجود روشن تر ہے

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہم تو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے وجود جیسا اور کوئی وجود روشن ہی نہیں ہے۔ اس مقام پر حکیم نورالدین صاحب نے عرض کی کہ ایک دہریہ کا یہ مقولہ ہے کہ خدا کی ایک ہستی ضرور ہے مگر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہوتا ہے۔ اور ایک اس کی جڑ جوتی ہے جس سے وہ پھول نکلا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا تو مثل جڑ کے ہے۔ اور ہم پھول ہیں مگر پھول جڑ سے زیادہ عمدہ اور مفید ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم خدا سے افضل اور برتر ہیں۔ دن بدن ترقی کر رہے ہیں۔

اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اگر انکار ہو سکتا ہے تو مخلوق کے وجود کا ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات کا تصرف ہر آن اس کے ہر ذرہ ذرہ پر اس قدر ہے کہ گویا اس کی ہستی کچھ شے ہی نہیں اور بلا اس کے تصرف کے ہم نہ کچھ بول سکتے ہیں نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ جو طالب حق ہے وہ ہماری صحبت میں رہے۔ ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایسی ہی ذات ہے جن صفات سے قرآن شریف میں لکھا ہے۔ ان صفات سے ہم اُسے ثابت کر کے دکھا دیں گے۔ بڑی نادانی کی بات یہ ہے کہ ایک عالم کی بات کو وہ دوسرے عالم کے حواس سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ مدغمہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک حواس سے دوسرے حواس کا کام نہیں لے سکتے مثلاً آنکھ ناک کا اور کان آنکھ کا کام نہیں دے سکتے۔ جب خارج میں یہ حالت ہے تو باطن میں وہ کیا کہہ سکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کو ایک اور حواس ملتے ہیں۔ تب یہ مدتعالیٰ کو شناخت کر سکتا ہے۔ جو حواس کے ہرگز نہیں کر سکتا۔ ایک دہریہ سے یہ سوال ہے کہ قبل از وقت

طاقت اور اقتدار سے بھری ہوئی پیشگوئیاں جو ہم کرتے ہیں یہ کہاں سے ہوتی ہیں؟ اگر کہو یہ کوئی علم ہی ہے تو اس علم کے ذریعہ وہ بھی کر سکتا ہے۔ کہ کے دکھائے۔ ورنہ مانتا پڑے گا کہ ایک زبردست طاقت ہے جو الہام کر رہی ہے۔ یہ پیشگوئیاں جو فیصوبیت کے رنگ اور طاقت اور اقتدار کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اُن سے بڑھ کر اور کوئی نشان (خدا پر ایمان لانے کے واسطے) نہیں ہے۔ نہ آسمان نہ زمین اور نہ کوئی اور شئیے۔ اُن پر نظر کر کے جو نتیجہ نکالیں گے اور جو بات پیش کریں گے وہ قطعی ہوگی۔ یہی ایک بات پیشگوئی والی (یعنی) ہے جس کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

لیکھرام کے کسی سے قتل کروانے کے الزام کا جواب

عرب صاحب نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے کہا کہ لیکھرام کو خود اپنے کسی جماعت کے

آدمی کے ذریعہ سے مروا ڈالا ہے۔ اس پر فرمایا کہ

ہمارے ساتھ ہزار جماعت ہے اگر ان میں سے کسی کو کہوں کہ تم جا کر ماراؤ۔ تو یہ میری پیروی اور بیعت کا سلسلہ کب چل سکتا ہے؟ یہ تو جب ہی چل سکتا ہے کہ صفائی ہو اور پیروؤں کو معلوم ہو کہ پاک باطنی کی تعلیم دی جاتی ہے اور جب ہم خود ہی قتل کے منصوبے لوگوں کو سمجھائیں تو یہ کاروبار کیسے چل سکتا ہے؟ اب یہ اس قدر گروہ ہے۔ کوئی ان میں سے بولے کہ ہم نے کس کو اور کب کہا تھا کہ جا کر اس کو مار ڈالے۔

یہ سلسلہ منہاج نبوت پر چل رہا ہے

پھر عقل کے شیلڈوں کی نسبت فرمایا کہ

جس طور سے ہم سمجھتے ہیں اور منہاج نبوت پر یہ سلسلہ چل رہا ہے اس کے بغیر سمجھ نہیں آسکتی۔ یہ لوگ خواہ دہریہ ہوں یا نہ ہوں مگر بے بہرہ ضرور ہیں۔ پاک زندگی، استقامت توکل ان کو پورے طور پر نصیب نہیں ہوتا اور بڑے دنیا دار ہوتے ہیں۔

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو محروم الارث قرار دینے کی وجہ

عرب صحاب نے سوال کیا کہ ایک شخص نے محمد پر اعتراض کیا تھا کہ شریعت اسلام میں پوتے کے واسطے کوئی حصہ وصیت میں نہیں ہے۔ ایک شخص کا پوتا اگر یتیم ہے تو جب یہ شخص مرنا ہے تو اس کے دوسرے بیٹے حصہ لیتے ہیں اور اگرچہ وہ یتیم بھی اس کے بیٹے کی اولاد ہے مگر وہ محروم رہتا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

دادے کو اختیار ہے کہ وصیت کے وقت اپنے پوتے کو کچھ دے دے بلکہ جو چاہے دیدے۔ اور باپ کے بعد وارث بیٹے قرار دیئے گئے ہیں۔ کہ تا ترتیب بھی قائم رہے۔ اور اگر اس طرح نہ رکھا جاتا تو پھر ترتیب ہرگز قائم نہ رہتی کیونکہ پھر لازم آتا ہے کہ پوتے کا بیٹا بھی وارث ہو جاوے اور پھر آگے اس کے اولاد ہو تو وہ وارث ہو۔ اس صورت میں دادے کا کیا گناہ ہے۔ یہ خدا کا قانون ہے اور اس سے حرج نہیں ہو کرتا ورنہ اس طرح تو ہم سب آدم کی اولاد ہیں اور صلی قدر سلاطین ہیں وہ بھی آدم کی اولاد ہیں تو ہم کو چاہیئے کہ سب کی سلطنتوں سے حصہ بٹانے کی درخواست کریں۔ چونکہ بیٹے کی نسبت سے آگے پوتے میں جا کر کمزوری ہو جاتی ہے اور آخر ایک حد پر آکر تو برائے نام رہ جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ اس طرح کمزوری نسل میں اور ناظم میں ہو جاتی ہے اس لئے یہ قانون لکھا ہے۔ اہل ایسے سلوک اور رحم کی خاطر خدا تعالیٰ نے ایک اور قانون رکھا ہے جیسے قرآن شریف میں ہے وَالْمَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ فَأَرْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ﴿۱۲﴾ (یعنی جب ایسی تقسیم کے وقت بعض یتیموں اور اقارب موجود ہوں اور یتیم اور مساکین تو ان کو کچھ دیا کرو) تو وہ پوتا جس کا باپ مر گیا ہے وہ یتیم ہونے کے لحاظ سے زیادہ مستحق اس رحم کا ہے اور یتیم

میں اور لوگ بھی شامل ہیں جن کا کوئی حصہ مقرر نہیں کیا گیا، خدا تعالیٰ نے کسی کا حق ضائع نہیں کیا مگر جیسے جیسے رشتہ میں گزردی بڑھتی جاتی ہے حق کم ہوتا جاتا ہے۔

(البدن دجلد اول نمبر ۱۰ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۰۲ء)

۲۳ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

رویا

نماز فجر سے پیشتر حضرت اقدس نے رویا سنائی۔

”میں کسی اور جگہ ہوں اور قادیان کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ ایک دو آدمی ساتھ ہیں۔ کسی نے کہا۔ راستہ بند ہے، ایک بڑا بھڑکا ہوا چل رہا ہے۔ میں نے دیکھا تو واقعی کوئی دریا نہیں بلکہ ایک بڑا سمندر ہے اور یہ عجیبہ ہو رہا ہے۔ جیسے سانپ چلا کرتا ہے۔ ہم واپس چلے آئے کہ ابھی راستہ نہیں اور یہ راہ بڑا خوفناک ہے“

چین میں عربی کتب بھینچنے کے متعلق گفتگو

نہر سے پیشتر حضرت اقدس نے محس فرمائی اور فرمایا کہ

چین میں اہل اسلام عربی زبان سے واقف ہیں کہ نہیں۔ اور وہاں عربی کتب رمانہ

کرنے کے متعلق حضرت اقدس ابو سعید عرب صاحب سے گفتگو کرتے رہے۔ پھر شاعت

کے متعلق حضرت اقدس نے فرمایا کہ

صحابہ کرام نے کیا کیا کام کئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے مومنوں کی جانیں خرید لیں اور

اب اس وقت اللہ تعالیٰ نے بہت سی مشکلات کو دور کر دیا ہے۔

ایک الہام

اس کے بعد ذکر فرمایا کہ

رات کو الہام ہوا ہے۔

لَيْلَةَ كَرِيْمَةٍ تَمْشِيْ اِمَامَكَ عَلٰى مَنْ عَادَى

یعنی وہ کریم ہے۔ وہ تیرے آگے آگے چلتا ہے جس نے تیری عداوت کی (گویا) اس کی عداوت کی۔

قرآنی ترتیب کا ایک رستہ

نہ پایا۔ کل جو الہام ہوا تھا یا قی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ۔ یہ اسی الہام کے آگے معلوم ہوتا ہے جہاں ایک الہام کا قافیہ جب دوسرے الہام سے ملتا ہے خواہ وہ الہامات ایک دوسرے سے دس دن کے فاصلہ سے ہوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں کا تعلق آپس میں ضرور ہے یہاں بھی موسیٰ اور عادی کا قافیہ ملتا ہے اور پھر توریت میں بھی اس قسم کا مضمون ہے کہ خدا نے موسیٰ کو کہا کہ تو چل میں تیرے آگے چلتا ہوں۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمٍ

بعض لوگ جہالت سے اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ ہر ایک قوم کی زبان میں الہام ہونا چاہیئے جیسے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمٍ۔ مگر تم کو عربی میں ہی کیوں ہوتے ہیں؟

تو ایک تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا سے پوچھو کہ کیوں ہوتے ہیں۔ اور اس کا اصل رستہ یہ ہے کہ صرف تعلق جملانے کی غرض سے عربی میں الہامات ہوتے ہیں کیونکہ ہم تابع ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو کہ عربی تھے۔ یہاں کا دوبار سب ظنی ہے اور خدا کے لئے ہے۔ پھر اگر اسی زبان میں الہام نہ ہو تو تعلق نہیں رہتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ عظمت دینے کے واسطے عربی میں الہام کرتا ہے اور اپنے دین کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ جس بات کو ہم ذوق کہتے ہیں۔ اسی پر وہ لوگ اعتراض کرتے ہیں خدا تعالیٰ اصل متبوع کی زبان کو نہیں چھوڑتا

اور جس حال میں یہ سب کچھ اسی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاطر ہے اور اسی کی تائید ہے تو پھر اس سے قطع تعلق کیونکر ہو۔ اور بعض وقت انگریزی۔ اردو و فارسی میں بھی الہام ہوتے ہیں تاکہ خدا تعالیٰ جتلا دیوے کہ وہ ہر ایک زبان سے واقف ہے۔

آنحضرتؐ کو فارسی زبان میں الہام

اسی طرح ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض ہوا تھا کہ کسی اور زبان میں الہام کیوں نہیں ہوتا تو آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے فارسی زبان میں الہام کیا "ایں مشبت خاک را اگر نہ بخشم چه کنم"۔ انکار خدا کی رحمت کا دوبار کرے گی۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے یہود نے کہا تھا کہ پیغمبر آخر زمان بنی اسرائیل میں سے ہونا چاہیے تھا۔ اور جس قدر نبی آئے ہیں سب کے بارے میں اسی طرح شبہات پڑتے رہے ہیں۔ عیسیٰ کے وقت یہود کو کس قدر شبہات آئے پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقت میں بھی پڑے کہ بنی اسرائیل میں سے کیوں نہ آیا۔ یہ عادت اللہ سے کہ کچھ نہ کچھ منور ہی مخفی رکھا جاتا ہے کہ ایمان بالغیب کی حقیقت رہے ورنہ پھر ایمان پر ثواب کیا مرتب ہو۔

حکم کا کام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حکم ہو گا جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ سچی بات پیش کرے گا اور رطب و یابس کو اٹھا دے گا۔ اور احادیث تو ذخیرہ ظنون کا ہے شیعہ، دہابی، سننی وغیرہ جو ۷۳ فرتے اہل اسلام کے ہیں۔ سب احادیث کو ہی پیش کرتے ہیں اور حکم کا کام ہے کہ وہ ان میں تحقیق کرے اور جو سچی بات ہو اُسے قبول کرے ورنہ پھر ہر ایک فرقہ کا حق ہے کہ اُسے مجبور کرے کہ میری مان۔ اور اُسے کہا جاسکتا ہے کہ جب ایک کی پیش کردہ احادیث کو تم بلا اعتراض مان لیتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے فرقوں کی حدیثوں کو بھی ویسے ہی نہ مانا جائے۔ پھر اس صورت میں وہ اعلان حکم کیا رہا۔ حکم کا لفظ بتلار ہے کہ ایسے وقت میں کچھ لیا جاتا ہے اور کچھ چھوڑا جاتا ہے۔

موزوں پر مسح کرنا

موزوں پر مسح کا ذکر ہوا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ
سوتی موزوں پر بھی مسح جائز ہے اور آپ نے اپنے پائے مبارک کو دکھلایا جس
میں سوتی موزے تھے کہ میں ان پر مسح کر لیا کرتا ہوں۔

ہمدی موعود اور جنگ

ہمارے پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب تیرہ سال تک تلوار نہ اٹھائی تو ہمدی
کو کیسے حق پہنچتا ہے کہ جس حالت میں تیرہ سو سال سے لوگ دین سے ناواقف ہو گئے ہیں
آتے ہی ان پر تلوار اٹھالیوے اور اس سے اسے کیا فائدہ ہوگا، اگر امام ہمدی نے لڑائی کے
لئے اٹھا تھا تو اللہ تعالیٰ اپنی سنت قدیمہ کے موافق پہلے مسلمانوں کی قوم کو جنگ آزمائی سے
آگاہ کر دیتا اور ان کی طلبائے کا میلان جنگ کی طرف ہوتا اور ایسے اسباب ہوتے کہ مسلمان
جنگ میں مشاق ہوتے مگر اہل اسلام کی موجودہ حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جنگ سے
کوئی اُنس نہیں اور جس قدر آج کل ہمدی کے نام سے مدعی ہو کر یورپ کی اقوام سے جنگ
کر چکے ہیں۔ ان تمام نے شکستیں کھائی ہیں۔ ان تمام باتوں اور اسباب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ
ارادہ الہی جنگ سے ہرگز نہیں ہے یقین رکھو کہ جسمانی تلواروں کے ساتھ ان کا مقابلہ کوئی تا
کر سکے گا۔ خود مسلم کی حدیث میں ہے کہ اس زمانہ میں آخر دعائوں کے ساتھ مقابلہ ہوگا۔ جن کو نہ
یہ روک سکتے ہیں اور نہ مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور یہی دعائیں ہوں گی کہ جن سے مخالفوں میں
دُحانی تبدیلی ہو جائے گی۔

یا ہوج ماجوج کے لمبے کانوں سے مراد

یا ہوج ماجوج کے ذکر پر فرمایا کہ

ان کے لمبے کانوں سے مراد جاسوسی کی مشق ہے۔ جیسے اس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں

کہ تار کا سلسلہ اور اخبار وغیرہ سب اسی میں ہیں۔

موجودہ علامات سے عقلمند جانتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا ارادہ جنگ کا ہوتا تو مسلمانوں کو تیرہ آرمائی کے سامان میسر آتے اور ان میں قوت اور برکت برطیعی مگر اہل اسلام تو دن بدن متنزل پر ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ اگر ان کو سامان جنگ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ یورپ کی سلطنتوں سے منگواتے ہیں اور خود نہیں تیار کر سکتے۔

(البدیع جلد اول نمبر ۱ - مودعہ ۲ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء)

۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ حسنت دارین کی دعا

عشاء کی نماز سے قبل جب حضرت اقدس نے مجلس فرمائی تو سید ابو سعید صاحب عرب نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ دعا کرتنا ایشانی السئیبا حسنة و في الاخرة حسنة و قنا عذاب القلور کے کیا معنی ہیں اور اس سے کیا مراد ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے واسطے دو چیزوں کا محتاج ہے۔ ایک دنیا کی مختصر زندگی اور اس میں جو کچھ مصائب شراکد آتلا وغیرہ اسے پیش آتے ہیں۔ اُن سے امن میں رہے۔ دوسرے نسیق و فخر اور روحانی بیماریاں جو اُسے خدا سے دور کرتی ہیں اُن سے نجات پاوے۔ تو دنیا کا خشنہ یہ ہے کہ کیا جسمانی اور کیا روحانی دو فطور پر یہ ہر ایک بلا اور گندی زندگی اور لذت سے محفوظ رہے۔ خلیق الانسان صعیفاً۔ ایک ناخن میں ہی درد ہو تو زندگی بیزار ہو جاتی ہے۔ میری زبان کے نیچے ذرا درد ہے اس سے سخت تکلیف ہے اسی طرح جب انسان کی زندگی خراب ہوتی ہے جیسے باناری عورتوں کا گروہ کہ ان کی زندگی کیسی ظلمت سے بھری ہوئی اور بہائم کی طرح ہے کہ خدا اور آخرت

کی کوئی خبر نہیں تو دنیا کا حسنہ یہی ہے کہ خدا ہر ایک پر بلو سے خواہ وہ دنیا کا ہو خواہ آخرت کا ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے اور فی الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ مِّنْهُ جُوْاْخِرَتِ كَا پَرلوسے وہ بھی دنیا کے حسنہ کا ثمر ہے۔ اگر دنیا کا حسنہ انسان کو بل ہاوسے تو وہ فال نیک آخرت کے واسطے ہے یہ غلط ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کا حسنہ کیا مانگنا ہے آخرت کی بھلائی ہی مانگو صحت جسمانی وغیرہ ایسے اموریں جن سے انسان کو آرام ملتا ہے اور اس کے ذلیعہ سے وہ آخرت کے لئے کچھ کر سکتا ہے اور اس لئے ہی دنیا کو آخرت کی مزعہ کہتے ہیں کہ درحقیقت جسے خدا دنیا میں صحت، اعزت، اولاد اور عافیت دیوے اور عمدہ عمدہ اعمال صالحہ اس کے ہوں تو امید ہوتی ہے کہ آخرت بھی اس کی اچھی ہوگی۔

كُلُّ يَفْعَلْ عَلَىٰ شَايِلَتِيْمَ۔ بات بہت عمدہ ہے کہ انسان نیکی اور پاکیزگی کی طرف جمعک جادے۔ دنیا میں مختلف فطریں ہوتی ہیں جس حد تک ایک سعید پہنچ جاتا ہے۔ اس حد تک ہر ایک انسان نہیں پہنچتا۔ بعض کھوپریاں ایسی ساخت کی ہوتی ہیں کہ اس کھوپری والے انسان سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ایک نیک ہوتا ہے وہ بدوں کی مجلس میں جا بیٹے تو اسے کچھ حظ نہیں آتا۔ اسی طرح ایک بد نیکیوں کی محفل سے کوئی حظ حاصل نہیں کرتا۔ گویا ایک سمندر درمیان میں حائل ہے کہ نہ ادھر کا آدمی ادھر جا سکتا ہے اور نہ ادھر کا ادھر آ سکتا ہے۔ ایک ہماری جماعت ہے کہ جو کہیں مان لیتی ہے اور ہر طرح تیار ہیں اور خوب سمجھے ہوئے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ جب تک ہمیں دجال کافر وغیرہ نہ کہہ لیں اور گالیاں نہ دے لیں ان کو صبر نہیں آتا۔ کیا ان کی آنکھیں نہیں یا کان نہیں یا دماغ نہیں سب کچھ ہے مگر كُلُّ يَفْعَلْ عَلَىٰ شَايِلَتِيْمَ۔

(المصدر جلد اول نمبر ۱۰ صفحہ ۲۰۰ جزوی ۱۹۰۲ء)

۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ

ایک الہام | ظہر کے وقت جب حضرت اقدس تشریف لائے تو فرمایا کہ

رات کے وقت الہام ہوا ہے

إِنِّي صَادِقٌ صَادِقٌ وَسَيِّدُ شَهَادَاتِ اللَّهِ لِي

یعنی میں صادق ہوں صادق ہوں۔ عنقریب اللہ میری شہادت دے گا۔

خبر نہیں کہ کس امر کے متعلق ہے۔ یہ مقدمہ جو اس وقت جہلم میں ہوا ہے یہ تو ایک چھوٹی سی اور شخصی بات ہے۔ اصل مقدمہ ہمارا تو وہ ہے جو کروڑوں آدمیوں کے ساتھ ہے۔ اور جو قیامت تک نفع پہنچانے والا ہے۔



نماز مغرب کے بعد بیرون جات سے تشریف لائے ہوئے احباب نے حضور سے نیاز حاصل کیا۔ طاعون کا حامل فرورد احباب سے حضور دریافت فرماتے رہے۔

اللواء کے اعتراض کا فصیح و بلیغ جواب

مصر کے اخبار اللواء کے اعتراض پر حضور نے عربی میں جو رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ اس کی فصاحت پر مولوی عبد الکریم اور مولوی فودین صاحبان کلام کرتے رہے کہ انشا اللہ بہت ہی سعید رو میں عرب میں ہوں گی جو اسے دیکھ کر عاشق ناز ہو جائیں گی حکیم صاحب بیان کرتے تھے کہ میں جیران ہو ہو جاتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ سجدہ کروں پھر جیران ہوتا کہ کون کون سے لفظ پر سجدہ کروں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہمارا مطلب یہی ہے کہ چونکہ ہر وقت موقع نہیں ہوتا۔ اکثر کام اردو زبان میں ہوتا ہے اس لئے دو ہزار چھپوا لیا جاوے۔ جہاں کہیں عرب میں بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ بیچ دیا۔ مخالفت میں بھی ہمارے لئے برکت ہوتی ہے اور جو لکھتا ہے۔ ہماری خیر کے لئے لکھتا ہے۔ ورنہ پھر تھریک کیسے ہو۔



مسلمانوں اور مرتد عیسائیوں میں فرق

لوگوں کے عیسائی ہونے کے ذکر پر فرمایا کہ اصل سچی بات یہی ہے کہ مجزاً ان لوگوں کے جن کی فطرت میں خدا تعالیٰ نے سعادت رکھی ہے اور وہ احقاقِ حق چاہتے ہیں باقی سب اکل و شرب کے واسطے عیسائی بنتے ہیں اور اسلام سے ان کو کوئی مناسبت نہیں رہتی۔

اسلام میں تقویٰ، طہارت، پاکیزگی، صوم و صلوة وغیرہ سب بجالانا پڑتا ہے وہ لوگ اسے بجا نہیں لاسکتے۔ حقیقت اسلام کی طرف نظر کی جاوے تو جن کی فطرت میں عیاشی بھری ہوئی ہے ان کو لے کر دینی مسلمان کہے، ہم کیا کریں۔ جہاں کہیں ان کی نفسانی اغراض پُندی ہوں گی وہ وہاں ہی رہیں گے ان کو مذہب اسلام سے کیا کام۔ جب ان کی اغراض میں فرق آئے پھر وہاں سے چلے جائیں گے۔ ایسے لوگ بہت ہیں مگر ان کے لانے سے کیا فائدہ؟ اس شخص کو لانا چاہیے جسے اول پہچانا جائے کہ اس کے اندر اسلام کو قبول کرنے کا مادہ موجود ہے۔ تزکیہ نفس اور تقویٰ اختیار کر سکے گا اور ذرا سے ابتلا سے گھبر نہ جائے گا۔ تو ایسا شخص اگر مشرف باسلام ہووے تو اس سے فائدہ ہوا کرتا ہے۔ میری طبیعت بیزار ہوتی ہے خواہ کوئی ہندو میرے پاس آوے یا عیسائی، مگر دنیا کے گند سے مبرا ہوا ہو کہ جب ذکر کرتا ہو تو دنیا کا اور جو خیال ہے دنیا کا۔ تو ایسے آدمی کو مسلمان کہے کیا کیا جائے گا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایسا ہی تھا۔ جو لوگ متقی نہ رہے آخر وہ کافر ہو گئے۔ ہماری جماعت کو چاہیے کہ تقویٰ میں ترقی کرے۔

(البدیع جلد اولیٰ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۲ جنوری ۱۹۰۳ء)

۱۔ اہم میں ۵ دسمبر ۱۹۰۳ء کی ڈائری کا آخری حصہ ذرا مفصل الفاظ میں یوں ہے۔
ہمارے کام کے تو وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی احکام کی پابندیوں کا بوجھ اٹھا سکیں۔
(بقیہ اگلے صفحہ)

۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ سفر کے لئے بھی دینی نیت ہو

عصر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے تو حباب میں سے ایک نے خواہ کمال دین صاحب کی وساطت سے سوال کیا کہ دیارِ دہلی میں شامل ہونے کا بہت شوق ہے۔ اگر اجازت ہو تو ہواؤں۔ میں تو دل کو بہت روکتا ہوں مگر پھر بھی خیال غالب رہتا ہے کہ ہواؤں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

ہواؤں۔ کیا حرج ہے۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کو ایک دفع خیال آیا کہ سفر کو جانا چاہیے پھر سوچا کس واسطے جاؤں تو سمجھ میں نہ آیا کہ کس ارادہ اور نیت سے جانا چاہتے ہیں اس لئے پھر ارادہ ترک کیا حتیٰ کہ سفر کا خیال غالب آیا اور آپ جب اسے مغلوب نہ کر سکے تو اس کو ایک تحریک الہی خیال کر کے نکل پڑے اور ایک طرف کو چلے۔ اگے جا کر دیکھتے کہ ایک درخت کے تلے ایک شخص بے دست دیا پڑا ہے اس نے اُن کو دیکھتے ہی کہا کہ اے

اور تقویٰ و طہارت سے تزکیہ نفس کریں اس لئے بہت بھرتی بھرنے کی کوئی ضرورت نہیں پس کوئی ایسا شخص خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی ہمارے پاس آتا ہے اور اس کی خواہشوں میں کوئی گنہ گرا ہوا ہے کہ جب ذکر کرتا ہے دنیا کا اور نفسانی اغراض کا وہ ہمارے مطلب کا کیسے ہو سکتا ہے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اکرام متقی ہی کا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے ان اکرمک عند اللہ اقلکم یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محترم و مکرم وہی ہے جو متقی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے نزدیک جو مکرم ہے وہی ہمارے نزدیک مکرم ہو سکتا ہے اور وہ متقی ہوتا ہے اس کے سوا متقی۔ ہم اپنی جماعت کے لئے یہی چاہتے ہیں کہ وہ تقویٰ میں ترقی کرے اور اگر باہر سے کوئی آوے تو وہ ایسا ہونا چاہئے جو متقی بننا چاہتا ہو۔ ورنہ چرہ نام کرنے والا نہ ہو۔

(الحکمد جلد ۱ نمبر ۱ صفحہ ۱۰ صفحہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۲ء)

جنید میں کتنی دیر سے تیرا منتظر ہوں تو دیر لگا کر کیوں آیا۔ تب آپ نے کہا کہ اصل میں تیری ہی کشش تھی جو مجھے بار بار مجبور کرتی تھی۔ تو اسی طرح ہر ایک امر میں ایک کشش تضاد و تقابلیت میں مقفد ہوتی ہے وہ پُردی نہ ہو۔ تو آرام نہیں آتا۔ آپ سفر کریں تو دین کی نیت سے کریں۔ دنیا کی نیت سے ہو سفر ہوتا ہے وہ گناہ ہوتا ہے اور انسان تب ہی درست ہوتا ہے کہ ہر ایک بات میں کچھ نہ کچھ اس کا رجوع دین کا ہو۔ ہر ایک مجلس میں اس نیت سے جاوے کہ کچھ پہلو دین کا حاصل ہو۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے مکان بنوایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ وہاں تشریف لے چلیں تو آپ کے قدموں سے برکت ہو۔ جب وہاں حضرت گئے تو آپ نے ایک دریچہ دیکھا پوچھا کہ یہ کیوں رکھا ہے اس نے عرض کی کہ بھائی ٹھنڈی آتی رہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ نیت کر لیتا کہ اذان کی آواز سنائی دے تو بھائی ٹھنڈی آتی رہتی۔ اور ثواب بھی ملتا۔

سفر سے پہلے استخارہ اور اس کا طریق

پھر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

آپ استخارہ کر لیں۔ استخارہ اہل اسلام میں بجائے جوورت کے ہے۔ چونکہ ہندو شرک وغیرہ کے مرتکب ہو کر شگن وغیرہ کرتے ہیں۔ اس لئے اہل اسلام نے ان کو منہج کے استخارہ رکھا۔ اس کا طریق یہ ہے کہ انسان دو نفل پڑھے۔ اول رکعت میں سورہ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھ لے اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ القیامت میں یہ دُعا کرے۔

یا اہلی میں تیرے علم کے ذریعہ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت مانگتا ہوں کیونکہ تجھی کو سب قدرت ہے مجھے کوئی قدرت نہیں اور تجھے ہی سب علم ہے مجھے کوئی علم نہیں اور تو ہی چھپی باتوں کا جاننے والا ہے الہی اگر تو جانتا ہے کہ یہ امر میرے حق میں بہتر ہے بلحاظ دین اور دنیا کے تو تو اسے میرے لئے مفید کر دے اور آسان کر دے اور اس میں برکت دے اور اگر

تو ہانتا ہے کہ یہ امر میرے لئے دین اور دنیا میں شتر ہے تو تو مجھ کو اس باز رکھ
اور اگر وہ امر اس کے لئے بہتر ہوگا تو خدا تعالیٰ اس کے لئے اس کے دل کو کھول دے گا۔
وہ نہ طبیعت میں قبض ہو جائے گی۔ یہ دل بھی عجیب شے ہے۔ جیسے ہاتھوں پر انسان کا
تصرف ہوتا ہے کہ جب چاہے حرکت دے۔ دل اس طرح اختیار میں نہیں ہوتا۔ اس پر
اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے۔ ایک وقت میں ایک بات کی خواہش کرتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر
کے بعد اُسے نہیں چاہتا۔ ہوائیں اندر سے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے چلتی ہیں۔

(اللسان در جلد اول نمبر ۱۰ صفحہ ۲۰۰ جہنوی ۱۹۰۳ء)

ایک حق جو پنڈت سے مکالمہ

دو تین روز سے لاہور کے ایک محرز اور قدیمی رئیس خاندان کے ایک پنڈت صاحب
دارالامان میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس کی زیارات اور آپ سے استفادہ
ان کا منشا تھا۔ ۲۶ دسمبر کی شام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کا ہوا مکالمہ
ہوا۔ اُسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں (ڈیڑ ٹیڑ)

گناہ سموز فطرت | حضرت اقدس۔ آپ نے کون کونسی کتاب دیکھی ہے ؟

کیونکر پیدا ہو | پنڈت صاحب۔ مثنوی مولانا روم صاحب۔ اپنشا اور کئی مذاہبی فقراؤ کی

کتابیں۔ مگر انسان کا اپنے نفس پر قابو پانا مشکل ہے۔ یہ بالفرد انسان کو گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔

حضرت اقدس۔ اصل بات یہ ہے کہ جس طرح طبیب کے پاس کوئی بیمار جاتا ہے تو اس وقت

تک وہ اس کا علاج نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ یہ تشخیص نہ کر لے کہ مرض کا اصل سبب کیا ہے

اور جب وہ مرض کا اصل سبب معلوم کر لیتا ہے تو پھر وہ اس کا علاج تجویز کرتا ہے۔ لیکن

جب تک پورے پورے طور پر مرض کی تشخیص نہیں ہوتی تو وہ عمدہ طور پر اس کا علاج نہیں

۱۔ - حاشیہ۔ ناہین نماز مغرب و عشاء (مرتب)

سوچ سکتا۔ ٹھیک یہی حال گناہ کا ہے کیونکہ گناہ ایک روحانی بیماری ہے جب تک
 اس کی ماہیت معلوم نہیں ہوتی۔ اس وقت تک انسان گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ اس پر
 یہ سوال ہو سکتا ہے کہ انسان گناہ کی طرف کیوں جھکتا ہے اور یہ گناہ کا خیال پیدا ہی کیوں
 ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اس وقت تک انسان گناہ
 کرتا ہے جب تک وہ خدا سے بے خبر رہتا ہے۔ بھلا کیا کوئی شخص جو بھری کرتا ہے وہ اس
 وقت کرتا ہے جبکہ گھر کا مالک جاگتا ہو اور روشنی بھی ہو یا اس وقت کرتا ہے جبکہ گھر کا
 مالک سویا ہوا ہو اور ایسا اندھیرا ہو کہ کچھ دکھائی نہ دیتا ہو؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ اُس
 وقت چوری کرتا ہے جب وہ یقین کرتا ہے کہ مالک بے خبر ہے اور روشنی نہیں ہے۔ اسی
 طرح ہر ایک شخص جو گناہ کرتا ہے وہ اس وقت کرتا ہے جبکہ خدا سے بے خبر ہو جاتا ہے اور
 اس کو اس پر کچھ یقین نہیں ہوتا نہ اُس وقت جبکہ اس کو یقین ہو کہ خدا ہے۔ اور وہ اس
 کے اعمال کو دیکھتا ہے اور اس کو سزا دے سکتا ہے اور یہ علم ہو کہ اگر میں کوئی کام اس
 کی خلوات مرضی کروں گا تو وہ اس کی سزا دے گا۔ جب یہ علم اور یقین خدا کی نسبت ہو تو پھر
 گناہ کی طرف میل اور توجہ نہیں ہو سکتی۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ میں ہمیشہ اس
 کے ماتحت ہوں اور وہ میری برائیوں کی سزا دے سکتا ہے اور میرے اعمال کو دیکھتا
 ہے پھر جرأت نہیں کر سکتا۔ جیسے ایک بھڑکے کو بھڑپنے کے سامنے ہانڈہ دیا جاوے تو کسی
 دوسرے کے کھیت کی طرف جانا دکنار اس کے سامنے کتنا ہی گھاس کھانے کے لئے ڈالا
 جاوے تو وہ اس کی طرف ہلکے اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گی کیونکہ ایک خوف جان اس پر غلبہ
 کئے ہوئے ہے۔ پس جبکہ خوف ایک وحشی جانور تک اپنا اتنا اثر کر سکتا ہے۔ کہ وہ
 کھانا تک چھوڑ دیتا تو پھر انسان جب اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے اسی طرح سمجھے
 اور یقین کرے کہ وہ دیکھتا ہے اور گناہ پر سزا دیتا ہے تو اس یقین کے بعد گناہ کی طرف توجہ
 نہیں ہو سکتا بلکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ صاعقہ کی طرح اس پر گسے گا اور تباہ کر دے گا

پس یہ خوف جو خدا تعالیٰ کو بزرگ و برتر اور قدرت والا ماننے سے پیدا ہوتا ہے اس کو گناہ سے بچانے کا اور یہ سچا ایمان پیدا کئے گا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔

کبیرہ و صغیرہ ایک گناہ کبیرہ کہلاتے ہیں۔ جیسے چوری کرنا۔ زنا۔ ٹاکہ وغیرہ مٹے موٹے گناہ کہلاتے ہیں۔ دوسرے صغیرہ جو بلحاظ بشریت کے انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ ہاں جو دیکہ انسان اپنے آپ میں بڑا ہی بچتا اور محتاط رہتا ہے۔ مگر بشریت کے تقاضے سے بعض نامنرا امور اس سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ جو دوسری قسم کے گناہ ہیں۔ اسی طرح پرگناہ کے دور ہونے کے بھی دو ذریعے ہیں۔ اول وہ ذریعہ ہے کہ بہت سے گناہ ایسے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے غلبہ خوف کے سبب سے دور ہو جاتے ہیں یعنی استیلا و خوف الہی بھی ایک ایسی شے ہے جو گناہوں کو دور کرتی ہے اور ان سے بچاتی ہے یہ ذریعہ ایسا ہے جیسے پولیس کے خوف سے انسان قانون کی خلاف ورزی سے بچتا ہے۔ پھر دوسرا ذریعہ گناہوں سے بچنے کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اطلاع پانے کے بعد اس کی محبت بڑھتی ہے اور پھر اس محبت سے گناہ دور ہوتے ہیں۔ ان دونوں ذریعوں سے بھی گناہ دور ہوتے ہیں۔

ایک اور قسم کے لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ گناہ ان سے سرزد نہ ہو مگر وہ کچھ ایسے غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ گناہ ہو ہی جاتے ہیں۔ لیکن یہ امر انسان کی فطرت اور رنگ و ریشہ میں اچھا ہوا ہے کہ وہ شدتِ خوف سے بچتا ہے جیسے میں نے کہا کہ شیر کے سامنے اگر بکری کو ہانڈہ دلوں تو وہ گھاس نہیں کھا سکتی یا حاکم کے سامنے کوئی انسان اکڑ کر کھڑا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اس کے سامنے نہایت عاجزی اور استیلا سے خاموش کھڑا ہوگا۔ یہ اعتیلا اور عجز اور خوف اور حاکم کے رعب اور حکومت کا نتیجہ ہے لیکن یہی نتیجہ محبت سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ جب ایک شخص اپنے محسن کے سامنے جاتا

ہے تو وہ اس کے احسان کو یاد کر کے خود بخود نرم اور محتاط ہو جاتا ہے اور ایک جیسا اس کی آنکھوں میں پیدا ہوتا ہے۔ محسن کے ساتھ محبت برضتی ہے جیسے کوئی شخص کسی کا قرضہ ادا کر دے تو وہ اس سے کس قدر محبت کرتا ہے۔ پھر اس محبت کے تقاضے سے وہ اس کی خلافت ورزی اور خلافت مرضی کرنا نہیں چاہتا۔ یہ فرماں برداری اور اطاعت محبت ذاتی سے پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح ہر انسان کو اگر خدا تعالیٰ کے احسانات کا علم ہو جو اس پر اس نے کئے ہیں تو وہ اس کی محبت ذاتی کی وجہ سے گناہوں سے بچے گا اور پھر کوئی تحریک اس طرف نہیں لے جا سکتی اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی بادشاہ کسی ماں کو حکم دلائے اگر تم اس بچے کو دکھ دو گی اور دودھ نہ دو گی یہاں تک کہ اگر وہ بچہ مر بھی جاوے تو تم کو کوئی سزا نہ ملے گی بلکہ ہم انعام دینگے تو وہ ہرگز ہرگز اس کی تعمیل نہ کرے گی اور ایسا کرنا پند نہیں کرے گی۔ اس لئے کہ اس کی فطرت میں بچہ کے ساتھ محبت کا ایک جوش ہے اور یہ جوش محبت ذاتی کا جوش ہے پس انسان جب خدا تعالیٰ کے ساتھ اس قسم کی محبت کرنے لگتا ہے تو پھر اس سے جو ٹیکیاں صادر ہوتی ہیں وہ وہ گناہوں سے بچتا ہے تو وہ کسی طبع یا خون سے نہیں بلکہ اسی محبت ذاتی کے تقاضے سے۔

محبت ذاتی کا یہ نشان ہے کہ اگر محبت ذاتی والے کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس کے اعمال کی پاداش میں اس کو بجائے بہشت کے دوزخ ملیگا یا اُسے معلوم ہو کہ اُن پر کوئی تیرہ مرتبہ نہ ہوگا اور بہشت دوزخ کوئی چیز ہی نہیں جس کے خوف یا جس کی طمع کے لئے وہ احکام کی بجائے آوری کرے تب بھی اس کی محبت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ کیونکہ یہ خوف اور بجا کے پہلوؤں کو دُور کر کے فطرت کا رنگ پیدا کرتی ہے۔ محبت ذاتی کا یہ خاصہ ہے کہ جب انسان کے اندر نشوونما پاتی ہے تو ایک آگ پیدا کر دیتی ہے جو اندک کی نجاستوں کو جلا کر صاف کرتی ہے۔ یہ آگ ان نجاستوں کو جلاتی ہے جن کو بیم ورجاء جلا نہ سکتے تھے۔ پس یہ مقام انسان کے لئے تکمیل کا مقام ہے اور اس جگہ تک اسے پہنچنا ضروری ہے۔

پندرہ صاحب۔ میں خدا کا منکر نہیں ہوں اور نہ اس کا بندہ ہونے کا منکر۔

حضرت اقدس۔ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان دو قسم کا ہے ایک وہ ایمان ہے جو صرف زبان تک محدود ہے اور اس کا اثر افعال اور اعمال پر کچھ نہیں۔ دوسری قسم ایمان باندگی ہے ہے کہ عملی شہادتیں اس کے ساتھ ہوں۔ پس جب تک یہ دوسری قسم کا ایمان پیدا نہ ہو میں نہیں کہہ سکتا کہ ایک آدمی خدا کو مانتا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کو مانتا بھی ہو اور پھر گناہ بھی کرتا ہو۔ دنیا کا بہت بڑا حصہ پہلی قسم کے ماننے والوں کا ہے میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں مگر یہ دیکھتا ہوں کہ اس اقرار کے ساتھ ہی وہ دنیا کی خواہشوں میں مبتلا اور گناہ کی کدورتوں سے آلودہ ہیں۔ پھر وہ کیا بات ہے۔ کہ وہ خاصہ جو ایمان باندگی ہے اس کو حاضر ناظر مان کر پیدا نہیں ہوتا؟ دیکھو۔ انسان ایک ادنیٰ درجہ کے پوٹو پڑے چار کو حاضر ناظر دیکھ کر اس کی چیز نہیں اٹھاتا۔ پھر اس خدا کی مخالفت اور اس کے احکام کی خلاف ورزی میں دلیری اور جرأت کیوں کرتا ہے جس کی بابت کہتا ہے مجھے اس کا اقرار ہے میں اس بات کو مانتا ہوں کہ دنیا کے اکثر لوگ ہیں جو اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں کوئی پرمیشر کہتا ہے کوئی گاڈ کہتا ہے کوئی اور نام رکھتا ہے۔ مگر جب عملی پہلو سے ان کے اس ایمان اور اقرار کا امتحان لیا جاوے اور دیکھا جاوے تو کہنا پڑے گا۔ کہ وہ بڑا دعویٰ ہے جس کے ساتھ عملی شہادت کوئی نہیں۔

انسان کی فطرت میں یہ امر واقعہ ہے کہ وہ جس چیز پر یقین لاتا ہے اس کے نقصان سے بچنے اور اس کے منافع کو لینا چاہتا ہے۔ دیکھو۔ سنکھیا ایک زہر ہے اور انسان جبکہ اس بات کا علم رکھتا ہے کہ اس کی ایک رتی بھی ہلاک کرنے کو کافی ہے تو کبھی وہ اس کو کھانے کے لئے دلیری نہیں کرتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے۔ اس کا کھانا ہلاک ہوتا ہے۔ پھر کیوں وہ خدا تعالیٰ کو مان کر ان نتائج کو پیدا نہیں کرتا جو ایمان باندگی کے ہیں۔ اگر سنکھیا کے برابر سبب اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو اس کے جذبات اور جوشوں پر موت وارد ہو جاوے مگر نہیں یہ کہنا پڑے گا کہ نراقول ہی قول ہے۔ ایمان کو یقین کا رنگ نہیں دیا گیا ہے۔ یہ اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے اور دھوکا کھاتا

ہے جو کہتا ہے کہ میں خدا کو مانتا ہوں۔

پس پہلا فرض انسان کا یہ ہے کہ وہ اپنے اس ایمان کو درست کرے جو وہ الٰہ پر رکھتا ہے یعنی اس کو اپنے اعمال سے ثابت کر دکھائے کہ کوئی فعل ایسا اس سے سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کے احکام کے خلاف ہو۔

یہ دھوکا جو انسان کو لگتا ہے کہ وہ خدا کو مانتا ہے۔ باوجودیکہ عملی شہادت اس ایمان کے ساتھ نہیں ہوتی۔ درحقیقت یہ سبھی ایک قسم کی مرض ہے جو خطرناک ہے۔ مرض دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک مرض مختلف ہوتی ہے۔ یہ وہ ہوتی ہے جس کا درد محسوس ہوتا ہے جیسے درد سر یا درد گردہ وغیرہ۔ دوسری قسم کی مرض مرض مستوی کہلاتی ہے۔ اس مرض کا درد محسوس نہیں ہوتا۔ اور اس لئے مریض ایک طرح اس کے علاج سے تساہل اور غفلت کرتا ہے۔ جیسے بربص کا داغ برتا ہے۔ بظاہر اس کا کوئی درد یا دکھ محسوس نہیں ہوتا لیکن آخر کو یہ خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے پس خدا پر ایسا ایمان جو عملی شہادتیں ساتھ نہیں رکھتا ہے، ایک قسم کی مرض مستوی ہے۔ صرف رسم و عادت کے طور پر مانتا ہے یا یہ کہ باپ دادا سے سنا تھا۔ کہ کوئی خدا ہے اس لئے مانتا ہے۔ اپنی ذات پر محسوس کر کے کب اس نے اللہ کا اقرار کیا ہے یہ اقرار جس دن اس رنگ میں پیدا ہوتا ہے۔ ساتھ ہی گناہوں کی میل کیل کو جلا کر صاف کر دیتا ہے۔ اور اس کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں جب تک آثار ظاہر نہ ہوں، ماننا نہ ماننا برابر ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یقین نہیں ہوتا اور یقین کے بغیر ثمرات ظاہر نہیں ہو سکتے۔ دیکھو جن خطرات کا انسان کو یقین ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک ہرگز نہیں جانا مثلاً یہ خطرہ ہو کہ گھر کا شہتیر ٹوٹا ہوا ہے تو وہ کبھی اس کے نیچے جانے اور رہنے کی دلیری نہ کرے گا۔ یا یہ معلوم ہو کہ فلاں مقام پر سانپ رہتا ہے اور وہ رات کو پھر اٹھی کرتا ہے تو کبھی یہ رات کو اٹھ کر وہاں نہ جائے گا۔ کیونکہ اس کے نتائج کا قطعی اور یقینی علم رکھتا ہے۔ پس اگر خدا کو مان کر ایک پیسہ کے سنگھیا جتنا سبھی اثرا اور یقین نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ کچھ سبھی نہیں مانتا اور اصل یہ ہے کہ ساری خرابی کی جڑ گمان کی کوتاہی ہے۔

پنڈت صاحب۔ میرا اصل منشاء تو یہ ہے کہ خدا کی ہستی پر تو ایمان ہے مگر پھر بھی گناہ ہوتے ہیں۔ حضرت اقدس۔ آپ کیوں کہتے ہیں کہ ایمان ہے۔ ایمان تو انسان کے نفسانی جذبات کو مڑہ کر دیتا ہے اور گناہ کی قوتوں کو سلب کر دیتا ہے۔ آپ کو یہ سوال کرنا چاہیے کہ گناہ سے بچنے کا کیا علاج ہے۔ میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ ایمان بھی ہو اور گناہ بھی ہو۔ ایمان روشنی ہے اس کے سامنے گناہ کی ظلمت رہ نہیں سکتی۔ بجلا یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ دن بھی چڑھا ہوا ہو اور رات کی تاریکی بھی بدستور موجود ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ پس اصل سوال یہ رہ جاتا ہے کہ گناہ سے کیونکر بچیں۔ اس کا علاج وہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان پیدا ہو۔

پنڈت صاحب۔ بیشک میرا یہ کہنا کہ خدا کو ماننا ہوں اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔

حضرت اقدس۔ پس یہی اصل بات ہے جس تک عملی شہادتیں ساتھ نہ ہوں۔ یہ نفس کا دھوکا ہے جو کہتا ہے کہ ماننا ہوں۔ سچا ایمان گناہ کو باقی نہیں رہنے دیتا۔ اور سچا ایمان کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ آپ یاد رکھیں جو مریض طبیب کے پاس جاتا ہے تو طبیب اس کی مرض کو تشخیص کر کے ایک علاج اس کا بتا دیتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ بیمار کو متنبہ کر دے۔ علاج کرنا نہ کرنا یہ مریض کا اپنا اختیار ہے۔ وہ یہ بتا دے گا کہ داغ لگانے کی جگہ ہے تو داغ دو۔ یا جو تک لگاؤ وغیرہ یعنی جو علاج ہو وہ بتا دے گا۔ اسی طرح پر ہم اصل علاج بتا دیتے ہیں کرتا نہ کرنا ہر شخص کے اپنے اختیار میں ہے۔

پس اصل بات یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا اور نہ ان کو اس سے ہم اس کو محسوس کر سکتے ہیں کیونکہ اگر وہ ان محسوسات میں سے ہوتا۔ جن کے لئے یہ حواس ہیں تو بے شک وہ نظر آجاتا یا محسوس ہو سکتا مگر ان حواس میں سے کوئی حس اس کے لئے بکار نہیں۔ اس کی شناخت کے خاص وسائل ہیں اور اور حواس ہیں جو حکیموں برہمنوں اور فلاسفوں نے بھلے خود کو گریں ماری ہیں لیکن وہ سب غلطیوں میں مبتلا ہیں اور وہ ایمان جو انسان کی زندگی میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دیتا ہے اُن کو نصیب نہیں ہوا۔ جب خود ان کی یہ حالت

ہے تو وہ دوسروں کے لئے ہادی اور رہنما کیونکر ہو سکتے ہیں جو خود مشکلات میں مبتلا ہیں۔ اور جن کو خود سکینت اور اطمینان نہ ہو وہ اوروں کے لئے کیا اطمینان کا موجب ہوں گے۔ اس سلسلہ کی راہ کے چراغ دراصل انبیاء علیہ السلام ہیں۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ وہ نور ایمان حاصل کرے اس کا فرض ہے کہ اس راہ کی تلاش کرے اور اس پر چلے بدون اس کے مسکن نہیں کہ معرفت اور سچا گمان مل سکے جو گناہ سے بچاتا ہے اور ہر ایک شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ کس شے کا اتباع اس وقت حقیقی ایمان اور گمان پیدا کر دیتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ جب انسان سچائی پر قدم مارنے لگتا ہے تو اس کو مشکلات اور ابتلا پیش آتے ہیں۔ برادری اور قوم کا ڈر اسے دھمکتا ہے لیکن اگر وہ فی الحقیقت سچائی سے پیار کرتا ہے اور اس کی تقدیر ہے۔ تو وہ ان ابتلاؤں سے نکل جاتا ہے ورنہ ابتلا اس کا نفاق ظاہر کر دیتا ہے۔ مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ دیوانہ بنے کسی تنگ و مدار کی سچائی کے لئے پروا نہ کرے جب تک وہ ان قیود کا پابند ہے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست

دل جو ہادی یوسفی لا راہ کنھاں را گوین

(الحکمد جلد ۷ نمبر ۱ صفحہ ۲۴ تا ۶ مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء)

۲۷ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

دربار دہلی پر میموریل کی اشاعت

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے تو مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ نے عرض کی کہ حیدر دہلی پر جو میموریل لکھنا ہے وہ طبع ہو کر آ گیا ہے۔ حضور نے حکم دیا کہ

اسے کثرت سے تقسیم کیا جائے کیونکہ اس سے ہماری جماعت کی عام شہرت ہوتی ہے

اور ہمارے اصولوں کی واقفیت اعلیٰ حکام کو ہوتی ہے اور اس کی اشاعت ہوتی ہے۔

ایک پادری کی کتاب حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کے متعلق

عصر کے وقت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو آپ کو خبر دی گئی کہ ایک پادری صاحب بنام گرسفورڈ نے ایک کتاب اپنے زعم میں آپ کے دعویٰ کی تردید میں لکھی ہے اس کا نام رکھا ہے "میرزا غلام احمد قادیان کا مسیح اور مہدی" مگر حضور کے دعویٰ اور دلائل کو خوب مفصل بیان کیا ہے اور اس کی اشاعت امریکہ میں بہت کی گئی ہے۔ اس پر ذکر ہوتا رہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اشاعت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس کی وہی مثال ہے۔

عدد شود سبب خیر گر خدا خواهد

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

پھر تو ہم کو بھی ضرور لکھنا چاہیے جب انہوں نے بطور ہدیر کے کتاب ہمیں بھیجی۔ تو ہمیں بھی ہدیر بھیجنا چاہیے۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ مخالفوں کی توہر سے بہت کام بنتا ہے۔ میں نے آزمایا ہے کہ جہاں مخالف ملو کر کھاتا ہے وہاں ہی ایک بڑی حکمت کی بات ہوتی ہے۔

جو بات سمجھ نہ آئے دریافت کر لینی چاہیے

حسب دستور حضرت اقدس قبل از نماز عشاء تشریف لائے۔ ایک خادم کی نسبت ایک شخص کو غلط فہمی ہوئی تھی کہ اس نے نھوڑا باند حضرت کے کسی فعل پر اعتراض کیا ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ جب اس بیچارے کو خبر ہوئی تو اس نے مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کی خدمت میں آکر اصل واقعہ بتلویا اور عرض کی کہ راوی کو غلط فہمی ہوئی ہے ورنہ میرا وہاں ہے کہ حضور کا ہر ایک فعل، فعل الہی ہے جس پر اعتراض کرنا سخت درجہ کا کفر اور منکر ہے

ہے مولانا مولوی عبدالکريم صاحب نے اُٹھ کر اصل واقعہ حضرت اقدس کی خدمت میں گذارش کیا اور خود اُس خادم نے بھی عرض کی ہیں پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ
 اوائل میں جماعت میں ایسی بات بھرا کرتی ہے۔ اسی طرح جب توغبہ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم)
 مدینہ میں تشریف لائے تھے تو آپ نے کچھ زمین ایک صحابی سے خریدنی چاہی تو اُس نے کہا کہ
 میں نے اپنے لوگوں کے لئے رکھی ہے حالانکہ سب کچھ تو آپ کے ہاتھ پر فروخت کر چکا ہوا تھا
 آخر وہی اصحاب تھے کہ جنہوں نے سب دینی ضرورتوں کو مقدم رکھا اور اپنی جانوں تک کو
 قربان کر دیا۔ ہماری جماعت کو چاہیے کہ ہمیشہ خیال رکھے کہ بعض امور تو سمجھ میں آسکتے ہیں اور
 بعض نہیں آسکتے تو جو سمجھ میں نہ آیا کریں ان کو پس پشت نہ کیا جاوے وہ دریافت کر لینے
 چاہئیں۔ نیکی اسی کا نام ہے ورنہ ضبط اعمال ہو جاتا ہے۔ یہ ہمارا معاملہ اور کاروبار سب خدا
 کا ہے ہمارے نفس کو اس میں دخل نہیں۔ ہم نے اس خطا کو بخشا اور معاف کیا۔

(البدلہ جلد اول نمبر ۱۱ موزہ ۹ جنوری ۱۹۰۲ء)

۲۸ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

ایک کرکٹ کھیلنے والے کو چوٹ اور حضور کا ارشاد

ظہر کے وقت مولوی عبدالکريم صاحب نے ایک احمدی بھائی کی طرف حضرت اقدس کی طرف
 دوائی کہ جن کے دانت میں کرکٹ کھیلنے میں ضرب آگئی تھی اور نیچے کا لب بالٹ پھٹ

گیا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا

تعجب ہے کہ دیدہ دانستہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا جاتا ہے۔ اس جگہ کی یہ تعلیم نہیں
 ہے کہ ہر ایک قسم کے شر اور بدعت میں اپنے آپ کو ڈالا جائے بلکہ یہ ہے کہ ہر ایک ہلاکت
 کی راہ سے پرہیز کیا جائے۔ لیاقت علمی اور شے ہے کیا اگر انسان کو کوئی کھیل نہ آتی ہو تو اس
 کی لیاقت میں فرق آوے گا۔ جن لوگوں کی یہ کھیل ایجاد ہے وہ تو مست ہیں ان کو تعلق جان

کی پروا نہیں مگر ہمیں تو پروا ہے۔

تعبیر رویا میں ناموں کا بڑا دخل ہے

مغرب و مشرق کے درمیان چند ایک احباب نے اپنی اپنی رویا سنا ئیں۔ ناموں کی نسبت

آپ نے فرمایا کہ

خوابوں میں ناموں کے الفاظ پر بڑا دار و مدار ہوتا ہے۔ تقاضاؤں کے واسطے ہمیشہ نام کے

معانی کی طرف غور کرنا چاہیے۔ بلکہ سلسلہ نہ دیکھے نام کو دیکھ لے۔

خواب میں دشمن سے بھاگنے کی تعبیر فتح

خواب میں دشمن سے بھاگنا۔ اس پر فرمایا کہ

اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ دشمن پر فتح ہوگی۔ اس کی نظیر میں معبروں نے موسیٰ

علیہ السلام کے قصہ کو پیش کیا ہے کہ موسیٰ جو فرعون سے بھاگے وہ دشمن تھا۔ انجام کار آپ

ہی فرعون پر غالب آئے۔

(البدار جلد اول نمبر ۱۱ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۰۳ء)

۲۸ دسمبر ۱۹۰۲ء

غیر معمولی ملاقات

قبل دوپہر حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور بعض احباب کو شرف قدم موسیٰ حاصل ہوا۔

جناب ابو سعید عرب صاحب نے اپنے بعض احباب کا تذکرہ کیا اور گونہ افسوس ظاہر

کیا کہ ان کو اس سلسلہ کی آگاہی اور اطلاع نہیں۔ حضرت حجۃ اللہ نے اس تحرک پر

ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ ہم بعد میں پہنچے تھے۔ تاہم ابھی سلسلہ تقریر شروع ہی ہوا تھا

ہم نے ایسی طرز پر اس کو قلب بند کیا ہے کہ سلسلہ ناتمام نظر نہ آئیگا۔ انشاء اللہ العزیز (ریڈیٹر و ایڈیٹر)

دنیا دارالمجب ہے

فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دارالمجب رکھا ہے کچھ چھپایا ہے کچھ ظاہر کیا ہے۔ اس نے دنیا میں اپنے نبی اور رسول بھیجے مگر اپنا منہ چھپایا۔ اس نے کتابیں اور شریعتیں نازل کیں مگر کسی نے ان کتابوں کو اترتے ہوئے نہیں دیکھا۔ نبیوں کی معرفت پیشگوئیاں کیں بعض ان میں سے پوری ہو گئیں اور کچھ باقی رہ گئیں۔ وہ لوگ جن کی نظر دنیا کی سطح سے اوپر نہیں جاتی۔ انہوں نے ان باتوں کو دیکھ کر اعتراض کیا اور کہہ دیا کہ فلاں بات پوری نہیں ہوئی۔ مگر انہیں اللہ تعالیٰ نے اس سخت پر اطلاع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا؟ کہ تائیدان داروں اور جلد بازوں میں امتیاز ہو۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اُسے جو کچھ قیامت کو کرنا ہے۔ وہ اسی دنیا میں کر کے دکھا سکتا ہے کیونکہ وہ علیٰ کل شئی پتدیر ہے۔ مگر پھر ایمان داران نہ رہتا اور نہ اس کے ثمرات میسر ہوتے جو لوگ ایمان کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ ایمان کی حقیقت کچھ نہ کچھ مخفی رہنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے۔ منہم شقی و سعید و دونو فریق اسی سے بنتے ہیں سعید جلد بازی نہیں کرتے بلکہ حسن ظن اور صبر سے کام لے کر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو شقی ہوتے ہیں۔ وہ جلد بازی سے کام لے کر اعتراض کرتے ہیں۔ جو لوگ منہاج نبوت کو نہیں چھوڑتے وہ مٹو کر نہیں کھاتے اور کوئی ایسا اعتراض نہیں کرتے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مجھ پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا جو پہلوں پر نہ ہوا ہو۔ جو کوئی مجھ پر اعتراض کرے گا وہ دین سے خارج ہو کر اعتراض کرے گا۔

عرب صاحب نے حضرت حجۃ اللہ کے جذب کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میں سلاسل میں لاہور
ایک جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھے ایک کتاب آپ کی تصدیقی میں اور ایک
مولوی نے آپ کی تردید میں دی۔ مگر میں نے دونو دہیں کسی کو دے دیں اور پر دانہ کی۔ مجھے

کہا گیا کہ قادیان آؤں مگر میں نہ آیا اور اب خدا کی شان ہے کہ وہ اس قدر فاصلہ (رنگون) سے مجھے لایا اور اس قدر فرخ کثیر کے بعد مجھے آنا پڑا۔

معرفت الہی سے نماز میں ذوق پیدا ہوتا ہے

عرب صاحب نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھتا ہوں مگر دل نہیں ہوتا۔ فرمایا۔

جب خدا کو پہچان لو گے تو پھر نماز ہی نماز میں رہو گے۔ دیکھو یہ بات انسان کی فطرت میں ہے کہ خواہ کوئی ادنیٰ سی بات ہو جب اس کو پسند آجاتی ہے تو پھر دل خواہ خواہ اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ اسی طرح پر جب انسان اللہ تعالیٰ کو شناخت کر لیتا ہے۔ اور اس کے حسن و احسان کو پسند کرتا ہے تو دل بے اختیار ہو کر اسی کی طرف دوڑتا ہے۔ اور بے ذوقی سے ایک ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اصل نماز وہی ہے جس میں خدا کو دیکھتا ہے۔ اس زندگی کا مزا اسی دن آسکتا ہے جبکہ سب ذوق اور مشوق سے بڑھ کر جو خوشی کے سامانوں میں مل سکتا ہے۔ تمام لذت اور ذوق دعا ہی میں محسوس ہو۔ یاد رکھو کوئی آدمی کسی موت و حیات کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ خواہ مات کو موت آجاوے یا دن کو۔ جو لوگ دنیا سے ایسا دل لگاتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں وہ اس دنیا سے نامراد جاتے ہیں وہاں ان کے لئے خزانہ نہیں ہے جس سے وہ لذت اور خوشی حاصل کر سکیں

جہنم و جنت کی حقیقت انسان جس لذت کا خوگرفتہ اور عادی ہو جب وہ اس سے چھوڑائی جانے تو وہ ایک دکھ اور درد محسوس کرتا ہے اور یہی جہنم ہے۔ پس جبکہ ساری لذتیں دنیا کی چیزوں میں محسوس کرنے والا ہو تو ایک دن یہ ساری لذتیں تو چھوڑنی پڑیں گی پھر وہ سیدھا جہنم میں جاوے گا۔ لیکن جس شخص کی ساری خوشیاں اور لذتیں خدا میں ہیں۔ اس کو کوئی دکھ اور تکلیف محسوس نہیں ہو سکتی۔ وہ اس دنیا کو چھوڑتا ہے تو سیدھا بہشت میں ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ دل اللہ کے اختیار میں ہے وہ جس وقت چاہتا ہے دل میں یہ بات ٹٹل دیتا ہے اور اس کو سمجھ آجاتی ہے کہ سچا سرور اور خوشحالی اس میں ہے کہ خدا کو پہچانا جائے۔ دیکھو میں اس وقت یہ بات تو کر رہا ہوں مگر میرے اختیار میں یہ بات نہیں ہے کہ دل تک اس کو پہنچا بھی دوں یہ خدا ہی کا کام ہے جو دلوں کو زندہ کرتا ہے اور بیدار کرتا ہے۔ باقی تمام تجارح انگلہ، ہاتھ وغیرہ ایسے ہیں جو انسان کے اختیار میں ہیں۔ مگر دل اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ اس وقت تک اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھنا چاہیے جب تک دل مسلمان نہ ہو جاوے اور دل مسلمان نہیں ہوتا جب تک وہ لہو و لہجے لذت حاصل کرتا ہے۔ اس کے مسلمان ہونے کا وہی وقت ہے جب وہ ذمیو حیثیت سے دل برداشتہ ہو گیا ہے اور دنیا کی لذتیں اور خوشیاں ایک تلخی کا رنگ دکھائی دیتی ہیں جب یہ حالت ہو تو پھر انسان اپنے آپ کو مشاہدہ کرتا ہے کہ میں وہ نہیں رہا ہوں بلکہ اور ہو گیا ہوں۔ پھر دل میں ایک کشش پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں لذت حاصل کرتا ہے اور ایسی محبت اسے نماز سے ہو جاتی ہے جیسے کسی اپنے عزیز کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے یہ ہے اصل جڑ عہ ایمان کی۔ مگر یہ انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم اس بات کا نمونہ نہیں بتا سکتے اور نہ الفاظ میں اس کو سمجھا سکتے ہیں کیونکہ الفاظ حقیقت کے قائم مقام نہیں ہوتے۔ اس لئے جب یہ حالت آتی ہے تو پھر انسان اپنی گذشتہ زندگی پر حسرت و افسوس کرتا ہے کہ وہ یونہی ضائع ہو گئی کیوں پہلے ایسی حالت مجھ پر نہ آئی۔

نماز کیا ہے

نماز کیا چیز ہے۔ نماز اصل میں رب العزۃ سے دعا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے جب خدا تعالیٰ اس پر اپنا فضل کرے گا اس وقت اسے حقیقی سرور اور راحت ملے گی۔ اس وقت سے اس کو نمازوں میں لذت اور ذوق آنے لگے گا۔ جس طرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے حرا آتا ہے۔

اسی طرح پھر گریہ و بکا کی لذت آئے گی اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہو جائے گی۔ اس سے پہلے جیسے کڑوی دوا کو کھاتا ہے تاکہ صحت حاصل ہو۔ اسی طرح اس بے ذوقی نماز کو پڑھنا اور دعائیں مانگنا ضروری ہیں۔ اس بے ذوقی کی حالت میں یہ فرض کر کے کہ اس سے لذت اور ذوق پیدا ہو۔ یہ دعا کرے

نماز میں لذت و ذوق حاصل کرنے کی دعا

کہ اے اللہ تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں کیسا اندھا اور نابینا ہوں اور میں اس وقت بالکل عفرہ حالت میں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئے گی تو میں تیری طرف آجاؤں گا اس وقت مجھے کوئی روک نہ سکے گا۔ لیکن میرا دل اندھا اور ناشناسا ہے تو ایسا شغلہ ٹور اس پر نازل کر کہ تیرا انس اور شوق اس میں پیدا ہو جائے۔ تو ایسا فضل کر کہ میں نابینا نہ اٹھوں اور اندھوں میں نہ جاؤں۔

جب اس قسم کی دعا مانگے گا اور اس پر دوام اختیار کرے گا۔ تو وہ دیکھے گا۔ کہ ایک وقت اس پر ایسا آئے گا کہ اس بے ذوقی کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اس پر گرے گی۔ جو رقت پیدا کر دے گی۔

خدا کو علو سے نسبت سے پستی سے نہیں

عرب صاحب نے عرض کیا کہ خدا آسمان پر ہے۔ فرمایا۔

الذات على هر چیز کا مالک ہے۔ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی لَه

اس نے اپنے آپ کو علوی سے منسوب کیا ہے۔ پستی کی طرف اس کو منسوب نہیں کر سکتے۔ سُبْحَانَكَ وَتَعَالٰی اَبْطَلُو كُوْبِم مَشَاهِدَه كَرْتَه يٰن اور کشفی صورتوں میں آسمان سے نور نازل ہوتا ہوا دیکھا ہے۔ ہم اس کی گنہہ اور کیفیت نہ بیان کر سکیں۔ مگر یہ سچی بات ہے کہ اس

کو علوی سے تعلق ہے۔ بعض امور آنکھوں سے نظر آتے ہیں اور بعض نہیں۔ ہر صحت میں فلسفہ کام نہیں آتا۔ پس اصل بات یہی ہے کہ ایک وقت ایسی حالت انسان پر آتی ہے کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ آسمان سے اس کے دل پر کچھ گرا ہے جو اُسے رقیق کر دیتا ہے۔ اسی وقت نیکی کا بیج اس میں بویا جائے گا۔

(الحکم جلد ۱، نمبر ۱، صفحہ ۱۱، مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۵۳ء)

۲۹ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دو شنبہ

مغرب اور عشاء کے درمیان حضور تشریف لائے تو آکر فرمایا۔

روزے ایک یا دو اب رہ گئے ہیں۔ بڑی آسانی سے گذر گئے۔

بوقت ضرورت جمع صلوٰتین

بیک صاحب نے ذکر کیا کہ ان کا ایک افسر سخت مزاج تھا۔ روانگی نماز میں اکثر چپیں

بچھیں ہوا کرتا تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

خدا تعالیٰ نے شرارتوں کے وقت جمع صلوٰتین رکھا ہے۔ نہرو عصر کی نمازیں ایسی

حالت میں جمع کر کے پڑھ لیں۔

بعض انگریز حکام کی قدر شناسی پر فرمایا کہ

نمانہ بدل گیا ہے اور پنجابیوں کے ساتھ انگریزوں کی ساری قوم کا حسن ظن ہے۔

اور بعض ایسے انگریز ہوتے ہیں کہ ان کا ارادہ ہوتا ہے کہ ماتحت کو فائدہ پہنچادیں تاکہ

وہ ان کو یاد رکھے۔

مصر میں تبلیغ

بیک احمدی جج کو جلتے ہوئے کچھ عرصہ مصر میں قیام رہا ہے اور ابھی تک وہیں ہیں

اور حضرت اقدس کی کتب کی اشاعت کر رہے ہیں۔ انہوں نے لکھا تھا کہ اگر حکم ہو تو میں اس سال حج ملتوی رکھوں اور مجھے اور کتب ارسال ہوں تو ان کی اشاعت کروں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اُن کو لکھ دیا جاوے کہ کتابیں روانہ ہوں گی ان کی اشاعت کے لئے مصر میں قیام

کریں اور حج الشارک بعد پھر اگلے سال کریں (من اطاع الرسول فقد اطاع الله)

روحانی سیر کی طرف متوجہ ہوں

ابوسعید صاحب عرب کو کمال شوق دلی کے جلسہ کا تھا کہ وہاں کی رونق دیکھیں۔ چنانچہ انہوں نے اجازت بھی چاہی تھی اور حضرت اقدس نے اجازت دے بھی دی تھی مگر یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ دعائے استخارہ کر لو۔ چنانچہ دعا سے پھر ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ عرب صاحب دلی جانے سے ڈگ گئے اور اب بھی یہاں ہی ہیں۔ حضرت اقدس نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

فرٹیے۔ اب دلی جانے کا خیال ہے یا نہیں؟

عرب صاحب نے جواب میں عرض کیا کہ حضور اب تو بالکل جانے کو دل نہیں چاہتا۔ حضور نے فرمایا کہ

اب دوسری سیروں کو چھوڑ کر روحانی سیروں کی طرف متوجہ ہو جاویں۔ یہ آپ کی سعادت کی علامت ہے کہ اتنی دُور سے اس جلسہ کے واسطے آئے اور یہاں ٹھہر گئے اور اس قدر مقابلہ نفس کا کیا۔ ہر ایک کو یہ طاقت نہیں ہوتی کہ جذب نفس کے ساتھ کشتی کریں۔ آپ نے جن کو وہاں جا کر دیکھتا تھا۔ ان کی صورتیں انسانوں کی ہی ہوں گی۔ مگر دل کا کیا پتہ کہ وہ بھی انسانوں کے ہوں گے یا نہیں۔ لوگ باوجود اس کے کہ ابتلاؤں میں مبتلا ہیں مگر گمراہان کے دماغ سے نہیں گیا۔ ہم سے تسخر وغیرہ اسی طرح ہے۔ اور دلی والے پنجابیوں

کو تو بیل کہتے ہیں جس کے معنے پنجابی میں ٹھگا ہے، ان کے خیالوں میں صرف دنیا کی زندگی ہے مگر جو لوگ ہر دینوں کے گنگ میں لہکتے ہیں ان کو پاک عقل نہیں ملتی۔

(البتداء جلد اول نمبر ۱۱ مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء)

۳۱ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ

مغرب اور عشار کے درمیان حضور علیہ السلام نے مجلس فرمائی۔

نماز جمعہ کیلئے تین آدمی ہونا ضروری ہیں

ایک صاحب نے بذیادہ خط استفسار فرمایا تھا کہ وہ صرف اکیلے ہی اس مقام پر حضرت اقدس سے بیعت ہیں جمعہ تنہا پڑھ لیا کریں یا نہ پڑھا کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ

جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ اگر دو آدمی مقتدی اور تیسرا امام اپنی جماعت کے ہوں تو نماز جمعہ پڑھ لیا کریں و الا نہ رسوائے احمدی احباب کے دوسرے کے ساتھ جماعت اور جمعہ جائز نہیں)

آپ شہرت پسند نہ تھے

ایک صاحب نے عرض کی حضور نے جہلم تاریخ مقدمہ لے جانا ہے۔ اگر اجازت ہو تو اشتہار دیدیا جائے۔ تاکہ ہر ایک اسٹیشن پر لوگ نیارت کے لئے آجائیں۔ فرمایا کہ جو ہمیں ملنے والے ہیں وہ تو اکثر آتے جلتے رہتے ہیں۔ اور جو لوگ جماعت میں داخل نہیں ہیں۔ ان کے لئے سرور خریدنے سے کیا فائدہ ہمیری طبیعت کے یہ امر برضوان ہے۔ اگر وہ اہل ہوتے تو خود یہاں آتے۔ اب اس طرح ان سے ملاقات تو وقت کا ضائع کرنا ہے۔

خلق اور خلق کے معنی

ایک نووارد نے عرض کی کہ حضرت خلق کے کیا معنی ہیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

خلق اور خلق دو لفظ ہیں۔ خلق تو ظاہری حسن پر بولا جاتا ہے اور خلق باطنی حسن پر بولا جاتا ہے۔ باطنی قوی جس قدر مثل عقل، فہم، سخاوت، شجاعت، غضب وغیرہ انسان کو دیکھے گئے ہیں ان سب کا نام خلق ہے اور علوم انسانی میں آج کل جسے خلق کہا جاتا ہے جیسے ایک شخص کے ساتھ تکلف کے ساتھ پیش آنا اور تصنیع سے اس کے ساتھ ظاہری طور پر بڑی شیریں الفاظی سے پیش آنا تو اس کا نام خلق نہیں بلکہ نفاق ہے۔

خلق سے مراد یہ ہے کہ اندرونی قوی کو اپنے اپنے مناسب مقام پر استعمال کیا جائے جہاں شجاعت دکھانے کا موقع ہو وہاں شجاعت دکھاوے۔ جہاں صبر دکھانا ہے۔ وہاں صبر دکھائے جہاں انتقام چاہیے وہاں انتقام لے۔ جہاں سخاوت چاہیے وہاں سخاوت کرے۔ یعنی ہر ایک محل پر ہر ایک قوی کو استعمال کرے نہ گھٹایا جائے نہ بڑھایا جائے۔ یہاں تک کہ عقل اور غضب بھی جہاں تک کہ اس سے نیکی پر استقامت کی جاوے۔ خلق ہی میں داخل ہے۔ اور صرف ظاہری حواس کا نام ہی حواس نہیں ہے بلکہ انسان کے اندر بھی ایک قسم کے حواس ہوتے ہیں۔ ظاہری حواس تو حیوانوں میں بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک بکری گھاس کھا رہی ہے اور دوسری بکری آجائے تو پہلی بکری کے اندر یہ ارادہ پیدا نہ ہوگا کہ اسے بھی ہمدردی سے گھاس کھانے میں شریک کرے۔ اسی طرح شیر میں اگرچہ زور اور طاقت تو ہوتی ہے مگر ہم اسے شجاع نہیں کہہ سکتے کیونکہ شجاعت کے واسطے محل اور بے محل دیکھنا بہت ضروری ہے۔ انسان اگر جانتا ہے کہ مجھ کو فلاں شخص سے طاقت متقابلہ کی نہیں ہے یا اگر میں وہاں جاؤں گا تو قتل ہو جاؤں گا تو اس کا دماغ نہ جانا ہی شجاعت میں داخل ہے اور پھر اگر محل اور موقع کے لحاظ سے مناسب دیکھے کہ میرا وہاں جانا ضروری ہے۔ خواہ

مہان خطرہ میں پڑتی ہو۔ تو اس مقام پر جانے کا نام شجاعت میں داخل ہے۔ جاہل آدمیوں سے جو بعض وقت بہادری کا کام ہوتا ہے۔ حالانکہ ان کو محل بے محل دیکھنے کی تمیز نہیں ہوتی اس کا نام تہجد ہوتا ہے کہ وہ ایک طبعی جوش میں آجاتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ یہ کام کرنا چاہیے تھا کہ نہیں۔ غرضیکہ انسان کے نفس میں یہ سب صفات مثل صبر، سخاوت، انتقام، ہمت، بخل، عدم بخل، حسد، عدم حسد ہوتی ہیں اور ان کو اپنے محل اور موقع پر صرف کرنے کا نام خشلق ہے۔ حسد بہت بڑی باطنی بات ہے لیکن جب موقع کے ساتھ اپنے مقام پر رکھا جاوے تو پھر بہت عمدہ ہو جاوے گا۔ حسد کے معنی ہیں۔ دوسرے کا زوال نعمت چاہنا لیکن جب اپنے نفس سے ہانکل محو ہو کر ایک مصلحت کے لئے دوسرے کا زوال چاہتا ہے تو اس وقت یہ ایک محمود صفت ہو جاتی ہے جیسے کہ تم تسلیمت کا زوال چاہتے ہیں۔

ملانک اور شیطان کا عقلی ثبوت

انسان کے اندر دو ملکہ خدا تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ ایک فرشتہ اور ایک شیطان۔

نوراد صاحب نے سوال کیا کہ فرشتہ اور شیطان کا عقلی ثبوت کیا ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ

آپ کے توی میں کبھی نیکی کی طرف اور کبھی بدکاری کی طرف تحریک ہوتی ہے یا نہیں

نوراد صاحب نے کہا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ

کبھی بھوکے انسان کو دیکھ کر رحم بھی آجاتا ہے اور رحم کی تحریک ہوتی ہے۔

نوراد صاحب نے کہا کہاں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ

جب تحریک ہوتی ہے تو محرک کوئی اندر ہے جو تحریک کرتا ہے کیونکہ تحریک کے لئے

محرک کا ہونا ضروری ہے اور انسان خود اس کا محرک نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ حالہٴ افعال میں

ہے تو پھر فاعل کیسے ہوگا (کیونکہ تحریک کا مفعول اس پر ہوتا ہے۔ اس لئے انسان مفعول ہے)۔

تو اس شیئی کے محرک کو ہم فرشتہ اور بدی کے محرک کو شیطان کہتے ہیں۔ شریعت کا علم بہر حال ہم سے بڑھ کر ہے جن امور کے ہم زیر اثر ہیں شریعت نے ان کی تفصیل کر دی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم نہ مانیں۔ یہ سب کچھ انسان کو محسوس ہوتا ہے اور ابھی آپ نے تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد ایک شے رہتی ہے۔ آپ اُسے مانتے ہیں، اُس کا نام رُوح ہے۔ اسے علم بھی ہوتا ہے۔ انسان کتاب یاد کرتا ہے۔ اگر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو اس کے علم میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس سے ثابت ہے کہ علم رُوح کی صفت ہے نہ کہ جسم کی۔ ورنہ ضرور تھا کہ ہاتھ کاٹنے سے اس کے علم میں فرق آجاتا۔ اب ایک دہریہ جو کہ رُوح کا قائل نہیں ہے اس کے نزدیک تو پھر جسم کا حصہ کاٹنے سے علم کا کچھ حصہ ضرور جاتا رہتا۔ اگر کہو کہ جنون بھول جانا ہے تو یہ بات غلط ہے۔ جنون ہرگز بھولتا نہیں ہے بلکہ ہر ایک شے کا علم اس کے اندر مخفی ہوتا ہے۔ جب اس کے جنون کی اصلاح ہو تو فوراً وہ علم آجاتا ہے۔ جیسے آگ پتھر میں مخفی ہوتی ہے کہ رگڑ سے تو ظاہر ہوتی ہے وہ نہ نہیں۔ یہی حال جنون کا ہوتا ہے۔ ہم خود دیکھتے ہیں کہ ایک بات کرتے کرتے ایک لفظ ایسا وقت پر بھول جاتا ہے کہ ہر چند اس وقت یاد کریں مگر یاد نہیں آتا پھر دوسرے وقت خود ہی یاد آجاتا ہے (گویا ایک وقت ہر ایک بات کا علم نہ ہونے سے اس بات کا عدم علم ہرگز ثابت نہیں ہوتا) تو مخفی ہونا اور شے ہے اور محو اور نابود ہونا اور شے ہے۔ آجکل کے فلسفی لوگ ان باتوں میں سے بعض کو تو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے (تو اب جیسی غیر مرنی شے خلا اور رُوح ہے ویسے فرشتے ہیں) مگر فرشتوں کو نہیں مانتے تو یہ ان کی حماقت ہے۔ پھر جو رُوح کو مانتے ہیں کیا یہیں دکھلا سکتے ہیں کہ رُوح کیا شے ہے۔ انسان اگر مرتا ہے تو خواہ اُسے کسی لوہے کے قالب میں ہی بند کر دیں کہ جس میں ہوا کا بھی دخل نہ ہو۔ مگر پھر بھی مرتے وقت کوئی ایسی شے نظر نہ آوے گی کہ ہم کہیں کہ اسی کا نام رُوح ہے۔ اور کہاں سے جان نکلتی ہے۔ پھر اسی طرح اٹکے میں کیا بتلا سکتے ہیں کہ کہاں سے داخل

ہوتی ہے۔ بعض دفعہ دیکھا جاتا ہے کہ انڈے میں پھر مڑا ہوا ہوتا ہے گویا کہ روح داخل ہو کر پھر نکل بھی گئی اور نظر بھی کسی کو نہ آئی تو یہ ایک بھید ہے جس کی حقیقت کیا سمجھ آ سکتی ہے ہرگز سمجھ میں نہیں آتی۔

دلائل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اتنی اور ایک اتنی۔ کھوج نکال کر جاننا اس کا نام اتنی ہے اور اتنی یہ ہے کہ آثار سے معلوم کر لینا جیسے قاعدہ کو دیکھ کر طیب گرمی تپ وغیرہ کا حال معلوم کر لیتا ہے۔ یہ اتنی ہے اور تپ وغیرہ دیکھ کر قاعدہ کی نسبت سمجھ لینا یہ اتنی ہے۔ تو روح میں لیت ہم دریافت نہیں کر سکتے مگر آثار بتلاتے ہیں کہ ایک شے ہے۔ تو اس طرح کے عجائبات کثیر ہیں۔ اسی طرح ایک روٹ آنکھ میں ہے کہ ہر ایک شے کو دیکھتی ہے۔ مگر ایک دیوار کے پیچھے ایک شے ہوتی ہے تو نہیں دیکھ سکتی۔ آنکھ کیوں نہیں دیوار کے پیچھے دیکھ سکتی اس کے دلائل کیا بیان ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح ایک روٹ روح میں ہے کہ بیٹھے بھٹائے دو تک دیکھ لیتی ہے خواہ تین چار دیواریں درمیان میں سائل ہوں مگر اسے پروا نہیں ہوتی وہ اس شے کو یہاں بیٹھے اس طرح دیکھتی ہے جیسے کہ کھلی روشنی میں ایک شے نظر آتی ہے اس پر فوارد صاحب حیوان ہونے کہ یہ کیا بات ہے اور تعجب ظاہر کیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا خود ہم نے کئی دفعہ اس طرح دیکھا ہے کہ تین دیواریں درمیان میں سائل ہیں۔ مگر ہم نے وہ شے دیکھ لی۔ خبر نہیں کہ اس وقت کیا ہوتا ہے۔ دیوار مطلق رہتی ہی نہیں۔ اور انہیں آنکھوں سے اس وقت سب کچھ نظر آتا ہے۔

اس مقام پر حضرت اقدس نے ایک واقعہ سنایا کہ

ایک دفعہ ایک خاکروب نے ایک جگہ سے میلا اٹھایا اور اس کا ایک حصہ چھوڑ دیا میں جو مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا مجھے نظر آیا کہ اس نے ایک حصہ چھوڑ دیا ہے تو میں نے اس خاکروب سے کہا۔ وہ سُن کر حیران ہوئی کہ اس نے اندر بیٹھے کیسے دیکھ لیا۔ میں نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا کہ یہ باوجود میٹھے کے سر پر موجود ہونے کے نہیں دیکھ سکتی حالانکہ مجھے اس

قدر دور دراز فاصلہ سے دکھلا دیا۔

نوراد صاحب نے عرض کی کہ پھر یہ بات اور اس روایت روحانی کا کیسے پتہ لگے۔

اور سمجھ میں آوے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

بہت دیر صحبت میں رہے تو سمجھ میں آ سکتا ہے اور اس کی نظیر یہ پیشگوئیاں بھی ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ کیونکہ جو علوم پیش از وقت خدا تبار ہے وہ بھی تو ایک قسم کی دیوار کے پتھر تھے ہیں جو کہ درمیان میں حائل ہوتی ہے اور ایک عرصہ کے بعد اس نے گرنا ہوتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ قبل از وقت دکھلا دیتا ہے اور اسی عالم میں یہ سب مجاہدات ہیں۔ کل یا پریموں ایک نیچری کا خط آیا کہ میرے نزدیک تو انسان کے واسطے خدا شناسی ممکن ہی نہیں ہے تو بات یہی ہے کہ جب روحانی حصہ نہ دیا جاوے تب تک کیا پتہ لگتا ہے۔ انسان کا خاصہ علم ہی ہے۔ اگر علم نہ ہو تو صرف جسد ہی ہوا۔

دو آدمی سعید ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جن کا اللہ تعالیٰ بالذات رفق محاب کرتا ہے اور اپنی خدائی طاقتوں سے اپنی ہستی ان پر کھول دیتا ہے۔ دوسرے وہ جو ایسے آدمیوں کی صحبت میں رہ کر ان سے مستفید ہوتے ہیں۔ جیسے صحابہ کرامؓ کی جماعت کہ ان کے تمام محاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے رفق ہوئے اور عظیم الشان نشاںوں سے خدا نے ان پر اپنی ہستی کو کھول دیا اور کامل معرفت ان کو ملی مگر بے ہودہ فلسفیوں سے ہرگز ممکن نہیں کہ یہ ایمانی حالت ان کو نصیب ہو۔ ایمان تو ایک چولہ بدل کر دوسرا اسے پہننا دیتا ہے اور اُسے ایک فوق العادت طاقت دی جاتی ہے کوئی فلاسفر نہیں گذرا۔ کہ جسے یہ طاقت ملی ہو۔ افلاطون وغیرہ بھی اس سے بے نصیب رہے۔ پاکیزگی کی وراثت بجز انبیاء کے نہیں آئی اور فلسفیوں وغیرہ میں بجز تکبر کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

دنیا کی مصنوعات میں زیادہ تر مشغول ہونے سے دین کے پہلو میں ضرور کمزوری ہوا کرتی ہے۔ سچی بات یہی ہے کہ انسان لمبی صحبت میں رہے چند ایک نمونے جب اُسے

مل جاتے ہیں تو پھر ٹھیک ہو جاتا ہے۔

تعبیر خواب

خواب میں نماز پڑھنے اور شیرینی کھانے کی تعبیر میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ
خداوند تعالیٰ کسی وقت چاہے گا تو نماز میں حلاوت عطا کرے گا۔

تبت یذا ابی لہب و تبت خواب میں پڑھنے پر فرمایا کہ

کسی دشمن پر فتح ہوگی

سعید شتی کی خوابوں کی تعبیر میں فرق

فسایا۔

خوابوں کی تعبیر ہر ایک کے حال کے موافق مختلف ہوا کرتی ہے۔ ایک دفعہ ابن سیرین کے پاس ایک شخص آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کوڑے کے ڈھیر پر ننگا کھڑا ہوں۔ ابن سیرین نے کہا کہ اگر کوئی اور شخص کا فر یا فاسق اس خواب کو بیان کرتا تو میں اس کی تعبیر اور بیان کرتا۔ مگر تو اس تعبیر کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے سن کہ کوڑے اور کھاد سے مراد تو دنیا ہے کہ جس میں تو موجود زندہ ہے اور ننگے ہونے سے مراد یہ ہے کہ تیرے صفات حسنہ سب لوگوں پر کھلے ہیں کیونکہ ننگا ہونے سے انسان کا سب ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح لوگ تیری خوبیاں دیکھ رہے ہیں۔ تو مطلب اس سے یہ ہے کہ صالح آدمی کے خواب کی تعبیر اور ہوتی ہے اور شتی کی اور۔

انسانی پیدائش کا طریق

پھر اس کے بعد روح کا ذکر چلا اور ایک شخص نے اس کے متعلق سوال کیا۔ تو حضور

علیہ السلام نے فرمایا کہ

جس شیئے نے پیدا ہونا ہوتا ہے تو روح کی امتحان اس شیئے میں ساتھ ساتھ چلی آتی

ہے۔ جیسے جیسے وہ تیار ہوتی جاتی ہے اور جب وہ عین لائق ہوتی ہے تو خدا اس پر فیضان کرتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ثمار انشاناہ خلقاً آخرتہ ۱۷۔ میں نے ایک انڈیا کو ایک دفعہ سریالی میں ڈالا۔ دیکھا تو اس کی ندوی اور سفیدی پانی کی طرح ہوئی ہوئی تھی اور اس کے درمیان میں ایک نقطہ خون کا ششخاش کے دانہ کی طرح تھا اور اس کی کمی تادریں کوئی کسی طرف کو اور کوئی کسی طرف کو نکلی ہوئی تھیں اور سوائے اس نقطہ کے اور کوئی حرکت اس میں نہ تھی تو میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ خلق اشیاہ کا سلسلہ ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ اول سر بنایا۔ پھر ہاتھ پھر پاؤں وغیرہ بلکہ اس کی کارروائی یکساں ہوتی ہے اور سب کچھ پہلے سے ہی ہوتا ہے۔ صرف نشو و نما پاتا جاتا ہے۔ میں نے بعض دائیوں کو کہا ہوا تھا۔ کہ جو بچے اسقاط ہوا کریں تو دکھایا کرو تو میں نے بعض بچے دیکھے ان کے بھی سب اعضاء وغیرہ بنے بنائے تھے۔ خدا کا یہ خلق معمار کی طرح نہیں کہ اول دیواریں بنائیں۔ پھر چوبارہ بنایا پھر اوپر اور کچھ بنایا بلکہ چار ماہ کے بعد جب روح کی تکمیل ہوتی ہے۔ تو اس وقت انشاناہ خلقاً آخرتہ اس پر صادق آتا ہے تو بوجہ حرکت کرنے لگتا ہے۔

ہر چیز کی تکمیل کے لئے مراتب مستہ

جیسے دنیا کے سات دن ہیں۔ یہ اشارہ اسی طرف ہے کہ دنیا کی عمر بھی سات ہزار برس ہے اور یہ کہ خدا نے دنیا کو چھ دن میں بنا کر ساتویں دن آرام کیا۔ اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ ہر شے چھ مراتب ہی طے کر کے مرتبہ تکمیل کا حاصل کرتی ہے بظرفہ میں بھی اسی طرح چھ مراتب ہیں کہ انسان اول سلسلہ میں طین ہوتا ہے۔ پھر لطفہ۔ پھر علقہ۔ پھر مضغہ۔ پھر عظاما۔ پھر لحمأ۔ پھر سب کے بعد انشاناہ خلقاً آخرتہ۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ باہر سے کچھ نہیں آتا۔ بلکہ اندر سے ہی ہر ایک نشو و نما پاتی ہے۔



رُوح سے متعلق آریوں کے عقیدہ کا رد

آریوں کا یہ اصول کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کی رُوح اندر سے نکل کر اکاش میں رہتی ہے۔ رات کو اس کے ساتھ مل کر کسی پتہ یا گھاس پر پڑتی ہے وہ پتہ یا گھاس کوئی کھا لیتا ہے۔ تو اس کے ساتھ وہ رُوح بھی کھانی جاتی ہے جو کہ پھر دوسری جاندار شے میں نمودار ہوتی ہے۔ اب اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ پتہ خُلق اور خُلق میں ماں باپ ہر دو سے حصہ لیتا ہے اور جیسے جسمانی حصہ لیتا ہے ویسے ہی رُوحانی بھی لیتا ہے۔ تفاوت مراتب کے لحاظ سے تنازع کی ضرورت کو ماننا غلطی ہے۔ یہ تو ہر ایک جگہ پایا جاتا ہے۔ نباتات میں بھی ہم تفاوت مراتب کو دیکھتے ہیں اور اسی طرح انسانوں میں بھی۔

جس قدر بادشاہ اور راجے ہیں اگر وہ لوگ اس آرام کے ساتھ ایک مشقت عبادت کی نہ ملا دیں گے تو وہ سخت عذاب پاویں گے۔ خدا تعالیٰ نے بعض کو خود مشقت دے دی ہے اور بعض کو نہیں۔ جو لوگ دنیا میں دولت رکھتے ہیں اور عیاشی اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ اُن سے حساب ہوگا۔ جیسے ایک انسان مرد پانی پیتا ہے مگر اپنے بھائی کو نہیں دیتا تو منرا پائیگا جس حال میں کہ آگے جا کر سب کی بیٹی پوری ہو جاتی ہے تو پھر اعتراض کیا ہے۔ اُن کے پاس کوئی دلیل موجود نہیں کہ خدا ہے۔ کشف و کلمات کے منکر ہیں۔ رُوح اور پرمانو کو انادی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صرف جوڑ جاڑ پر میسر کرتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب رُوح اپنی صفات میں پر میسر کی محتاج نہیں ہے اور نہ ذات (پرمانو) پر میسر کے محتاج ہیں تو پھر جوڑنے میں اس کی کیوں احتیاج ہوئی بلکہ جیسے وہ اپنے وجود اور صفات میں خود بخود ہیں تو کیا دہر ہے کہ آپس میں جوڑ نہ سکتی ہوں؟ جب ایک انسان کا بدن اپنا ہے۔ کپڑے اپنے ہیں تو پہننے کے واسطے دوسرے کی کیا ضرورت ہوئی؟ جیسا یوں کی طرح ان کے ہاتھ میں بھی اعتراض ہی اعتراض ہیں۔ اسلام پر کثرت ازواج کا اعتراض کرتے ہیں حالانکہ کرشن کی کہی

یکم جنوری ۱۹۰۳ء بروز پنجشنبہ

فجر کی نماز کے وقت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تشریف لاتے ہی یہ رؤیا سنائی۔

رؤیا

اول ایک خفیہ خواب میں جو کشف کے رنگ میں تھی مجھے دکھایا گیا کہ میں نے ایک لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور چہرہ چمک رہا ہے۔ پھر وہ کشفی حالت وحی الہی کی طرف منتقل ہو گئی چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے۔ ذیل میں لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

يُبْدِي لَكَ الرَّحْمَنُ شَيْئًا. اِنِّي اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ.
بَشَارَةٌ تَلْقَاهَا التَّيْدِيْتُونَ.

فرمایا کہ ان کو آج ہی شائع کر دیا جائے۔

لحہ حاشیہ - الحکمہ سے۔ ہلیریم عمید

حضرت بختہ ادر علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عید کی مبارک صبح کو جو الہام بطور ہدیہ عید سنایا اور اس کے متعلق جو اشتہار شائع کیا گیا ہے۔ اسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ دہر ہذا:-

نصہہ ونصلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وحی الہی کی ایک پیشگوئی جو پیش از وقت شائع کی جاتی ہے چھاپیے کہ ہر ایک شخص اس کو خوب یاد رکھے۔

اول ایک خفیہ خواب میں جو کشف کے رنگ میں تھا مجھے دکھایا گیا کہ میں نے ایک لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور چہرہ چمک رہا ہے۔ پھر وہ کشفی حالت وحی الہی کی طرف منتقل ہو گئی چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے۔ ذیل میں لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

بقیہ حاشیہ ص ۳۳۴۔

يُنْدِي لَكَ الرَّحْمَنُ شَيْئًا. اَتَىٰ اَمْرًا لِّلّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ.
بَشَارَةً تَلْقَاهَا الْتَّيْبِثَاتُ.

ترجمہ۔ خدا جو رحمان ہے تیری سچائی ظاہر کرنے کے لئے کچھ ظہور میں لائے گا۔ خدا کا امر آ رہا ہے۔ تم جلدی نہ کرو۔ یہ ایک خوشخبری ہے جو نبیوں کو دی جاتی ہے۔

صبح پانچ بجے کا وقت تھا یکم جنوری ۱۹۰۳ء و یکم شوال ۱۳۲۰ھ روز عید جب میرے خدانے مجھے یہ خوشخبری دی۔ اس سے پہلے ۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اور وحی ہوئی تھی جو میری طرف سے حکایت تھی اور وہ یہ ہے۔

رَاقِي صَادِقٌ وَ صَادِقٌ
وَسَيَشْهَدُ اللّٰهُ لِي

ترجمہ۔ میں صادق ہوں۔ صادق ہوں۔ منقریب خدا تعالیٰ میری گواہی دے گا۔ یہ پیش گوئیاں باواز بلند پکار رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا امر میری تائید میں ظاہر ہونے والا ہے جس سے میری سچائی ظاہر ہوگی اور ایک وجاہت اور قبولیت ظہور میں آئے گی اور وہ خدا تعالیٰ کا نشان ہوگا تا دشمنوں کو شرمندہ کرے اور میری وجاہت اور عزت اور سچائی کی نشانیاں دنیا میں پھیلا دے۔

نوٹ۔ چونکہ ہمارے ملک میں یہ رسم ہے کہ عید کے دن صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجا کرتے ہیں سو میرے خدانے سب سے پہلے یعنی قبل از صبح پانچ بجے مجھے اس عظیم الشان پیشگوئی کا ہدیہ بھیج دیا ہے۔ اس ہدیہ پر ہم اس کا شکر کرتے ہیں اور ناظرین کو یہ بھی خوشخبری دیتے ہیں کہ ہم منقریب ان نشانوں کے متعلق بھی ایک اشتہار شائع کریں گے جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک گذشتہ سالوں میں ظہور میں آچکے ہیں۔ المشہر مرزا غلام احمد قادیانی یکم جنوری ۱۹۰۳ء

(الحکم ص ۷۷، نمبر ۱ صفحہ ۱ مورخہ مارچ جنوری ۱۹۰۳ء)

قادیان میں عید الفطر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز عید سے پیشتر احباب کے لئے بیٹھے چاول تیار کروائے۔ اور سب احباب نے مل کر تناول فرمائے۔ گیارہ بجے کے قریب خدا تعالیٰ کا برگزیدہ جبری اندنی محل الانبیاء سادے لباس میں ایک چوغہ زیب تن کئے مسجد اقصیٰ میں تشریف لیا۔ جس قدر احباب تھے انہوں نے دوڑ کر حضرت اقدس کی دست بوسی کی اور عید کی مبارک باد دی۔

اتنے میں حکیم نور الدین صاحب تشریف لائے اور آپ نے عید کی نماز پڑھاٹی۔ اور ہر دو رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پیشتر سات اور پانچ تکبیریں کہیں۔ اور ہر تکبیر کے ساتھ حضرت اقدس علیہ السلام نے گوش مبارک تک حسب دستور اپنے ہاتھ اٹھائے۔ ظہر کے وقت حضرت اقدس علیہ السلام تشریف لائے تو کمر کے گرد ایک صاف پٹا ہوا تھا۔ فرمایا کہ

کچھ شکایت درد گردہ کی شروع ہو رہی ہے۔ اس لئے میں نے باندھ لیا ہے۔ ذرا غنودگی ہوئی تھی۔ اس میں الہام ہوا ہے۔

تا عود صحت

فرمایا کہ

صحت تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جب تک وہ ارادہ نہ کرے۔ کیا ہو سکتا ہے۔

ہمت بلند رکھو

عصر کے بعد حضور نے مجلس فرمائی۔ سید ناصر شاہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہمت بلند رکھنی چاہیئے۔ انسان اگر دنیوی امور میں ہمت ہار دے تو دینی امور میں بھی ہار دیتا ہے۔ یہ عجیب چیز ہے کیونکہ گواہی دیتی ہے کہ قوی ٹھیک ہیں جو لوگ کم ہمت ہوں

ان میں پست خیالی پیدا ہو جاتی ہے۔ مسجدوں کے ملاں جو ہوتے ہیں ان کو دیکھو۔ ایک بار ہمارے میرزا صاحب مرحوم کے پاس یہاں کا ایک ملاں شکایت لیا کہ ہمارے جو گھر باہم تقسیم ہوئے ہیں تو مجھے چھوٹے قد کے آدمیوں کے گھر ملے ہیں اور ان کے مرنے سے بہت چھوٹا کفن ملا ہے۔ یہاں تک حالت ان لوگوں کی گر جاتی ہے کہ ایک ملاں نے نماز جنازہ غلط پڑھی جب کہا گیا تو جواب دیا کہ اس کی مشق نہیں رہی۔

غرض دنیا کے معاملہ میں بہت نہ کی تو دین میں بھی پست ہمتی پیدا ہو جاتی ہے۔
پیشہ کے طور پر نماز پڑھنا نوالے کے پیچھے نماز درست نہیں
 میرے نزدیک جو لوگ پیشہ کے طور پر نماز پڑھاتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز درست نہیں وہ اپنی جمعرات کی ردیوں یا تنخواہ کے خیال سے نماز پڑھاتے ہیں۔ اگر نہ ملے تو چھوڑ دیں۔ معاش اگر نیک نیتی کے ساتھ حاصل کی جائے تو عبادت ہی ہے۔ جب آدمی کسی کام کے ساتھ موافقت کر لے اور پکا ارادہ کر لے تو تکلیف نہیں ہوتی۔ وہ سہل ہو جاتا ہے۔

خواب میں انگوٹھی دیکھنے سے مراد

مغرب کے بعد ایک صاحب نے اپنا خواب سنایا جس میں انہوں نے انگوٹھی دیکھی۔

تو حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

انگوٹھی سے مراد یہ ہے کہ انسان اسی حلقہ میں آجاتا ہے۔

باپ یا ماں کی شکل | سید عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ اللہ پر خدا کو دیکھنا | تعلق کو اپنی ماں کی شکل پر دیکھا۔ مگر میں نے (یعنی خود حضرت

لے۔ سلسلہ خواب میں ایک شخص نے اللہ تعالیٰ کا تمسک بصورت حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) دیکھنا بیان کیا۔ اس پر حضرت حجتہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے تمسکات ہوتے ہیں۔

والفہم جلد ۷ نمبر ۷ ص ۱۰ مؤلفہ (رجسٹری ۱۹۰۳ء)

اقدس نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کو اپنے باپ کی شکل پر دیکھا۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے تقاضات ہوتے ہیں ورنہ وہ تو مجسم سے پاک ہے مہمبیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ اپنے شانہ پر دیکھا۔

ایک الہام کی تشریح

آج کے الہامات میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يُبْدِي لَكَ التَّشْعَانَ شَيْئًا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مخفی ہے جو کہ ظاہر ہوگا۔ خدا کے چھپانے میں بھی ایک عظمت ہوتی ہے اور خدا کا چھپانا ایسا ہے جیسے کہ جنت کی نسبت فرمایا۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ لِّهِ

کوئی نہیں جانتا کیسی کیسی قرۃ العین ان کے لئے پوشیدہ رکھی گئی ہے اور حقیقت چھپانے میں بھی ایک قسم کی عزت ہوتی ہے جیسے کھانا لایا جاتا ہے تو اس پر دسترخوان وغیرہ ہوتا ہے تو یہ ایک عزت کی علامت ہوتی ہے۔ یسوی لک الرحمان بھی دلالت کرتا ہے کہ میں تمہارے لئے کچھ ظاہر کر دوں گا یعنی کوئی شے ہے کہ اس وقت چھپائی ہوئی ہے۔

اصلاح جماعت کیلئے نشانوں کی ضرورت

میں کہتا ہوں کہ میری جماعت نصاب سے درست نہ ہوگی بلکہ نشانوں سے درست

ہوگی۔ دہریت کی جڑ جب اندر ہوتی ہے تو قاعدہ کی بات ہے کہ اثر نہیں ہوا کرتا۔ خدا کو بخلا کے ہی ذریعہ سے پہچان سکتے ہیں۔ دنیا میں جس شے کی معرفت انسان کو حاصل ہو جاتی ہے تو اس کی عظمت بھی اس پر کھل جاتی ہے اس وقت وہ اس سے متاثر ہوتا ہے جیسے دیبا میں اپنے آپ کو دیدہ دانستہ نہیں ڈالتا۔ شیر سامنے ہو تو اس کے مقابل نہیں جاتا جس جگہ سانپ کا خطرہ ہو اس جگہ نہیں گھستا۔ اور ایک مقام پر سبکی پڑتی ہو تو وہاں سے

بھاگتا ہے۔ ایک طرف تو یہ لوگ دعویٰ امت کا کرتے ہیں دوسری طرف کثرت ایسی ہے کہ خدا کی پناہ تو اس کے کیا معنی ہوئے ؟

خدا کا نیا نام

ایک میرا گذشتہ ایام کا الہام ہے یہاں ذکر کرنا یاد نہ رہا۔ وہ یہ ہے۔

رَافِعُ اَنَا الصَّاعِقَةُ

مولانا عبدالکریم صاحب نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نیا اسم ہے آج تک کبھی نہیں

سنا۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

بیشک اسی طرح طاعون کی نسبت جو الہامات ہیں وہ بھی ہیں جیسے افطار و اصوم یہ بھی کیسے لطیف الفاظ ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ طاعون کے متعلق میرے دو کام ہوں گے کچھ حصہ چُپ رہوں گا یعنی روزہ رکھوں گا اور کچھ افطار کروں گا۔ اور یہی واقعہ چند سال سے دیکھتے ہیں۔ شدت گرمی اور شدت سردی کے موسم میں طاعون دب جاتی ہے گویا وہ اصوم کی حالت ہے اور فروری مارچ اکتوبر وغیرہ میں زور دیتی ہے وہ گویا افطار کا وقت ہوتا ہے اور اسی لطیف کلام میں سے ہے

رَافِعُ اَنَا الصَّاعِقَةُ

ناز حقیقی رنگ میں ادا کی جائے تو لذت آئے

ایک نے عرض کی کہ ناز میں لذت کچھ نہیں آتی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

ناز ناز بھی ہو۔ ناز سے پیشتر ایمان شرط ہے۔ ایک ہندو اگر ناز پڑھے گا تو اسے

کیا فائدہ ہوگا۔ جس کا ایمان قوی ہوگا وہ دیکھے گا کہ ناز میں کیسے لذت ہے اور اس سے

اول معرفت ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے آتی ہے اور کچھ اس کی طینت سے آتی ہے

جو محمودِ فطرت والے مناسب حال اس کے فضل کے ہوتے ہیں اور اس کے اہل ہوتے ہیں انہیں پر فضل بھی کرتا ہے۔ ہاں یہ بھی لازم ہے کہ جیسے دنیا کی راہ میں کوشش کرتا ہے۔ دیے ہی خدا کی راہ میں بھی کرے۔ پنجابی میں ایک مثل ہے ”جو سٹنگے سومر رہے مرے دُعا کی حقیقت“ سو سٹنگن جاؤ۔ لوگ کہتے ہیں کہ دعا کر دو۔ دعا کرنا مرنا ہوتا ہے۔ اس پنجابی مصرعہ کے یہی معنی ہیں کہ جس پر نہایت درجہ کا اضطراب ہوتا ہے وہ دعا کرتا ہے۔ دعا میں ایک موت ہے اور اس کا بڑا اثر یہی ہوتا ہے کہ انسان ایک طرح سے مر جاتا ہے مثلاً ایک انسان ایک قطرہ پانی کا پنی کر اگر دعویٰ کرے کہ میری پیاس بچھ گئی ہے یا یہ کہ اسے بڑی پیاس تھی تو وہ چھوٹا ہے۔ ہاں اگر پیالہ بھر کر چومے تو اس بات کی تصدیق ہوگی۔ پوری سوزش اور گدازش کے ساتھ جب دعا کی جاتی ہے حتیٰ کہ روح گداز ہو کر آستانِ الہی پر گر جاتی ہے اور اسی کا نام دُعا ہے۔ اور الہی سُنّت یہی ہے کہ جب ایسی دعا ہوتی ہے تو خداوند تعالیٰ یا تو اسے قبول کرتا ہے اور یا اسے جواب دیتا ہے۔

اس مقام پر سائل نے کہا کہ جواب کیسے دیتا ہے۔ حضرت اندس نے فرمایا کہ بات کر کے بتا دیتا ہے۔

سائل نے کہا کہ خدا کیسے بات کرتا ہے۔ فرمایا کہ

خدا کے فرشتے کلام کرتے ہیں۔ اکثر وہ خدا کے فرشتوں نے ہمارے ساتھ کلام کی ہے۔ مکالمات الہیہ میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان پر کلام جاری کر رہا ہے اور وہ ایسی طاقت اور شدت سے ہوتا ہے جیسے ایک فولادی میخِ حُضنی جاتی ہے۔ ایسی لطافت ہوتی ہے کہ گویا خدا کا کلام ہے۔

ناز پرٹھو اور تہ پر سے پرٹھو اور ادعیہ ماثورہ کے بعد اپنی زبان میں دعا مانگنی مطلق حوام نہیں ہے۔ جب گدازش ہو تو سمجھو کہ مجھے موقعہ دیا گیا ہے۔ اس وقت کثرت سے مانگو اس قدر مانگو کہ اس نکتہ تک پہنچو کہ جس سے رقت پیدا ہو جاوے۔ یہ بات اختیاری نہیں

ہوتی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ترشحات ہوتے ہیں۔ اس کچھ میں اول انسان کو تکلیف ہوتی ہے مگر ایک دفعہ چاشنی معلوم ہوگی تو پھر سب کچھ کا جب اہمیت جاتی رہے گی۔ اور نظارہ قدرت الہی دیکھ لے گا تو پھر پھینچا نہ چھوڑے گا۔ قاعدہ کی بات ہے کہ تجربہ میں جب ایک دفعہ ایک بات تھوڑی سی آجادے تو تحقیقات کی طرف انسان کی طبیعت میلان کرتی ہے اصل میں سب لذات خدا تعالیٰ کی محبت میں ہیں۔ ملعون لوگ (یعنی جو خدا سے دور ہیں) جو زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ کیا زندگی ہے۔ بادشاہ اور سلاطین کی کیا زندگیاں ہیں مثل بہائم کے ہیں۔ جب انسان مومن ہوتا ہے تو خدا ان سے نفرت کرتا ہے۔

دنیا داروں کو دہلی کے جلسہ دہلی کے جلسہ میں جو لوگ بڑے شوق سے جاتے ہیں سوائے اس کے کہ وہاں بعض مسخ شدہ شکلوں کو دیکھیں اور کیا دیکھیں گے۔ یہ لوگ ایسے دور دراز خیالات میں آکر پڑے ہیں کہ جب فرشتہ آکر جان نکالے گا تو اس وقت ان کو حسرت ہوگی۔

ایمان لانے اور خدا کی عظمت کے دل میں ہونے کی اول نشانی یہ ہے کہ انسان ان تمام کوشش کیڑوں کے خیال کرے۔ ان کو دیکھ کر دل میں نہ ترسے کہ یہ فخرہ لباس پہن کر گھوڑوں پر سوار ہیں۔ درحقیقت ان لوگوں کی زندگی بد اور کتوں کی سی زندگی ہے کہ مردار دنیا پر دانت مار رہے ہیں۔ انسان کو اگر دیکھنے کی آرزو ہو تو ان کو دیکھیں۔ جو منقطعین ہیں اور خدا کی طرف آگئے ہیں اور خدا ان کو زندہ کرتا ہے۔ ان کی نیابت سے مصائب دور ہوتے ہیں۔ جو شخص رحمت والے کے پاس آوے گا تو وہ رحمت کے قریب تر ہوگا۔ دنیا میں یہی بات غور کے قابل ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کونوا مع الصادقین یعنی اسے بند و تمہارا بچاؤ اسی میں ہے کہ صادقوں کے ساتھ جاؤ۔

پھر نازکی حلاوت کے سوال پر فرمایا کہ

نشو و نما رفتہ رفتہ ہوا کرتا ہے۔ یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ یہاں آگئے۔ اگر خدا نہ چاہتا

تو آپ کیا کرتے ہیں مگر اتفاقاً کہ اول دلی کی طرف جاتے تو وہاں سے سوائے لان و گزرات کے کیا ساتھ لے جاتے یا چند ایک تماشے شعبدہ بازی کے دیکھ لیتے۔

سائل نے عرض کی کہ میرا خیال تھا آپ ضرور جلسہ دہلی میں ہوں گے۔ آپ کا کیپ مع اپنی جماعت کے الگ ہوگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہم ان باتوں سے ایسے متنفر ہیں کہ ان کے خیمے ہمارے نزدیک بھی ہوں تو ہم یہ خواہش کریں کہ خدا جلد تر ان کو یہاں سے اٹھا دے جیسے ایک مُردار جب پاس پڑتا ہو۔ تو اُسے جلدی اٹھا دیتے ہیں کہ کہیں متعفن ہو کر بیماری کا باعث نہ ہو۔

سائل نے عرض کی کہ اس سے پیشتر مجھے بہت شوق جلسہ کا تھا مگر اب دو تین دن سے دل خیال تک بھی نہیں ہے۔ حضور کی زیارت کو دل چاہتا ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

حق یہی ہے۔

رُؤیتِ ملائکہ

پھر سائل نے عرض کی کہ کیا ہم فرشتے کو دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

ہم ہر روز دیکھتے ہیں کبھی کشف میں کبھی رُؤیا میں۔ ایک حالت رُؤیا کی ہوتی ہے وہ نیند میں ہوتی ہے۔ اس میں غیبت جس ہوتی ہے کہ انسان سو کر کہیں کا کہیں سیر کرتا ہے اور مکان اس کا بدلتا ہے۔ مگر کشف میں مکان نہیں بدلتا۔ کبھی غنودگی میں ہوتا ہے اور کبھی سیدری میں اور باوجود غنودگی کے حصہ کے پھر بھی ایک آواز کو سنتا ہے۔ جانتا ہے کہ فلاں مکان میں ہوں۔ ایک دفعہ میں نے فرشتوں کو انسان کی شکل میں دیکھا۔ یاد نہیں کہ دو تھے یا تین آپس میں باتیں کرتے تھے اور مجھے کہتے تھے کہ تو کیوں اس قدر مشقت اٹھاتا ہے اندیشہ ہے

کہ بیمار نہ ہو جائے۔ میں نے سمجھا کہ یہ جو چھ ماہ کے روزے رکھے ہیں۔ ان کی طرف اشارہ ہے (اس مقام پر حضرت اقدس نے اپنا واقعہ مجاہدہ اور ششماہی روزے کا بیان فرمایا جو کہ البدن میں زیر عنوان اسوہ حسنہ کے درج ہے) فرمایا کہ

روزوں کو میں نے مخفی طور پر رکھا بعض دفعہ اظہار میں سلب رحمت کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے مخفی رکھنا اچھا ہوتا ہے۔ چونکہ میں مامور تھا اس لئے کوئی مرض وغیرہ نہ ہوا ورنہ اگر کوئی اور ہوتا اور اس قدر شدت اٹھاتا تو ضرور مسئول مدقوق یا مجنون ہو جاتا۔

پھر ایک دفعہ مجھے ایک فرشتہ آٹھ یا دس سالہ لڑکے کی شکل میں نظر آیا۔ اس نے بڑے فصیح اور بلیغ الفاظ میں کہا کہ خدا تمہاری ساری خرابیوں پوری کرے گا۔

اسی طرح ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ ایک نالی شرفاً غریباً بہت لمبی صدا میں تک کھڑی ہوئی ہے اور اس کے اوپر صدا بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اور ہر ایک بھیڑ کے سر پر ایک تھابہ اتارے میں چھری لٹے ہوئے تیار بیٹھا ہے اور آسمان کی طرف اُن کی نظر ہے جیسے حکم کا انتظار ہے۔ میں اس وقت اس مقام پر ٹھیل رہا ہوں اور ان کو دیکھ رہا ہوں۔ اُن کے نزدیک جا کر میں نے کہا۔

قُلْ مَا يَعْبَوْنَ يَكْفُرُونَ لَوْلَا دَعَاؤُكُمْ لَذَلَّتُمُوهَا (پہ۔ ۴)

انہوں نے وہی وقت چھریاں پھیر دیں کہ حکم ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ خلیفہ جو ہوتا ہے۔ وہ آسمان سے ہوتا ہے اس لئے میں نے جو آواز دی تو انہوں نے سمجھا کہ حکم ہو گیا اور جو آواز آسمان سے آئی تھی وہ میں نے کہی۔ جب وہ بھیڑیں تلپیں تو انہوں نے کہا کہ تم چیز کیا ہو تمیلا کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔ ان ایام میں ۵۷ ہزار آدمی بیضہ سے مرگے تھے۔ ۱۸۸۲ء کا ذکر ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے لیکھرام کے متعلق کشف کا ذکر فرمایا جو کہ برکات الوداع کے ٹائٹل بیچ پر چھپا ہوا ہے۔

لیکھرام سے متعلق کشف

بصا زین فرمایا کہ

ایک دفعہ میں نے اسی لیکھرام کے متعلق دیکھا کہ ایک نیزہ ہے اس کا پھل بڑا چمکتا ہے اور لیکھرام کا سر پٹا ہوا ہے۔ اُسے اس نیزہ سے پرو دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ پھر یہ گادیان میں نہیں آدے گا۔ ان ایام میں لیکھرام گدیان میں تھا اور اس کے قتل سے ایک ماہ پیشتر کا یہ واقعہ ہے) فرمایا کہ

یہ عجائبات ہیں ختم ہونے میں نہیں آتے۔ لیکھرام کے قتل کے وقت جب تماشائی میں کاغذات دیکھے گئے تو اس میں بہت سے خط بکچے جن میں لکھا تھا کہ وہ خمیٹ مارا گیا ہے۔ اچھا ہوا کہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اس میں بو پیشگوئی پوری کے الفاظ تھے۔ وہ حکام کے ہر ایک شک شبہ کو دور کرتے تھے۔

تنہا نماز پڑھنے کی ہدایت

بعض احباب نے سوال کیا کہ نماز تنہا پڑھ لیا کریں۔ فرمایا کہ ہاں الگ اور تنہا پڑھ لیا کرو۔ یہ سلسلہ خدا کا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ان سے الگ رہو۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ خدا جماعت کر دے گا۔

(المبدا جلد اول نمبر ۱۲ مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء)

۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء بروز جمعہ

(بوقت سیر)

فرمایا۔ رات مجھے الہام ہوا۔

ایک الہام

جبار فی آشل ولختار و ادا واصبعه و اشار۔ يعصمك الله

من العدا و يسطو بكل من سطاہ

آئل جبریل ہے فرشتہ بشارت دینے والا۔

(ترجمہ) آیا میرے پاس آئل اور اس نے اختیار کیا (یعنی چُن لیا مجھ کو) اور گھایا اُس

نے اپنی اُنگی کو اور اشارہ کیا کہ خدا تجھ کو دشمنوں سے بچائے گا اور ٹوٹ کر پڑے گا اُس شخص پر جو تجھ پر اُچھلا۔

قریبا :- آئل اصل میں ایالت سے ہے یعنی اصلاح کرنے والا۔ جو مظلوم کو ظالم سے

بچاتا ہے۔ یہاں جبریل نہیں کہا آئل کہا۔ اس لفظ کی حکمت یہی ہے کہ وہ دلالت کرے

کہ مظلوم کو ظالموں سے بچا دے۔ اس لئے فرشتہ کا نام آئل رکھ دیا۔ پھر اُس نے

اُنگی ہلائی کہ چاروں طرف کے دشمن۔ اور اشارہ کیا کہ يعصمك الله من العدا وغیرہ۔

یہ بھی اس الہام سے جو پہلے ہوا تھا ملتا ہے کہ

انته كويده تمشى امامك و عادى من عادى

وہ کریم ہے تیرے آگے آگے چلتا ہے جس نے تیری عداوت کی۔ اس کی عداوت کی۔ چونکہ آئل کا

لفظ لغت میں بل نہ سکتا تھا یا زبان میں کم استعمال ہوتا ہوگا۔ اس لئے الہام نے خود اس

کی تفصیل کر دی۔

(یہ گذشتہ چند روز کا الہام ہے)

جس طرح انبیاء کے صفات ہوتے ہیں اسی طرح ملائکہ کے بھی صفات ہوتے ہیں۔

اور اصبعہ کے اجتہادی معنی جو کچھ ہم کریں۔ اصل واقعہ تو اس وقت معلوم ہوگا۔

جب وہ ظہور پذیر ہوگا۔

ایک نووارد نے عرض کی کہ کاش مجھے بھی جبرائیل دکھایا جاتا۔ قریبا :-

لے حاشیہ :-۔ "الحکم میں" نووارد" کا لفظ نہیں بلکہ ابو سعید عرب صاحب کا نام لکھا ہے۔ البدر
القیہ حاشیہ الکی ص ۱۲۱

جب خدا آپ کو وہ آنکھیں عنایت کرے گا تو آپ بھی دیکھ لیں گے۔ وَمَا تَنْتَظِرُونَ
 الرَّبِّ يَا مَعْزِرَاتٍ۔ وہ تو خدا کے حکم سے نازل ہوتا ہے۔ جب مولوی محمد حسین بٹالوی
 نے رسالہ کفر کا لکھا تھا اور لوگوں کو بھڑکایا تھا۔ کہ یہ مسلمان نہیں۔ ان کے جنازے نہ
 پڑھو۔ مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو دفن نہ کرو۔ اس وقت لوگ بھڑکے اور بہاری
 مخالفت عام ہو گئی اور بغض و عداوت حد سے بڑھ گیا۔ اس وقت میں نے کشتی حالت
 میں دیکھا کہ بھائی غلام قادر کی شکل پر ایک شخص آیا۔ مگر فوراً مجھے معلوم کرایا گیا کہ یہ فرشتہ
 ہے۔ میں نے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ کہا

جنت من الحضرة ❖

میں جناب ہادی سے آیا ہوں۔ چونکہ وہاں بہت لوگ معلوم ہوتے تھے۔ میں نے
 اس سے الگ ہو کر ایک بات کرنے کی درخواست کی تو وہ علیحدہ ہو کر مجھے پوچھنے لگا۔
 میں نے کہا کہ لوگ تو مجھ سے الگ ہو گئے ہیں۔ کہا کہ نہیں۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں مگر
 میری حالت کشف جاتی رہی۔

قرآن و حدیث کا مرتبہ

فرمایا:۔ سچی بات تو یہ ہے کہ صرف حدیث کو مدار شریعت رکھا جائے اور قرآن
 کو ترک کر دیا جائے تو یہ ایک تباہی کا نشان ہے۔ جو حدیثیں قرآن کے موافق ہیں۔

میں بھی صرف اسی مقام پر "نوراد" لکھا ہے۔ آگے اس ڈائری میں عرب صاحب

ہی لکھا ہے جس سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ یہ "نوراد" عرب صاحب ہی تھے۔ (رب)

(دیکھو احکم جلد ۲ نمبر ۲ صلا مؤلف ۱۰ جنوری ۱۹۵۷ء)

❖ احکم میں جنت من الحضرة الیوتو لکھا ہے۔

(دیکھو احکم جلد ۲ نمبر ۲ صلا مؤلف ۱۰ جنوری ۱۹۵۷ء)

اُن کی تو عزت کرو اور تعظیم کرو اور دوسری کو ترک کر دو۔

قیامت کے روز مشر کیسے ہوگا

عرب صاحب نے سوال کیا کہ قیامت کے دن لوگ جس طرح مرتے ہیں۔ اسی طرح اہل آفرینہ دار حاضر ہوں گے یا ایک دم تمام متقدمین و متاخرین اکٹھے اٹھیں گے۔ نہ سب الگ الگ ثابت نہیں سب اکٹھے اٹھیں گے۔ ماننا پڑتا ہے کہ ہمارا خدا بڑا قادر ہے دیکھو نطفہ کیا چیز ہے اور پھر اُس سے کس طرح انسان کامل بن جاتا ہے۔ ہر شخص جو خدا کو ماننے والا ہے۔ سورج چاند وغیرہ اجرام کو دیکھ کر کیا وہ بتا سکتا ہے کہ کن جھکڑوں پر یہ اسباب آیا تھا اور ان کا مصالحہ کہاں سے آیا تھا۔ یہی ماننا پڑے گا اور پڑتا ہے کہ اِنَّمَا آتَوْنَهُ اِذَا اَدَّأٰ اَنۡدَادَ شَيْئًا اِنَّ يَسْئَلُوۡنَ لَهٗ كُنۡنَ فَيَكۡذِبُوۡنَ۔ پھر ہم کو ایسا ہی ماننا چاہیے کہ قیامت کے روز سب کا ایک دم مقابلہ کرا دے گا اور جن حسرتوں میں مومن مر گئے تھے اور اُن کو معلوم نہ تھا کہ ہمارے مخالفوں کا کیا حال ہوا وہ اُن کو دکھلا دیا جائے گا کہ دیکھو اے راستباز بندو یہ منکرین کا حال ہے۔ تب ان راستبازوں کو لذت آوگی۔ پس خدا کو ہم مان ہی نہیں سکتے جب تک کہ اس کو صاحبِ مقدرت کلی نہ مان لیں۔ پہلے اس کے کاموں کو دیکھو۔ ہم سب کو ماننا پڑتا ہے کہ اُن کا کوئی فاعل ہے۔ پھر کیا دجہ کہ ایک حصہ میں اس کو ماننا اور ایک حصہ میں اس کا انکار کرنا اور شبہات میں پڑنا یا تو پہلی دفعہ ہی انکار کرنا چاہیے یا جلی ماننا چاہیے۔ خدا کی صفات اور کام غیر محدود ہیں۔ کیا دنیا کی ہزار ہا مخلوق اس بات کی کافی دلیل نہیں کہ خدا بڑا قوی خدا ہے۔

خدا کبھی معطل نہیں ہوگا۔ ہمیشہ خالق۔ ہمیشہ رازق۔ ہمیشہ رب۔ ہمیشہ رحمان۔ ہمیشہ عظیم ہے اور رہے گا۔ میرے نزدیک ایسے عظیم الشان جبروت والے کی نسبت بحث کرنا گناہ میں داخل ہے۔ خدا نے کوئی چیز منوانی نہیں چاہی جس کا نمونہ یہاں نہیں دیا۔ ہم لوگوں

میں ایسا کرتے تھے۔ اور دیکھتے تھے کہ گلہری کو جب مار دیا جائے تو وہ بے حس و حرکت ہو جاتی ہے مگر پھر اگر اس کے سر کو گوبر میں دبا دیا جائے تو وہ زندہ ہو جایا کرتی ہے۔ اسی طرح کھمی۔ یہ موت حقیقی موت نہیں ہوتی۔ نیند اور غشی بھی موت ہی ہے۔

فرشتوں کے متعلق سوالات

عرب صاحب نے سوال کیا کہ فرشتہ مرنے کے بعد کس زبان میں سوال کریگا؟
قریبا۔ یہیں انگریزی۔ فارسی۔ اردو۔ عربی وغیرہ سب زبانوں میں الہام ہوتے ہیں
فرشتہ ہر زبان بول سکتا ہے۔

سوال کیا کہ کیا فرشتہ بھی سوال کرے گا۔ مَن زَيْتٌ و مَن نَيْبٌ۔ اگر یہی سوال
کرے گا تو اس کے جواب یاد کر لئے جائیں تو وہاں پاس ہو سکتے ہیں۔
قریبا، نہیں یہ ایک ایسی بات ہے۔ یہی دو لفظ یاد کر کے دنیاوی امتحانوں کی
طرح کبھی پاس نہیں ہو سکتے بلکہ انسان جس رنگ سے رنگین ہوگا وہی جواب اس کے
منہ سے نکلے گا۔ پھر لکھا ہے بوجه من الوجود۔ قبر میں راحت یا رنج کا سامان
ہو یا کیا جائے گا۔

مرنے کے بعد حشر

پھر عرب صاحب کے سوال پر فرمایا کہ
مرنے کے بعد مردے کا تعلق زمین سے ضرور رہتا ہے۔ مومن کا تعلق ایک
آسمان سے ہوتا ہے اور ایک زمین سے۔ اصل حساب کتاب تو برزخ میں ہو جائے گا۔
مگر مقابلہ کرنا باقی رہ جائے گا وہ حشر کو ہوگا۔ ہزاروں انبیاء و رجال کذاب کفار۔ ملعون

۱۔ الحکم میں یہ عبارت یوں ہے۔

یہ موت حقیقی موت نہیں ہوتی غشی اور نیند کی سی حالت ہوتی ہے اور یہ بھی ایک قسم کی
موت ہے۔ یہ نمونہ ہے احیاء موتی کا۔ (الملک جلد ۲ ص ۲۰۰ مورخہ۔ اجزوری سنہ ۱۹۵۸ء)

وغیرہ خطاب پائے گئے۔ قیامت میں اس لئے حشر ہوگا کہ ان کو عزت کی کرسی پر بٹھا کر اور مکذوبوں کو ذلت کا عذاب دے کر دکھلایا جائے گا کہ دیکھو کون صادق اور کون کاذب تھا۔

سوال کیا کہ حشر کو جسم ہوگا یا نہیں اور یہی جسم ہوگا یا کوئی اور۔ فرمایا

حشر میں جسم دیئے جائیں گے یہ نہیں کہ یہی ہوگا یا کوئی اور۔ یہ مافی ہوئی بات ہے کہ تین سال کے بعد پہلا جسم انسانی ضائع ہو جاتا ہے اور اس کا قائم مقام نیا آجاتا ہے پس ہمارا ایمان ہے کہ ایک بدن طے گا مگر جس طرح اس علیم کے علم میں ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ وہ قادر ہے کہ اس بدن سے بھی کچھ حصہ اس کو دیدے اور اس کے سوا اور جسم بھی عطا کرے۔ سوائے ذات ہاری کے کسی کی یہ صفت نہیں کہ ہمیشہ ابدی رہے اور یہ طاقت خدا ہی انسان کو دے گا۔ کہ پھر وہ ابدی بن جاوے۔

پھر سوال کیا کہ کیوں یہ مرتبہ صرف انسان کو ہی ملیگا اور حیوانات کو نہیں دیا جائیگا

فرمایا :-

اس پر ہم جھگڑ نہیں سکتے جیسے ایک شخص سخاوت کرتا ہے۔ ایک فقیر کو وہ پیسہ دیتا ہے اور دوسرے کو روپیہ۔ مگر جس کو وہ پیسہ ملا ہے وہ حق نہیں رکھتا کہ جھگڑا کرے بہشت والوں کو تو ابدی رہنا ہوگا اور حدیثوں میں بھی آیا ہے کہ دوزخی ہمیشہ اس میں نہیں رہیں گے جیسے فرمایا۔ یاتی علی جہنم زمان لیس فیہا احد۔ کیونکہ وہ بھی آخر

لے۔ الحکم میں یہ مباحث یوں ہے۔

نہیں۔ جسم تو ہوں گے مگر یہ نہیں لکھا کہ یہی یا اور۔ تین سال کے بعد پہلا جسم تو رہتا نہیں۔ اس کا قائم مقام جسم آجاتا ہے۔ پس ہمارا یہ ایمان ہے کہ ایک جسم دیا جائے گا جیسا اس علیم کے علم میں ہے۔ وہ قادر ہے کہ اس بدن سے بھی کچھ حصہ لے اور ضرر نہ لے۔ اور اس حصہ کو بھی جلالی رنگ میں غیر فانی کر دے سوائے ذات ہاری کے کسی دوسرے کی یہ صفت نہیں کہ ابداً ابد تک رہے انسان کو غیر فانی جسم دیا جائے گا یہ خدا کا علیم

خدا کے ماتھے سے بنے ہوئے ہیں۔ ان پر کوئی زمانہ ایسا آنا چاہیے کہ ان کو عذاب کی تخفیف دی جائے۔

یہ معرفت کی باتیں ہوتی ہیں۔ جہنم سے نکلیں گے مگر یہ نہیں لکھا کہ بہشت میں مومنین کی طرح ان کو بھی حصہ ملیگا۔ ان کے ماتھے پر دوزخ کا نشان ہوگا۔

پھر سوال کیا کہ بہشت والوں کو روز کا عیش و آرام بھی دکھ ہو جائے گا۔ فرمایا۔

بہشت میں بھی ہر روز ایک تہجد ہوتا رہے گا۔ اسی طرح دوزخیوں پر بھی لکھا ہے

بِسَاءِ لَنُفَعِمُ جُلُودًا غَيْرَهَا۔ مگر خدا کا تہجد بے پایاں ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ خدا کے کاموں میں انتہا نہیں۔ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ نَمِزِدُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلَّذِيْنَ هُوَ اَعْبَدُ رَبَّهٖ اَلَّذِيْنَ هُوَ اَعْبَدُ رَبَّهٖ اَلَّذِيْنَ هُوَ اَعْبَدُ رَبَّهٖ اَلَّذِيْنَ هُوَ اَعْبَدُ رَبَّهٖ۔

پھر سوال کیا کہ میں نے جب تک روزہ نہیں رکھا اس کا کیا فیہ دوں۔ فرمایا۔

خفاہر ایک شخص کو اس کی وسعت سے باہر دکھ نہیں دیتا۔ وسعت کے موافق گذشتہ

کافیہ دے دو اور آئندہ عہد کرو۔ کہ سب روزے ضرور رکھوں گا۔

ذالبدار جلد اول نمبر ۱۲ سورہ ۶ جنوری ۱۹۰۳ء

۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء

صبح کی سیر

اللہ اور رحمن

سیر کو نکلنے ہی سلسلہ کام یبدا لیك الرحمن الہام سے شروع ہوا۔

فرمایا۔

رحمن اپنے اندر بشارت رکھتا ہے۔ چونکہ یہ بشارت تھی۔ اس لئے اس الہام میں

رحمن کا لفظ رکھا ہے اور شمسیتا کے لفظ میں کچھ اخفاہر تھا جو گو اس کی عظمت کے لئے

ہے مگر ایک اخفاہر ہے۔ اس لئے اس خیال سے کہ وہم نہ پیدا ہو۔ پھر اور واضح الفاظ

میں فرمایا۔

بَشَارَةٌ تَلَقَّهَا النَّبِيُّونَ

بیدی لک الرحمن میں لام بھی ارتفاع کے لئے فرمایا۔ دوسرے الہام واللہ یحصک من العدا میں اللہ کا لفظ اس لئے رکھا کہ اللہ اپنے جلال کو چاہتا ہے اور اس عصمت میں اظہار جلال مقصود تھا۔ اس لفظ کو استعمال فرمایا جو اسم اعظم ہے۔

موسیٰ و مثیل موسیٰ علیہم السلام

اس ضمن میں فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رَأَى اللّٰهَ مَعَنَا۔ اس معیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں اور گویا کل جماعت آپ کی آگئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں کہا بلکہ کہا رَأَى مَسِيحِي رَقِيًّا۔ اس میں کیا برتر تھا کہ انہوں نے اپنے ہی ساتھ معیت کا اظہار کیا؟ اس میں یہ راز ہے کہ اللہ جامع جمیع شیوں کا ہے اور اسم اعظم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کے ساتھ اسم اعظم کی معیت مع تمام صفات کے پائی جاتی ہے۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کی قوم شریر اور فاسق فاجر تھی۔ آئے دن لڑنے اور پتھر مارنے کو تیار ہو جاتی تھی۔ اس لئے ان کی طرف معیت کو منسوب نہیں کیا۔ بلکہ اپنی ذات تک اسے رکھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور علو مدارج کا اظہار مقصود ہے

ایمان عرفان کیسے ہوتا ہے

فرمایا۔

یہ پیشگوئیاں جو ہیں یہ ایمان کو قوی کر کے عرفان بنا دیتی ہیں۔ زری باتوں سے ایمان قوی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس میں قوت کی شعاعیں نہ پڑیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے ان نشانات سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس ان پیشگوئیوں کو خوب کان کھول کر سننا چاہیے۔ دوسرے

وقت جب یہ پوری ہوتی ہیں تو ایمان کی تقویت کا باعث ہو کر اس کو عرفان بنا دیتی ہیں۔ اس لئے ہوا پر پیشگوئی پر مشتمل ہو میں اس کو ضرور سنا دیا کرتا ہوں اور میری غرض اس سے یہی ہوتی ہے۔ یہ ایک نور بخشی ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور نازل نہ ہو۔ انسان غلطی میں پڑا رہتا ہے۔

تعبیر الرویا

ابوسعید عرب صاحب نے اپنی رویا بیان کی کہ ایک کتابیار نے کہا ہے اور پھر اس نے اٹھا دیا۔ جن کو انہوں نے توڑ ڈالا اور وہ بھاگ گیا۔

فرمایا: کتابت ایک برزخ ہے درندگی اور چرندگی میں۔ جب وہ محبت سے کاٹے۔ تو محبت ہے اور کٹتے سے مراد خفیف سادشمن ہوتا ہے۔ اس کے اٹھنے سے مراد اس کی ذریت ہے۔ جب اس کو توڑ دیا تو گویا خفیف اور کمزور دشمن کی ذریت کو تلف کر دیا۔

بیتس الفقیر علی باب الامیر

فرمایا:۔ جس بادشاہ کے ہم زیر سایہ ہیں اس کو چھوڑ کر دوسروں کے پاس جانا یہ توہین ہے۔ بیتس الفقیر علی باب الامیر

مولوی محمد حسین اور اس کا رجوع

ابوسعید عرب صاحب نے اپنے ذوق سے بیان کیا کہ محمد حسین دالی پیشگوئی یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ فرمایا:۔

اس میں کیا شک ہے۔ زور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ رجوع کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی مقدر کیا تھا۔ اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا۔ مگر میں

دیکھتا تھا کہ ابتداء سے اس میں ایک قسم کی خود پسندی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس طرح ہراس کا تنقیہ کر دے یہ اس کے لئے مستفاد ہے۔ براہین میں ایک الہام درج ہے جس میں اس کا فرعون نام رکھا گیا ہے۔ اُس نے بھی آخر یہی کہا تھا کہ اَمَنْتُ اِنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْ اَمَنْتُ بِهِمْ بَشَرًا اِنْسًا رَاٰنِيْلًا۔ اُس لئے اس کے لئے بھی اَمَنْتُ بِاَلْحَيٰى کا وقت مقدر ہے۔

اس پر پوچھا گیا کہ وہ کیا ارہے جس کی وجہ سے یہ آخری سعادت اس کے لئے مقدر ہے۔ فرمایا :-

یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر اس نے ایک کام تو کیا ہے۔ براہین احمدیہ پر ریویو لکھا تھا اور وہ واقعی اخلاص سے لکھا تھا کیونکہ اس وقت اس کی یہ حالت تھی کہ بعض اوقات میرے جوتے اٹھا کر جھاڑ کر آگے رکھ دیا کرتا تھا اور ایک بار مجھے اپنے مکان میں اس غرض سے لے گیا کہ وہ مبارک ہو جاوے اور ایک بار اصرار کر کے مجھے دُخو کرایا۔ غرض بڑا اخلاص ظاہر کیا کرتا تھا۔ کئی بار اس نے ارادہ کیا کہ میں قادیان ہی میں آکر رہوں۔ مگر میں نے اس وقت اسے یہی کہا تھا کہ ابھی وقت نہیں آیا۔ اس کے بعد اُسے یہ ابتلا پیش آگیا۔ کیا تعجب ہے کہ اس اخلاص کے بدلے میں خدا تعالیٰ نے اس کا انجام اچھا رکھا ہو۔

✽ - البدر میں مزید یوں لکھا ہے

یہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے تقاضے ہوتے ہیں۔ ایک کتاب میں یوں نے دیکھا کہ موسیٰ کے زمانہ میں ایک یہودیہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شکل پر سوانگ بنایا کرتا تھا جس وقت سب قوم فرعون کی غرق ہوئی تو وہ بچا رہا۔ حضرت موسیٰ نے خدا تعالیٰ سے اس کا باعث دریافت کیا تو فرمایا کہ چونکہ یہ تیرے چہرے جیسا چہرہ بنایا کرتا تھا اس لئے ہماری رحمت نے تقاضا نہ کیا کہ تیرے مثل شکل کو غرق کریں۔ (الہدایہ، ج ۱، صفحہ ۱۱۱، حوالہ)

اس پر ایک بھائی نے سوال کیا کہ حضور اب اسے کیا سمجھیں۔ فرمایا:-
 اب تو حکمِ حالتِ موجودہ ہی پر ہو گا۔ وہ دشمن ہی اس سلسلہ کا ہے۔ دیکھو جب تک
 نطفہ بنتا ہے اس کا نام نطفہ رکھتے ہیں مگر اس کا انسان بن جاوے مگر جوں جوں اس کی حالتیں
 بدلتی جاتی ہیں اس کا نام بدلتا جاتا ہے۔ مضرتِ علقہ وغیرہ ہوتا ہے۔ آخر اپنے وقت پر جا
 کر انسان بنتا ہے۔ یہی حال اس کا ہے۔ سردست تو وہ اس سلسلہ کا مخالف اور دشمن ہے
 اور یہی اس کو سمجھنا چاہیئے۔

پھر اس ضمن میں فرمایا کہ
 سزا اور عذاب صرف کفر ہی کے باعث نہیں آتا۔ بلکہ فسق و فجور بھی عذاب کا موجب
 ہو جاتا ہے۔

مفتی آخر تک جاتا ہے

فرمایا:- کبھی کوئی جھوٹ اس قدر چل نہیں سکتا۔ آخر دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بدی کہنے
 والے جھوٹے اور فترتی اپنے جھوٹ میں تھک کر رہ جاتے ہیں۔ پھر کیا کوئی ایسا مفتی ہو
 سکتا ہے جو برابر ۲۵ برس سے خدا تعالیٰ پر افترا کر رہا ہو اور تھکا نہ ہو اور خدا کو بھی اُس
 کے لئے غیرت نہ آوے بلکہ اس کی تائید میں نشانات ظاہر کرتا رہے۔ یہ عجیب بات ہے۔
 ایسا برگز نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ صادقوں ہی کی نصرت اور تائید کرتا ہے۔

دیکھو یہ جو میری پیشگوئی ہے کہ میری عمر اسی برس کے قریب ہو گی کیا کوئی مفتی اس
 قسم کی پیشگوئی کر سکتا ہے اور خصوصاً اس پر تیس برس گذر بھی گئے ہوں اور ایسا ہی اس وقت
 جب کوئی نہ جانتا تھا اور نہ یہاں آتا تھا۔ یہ کہا یا تَوَن وِن کَلِّی فِتْمَ عَمِیْنِیْ اور یا تَبِیْکَ
 وِن کَلِّی فِتْمَ عَمِیْنِیْ۔ کیا یہ مفتی کر سکتا ہے کہ ایسا کہے اور پھر خدا بھی ایسے مفتی کی پروا
 نہ کرے بلکہ اس کی پیشگوئی پوری کرنے کو دُور دراز سے لوگ بھی اس کے پاس آتے ہیں اور ہر
 قسم کے شرافت اور اُتھ بھی آنے لگیں۔ اگر یہ بات ہو کہ مفتی کے ساتھ بھی ایسے معاملات

ہوتے ہیں۔ پھر نبوت سے ہی امان اُٹھ جاوے۔ یہی نشان ہیں جو ہماری جماعت کی محبت اور اخلاص میں ترقی کا باعث ہو رہے ہیں۔ مفتری اور صادق کو تو اس کے منہ ہی سے دیکھ کر پہچان سکتے ہیں۔

قریبا۔ سچائی کا یہ بھی ایک نشان ہے کہ صادق کی محبت سعید الفطرت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ احمق کو یہ راہ نہیں ملتی کہ ٹور کا حصہ لے۔ وہ ہر بات میں ہڈگانی ہی سے کام لیتا ہے۔

قریبا۔ ہم کو تکلف اور تصنع کی حاجت نہیں۔ خواہ کوئی ہماری وضع سے راضی ہو یا ناخوش۔ ہمارا اپنا کوئی کام نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کا اپنا کام ہے اور وہ خود کر رہا ہے۔ قریبا۔ جب انسان خدا کو چھوڑتا ہے تو پھر مکالمہ پر بھروسہ کرتا ہے۔

اپنی سچائی پر بصیرت

قریبا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو محبوب ہونے کی حالت میں نہ چھوڑے گا۔ وہ سب پر اتنا مہمت کر دے گا۔ یاد رکھو سماوی اور ارضی آدمیوں میں فرق ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ وہ خود اُن کی عزت کو ظاہر کرتا اور اُن کی سچائی کو روشن کر کے دکھاتا ہے۔ اور جو اس کی طرف سے نہیں آتے اور مفتری ہوتے ہیں وہ آئز ذلیل ہو کر تباہ ہو جاتے ہیں۔ پیشگوئیوں کے متعلق قریبا کہ

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے اور اس کا کام بہر حال سچا ہے۔ ہاں یہ ہوتا ہے کہ کبھی وہ جسمانی رنگ میں پوری ہوتی ہیں کبھی رُوحانی رنگ میں۔ اور منہاج نبوت میں اس کے نظائر موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ گائیں ذبح ہوئی ہیں تو وہ صحابہ کا ذبح ہونا تھا۔ اور آپ نے دیکھا کہ سونے کے کڑے پہنے ہوئے ہیں جو پھونک مارنے سے اڑ گئے ہیں۔ اس سے مراد جھوٹے پیغمبر تھے۔ پس خدا کا کلام کسی نہ کسی رنگ میں ضرور سچا ہے۔

جماعت کی خوش قسمتی

قرینا :- اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ ہماری جماعت کا ایمان کمزور رہے۔ مہمان اگر نہ بھی چاہے تو بھی میزبان کا فرض ہے کہ اس کے آگے کھانا رکھ دے۔ اسی طرح اگرچہ نشانوں کی ضرورت کوئی بھی نہ سمجھے۔ تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کے ایمان کو بڑھانے کے لئے نشانات ظاہر کر رہا ہے۔ یہ بھی سچی بات ہے کہ جو لوگ اپنے ایمان کو نشانوں کے ساتھ مشروط کرتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کے شاگردوں نے مادہ کا نشان مانگا تو یہی جواب ملا کہ اگر اس کے بعد کسی نے انکار کیا تو ایسا عذاب ملیگا جس کی نظیر نہ ہوگی۔

طالب کا ادب

پس طالب کا ادب یہی ہے کہ وہ زیادہ سوال نہ کرے اور نشان طلب کرنے پر زور نہ دے۔ جو اس آداب کے طریق کو ملحوظ رکھتے ہیں خدا اُن کو کبھی بے نشان نہیں چھوڑتا۔ اور ان کو یقین سے بھر دیتا ہے۔ صحابہؓ کی حالت کو دیکھو کہ انہوں نے نشان نہیں مانگے۔ مگر کیا خدا نے اُن کو بے نشان چھوڑا؟ ہرگز نہیں۔ تکالیف پر تکالیف اُٹھائیں جائیں دیں۔ اعداد نے عورتوں تک کو خطرناک تکلیفوں سے ہلاک کیا۔ مگر نصرت ہمنوز نمودار نہ ہوئی۔ آخر خدا کے وعدہ کی گھڑی آگئی اور اُن کو کامیاب کر دیا۔ اور دشمنوں کو ہلاک کیا۔ یہ سچی بات ہے کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر وہ پہلے ہی دن سارے نشان ظاہر کر دے تو پھر ایمان کا کوئی ثواب اور نتیجہ ہی نہ ہو۔ عرفان اگر یقین سے تو بھر دیتا ہے مگر اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ ان ساری ترقیوں کی جڑ ایمان ہی ہے۔ اسی کے ذریعہ سے انسان بڑی بڑی منزلیں طے کرتا اور سیر کرتا ہے۔

اَسْرٰی یَعْبُدُہٗ

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی یَعْبُدُہٗ سے یہی پایا جاتا ہے کہ جب کامل معرفت ہوتی

ہے تو پھر اس کو عجیب و غریب مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے اور یہ وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جو ادب سے اپنی خواہشوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ تمام منہاج نبوت اسی پر دلالت کرتا ہے۔ پہلے نشان بھی ظاہر نہیں ہوتے بلکہ ابتلا ہوتے ہیں۔

صدیقی فطرت حاصل کرو

پس صدیقی فطرت حاصل کرنی چاہیے۔ انہوں نے کونسا نشان مانگا تھا۔ شام سے مکہ کو آ رہے تھے۔ راستہ ہی میں خبر ملی وہیں یقین لے آئے۔ اس کی وجہ وہ معرفت تھی جو آپ کی تھی۔ معرفت بڑی عمدہ چیز ہے۔ جب انسان کسی کے حالات اور چال چلن سے پورا واقف ہو تو اس کو زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو سچہ اور نشان کی کوئی حاجت ہی نہیں ہوتی۔ حضرت ابو بکر صدیق آپ کے حالات سے پورے واقف تھے۔ اس لئے سُننے ہی یقین کر لیا۔

اہمیت تقویٰ

فرمایا۔ ہمیں جس بات پر مامور کیا ہے۔ وہ یہی ہے کہ تقویٰ کا میدان خلی پڑا ہے تقویٰ ہونا چاہیے نہ یہ کہ تلوار اٹھاؤ۔ یہ حرام ہے۔ اگر تم تقویٰ کرنے والے ہو گے۔ تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہوگی۔ پس تقویٰ پیدا کرو۔ جو لوگ شراب پیتے ہیں یا جن کے مذہب کے شعائر میں شراب جزو اعظم ہے ان کو تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ نیکی سے جنگ کر رہے ہیں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی خوش قسمت دے اور انہیں توفیق دے کہ وہ بدیوں سے جنگ کرنے والے ہوں اور تقویٰ اور ظہارت کے میدان میں ترقی کریں۔ یہی بڑی کامیابی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز موثر نہیں ہو سکتی۔ اس وقت گل دنیا کے مذاہب کو دیکھ لو کہ اصل غرض تقویٰ مفقود ہے اور دنیا کی وجاہتوں کو خدا بنایا گیا ہے۔ حقیقی خدا چھپ گیا ہے اور سچے خدا کی ہتک کی جاتی ہے مگر اب خدا چاہتا ہے کہ وہ آپ ہی مانا جاوے اور دنیا کو اس کی معرفت ہو جو لوگ دنیا کو خدا سمجھتے

ہیں وہ متوکل نہیں ہو سکتے۔

داس سیر میں سے ہم نے مضمون فیروز کو نکال کر آپ ہی کی تقریر کے مختلف فقروں کو
یک جا جمع کر دیا ہے۔ ایڈیٹر

تعداد و جماعت اور مولوی محمد حسین بٹالوی

ظہر سے پہلے لودھیانہ سے آئے ہوئے احباب نے شرف نیاز حاصل کیا۔ قاضی خواجہ علی
صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب کی ملاقات کا ذکر کیا کہ میں نے ان کو کہا تھا کہ قادیان
چلو۔ فرمایا:-

اگر وہ یہاں آجاوے تو اس کو اصل حالات معلوم ہوں اور ہماری جماعت کی ترقی
کا پتہ لگے وہ ابھی تک تین سو تک ہی کہتا ہے اور یہاں اب ڈیڑھ لاکھ سے بھی تعداد زیادہ
بڑھ گئی ہے۔ اگر شبہ ہو تو گورنمنٹ کے حضور درخواست کر کے ہماری جماعت کی الگ
مردم شماری کرائیں۔ براہین احمدیہ میں جو لکھا تھا کہ اِذَا جَلَّةَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ وَاَنْتَ هٰی
اَمْرُ الزَّمٰنِ الْاٰتِنَا۔ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ۔ اب دیکھیں کہ وہ وقت آیا ہے یا نہیں۔
گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں جو میموریل ستمبر ۱۸۹۹ء میں بھیجا گیا تھا۔ اس میں صاف
اس امر کی پیشگوئی ہے کہ یہ جماعت تین سال میں ایک لاکھ ہو جائے گی۔ اور وہ پوری ہو گئی
بہت سے لوگ ایسے ضعفا و غبار میں سے ہیں جو اس سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ مگر
انہیں سکتے۔

وینڈار و نیا داروں سے نفرت کرتا ہے

تسہا یا وینڈار آدمی دنیا داروں کی طرف رجوع کرنے میں اپنی ذلت اور توہین سمجھتا ہے۔ ایک
صحابی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض تھے۔ اس وقت ایک بادشاہ نے اپنا سفیر اس کے

پاس بھیجا اور چاہا کہ وہ اس کے پاس چلے آویں۔ صحابیؓ نے اُس خطا کو لے کر توبہ میں پھینک دیا اور دونا شروع کر دیا کہ ایک طرف تو میری یہ حالت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راض ہیں اور دوسری طرف میں یہاں تک بگڑ گیا کہ ایک کافر میرے ایمان پر طبع کرنے لگا۔ مجھ سے ضرور کوئی سخت محصیت ہوئی ہے۔ جس قدر زیادہ دینداری اور خدا پرستی ہوگی۔ اسی قدر اہل دنیا سے نفرت پیدا ہوگی۔ ہم کو جس قدر تکالیف دی گئی ہیں اور جس قدر سب دشمن کیا گیا ہے۔ یہ ہماری تبلیغ کے لئے ذریعہ ہو گیا ہے۔ جیسے جس قدر گرمی شدت سے ہو برسات بھی اسی نسبت سے زیادہ ہوتی ہے۔ عرب کے لوگ عیش و عشرت اور ناپاک خواہشوں اور فعلوں میں مستغرق تھے۔ انہیں مذہب اور مذہبی مباشنات سے کیا کام تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں یوں کھڑے ہو گئے جیسے کوئی بڑا عاشق مذہب دیندار ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ اس شور سے ساری قوموں میں جلد جلد آپ کی دعوت پھیل جائے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی تکالیف دیں مگر آخر وہی ہوا جو خدا تعالیٰ کا منشا تھا۔ اسی طرح پر یہاں دیکھ لو کہ کس قدر زور شور سے مخالفت ہوئی۔ اور ہو رہی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو بدعات اور بدکاریوں میں مبتلا ہیں۔ اکثر ہیں جو کج بول کے پیرینے ہوئے ہیں۔ اور بھنگ چرس مک تازی گانجا شراب وغیرہ پیتے ہیں یہ دہریہ ہوتے ہیں مگر کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا۔ برخلاف اس کے ہماری اس قدر مخالفت کی جاتی ہے کہ ایک چھوٹے سے مسئلہ وفات و حیات مسیح پر وہ شور اٹھایا گیا جس کی حد نہیں رہی۔ قتل کے فتوے دیئے گئے اس میں لازماً یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی اشاعت چاہتا ہے۔

دربار شام

بیعت کے بعد طاعون کا ذکر ہوا۔ جس پر حضرت اقدس نے ایک لمبی تقریر طاعون کے متعلق فرمائی ہم کسی قدر تھنیں کے ساتھ اس کو ذیل میں لکھتے ہیں:-

تقویٰ کی ضرورت

فرمایا۔ جب تک انسان تقویٰ میں ایسا نہ ہو جیسے اونٹ کو سونے کے ناکے سے نکالنا ہلے اس وقت تک کچھ نہیں ہوتا۔ جس قدر زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ بھی توجہ فرماتا ہے۔ اگر یہ اپنی توجہ معمولی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی معمولی توجہ رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ غضبیت غضباً شدیداً یہ طاعون کے متعلق ہے اور پھر فرمایا۔ اِنِّیْ صَاحِبُ الرِّسُولِ اَقْوَمُ وَاوَمُّنْ یَلُوْمُ اَفْطَرُ وَاَصْدَرُ۔ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔ اور اس کو طاعت کروں گا جو طاعت کرتا ہے۔ میں روزہ کھوں گا بھی اور روزہ رکھوں گا بھی۔ یہ سب الہام طاعون کے متعلق ہیں۔ طاعت ایک دل کے ساتھ ہوتی ہے اور ایک زبان کے ساتھ۔ زبان کے ساتھ تو یہی طاعت ہے جو مخالف کرتے ہیں۔ لیکن دل کی طاعت یہ ہے کہ ان باتوں کی طرف توجہ نہ کرے جو ہم پیش کرتے ہیں اور ان پر عمل کے لئے تیار نہ ہو۔ روزہ رکھوں گا اور کھوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت تک گریبا طاعون کا زور گھٹ جائے گا۔ یہ روزے کے دن ہوں گے اور ایک وقت ایسا ہوگا کہ اس میں کثرت سے ہوگی۔ اب دیکھا گیا ہے کہ کثرت سردی اور کثرت گرمی میں اس کی شدت اور تیزی ترک جاتی ہے لیکن بہاری موسم فروری، مارچ اور ستمبر، اکتوبر میں اس کا زور بڑھ جاتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دورے تھنے والے نہیں ہیں خدا تعالیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دورے شدید ہیں۔ زمین پر خدا تعالیٰ سے سفالت اور سستی پھیل گئی ہے۔ نیکیوں کی طرف توجہ نہیں رہی۔ ایسی صورت میں کیا اس کا علاج ڈاکٹری اصولوں سے ہو گا یا کوئی اور علاج اثر پذیر ہو سکے گا جب تک خدا تعالیٰ کی مرضی نہ ہو؟

مت خیال کرو کہ ہمارا ملک یا شہر یا گاؤں ابھی تک محفوظ ہے۔ یہ نکل دنیا کے لئے مائور ہو کر آئی ہے اور اپنے وقت پر ہر جگہ پھرے گی۔ اس کے دورے بڑے لمبے ہوتے ہیں۔ بعض وقت لوگ ان وجوہات کو نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن یاد رکھو کہ جو کچھ ہو رہا

ہے اللہ تعالیٰ کے حکم اور ایما سے ہو رہا ہے۔ اب اس کے وجہ موٹے ہیں۔ ہائیس برس پہلے خدا تعالیٰ نے براین میں مجھے اس کی خبر دی اور پھر متواتر وقتاً فوقتاً وہ اطلاع دیتا رہا یہاں تک کہ جب ابھی پنجاب کے دو ضلعوں میں تھی تو اُس نے مجھے بتایا کہ گل پنجاب اس کے اثر سے متاثر ہو جائے گا۔ اس وقت لوگوں نے اس پر ہنسی کی۔ مگر اب بتائیں کہ ان کی ہنسی کا کیا جواب ہوا؟ اجنبی لوگ اگر نہ مانیں تو نہ سہی مگر بہاری جہالت جو دن رات نشانات کو دیکھتی ہے اُسے چاہیے کہ اپنی تبدیلی کرے۔ جو شخص امن کے زمانہ میں خدا سے ڈرتا ہے وہ بچایا جاتا ہے۔ ڈرنے والے زمانہ میں تو ہر ایک ڈرتا ہے جب سونٹا اٹھایا جاوے تو اُس سے بھیڑ، بکری، کتا، بلی سب ڈرتے ہیں۔ انسان کی اس میں کون سی خوبی ہے۔ یہ تو اس حالت میں اُن سے جا بلا۔ اس کی دانشمندی اور دور بینی کا یہ تقاضا ہونا چاہیے تھا کہ پہلے ہی سے ڈرتا۔ بعض گاؤں میں سخت تباہی ہو چکی ہے یہاں تک کہ گھروں کے گھر مقفل ہو گئے۔ جب زور سے پڑتی ہے تو پھر کھلانے والی آگ کی طرح ہوتی ہے۔ ایک بار بلاد شام میں پڑی تھی تو جانوروں تک کی صفائی اس نے کر دی تھی۔ یہ بڑی خطرناک بلا ہے۔ اس سے بے خوف ہونا نادانی ہے حقیقی زبان ایک موت ہے۔ جب تک انسان اس موت کو اختیار نہ کرے۔ دوسری زندگی بل نہیں سکتی۔

جو لوگ بڑی بیعت کر کے چاہتے ہیں کہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں۔ وہ غلطی کرتے ہیں۔ ان کو نفس نے دھوکا دیا ہے۔ دیکھو طبیب جس وزن تک مریض کو دوا پلائی چاہتا ہے۔ اگر وہ اُس حد تک نہ چومے تو شفا کی امید رکھنی فضول ہے مثلاً وہ چاہتا ہے کہ دس تولہ استعمال کرے اور یہ صرف ایک ہی قطرہ کافی سمجھتا ہے یہ نہیں ہو سکتا پس اس حد تک صفائی کرو۔ اور تقویٰ اختیار کرو جو خدا کے غضب سے بچانے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں پر رحم کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں

اندھیر پڑ جاتا۔ انسان جب متقی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور اُس کے غیر میں فرقان رکھ دیتا ہے اور پھر اس کو ہر تنگی سے نجات دیتا ہے نہ صرف نجات بلکہ بیدرزقہ من حیث لا یحتمسب۔ پس یاد رکھو جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو مشکلات سے رهایی دیتا ہے اور انعام و اکرام بھی کرتا ہے اور پھر متقی خدا کے ولی ہو جاتے ہیں تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پلٹھا ہوا ہو وہ اس کی عزت و تکریم کا باعث نہیں اگر متقی نہ ہو لیکن اگر ادنیٰ درجہ کا آدمی بالکل اُتتی ہو مگر متقی ہو وہ معزز ہو گا۔ یہ دن خدا تعالیٰ کے روزہ کے ہیں۔ اُن کو غنیمت سمجھو اس سے پہلے کہ وہ اپنا روزہ کھولے تم اس سے صلح کر لو اور پاک تبدیلی کرو جو زوری کا مہینہ باقی ہے فروری میں پھر وہی سلسلہ شروع ہونے والا ہے ایسی بلاؤں کا باعث صادق کی تکذیب ہوتی ہے۔ اس لئے اور کوئی علاج کارگر نہیں ہو سکتا۔ بعض صحابہؓ بھی اس مرض سے مرے ہیں لیکن وہ شہید ہوئے۔ جیسے لڑائیاں جو دشمنوں کی ہلاکت کا موجب تھیں ان میں مرنے والے صحابہؓ بھی شہید ہوئے تھے جو نیک آدمی مر جاتا ہے اس کو بشارت شہادت ملتی ہے جو بڑا آدمی مرتا ہے اس کا انجام بہتم ہے جو شخص نیکیوں میں ترقی کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے پناہ مانگتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بچا لیتا ہے۔ دیکھو ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش والد علم پیغمبر گزرے ہیں۔ مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اُن میں سے کوئی طاعون سے بھی ہلاک ہوا تھا۔ ہرگز نہیں۔ یہ بلا بھی مامور ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوتی ہے۔ اس کی مجال نہیں کہ بلا حکم کوئی کام کرے۔ (یہاں حضرت اقدس نے ہاتھی والی رؤیا سنائی جو کئی مرتبہ شائع ہوئی)

پرخسار یا کہ

اگرچہ آج کل کسی قدر امن ہے مگر میں ڈرتا ہوں کہ وہ وقت خطرناک زور کا قریب ہے اس لئے ہماری جماعت کو ڈرنا چاہیے۔ اگر کسی میں تقویٰ ہو جیسا کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ تو وہ بچایا جائیگا۔ اس سلسلہ کو خدا تعالیٰ نے تقویٰ ہی کے لئے قائم کیا ہے کیونکہ تقویٰ کا میدان

بالکل خالی ہے۔ پس جو متقی بنیں گے ان کو معجزہ کے طور پر بچایا جائے گا۔

عرب صاحب نے پوچھا جو لوگ حضور کو بُرا نہیں کہتے اور آپ کی دعوت کو نہیں سنا۔ وہ طاعون سے محفوظ رہ سکتے ہیں یا نہیں۔ فرمایا:-

میری دعوت کو نہیں سنا تو خدا کی دعوت تو سُنی ہے کہ تقویٰ اختیار کریں۔ پس جو تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ ہی ہے خواہ اس نے ہماری دعوت سُنی ہو یا نہ سُنی ہو کیونکہ یہی غرض ہے ہماری بعثت کی۔ اس وقت تقویٰ عنقیا کبریت کی طرح ہو گیا ہے کسی کام میں خلوص نہیں رہا بلکہ طوئی ملی ہوئی ہے۔ خدا تعلقے چاہتا ہے کہ اس طوئی کو جلا کر خلوص پیدا کرو۔ اس وقت ظہم الفسادی فی البیوت والبیٹح کا نمونہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یورپ اور دیگر ممالک کی بگڑی ہوئی حالتوں کا علم نہ تھا۔ خدا تعالیٰ کی دہی پر ایمان تھا اور اب عرفان کی حالت پیدا ہو گئی ہے جو چاہے ان ممالک میں جا کر دیکھ لے۔

(الحکم جلد ۲ صفحہ ۱۱۴) مؤرخہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء

۴ جنوری ۱۹۰۳ء بروز یکشنبہ

(بوقت سیر)

طاعون اور اس کا علاج

طاعون کے متعلق ذکر ہوا۔ فرمایا کہ

ہمارا علاج کوئی کان دھر کر سُنتا نہیں ہے مگر بہر حال آخری علاج یہی ہے۔ لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ ان کی نظر صرف اسباب پر رہتی ہے مگر سچی بات یہ ہے کہ آسمان سے سب کچھ ہوتا ہے۔ جب تک وہاں نہ ہو زمین پر کچھ نہیں ہو سکتا۔ دہریت کا اہمکل طبائع میں بہت زور ہے۔ اخباروں میں ہمارے بتلائے ہوئے علاج پر ٹٹھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طاعون کو خدا سے کیا تعلق۔ ایک بیماری ہے جس کا علاج ڈاکٹروں سے کرانا چاہیئے۔

بیک صاحب نے لوگوں کا یہ اعتراض پیش کیا کہ طاعون سے اکثر غریب ہی مرتے ہیں
مخالفت اور امیر نہیں مرتے۔ فرمایا:-

میرے الہاموں سے پایا جاتا ہے کہ ہم دوز سے شروع ہوں گے۔ مکہ میں جب قحط
پڑا تو اس میں بھی اول غریب لوگ ہی مرے۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ الہامیہل جو اس قدر لغتاً
ہے۔ وہ کیوں نہیں مرا۔ حالانکہ اس نے تو جنگ ہمد میں مرنا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے ایک ابتلا ہوا کرتا ہے اور یہ اس کی عادت ہے اور پھر اس کے علاوہ یہ اس کی مخلوق
ہے۔ اس کو ہر ایک نیک و بد کا علم ہے۔ سزا ہمیشہ مجرم کے واسطے ہوا کرتی ہے۔ غیر مجرم
کے واسطے نہیں ہوتی۔ بعض نیک بھی اس سے مرتے ہیں مگر وہ شہید ہوتے ہیں۔ اور اُن
کو بشارت ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ سب کی نوبت آجاتی ہے۔ اب رسل بابا جو مرا۔ کیا وہ
امیروں میں سے نہ تھا۔ ہمارا بھی مخالفت تھا۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں طاعون کیوں نہ پڑی
ان کا بھی انکار ہوا تھا۔ فرمایا:-

یہ ضرور نہیں ہے کہ خدا ہر وقت ایک ہی رنگ میں عذاب دیوے۔ قرآن شریف
میں عذاب کی کئی اقسام بیان کی ہیں۔ جیسے قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا
مِنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَنْحُسِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا وَيَخْلُقَ اٰيَاتٍ لِّبَعْضِكُمْ بٰسًا
بَعْضٍ ۗ ۱۴۔

جنگ و لڑائی وغیرہ کو بھی عذاب قرار دیا ہے۔ عذاب بہت اقسام کے ہوتے ہیں
کیا خدا تعالیٰ کے پاس عذاب کی ایک ہی قسم ہے ؟ اور خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ ہر نشان
میں ایک پہلو اٹھا کر دکھتا ہے ورنہ وہ چاہے تو چُن چُن کر بڑے بڑے بد معاش ہلاک
کر دے سب لوگ ایک ہی دن میں سیدھے ہو جاویں۔

مولوی محمد احسن صاحب نے کہا کہ حضور اب اَلْوَدُّ مِنَ يَلْوُدُّ كَالْاِهَامِ خُوبٍ پورا

ہوا۔ حضور کے بتلانے ہوئے علاج پر لوگ کیا کیا باتیں بناتے تھے اور طریق سلامت ان لوگوں نے اختیار کیا ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس سلامت کے بدلے میں کیسی سلامت کی ہے۔ جس جگہ کو پیش کر کے سلامت کرتے تھے۔ اب خود ہی اس کو سوں دہرا بھگتے ہیں۔

پھر حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اُسے (طاعون کو) کبھی بند نہ کروں گا جب تک تو بہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ کا اصل مطلب طاعون سے اظہار ہے (یعنی ہلاک کرنے کا) مگر پھر رحم آتا ہے تو روزہ رکھ لیتا ہے (یعنی درمیان میں دفعہ دے دیتا ہے)۔ کہ لوگ اگر چاہیں تو یہ کر لیں۔ لوگوں سے اگرچہ ہمیں ہمدردی ہے مگر چونکہ لوگ خدا تعالیٰ سے غافل ہیں اس لئے اس کو یاد کرانے کے واسطے تشبیہ کی ضرورت ہے جیسے ایک لحاف کے اندر کا مہتر بھی میلا اور پلید ہو اور باہر کا اُترہ بھی ویسے ہی خراب ہو۔ اسی طرح اب اندرونی اور بیرونی دونوں حالتیں قابل اصلاح ہیں لوگوں کو یہ بات تعجب میں ڈال رہی ہے کہ ایسا ہوگا کہ خدا اپنی ہستی کو منوادے یہ اُن کی غلطی ہے وہ اپنے وجود کو ضرور منوادے گا۔

آثار سے پتہ لگتا ہے کہ جہاں جہاں طاعون پڑی ہوئی ہے ابھی تک لوگ اس سے متاثر نہیں ہوئے۔ ابھی کل امرت سر سے ایک اشتہار آیا ہے کہ تین سالہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور اس پر استہزا کیا ہے حالانکہ ان کو چاہیے تھا کہ انتظار کرتے کہ ہم کیا لکھتے ہیں اکم ازکم ہم سے دریافت ہی کر لیتے کہ ہم کیا کہتے ہیں۔

لوگوں کو کبھی شرم نہیں آتی جو کہ اُن کے گالیوں سے بھرے ہوئے اشتہار پڑھتے ہیں کیا مولویوں کی پاکیزگی کا یہی نمونہ ہے ان لوگوں کی بڑی کامیابی یہی ہے کہ مجھ پر چڑھ کر نظم و نثر پڑھ دی۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ دلوں پر فہمیں لگا دیتا ہے خود ہی توڑے تو توڑے۔

جہلم کے سفر کے متعلق فرمایا کہ

میری طبیعت ہمیشہ شور اور غوغا سے جو کثرت ہجوم کے باعث ہوتا ہے متنفذ ہے ایسے لوگوں کے ساتھ مغز خوری کرنا بیفائدہ ہے وہی دقت انسان کسی علمی فکر میں صرف کرے تو خوب ہے خدا تعالیٰ نے ہماری اشاعت کا طریق خوب رکھا ہے۔ ایک جگہ بیٹھے ہیں نہ کوئی داعظ ہے نہ مولوی نہ لیکچرار جو لوگوں کو سنا تا پھرے۔ وہ خود ہی ہمارا کام کر رہا ہے بیعت کرنے والے خود آرہے ہیں بڑے امن کا طریق ہے۔

(الہمدار جلد ۲ نمبر ۱-۲ مورخہ ۲۳، ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء)

بیت

۱۹۰۳ء بروز دوشنبہ

جہاد

نہر کے دقت حضور علیہ السلام تشریف لائے تو سرحد کے لوگوں کے جہاد کے بارے میں غلط فہمی کا ذکر چل پڑا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

مذہبی امور میں آزادی ہونی چاہیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَّا اِكْفَاكُ فِي الدِّيْنِ۔ کہ دین میں کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے۔ اس قسم کا فقرہ انجیل میں کہیں بھی نہیں ہے۔ لڑائیوں کی اصل جڑ کیا تھی۔ اس کے سمجھنے میں ان لوگوں کو غلطی ہوئی ہے۔ اگر لڑائی کا ہی حکم تھا تو تیرہ برس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تو پھر ضائع ہی گئے کہ آپ نے آتے ہی تلوار نہ اٹھائی۔ صرف لڑنے والوں کے ساتھ لڑائیوں کا حکم ہے۔ اسلام کا یہ اصول کبھی نہیں ہوا۔ کہ خود ابتدا جنگ کریں۔ لڑائی کا سبب کیا تھا اسے خود خدا نے بتلایا ہے کہ خَلِيْمًا۔ خدا تعالیٰ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ مظلوم ہیں تو اب اجازت دیتا ہے کہ تم بھی لڑو۔ یہ نہیں حکم دیا کہ اب وقت تلوار کا ہے تم زبردستی تلوار کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان کرو۔ بلکہ یہ کہا کہ تم مظلوم ہو اب مقابلہ کرو مظلوم کو تو ہر ایک قانون اجازت دیتا ہے کہ حفظ جان کے واسطے مقابلہ کریں۔

یہ سے خیالات کی اشاعت کا الزام پادریوں پر نہیں ہے بلکہ اسے خود ملائوں نے اپنے
 اوپر سونپتے کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ ایک غافل شخص جسے دین کی حقیقت
 معلوم نہیں ہے اُسے جبراً مسلمان کیا جائے۔ اب ایک بنیاس کی عمر ساٹھ سینسٹھ سال
 کی ہے اور اُسے دین کی خبر ہی نہیں تو اس کے گلے پر تلوار رکھ کر اس سے لا الہ الا اللہ
 کہلانے سے کیا حاصل ہوگا؟ خدا تعالیٰ کا منشا ہے کہ غفلت چونکہ بہت ہو گئی ہے۔
 اب دلائل سے سمجھا دیوے اگر جہاد کریں بھی تو کس سے کریں؟ سب سے اول تو انہیں مسلمانوں
 سے کرنا چاہیئے کہ جنہوں نے دین کو تباہ کر دیا ہے۔ صحابہ کرامؓ تو خدا کے فرشتے تھے۔ اور
 جب نفاقیت اندیش لوگوں نے تواریں اٹھائیں تو خدا نے اُن کے ذریعہ اُن کو سنائیں
 دیواریں مگر اہل کفر کے یہ لوگ کہ جن کی مثال ڈاکوؤں کی ہے کیا یہ خدا تعالیٰ کے ذلیل ہو سکتے
 ہیں۔ قرآن سے تو ثابت ہوتا ہے کہ کافر سے پہلے فاسق کو سزا دینی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ نے
 اسی لئے چنگیز خاں کو اُن پر مسلط کر دیا تھا تاکہ ممالک پوری ہو جیسے یہودیوں پر سختہ
 کو متعین کر دیا تھا ویسے ہی ان پر چنگیز خاں کو۔ اس کے وقت میں ایک بزرگ تھے
 ان کے پاس لوگ گئے کہ وہ دعا کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہاری حرام کاریوں کی وجہ
 سے ہی تو چنگیز خاں مسلط ہوا ہے۔ قتل کے بعد سنا ہے کہ چنگیز خاں نے اسلام کے
 علماء و فضلاء کو بولا کہ پوچھا کہ اسلام کیا ہے انہوں نے کہا کہ پنجو تہ نماز ہے۔ کہنے لگا کہ یہ تو
 عمدہ بات ہے کہ اپنے کاروبار میں پانچ وقت دن میں خدا کو یاد کرنا۔ پھر انہوں نے زکوٰۃ
 بتلائی۔ اس کی بھی تعریف کی۔ تیسرے انہوں نے حج بتلایا۔ اس کی اُسے سمجھ نہ آئی۔ اس
 کے بیٹے کا اسلام کی طرف رجوع تھا مگر آخر پوتا بالکل مسلمان ہو گیا۔ اسی طرح بخت نصیر
 یہودیوں پر مسلط ہوا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اسے کہیں ملعون نہیں کہا ہے بلکہ عباداً لَنَا
 ہی کہا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا دستور ہے کہ جب ایک قوم فاسق فاجر ہوتی ہے تو اس پر ایک
 اور قوم مسلط کر دیتا ہے۔

موت اور دریا اور ابابیل کی تعبیر

قبل از عشاء ایک صاحب نے ایک خواب سنا جس میں ایک مُردہ نے اُن کو اُن کی موت کی خبر دی تھی اور یہ خواب بیعت سے پیشتر آئی تھی۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

جو بیعت کرتا ہے اس پر بھی ایک موت ہی آتی ہے۔ خوابوں میں موت سے مراد موت ہی نہیں ہوا کرتی اور بھی موت کے بہت سے معنی ہیں خدا کو کوئی نہیں پاسکتا جو بتک اس کی اول زندگی پر موت نہ آوے۔

دریا کی تعبیر فرمایا کہ

جو معارف اور علم رکھتا ہو اسے دریا سے ہی تعبیر کیا کرتے ہیں اور ابابیل سے مراد وہ جماعت اور لوگ جو اس سے فیوض حاصل کرتے ہیں۔

پھر موت کے ذکر پر فرمایا کہ

موت کے معنی رفعت درجات بھی لکھے ہیں اور صوفی کہتے ہیں کہ انسان نجات نہیں پاسکتا جب تک اس پر بہت موتیں نہ آویں حتیٰ کہ وہ ایک زندگی کو ناقص محسوس کر کے پھر اور ایک زندگی اختیار کرتا ہے۔ پھر اس پر موت ہوتی ہے۔ پھر ایک اور نئی زندگی اختیار کرتا ہے۔ اور اس طرح کئی موتیں اور کئی زندگیاں حاصل کرتا ہے۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ خواب کی کتنی اقسام ہیں۔

خوابوں کے اقسام

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

تین قسمیں خوابوں کی ہوتی ہیں۔ ایک نفسانی۔ ایک شیطانی اور ایک روحانی۔ نفسانی جیسے نبی کو چھ پھڑوں کے خواب۔ شیطانی وہ جس میں ڈرانا یا وحشت ہو۔ روحانی خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہوتی ہیں اور ان کا ثبوت صرف تجربہ ہے۔ اور یہ خدا کی باتیں ہیں

جو اس دُنیا سے بہت دُور تر ہیں اگر ہم اُن کے متعلق عقلی دلائل پر توجہ کریں تو نہ دوسرا اس سے سمجھ سکتا ہے نہ ہم سمجھا سکتے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی مستی کے نشان ہیں جو غیب سے دل پر ڈالتا ہے اور جب دیکھ لیتے ہیں کہ ایک بات بتلائی گئی اور وہ پوری ہوئی تو پھر اس پر خود ہی اعتبار ہو جاتا ہے۔ اس عالم کے امور کا جو آلہ ہے وہ اُسے مستخافت نہیں کر سکتا۔ یہ رُوحانی امور ہیں۔ انہیں سے اُن کو پہچانا جائے تو سمجھ آئے۔ اور خواب اپنی صداقت پر آپ ہی گواہی دیتی ہیں۔ خدائی امور ایسے ہی ہوتے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آیا کرتے اور اگر آجا دیں تو پھر خدا بھی سمجھ میں آجائے۔

سُرخ سیاہی کے قطرات والی رویا

پھر اس کے بعد حضرت اقدس نے اپنے ایک خواب کا ذکر کیا جس میں آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ایک حاکم کی صورت پر متمثل ہوا ہے اور آپ نے کچھ احکام لکھ کر دستخط کرائے ہیں۔ آپ نے وہ تمام کاغذات دستخط کے واسطے حضرت احدیت میں پیش کئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایک گُرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک دوا تھ جس میں سُرخ روشنائی تھی وہ پڑی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قلم لے کر اس روشنائی سے لگائی مگر مقدار سے زیادہ روشنائی اس میں لگ گئی جیسے کہ دستور ہے کہ ایسی حالت میں چھڑک دیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی چھڑک دیا اور کاغذات پر بلا دیکھے دستخط کر دیئے اور اس وقت میرے پاس عبداللہ سنوری اور حامد علی تھے۔ اور میں سویا ہوا تھا کہ بچاؤ انہوں نے جگایا کہ یہ سُرخ قطرات کہاں سے آئے دیکھا تو میرے کرتے پر اور کسی جگہ پگڑی پر اور کہیں پاجامہ پر پڑے ہوئے تھے۔ میرے دل میں اس وقت بڑی برقت تھی کہ خدا تعالیٰ کا مجھ پر کس قدر احسان ہے اور فضل ہے کہ کاغذات کو بلا دیکھے اور پوچھے دستخط کر دیئے ہیں۔ اب یہ کیا حیرانی کی بات نہیں ہے۔ کہ میں نے تو ایک معاملہ خواب میں دیکھا اور اس کے قطرات ظاہر میں کہڑوں پر پڑے۔

تو کہ اب تک موجود ہیں اور دو شاہد بھی ہیں۔

جماعت کی ترقی کا نشان

پھر وہ دقت کہ ایک دو آدمی ہمارے ساتھ تھے اور کوئی نہ تھا اور اب دیکھتے ہیں کہ جو حق درجوق آ رہے ہیں۔ یا توں من کل فی حقیق۔ اور پھر اتنی ہی بات نہیں بلکہ اس کے اوپر ایک اور حاشیہ لگا ہوا ہے کہ مخالفوں نے ماضیوں تک زور لگایا کہ لوگ آنے سے رکھیں مگر آخر کار وہ فقرہ پورا ہو کر رہا۔ اب جو نیا شخص ہمارے پاس آتا ہے۔ وہ اسی الہام کا ایک نشان ہوتا ہے۔

ابہنیت کی حالت میں انسان خدا کے کاموں سے نا آشنا ہوتا ہے۔ اب جیسے یہ ریل ہے کہ یہاں کے لوگوں کے نزدیک تو عام بات ہے اور کوئی تعجب اور حیرت کا مقام نہیں ہے مگر جہاں کہ دور دور آبادیوں میں یہ نہیں گئی اور نہ ان لوگوں نے اُسے دیکھا ہے اُن سے کوئی بیان کرے تو کب باور کریں گے کہ ایک سواری ہے کہ خود بخود چلتی ہے۔ نہ اس میں گھوڑا ہے نہ نیل نہ اور جانور۔ تو جن کو ان خدائی امور کا تجربہ نہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔

ناز میں لذت نہ آنے کی وجہ

پھر اسی صاحب نے اعتراض کیا کہ بہت کوشش کی جاتی ہے مگر ناز میں لذت نہیں آتی۔ فرمایا۔

انسان جو اپنے تئیں امن میں دیکھتا ہے تو اسے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ حالت استغنا میں انسان کو خدا یاد نہیں آیا کرتا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری طرف وہ متوجہ ہوتا ہے کہ جس کے بازو ٹوٹ جاتے ہیں۔ اب جو شخص غفلت سے زندگی بسر کرتا ہے۔ اُسے خدا کی طرف توجہ کب نصیب ہوتی ہے۔ انسان کا رشتہ خدا تعالیٰ کے ساتھ عاجزی اور اضطراب کے ساتھ ہے لیکن جو عقلمند ہے وہ

اس رشتہ کو اس طرح سے قائم رکھتا ہے کہ وہ خیال کرتا ہے کہ میرے باپ دادا کہاں ہیں اور اس قدر مخلوق کو ہر روز فرما دیکھ کر وہ انسان کی فانی حالت کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کی برکت سے اُسے پتہ لگ جاتا ہے کہ میں بھی فانی ہوں اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ جہان چھوڑ دیا جائے گا۔ اور اگر وہ اس میں زیادہ مبتلا ہے تو اُسے چھوڑنے کے وقت حسرت بھی زیادہ ہوگی اور یہ حسرت ایسی ہے کہ خواہ آخرت پر ایمان نہ بھی ہو۔ تب بھی اس کا اثر ضرور ہوتا ہے اور اس سے امن اس وقت ملتا ہے کہ جب فانی خوشحالی نہ ہو بلکہ سچی خوشحالی ہو۔ بعض آدمیوں کو بیماریوں سے بعض کو دوسری تکالیف سے خدا تعالیٰ کی طہر و جبرح برکتا ہے



سنا میں خدا تعالیٰ کا کلام اور ادعیہ ماٹورہ ضرور پڑھے

پھر سوال ہوا کہ اگر ساری نماز کو اپنی زبان میں پڑھ لیا جاوے تو کیا حرج ہے فرمایا۔
خدا تعالیٰ کے کلام کو اسی کی زبان میں پڑھنا چاہیئے۔ اس میں بھی ایک برکت ہوتی ہے خواہ فہم ہو یا نہ ہو اور ادعیہ ماٹورہ بھی ویسے ہی پڑھے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلےں۔ یہ ایک محبت اور تعظیم کی نشانی ہے۔ باقی خواہ ساری مات و دعا اپنی زبان میں کرتا رہے۔ انسان کو اول محسوس کرنا چاہیئے۔ کہ میں کیسا مصیبت زدہ ہوں۔ اور میرے اندر کیسی کیسی کمزوریاں ہیں۔ کیسے کیسے امراض کا نشانہ ہوں اور موت کا اعتبار نہیں ہے۔ بعض ایسی بیماریاں ہیں کہ ادھ منٹ میں ہی انسان کی جان بچل جاتی ہے۔ سوائے خدا کے کہیں اس کی پناہ نہیں ہے۔ ایک آنکھ ہی ہے جس کی تین سو امراض ہیں۔ ان خیالوں سے انسانی زندگی کی اصلاح ہو سکتی ہے اور پھر اصلاح یافتہ زندگی کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک دیا سخت طغیانی پر ہے۔ مگر یہ ایک عمدہ مضبوط لوہے کے جہاز میں بیٹھا ہوا ہے۔ ہلار ہوائے موافق اسے لے جا رہی ہے۔ کوئی خطرہ ڈوبنے کا نہیں لیکن جو شخص یہ زندگی نہیں رکھتا۔ اس کا جہاز بولدا ہے۔ ضرور ہے کہ طغیانی میں ڈوب جاوے۔ عام

لوگوں کی نماز تو برائے نام ہوتی ہے۔ صرف نماز کو اٹھیرتے ہیں اور جب نماز پڑھ چکے تو پھر گھنٹوں تک دُعا میں رُجوع کرتے ہیں۔

ایک صاحب نے اٹھ کر عرض کی کہ بے تک حرام خوری وغیرہ نہ چھوڑے تب تک نماز کیا لذت دے اور کیسے پاک کرے۔ حضرت اقدس نے فرمایا:-

لَا تَقِ الْحَسَنَاتِ بِذُنُوبِنَ السَّيِّئَاتِ۔ بھلا جو اول ہی پاک ہو کر آیا اسے پھر نماز کیا پاک کرے گی۔

حدیث میں ہے کہ تم سب مُردہ ہو مگر جسے خدا زندہ کرے۔ تم سب بھوکے ہو مگر جسے خدا کھلا دے۔ الخ۔ ایک طبیب کے پاس اگر انسان اول ہی صحت ستھرا اور مرض سے اچھا ہو کر آوے تو اس نے طبابت کیا کرنی ہے اور پھر خدا تعالیٰ کی مغفوریت کیسے کام کرے۔ بندوں نے گناہ کرنے ہی میں تو اس نے بخشے ہی ہیں۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ وہ گناہ نہ کریں جس میں سرکشی ہو ورنہ دوسرے گناہ جو انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔ اگر اُن سے بار بار خدا سے بجز یہ دعا تڑکیہ چاہے گا تو اُسے قوت ملیگی۔ بلا قوت اللہ تعالیٰ کے ہرگز ممکن نہیں ہے کہ اس کا تڑکیہ نفس ہو اور اگر ایسی عادت رکھے کہ جو کچھ نفس نے چاہا اس وقت کر لیا تو اسے کوئی قوت نہیں ملے گی۔ جب ان جو شوں کا مقابلہ کرے اور گناہ کی قوت ہوتے ہوئے پھر گناہ نہ کرے ورنہ اگر وہ اس وقت گناہ سے باز آتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے طاقتیں چھین لی ہیں تو اسے کیا ثواب ہوگا۔ مثلاً آنکھوں میں بینائی نہ رہے تو اس وقت کہے کہ اب میں غیر عورتوں کو نہیں دیکھتا تو یہ کیا بزرگی ہوئی۔ بزرگی تو اس میں تھی کہ پیشتر اس کے کہ خدا اپنی دی ہوئی امانتیں واپس لیتا وہ اس کے بے محل استعمال سے باز رہتا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی معیت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کی ہی معیت ہو تو تبدیلی ہوتی ہے اور پھر اس کی خواہشیں اور اور جگہ لگ جاتی ہیں اور خدا کی نافرمانی اسے ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے موت۔ بالکل ایک معصوم بچہ کی طرح ہو جاتا ہے۔

اس لئے جہاں تک ہو سکے کوشش کریں کہ دقیق در دقیق پر ہیزگار ہو جاوے۔ جب نماز میں کوئی خطرہ پیش آوے۔ اس وقت سلسلہ دعا کا شروع کر دے یہ مشکلات اس وقت تک ہیں کہ جب تک نمونہ قدرت الہی کا نہیں دیکھتا۔ کبھی دہریہ ہو جاتا ہے کبھی کچھ بار بار مٹو کریں کھاتا ہے جب تک خدا تعالیٰ کی معرفت نہ ہو گناہ نہیں چھوٹ سکتا۔ دیکھو جو لوگ جاہل ہیں۔ ڈاکہ مارتے ہیں۔ چوریاں کرتے ہیں۔ لیکن جن کو علم ہے کہ اس سے ذلت ہوگی۔ خاری ہوگی وہ ایسے کام کرتے شرماتے ہیں کیونکہ ان کی عظمت میں فرق آتا ہے۔ اس لئے ڈاکہ والوں کا یہ بھی علاج ہے کہ ان کی تعظیم کی جاوے اور ان کو بڑا آدمی بنا دیا جاوے۔ تاکہ پھر ان کو ڈاکہ مارتے شرم آوے۔

(البتدر جلد ۲ نمبر ۱۰۲ مورخہ ۲۳، ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء)

۶ جنوری ۱۹۰۳ء

بوقت سیر

اول طاعون کا ذکر ہوتا رہا اور پھر موت کی حالت کا ذکر آیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ بھی ایک وقت ہے جو انسان پر آتا ہے مگر یہاں آکر سب علوم ختم ہو جاتے ہیں اور کوئی کچھ نہیں بتلاتا۔

بعض احباب اپنے اپنے خواب سنانے رہے اور حضرت اقدس تعبیر فرماتے رہے چند ایک ان میں سے واقفیت عام کے لئے درج کی جاتی ہیں:-

تعبیر روایا

خواب میں ختنہ کرنا:-

تقویٰ کا طریق اختیار کرنا ہے۔ اس سے شہوات کا کاٹنا ہے۔

قیامت کی خبر سنانا:-

اس سے مراد ہے کہ دینداروں کی فتح ہوگی اور دشمنوں کو ذلت۔ کیونکہ قیامت کو بھی یہی ہونا ہے

قرآن شریف میں ہے کہ خَبْرِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَخَبْرِيٌّ فِي السَّعِيرِ۔ یہ اسی دن ہوگا۔
دُنیا کی رنگ و رنگ کی دہائیں بھی قیامت ہی ہیں۔

طاعون اور انجام

میرے الہام میں ہے:-

یاقی علیٰ جہنم زمانٌ کثیرٌ فیہا احدٌ۔ یہ طاعون کی نسبت ہے۔
اسے بھی جہنم ہی کہا گیا ہے حالانکہ جہنم تو قیامت کو ہونا ہے۔

اس الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کالروائی ہو لیگی تو پھر طاعون ایک دم چُپ ہو کر سو جائے گی۔ پھر اس کے بعد یہ بھی فرمایا ہے۔ یَخَافُ النَّاسُ دِلْعَمَانَ -
پھر بارشیں ہوں گی۔ کشادگی ہوگی۔ فصلیں خوب پکیں گی۔ موتوں سے لوگ بچیں گے۔
پھر اس وقت لوگوں کا دعائیں کرنا کہ یہ طاعون دور ہو۔ بے فائدہ ہے۔ اس کی مثال
ایسی ہے کہ جب ایک شخص پہرات رہے اٹھ کر دعا شروع کر دے کہ بہت جلد ابھی
دن نکل آوے تو خواہ وہ کچھ ہی کرے مگر دن تو اپنے وقت پر ہی چڑھے گا۔

نیکی کی جڑ اور تنعم میں حد اعتدال

سجی کے ذکر پر لکھا گیا کہ

نیکی کی جڑ یہ بھی ہے کہ دنیا کی لذت اور شہوات جو کہ جائز ہیں ان کو بھی حد
اعتدال سے زیادہ نہ لے جیسا کہ کھانا پینا اللہ تعالیٰ نے حرام تو نہیں کیا مگر اب اسی
کھانے پینے کو ایک شخص نے مات، دن کا شغل بنا لیا ہے۔ اس کا نام دین پر بڑھاتا ہے

دور نہ یہ لذات دنیا کی اس واسطے ہیں کہ اس کے ذریعہ نفس کا گھوٹا جو کہ دنیا کی راہ میں ہے کمزور نہ ہو۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ مکہ والے جب لمبا سفر کرتے ہیں تو سات یا آٹھ کوس کے بعد وہ گھوڑے کی کمزوری کو محسوس کر کے اسے دم دلا دیتے ہیں اور نہاری وغیرہ کھلاتے ہیں۔ تاکہ اس کی پچھلی تھکان دُود ہو جاوے تو انبیاء نے جو حظ دنیا کا لیا ہے وہ اسی طرح ہے کیونکہ ایک بڑا کام دنیا کی اصلاح کا اُن کے سپرد تھا اگر خدا کا فضل ان کی دستگیری نہ کرتا تو ہلاک ہو جاتے۔ اسی واسطے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت حضرت عائشہ کے زانو پر ہاتھ مار کر فرماتے کہ اے عائشہ راحت پہنچا۔ مگر انبیاء کا یہ دستور نہ تھا کہ اس میں ہی منہمک ہو جاتے۔ انہماک بیشک ایک زہر ہے ایک بد قماش آدمی جو کچھ چاہتا ہے کتا ہے اور جو چاہتا ہے کھاتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک صالح بھی کرے تو خدا کی راہیں اس پر نہیں کھلتیں۔ جو خدا کے لئے قدم اٹھاتا ہے۔ خدا کو ضرور اُس کا پاس ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَعْبُدُونَا هُوَ اَحْسَبُ لِلشَّعْطِیِّ نَعْمَ اور کھانے پینے میں بھی اعتدال کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ صرف یہی گناہ نہیں ہے کہ انسان زمانہ کرے۔ چوری نہ کرے بلکہ جائز امور میں حد امتدال سے نہ بڑھے۔

اسوہ حسنہ

ایک دفعہ حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ اندر ایک حوض میں تھے۔ حضرت عمرؓ نے اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ حضرت عمرؓ نے آکر دیکھا کہ صفت کھجور کے پتوں کی آپ نے بچھائی ہوئی ہے اور اس پر بیٹھنے کی وجہ سے بیٹھ پر پتوں کے دان لگے ہوئے ہیں۔ گھر کی جائیداد کی طرف حضرت عمرؓ نے نظر کی تو دیکھا کہ ایک گوشہ میں تلوار لٹکی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر اُن کے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے عمرؓ تو کیوں رویا عرض کی کہ خیال آتا ہے

کہ قیصر و کسری ہو گا فرمیں۔ ان کے لئے کس قدر نعم اور آپ کے لئے کچھ بھی نہیں۔ فرمایا میرے لئے دنیا کا اسی قدر حصہ کافی ہے کہ جس سے میں حرکت کر سکوں۔ میری مثال یہ ہے کہ جیسے ایک مسافر سخت گرمی کے دنوں میں اُونٹ پر جا رہا ہو اور جب سُورج کی تپش سے بہت تنگ آوے تو ایک درخت کو دیکھ کر اس کے نیچے ذرا آرام کر ليوے اور جونہی کہ ذرا پسینہ خشک ہو پھر اُٹھ کر چل پڑے۔ تو یہ اسوہِ حسنہ ہے جو کہ اسلام کو دیا گیا ہے۔ دنیا کو اختیار کرنا بھی گناہ ہے اور مومن کی زندگی اضطراب کے ساتھ گذرتی ہے۔

پھر ہماری دو انگلیں ہیں اور کیا کچھ دیکھ رہی ہیں اور کوئی فولاد وغیرہ کی بنی ہوئی نہیں ہیں۔ ذرا بینائی جاتی رہے تو پھر رستی کا اندازہ ہو جاتا ہے اور جب اندھا ہو تو پھر موت ہی ہے۔ تو دنیا کی زندگی کا بھی یہی حساب ہے۔

مومن اور دنیوی زندگی

مومن کو اس زندگی پر ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہیے۔ اتنی بلائیں اس زندگی میں ہیں کہ شمار نہیں۔ ایک بیماری ہوتی ہے کہ انسان کے پاخانہ کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور منہ کے راستہ پاخانہ آتا ہے اور اس کا نام ایلاؤس ہے اور پھر اسی طرح گردہ اور مثانہ کی بیماریاں ہیں کہ رنگا رنگ کے سُرخ، سبز اور سیاہ پتھر بن جاتے ہیں اور ان کا کوئی خاص سبب بھی کیا بیان ہو سکتا ہے بلکہ امرا لوگ جو کہ عمدہ غذا اور نفیس پانی استعمال کرتے ہیں انہیں کو ایسی اور مرض ہوتی ہیں۔ اگر دو شخص ایک ہی جگہ رہتے ہوں۔ ایک ہی قسم کی ان کی خورد و نوش ہو۔ پھر ایک ان میں سے ایسے عوارض میں مبتلا ہو جاتا ہے دوسرا نہیں ہوتا۔ اس لئے طب کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ظنی علم ہے۔ حیل مادہ میں یہ لوگ اسباب کی تحقیق کرتے ہیں مگر اس کا بھی سبب بتلاویں کہ جب الہام ہونے لگتا ہے یا کشف تو اس وقت نیند سی آنے لگتی ہے۔ اس کے کیا اسباب ہیں۔ ان لوگوں کا دستور ہے کہ جب ان کو ایک بات کا سبب معلوم نہ ہو تو اس سے انکار کر بیٹھتے ہیں اور اسی لئے وحی اور الہام کے منکر ہیں۔

یہ علوم بے انتہا ہیں جب تک بے اعتدالیوں کا حصہ دُور نہ کریں۔ اس سے واقف نہیں ہو سکتے۔ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَ تَمَحَّى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ۔ ۴۔ ۴۔
جو خواہش جائز اپنے مقام اعتدال سے بڑھ جائے۔ اس کا نام ہدیٰ ہے۔

حضرت مسیح موعود کا ایک خواب

کوئی تیس سال کا عرصہ گذرا۔ میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ مثالہ کے مکانات میں ایک حویلی ہے۔ اس میں ایک سیاہ کبیل پر میں بیٹھا ہوں اور لباس بھی کبیل ہی کی طرح پہنا ہوا ہے۔ گویا کہ دنیا سے الگ ہوا ہوں۔ اتنے میں ایک لمبے قد کا شخص آیا اور مجھ سے پوچھتا ہے کہ مرزا غلام احمد مرزا غلام مرتضیٰ کا بیٹا کہاں ہے۔ میں نے کہا کہ میں ہوں کہنے لگا کہ میں نے آپ کی تعریف سُنی ہے کہ آپ کو اسرارِ دینی اور حقائق اور معارف میں بہت دخل ہے یہ تعریف سُن کر جلتے آیا ہوں۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کیا جواب دیا۔ اس پر اُس نے آسمان کی طرف مُنہ کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور بہہ کر رُخسار پر پڑتے تھے۔ ایک آنکھ اُپر تھی اور ایک نیچے اور اس کے مُنہ سے حسرت بھرے یہ الفاظ نکل رہے تھے۔ "تہیدستانِ عشرت را" اس کا مطلب میں نے یہ سمجھا کہ یہ مرتبہ انسان کو نہیں ملتا جب تک کہ وہ اپنے اُپر ایک ذبح اور موت وارد نہ کرے۔

اس مقام پر عرب صاحب نے حضرت کا ایک یہ شعر پڑھا۔ جس میں یہ کلمہ منسلک

تھا۔ کہ 'میخواہد نگار من تہیدستانِ عشرت را'

حضرت نے فرمایا کہ

میں نے پھر اس کلمہ کو اس مصرعہ میں جوڑ دیا کہ یاد رہے۔

(البدد جلد ۲ نمبر ۳ مورخہ ۶ فروری ۱۹۰۷ء)

۱۔ حاشیہ :- اُمینہ کولات اسلام میں اس پر نظم لکھی ہے۔

(ابیطیر البدر)

در بار شام*

عربی تصانیف کی اہمیت

عربی تصانیف کے متعلق اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ یہ سلسلہ نہ ہوتا تو یہ سب مولوی ہماری جماعت کو نظر استخفاف سے دیکھتے اور کہتے کہ یہ لوگ جاہل ہیں۔ مگر اب خود ہی بولنے کے لائق نہیں رہے۔

اسی سلسلہ کلام ہیں ابو سعید عرب صاحب نے عرض کیا کہ اگرچہ میں نے حضور کی تصنیف کا مطالعہ نہیں کیا۔ مگر میرا ایمان ہے کہ حضور بالکل سچے ہیں اور مسیح اور ہدی کا دعویٰ حق ہے۔ مگر دوسرے لوگوں سے کلام کرنے کے لئے میں چاہتا ہوں کہ حضور کی زبان مبارک سے مسیح موعود ہونے کا ثبوت سنوں۔

حضرت اقدس نے اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا۔ ہم اس کو اختصار کے طور پر لکھیں گے کیونکہ اس مضمون کے متعلق بسط کے ساتھ کلمات طیبات میں بھی ایک مضمون چھپ رہا ہے۔ بہر حال آپ نے فرمایا:-

مسیح موعود ہونے کا ثبوت

قرآن پر تدبر سے نظر کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ دو سلسلوں کا مساوی ذکر ہے اول وہ سلسلہ جو موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہو کر مسیح علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتا ہے یہ اُس شخص پر ختم ہونا چاہیے جو مثیل مسیح ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا مِّمَّا هَدَا عَلَيْنَا لِيُخْبِرَكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى ذِي عَقْوٰن رَسُوْلًا مِّمَّنْ (سورہ مزمل)۔ اور پھر سورہ نور میں دوسرہ اختلاف فرمایا کہ جس طرح پر موسیٰ سلسلہ ہو گا ذرا ہے۔ اسی طرح پر محمدی سلسلہ بھی ہو گا تاکہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ چونکہ اس دن کی شام کی ڈائری اہلہ کی نسبت اہلک میں زیادہ مفصل اور مربوط ہے۔

اس لئے شام کی ڈائری اہلک سے یہاں درج کی گئی ہے۔ مرتب

دونو سلسلوں میں بموجب آیات قرآنی باہم مطابقت اور موافقت تامہ ہو چنانچہ چونکہ موسوی سلسلہ انزوی علیہ السلام پر ختم ہوا۔ ضروری تھا کہ محمدی سلسلہ کا خاتم بھی عیسیٰ موعود ہوتا ان دونو سلسلوں کا باہم تقابل مرایا متقابلہ کی طرح ہے یعنی جب دو شیشے ایک دوسرے کے بالمقابل رکھے جاتے ہیں تو ایک شیشہ کا دوسرے میں انعکاس ہوتا ہے۔

موسوی مسیح اور محمدی مسیح

اور اس تقابل سلسلہ سے یہ بھی بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ آخری سلسلہ کا آخری موعود کس شان کا ہو گا کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ آخر آنے والا عظیم الشان ہوتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھہرے۔ اگر یہ قاعدہ اور سنت نہ ہوتی، تو پھر معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عزت اور عظمت باقی انبیاء سابقین پر نہ ہوتی لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت دنیا میں عظیم الشان اصلاح چاہتی تھی اس لئے مناسب یہی تھا کہ ان سب سے بڑھ کر آپ کی عظمت دکھا دے تاکہ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہو۔ دنیاوی حکام بھی جب ایسی مصلحت رکھ لیتے ہیں تو کیا دجہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس مصلحت کو مد نظر نہ رکھتا۔ کبھی حکام دنیا پسند نہیں کرتے کہ آخر میں کسی نالائق کو بیچ دیں اور کہہ دیں کہ گویہ نالائق ہے مگر اس کی بات مان لو۔ اب ایک شخص جو کل دنیا کی اصلاح کے لئے آنے والا تھا کب ہو سکتا تھا کہ وہ ایک معمولی انسان ہوتا۔ جس قدر انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آئے وہ سب ایک خاص خاص قوم کے لئے آئے تھے۔ اس لئے کہ ان کی شریعت مختص القوم اور مختص الزمان تھی۔ مگر ہمارے نبی وہ عظیم الشان نبی ہیں جن کے لئے حکم ہوا کہ مَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ اور قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ اس لئے جس قدر عظمتیں آپ کی بیان ہوئی ہیں۔ مصلحت الہی کا بھی یہی تقاضا تھا۔ کیونکہ جس پر ختم نبوت ہونا تھا۔ اگر وہ اپنے کام آتا میں کمی رکھتا تو پھر وہی کمی آئندہ امت میں رہتی۔ کیونکہ جس قدر کمالات اللہ تعالیٰ کسی

نبی میں پیدا کرتا ہے اسی قدر اس کی امت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور جس قدر کہ تعلیم وہ لاتا ہے اتنا ہی ضعت اس کی امت میں نمودار ہو جاتا ہے چنانچہ یہی وجہ تھی۔ کہ جس عظمت اور شان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ اسی عظمت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ تقابل میں بھی وہی عظمت دکھاتا۔ اور ہم ظاہر طور پر دیکھتے ہیں کہ دونوں تعلیموں میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے جیسے کہ قرآن شریف حقائق اور معارف سے بھرا ہوا ہے تو ریت اور انجیل بالکل ان سے خالی ہے۔ ان کی کل تعلیم قصص کے رنگ میں ہے اور قرآن شریف علوم کا خزانہ ہے۔ ان دونوں سلسلوں کا اقتضار اس وجہ سے بھی تھا کہ چونکہ اسحاق اور اسمعیل دونوں بھائی تھے اور دونوں میں برکات کی تقسیم مساوی تھیں۔ تصنیف تقسیم تب ہی ہوتا کہ دونوں سلسلوں میں باہم تطابق اور عین موافقت ہوتی۔ اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان نبی مبعوث فرمایا۔ جس کی امت کو کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کہا کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو۔ کیونکہ وہ لوگ جن کو شریعت قصہ کے رنگ میں ملی تھی وہ دماغی علوم کی کتاب و شریعت کے ماننے والوں کے کب برابر ہو سکتے ہیں۔ پہلے صرف قصص پر راضی ہو گئے۔ اور ان کے دماغ اس قابل نہ تھے کہ حقائق و معارف کو سمجھ سکتے۔ مگر اس امت کے دماغ اعلیٰ درجہ کے تھے اسی لئے شریعت اور کتاب علوم کا خزانہ ہے جو علوم قرآن مجید لے کر آیا ہے وہ دنیا کی کسی کتاب میں پائے نہیں جاتے۔ اور جیسے شریعت کے نزول کے وقت وہ اعلیٰ درجہ کے حقائق و معارف سے لبریز تھی ویسے ہی ضروری تھا کہ ترقی علوم و فنون اسی زمانہ میں ہوتا۔ بلکہ کمال انسانیت بھی اسی میں پورا ہوا۔

قرآن شریف حقیقی علوم کا جامع ہے

اس مقام پر عرب صاحب نے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر بھی یونان

دنیویں علوم کا چرچا تھا۔ فرمایا۔

علوم سے مراد دنیوی علوم نہیں ہے۔ اور نہ ہیں۔ ان ارضی علوم سے کچھ تعلق نہیں علوم

حقیقی وہی ہوتے ہیں جو انبیاء لیکر آتے ہیں۔ اور ارضی اور سفلی علوم جو دنیا کے لوگ سمجھتے ہیں۔ جیسے تاریخ، زبان، یا نکلوں کی ایجاد وغیرہ یہ کھیلوں میں اور ارضی چیزوں میں جو جو نبی انسان فرماتا ہے اس کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہیں مگر وہ علوم جو انبیاء لے کر آتے ہیں وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ان کو کبھی فنا نہیں۔ ان علوم سے مراد خدا کے علوم ہیں اور اسی سلسلہ میں اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے فرمایا ایسی وجہ ہے کہ قرآن شریف جو علوم لے کر آیا ہے وہ دنیا کی کسی اور کتاب میں پائے نہیں جاتے ہیں۔ تورات میں کسی علوم کا ذکر نہیں اور انجیل میں نشان تک بھی نہیں پایا جاتا۔ قرآن کریم کی عظمت کے بڑے بڑے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں عظیم الشان علوم ہیں جو تورات و انجیل میں تلاش کرنے ہی عبث ہیں اور ایک چھوٹے اور بڑے درجہ کا آدمی اپنے اپنے فہم کے موافق ان سے حصہ لے سکتا ہے۔ تورات کو دیکھو کہ ہستی باری تعالیٰ اور قیامت کے متعلق ایک بھی فقرہ اس میں نہیں ہے۔ اور قرآن شریف کو دیکھو کہ ہستی باری تعالیٰ اور قیامت کے کیسے دلائل بھرے ہوئے ہیں۔ اور پھر عقلی اور نقلی دونوں طرح کے ثبوت ہیں۔ قرآن اولیٰ میں صرف نقل ہی نقل تھی۔ پھر یہود نصاریٰ آریہ۔ برہمنو۔ نیچری غرض سب فرقوں کا رد اس میں موجود ہے۔ غرض قرآن مجید ایک اکمل اور اتم کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب دیکھا کہ خلقت میں علوم حاصل کرنے کے دماغ موجود ہو گئے ہیں تو اس نے قرآن جیسی کتاب بھیج دی۔

غرض یہ سلسلہ موسوی سلسلہ سے کسی طرح کم نہ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک تو مماثلت اور مطابقت میں فرمایا کہ ہدی کا حصہ بھی تم کو ویسے ہی ملے گا جیسے یہود کو ملا اور اس سلسلہ کی نسبت بارہا ذکر ہوا کہ آخر تک اس کی عظمت قائم رکھے گا۔ سورہ فاتحہ میں بھی اس کا ذکر ہے جبکہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فرمایا۔ مغضوب سے مراد یہودی ہیں۔ اب قابلِ غور یہ امر ہے کہ یہودی کیسے مغضوب ہوئے۔ انہوں نے پیغمبروں کو نہ مانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا تو ضرور تھا کہ اس امت میں بھی کوئی زمانہ ایسا ہوتا اور ایک مسیح آتا

جس سے یہ لوگ انکار کرتے اور وہ مخالفت پوری ہوتی ورنہ کوئی ہم کو بتائے کہ اگر اسلام کوئی ایسا زمانہ آنے والا ہی نہ تھا اور نہ کوئی مسیح آنا تھا پھر اس دعارفا تہم کی تعلیم کا کیا فائدہ تھا۔ قرآن شریف کی مختلف آیات کے جمع کرنے سے اور پھر ان پر کجائی نظر کرنے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آنے والا مسیح ضرور اس امت میں سے ہوگا اور حدیث بھی اس کی شرح کرتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ اس امت میں سے ہوگا۔

غرض اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان سلسلوں میں بالکل مطابقت ہے۔ اور محمدی سلسلہ میں آنے والا خاتم الملقار مسیح کے رنگ پر ہوگا۔ حدیثوں میں بھی یہی آیا ہے کہ امام مکہ منکم یعنی وہ امام تم ہی میں سے ہوگا۔

مسیح موعود کس قوم سے ہوگا؟

سوال ہوا کہ مسیح کس قوم سے ہوگا؟

فسرہ یا بربہدی کی بابت تو مختلف روایات ہیں۔ مگر مسیح کی بابت نہیں لکھا کہ وہ کس قوم سے ہوگا اور یہ لطف کی بات ہے کہ چونکہ کسی قوم کا ذکر نہیں ہے اور مسلمانوں کا خیال تھا کہ وہ اُدپر سے آنے والا ہے۔ اس لئے اس دعویٰ میں آج تک کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ افتراء سے کام لیتا۔ ہمدی کاذب ہونے کے دعوے جو بہت لوگوں نے کئے اس کی وجہ یہی تھی کہ اس کی قوم کا ذکر تھا۔ جہاں جس کو گنجائش ملی۔ اس نے پاؤں جما کر دعویٰ کر دیا۔

مسیح ناصر صری شارح تورات اور مسیح موعود شارح قرآن ہے

پوچھا گیا کہ عیسائی لوگ تورات کو نہیں ملتے۔ انجیل کو ہی ملتے ہیں۔ فسرہ یا ب۔

انجیل میں ہرگز کوئی شریعت نہیں ہے بلکہ تورات کی شرح ہے اور عیسائی لوگ تورات کو الگ نہیں کرتے جیسے مسیح تورات کی شرح بیان کرتے تھے۔ اسی طرح ہم بھی قرآن شریف کی شرح بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ مسیح۔ موعود علیہ السلام سے جو وہ موعود

بوس بعد آئے تھے۔ اسی طرح ہم بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں آئے ہیں۔

ایک شخص نے سوال کیا۔ بعض مخالف کہتے ہیں کہ ہم بھی تو اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کہتے ہیں ہم کو یہودی اور منضوب کیوں کہا جاتا ہے؟ فرمایا کہ یہودی بھی تو ہدایت اب تک طلب کر رہے ہیں اور اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ مانگ رہے ہیں اور توریت پڑھتے ہیں پھر گمراہ کیوں ہیں۔

خلیفہ کے معنے

رب صاحب نے خلیفہ کے معنے دریافت کئے۔ فرمایا:۔
خلیفہ کے معنے جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جو اُن کی جگہ آتے ہیں۔ انہیں خلیفہ کہتے ہیں۔

انبیاء کی تعلیم میں مطابقت

مثلاً گذشتہ انبیاء میں جو خلیفہ ہوئے وہ وہ تھے جو مقاصد توریت کے کھول کر بیان کیا کرتے تھے ورنہ تعلیم سب کی ایک ہی تھی۔ یہود کو جو توریت میں یہ تعلیم دی تھی کہ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔ مگر توریت کا اس عدل سے وہ مطلب نہ تھا جو یہودی لوگ اپنی جھوٹی روایتوں اور حدیثوں کی بنا پر اصل اخلاق کو دور کر کے ظاہری شریعت کے پیچھے لگ گئے کہ اگر ظاہر شریعت پر عمل نہ کریں گے تو گنہگار ٹھہریں گے اور عفو گویا بالکل نہ کرنا چاہیے۔ حالانکہ اس سے خدا تعالیٰ پر حرف آتا ہے۔ کہ وہ کیوں عفو کی عادت ترک کر بیٹھا۔ اِس یہ سچ ہے کہ نبی اسرائیل چار سو سال کی غلامی کی وجہ سے فرعونوں کے ساتھ تعلقات رکھتے تھے جو ظالمانہ طبیعت رکھتے تھے۔ اس لئے بہت سے مفاسدان میں پیدا ہو گئے تھے اور چال چلن خراب ہو گیا تھا۔ اس ظالمانہ

عادات کی بیچکنی کے لئے عدل کے رنگ میں یہ تعلیم ان کو دی گئی تھی مگر انہوں نے اس کو الٹا سمجھا ورنہ ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اخلاق کا وہ حصہ جو عفو کہلاتا ہے بالکل زائل کر دیا گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ بڑے سخت دل ہو گئے چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہودیوں کی سخت دلی بہت بڑھی ہوئی ہے اور وہ کئی قسم کے فسق و فجور میں مبتلا تھے اس لئے انہوں نے آکر عفو کی تعلیم دی اور اخلاق کی تجدید کی۔ یہ کہنا کہ انجیل ہی میں اخلاق بھرے ہوئے ہیں سخت غلطی ہے۔ کیا پہلے نبیوں کی کتابیں جو ستر سے زیادہ ہیں۔ وہ سب اخلاقی تعلیم سے خالی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ مسیح نے کوئی نئی تعلیم نہیں دی۔ اور نہ نئی شریعت پیش کی۔ یہودی اب تک کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ لیا۔ ہمارے ہی صحیفوں سے لیا ہے چنانچہ ایک یہودی نے ایک کتاب لکھی ہے اور اس نے بتایا ہے کہ کون کون سے فقرے عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی کسی کتاب سے لئے ہیں۔

غرض سچی تعلیم کی یہ نشانی ہے کہ وہ انبیاء کی تعلیم سے مشابہ ہو۔ ان کا اصول ایک ہی ہوتا ہے اور اختلاف تب ہوتا ہے کہ اصول میں ہو۔ ورنہ فروع میں اگر کوئی اختلاف ہو تو وہ اختلاف نہیں کہلاتا اور اگر فروع میں اختلاف ہو بھی تو اس کی مثال ایسی ہے کہ گرمیوں میں اور کپڑا ہوتا ہے سردیوں میں اور۔ فروعیات میں تبدیلیاں ضرور ہوا کرتی ہیں۔ ایسا ہی مثلاً ایک زمانہ تھا کہ شراب جیسی خبیث چیز کو لوگ بے دھڑک پیتے تھے اور پھر وہ زمانہ آپ کا آ گیا کہ اس کی بیچکنی کی جاوے۔ حضرت دانیال کو کہا گیا کہ آپ شراب پیئیں تاکہ آپ کا چہرہ سرخ ہو جاوے اور بادشاہ وقت کا حکم ہے کہ جس کا چہرہ سرخ نہ ہوگا۔ وہ مارا جاوے گا اس پر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ شراب پیو مگر میں ساگ پات کھاتا ہوں اور دیکھنا کہ کس کا چہرہ زیادہ سرخ ہوتا ہے چنانچہ جب آپ آئے تو سب سے زیادہ آپ کا چہرہ سرخ تھا۔ پوچھا گیا کہ مسیح نے اپنے شاگردوں کو شریعت کے ماننے کا کیوں حکم نہ دیا؟ فرمایا کہ وہ خود شریعت کو ملتے تھے اور شاگردوں کو ماننے کے لئے فرمایا۔ اگر ان کے وقت

میں شریعت منسوخ ہو گئی ہوتی تو یہ کیوں فرماتے کہ فریسی اور فقیہ جو موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں وہ جو کہیں سو کرو اور جو وہ کریں وہ نہ کرو۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ شریعت تورات کی بحال تھی اور انجیل میں بذات خود کوئی شریعت نہیں تھی۔

مسیح موعود ہونے کا ذکر قرآن میں

عرب صاحب نے سوال کیا کہ مسیح موعود کے متعلق قرآن میں کہاں کہاں ذکر ہے فرمایا

سورہ فاتحہ۔ سورہ نور۔ سورہ تحریم وغیرہ میں۔ سورہ فاتحہ میں تو اهدنا الصراط المستقیم سورہ نور میں رَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ذَٰلِكَ الْآيَةُ اور سورہ تحریم میں جہاں مومنوں کی مثالیں بیان کی ہیں۔ اُن میں فرمایا۔ وَمَذِيْمًا اٰتَيْنَا عِمْرَانَ الْكِتٰبَ اِخْتَصَمَتْ فَرَجَهَا لَيْسَ

مومنوں کی دو مثالیں

فرمایا۔ اَلذَّالِمٰتِ لِيْ نَعْمَ مَوْمِنُوْنَ كُوْا اِسْمٌ مِّنْ دُوْا قِسْمٍ مِّنْ مَّوْمِنُوْنَ سَبَّحْتَ اِسْمَ رَبِّكَ فِيْ سُبْحٰنٍ مَّجِيْدٍ اور فرعون کی بیوی سے اور ایک مریم سے پہلی مثال میں یہ بتایا ہے کہ ایک مومن اس قسم کے ہوتے ہیں جو ابھی اپنے جذبات نفس کے پنجے میں گرفتار ہوتے ہیں اور اُن کی بڑی آرزو اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ خدا ان کو اس سے نجات دے۔ یہ مومن فرعون کی بیوی کی طرح ہوتے ہیں کہ وہ بھی فرعون سے نجات چاہتی تھی مگر مجبور تھی۔ لیکن جو مومن اپنے تئیں تقویٰ اور طہارت کے بڑے درجہ تک پہنچاتے ہیں اور احسان فرج کرتے ہیں تو پھر خدا تعالیٰ اُن میں عیسیٰ کی رُوح نفع کر دیتا ہے۔ عیسیٰ کے یہ دو مرتبے ہیں جو مومن حاصل کر سکتا ہے مگر دوسرا بہت بڑھ کر ہے کہ اس میں نفع رُوح ہو کر وہ عیسیٰ بن جاتا ہے یہ بہت صاف اشارہ کرتی ہے۔ کہ اس امت میں کوئی شخص مریم صفت ہوگا کہ اس میں نفع ہو کر عیسیٰ بنا دیا جائے گا۔ اب کوئی عورت تو ایسی ہے نہیں اور نہ کسی عورت کے متعلق پیشگوئی ہے۔ اس لئے صاف ظاہر ہے کہ اس سے بھی مراد ہے کہ اس امت میں ایک ایسا انسان ہوگا جو پہلے اپنے تقویٰ و طہارت اور احسان اور عقبت کے لحاظ سے

صفت مرئیت سے موصوف ہوگا اور پھر اس میں نفع ہو کہ صفات عیسوی پیدا ہوں گی۔
اب اس کی کیفیت اور لطافت برائین احمدیہ سے معلوم ہوگی کہ پہلے میرا نام مریم رکھا۔ پھر
اس میں رُوح صدق نفع کر کے مجھے عیسیٰ بنایا۔ مومنوں کی جو یہ دو مثالیں بیان کی ہیں۔ وہ
اس آیت سے بھی معلوم ہوتی ہیں۔

پھر اس کے متعلق آپ نے جو فرمایا۔ بارہ الحکم میں درج ہوا ہے۔ آخر اس لطیفہ پر اس
کو ختم کر دیا کہ

مریم صفات والے کے لئے ضرور ہے کہ وہ عیسویت کے رنگ میں تبدیل ہو جاوے۔
اگر اس آیت میں صرف مریم کا لفظ ہوتا تو بہت سے افراد ہو سکتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے احصا
فرج اور نفع رُوح کی قید لگا کر بتا دیا ہے کہ ایک ہی شخص ہوگا۔ یہ ایک استعارہ تھا۔ جو کسی
کی سمجھ میں نہ آیا۔ اس کے لئے یہی وقت مقدر تھا۔ پھر عجیب تر بات یہ ہے۔ کہ مریم، نفع
رُوح اور میرا نام عیسیٰ رکھنے کے الہاموں میں صرف ۹ یا ۱۰ ماہ کا فاصلہ ہے جو کہ مدت
محل ہے۔ ان تمام ترقیات کا سلسلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ کسی کو کیا خبر ہے۔ کہ کس طرح
ایک بیج زمین کے اندر کیا کیا بن کر آخر کار ایک پتہ بن جاتا ہے۔

(الحکم جلد ۷، نمبر ۲، صفحہ ۸ تا ۱۰، مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۲ء)

۱۰۔ الحکم میں اس آیت کا ذکر کیا ہے۔ مگر البدر میں اس کی تفصیل دی ہے جو درج ذیل ہے۔

اُمّت کی دو ہی قسم ہیں۔ ایک فرعون کی بیوی اور دوسرے مریم بنت عمران اور اسی
کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ
وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْآخِرَاتِ۔ ظالم سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ نفس انارہ کے تابع ہیں
کہ جس راہ پر نفس نے ڈالا۔ اسی راہ پر چل پڑے اور وہ صُمٌّ بُكْمٌ کی طرح ہوتے ہیں۔
اور ان کی مثال بہائم کی ہے۔ اس لئے کسی مد میں نہیں آسکتے اور یہ کثرت سے ہوتے
ہیں۔ پھر اس کے بعد نفس لوازمہ والے جو کہ فرعون کی بیوی (کی طرح) ہیں۔ باقی شاخے فرعون

۱۹۰۳ء

ظاہر و باطن میں اسلام کا نمونہ اختیار کرنا چاہیے

حضرت اقدس صاحب دستور سیر کے لئے تشریف لائے عرب صاحب نے انگریزی وضع قطع پر کچھ ذکر چھوڑا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

انسان کو جیسے باطن میں اسلام دکھانا چاہیے۔ ویسے ہی ظاہر میں بھی دکھلانا چاہیے۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہیے جنہوں نے آج کل علیگڑھ میں تعلیم پا کر کوٹ پتلون وغیرہ سب کچھ ہی انگریزی لباس اختیار کر لیا ہے حتیٰ کہ وہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی عورتیں بھی انگریزی عورتوں کی طرح ہوں اور ویسے ہی لباس وغیرہ پہنیں۔ جو شخص ایک قوم کے لباس کو پسند کرتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ اس قوم کو اور پھر ان کے دوسرے اوصاف و اطوار سخی کہ مذہب کو بھی پسند کرنے لگتا ہے۔ اسلام نے سادگی کو پسند کیا ہے اور تکلفات سے نفرت کی ہے۔

چھری کانٹے سے کھانے پر نذر مایا کہ

شریعت اسلام نے چھری سے کاٹ کر کھانے سے تو منع نہیں کیا۔ ہاں تکلف سے ایک بات یا فعل پر زور ڈالنے سے منع کیا ہے۔ اس خیال سے کہ اُس قوم سے مشابہت نہ ہو جو جادے ورنیوں تو ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری سے گوشت کاٹ کر کھایا۔ اور یہ فعل اس لئے کیا کہ تا امت کو تکلیف نہ ہو۔ جائز ضرورتوں پر اس طرح کھانا جائز ہے۔ مگر بالکل اس کا پابند ہونا اور تکلف کرنا اور کھانے کے دوسرے طریقوں کو اختیار

یعنی ان کو نفس ہمیشہ طاقت کرتا رہتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ امارہ سے ان کو آزادی ملے یہ کم ہوتے ہیں اور پھر ان میں سے کم نفس مطمئنہ والے یعنی مریم بنت عمران جس زمانے کا وعدہ خدانے کیا ہوا تھا ضرور تھا کہ اس میں ایک نفس مریم کی طرح ہوتا اور اس زمانے میں خدانے تہذیب و تمدن کو استعمال کی ہے تاکہ اشارہ اس طرف ہو کہ ایک ہو گا جو سقا ہو سکتی تھا کہ عیسائی ہو گا۔

(الہدایہ ص ۲۰۲ نمبر ۱۲۰۲ فروری ۱۹۰۳ء)

ہماننا منع ہے کیونکہ پھر آہستہ آہستہ انسان کی نوبت تبتیح کی یہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ وہ ان کی طرح طہارت کرنا بھی چھوڑ دیتا ہے۔ مَن تَشَابَهَ بِقَدْوِمٍ فَهُوَ مِثْلُهُنَّ سے مراد یہی ہے کہ التزائم ان باتوں کو نہ کرے ورنہ بعض وقت ایک جائز ضرورت کے لحاظ سے کر لینا منع نہیں ہے جیسے کہ بعض دفعہ کام کی کثرت ہوتی ہے اور ٹیٹھے لگتے ہوتے ہیں تو کھدیا کرتے ہیں کہ کھانا میز پر لگا دو اور اس پر کھالیا کرتے ہیں اور صفت پر بھی کھالیتے ہیں۔ چارہائی پر بھی کھالیتے ہیں۔ تو ایسی باتوں میں صرف گزارہ کو مد نظر رکھنا چاہیئے۔

تشبہ کے معنی اس حدیث میں یہی ہیں کہ اس لکیر کو لازم پکڑ لینا۔ ورنہ ہمارے دین کی سادگی تو ایسی شے ہے کہ جس پر دیگر اقوام نے رشک کھایا ہے اور خواہش کی ہے۔ کہ کاش ان کے مذہب میں ہوتی اور انگریزوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اکثر اصول ان لوگوں نے عرب سے لے کر استعمال کئے ہیں مگر اب رسم پرستی کی خاطر وہ مجبور ہیں۔ ترک نہیں کر سکتے۔

داڑھی رکھنا اور اُسترے کا استعمال

پھر عرب صاحب نے داڑھی کی نسبت دریافت کیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ انسان کے دل کا خیال ہے بعض انگریز تو داڑھی اور مونچھ سب کچھ منڈوا دیتے ہیں وہ اسے خوبصورتی خیال کرتے ہیں اور ہمیں اس سے ایسی کراہت آتی ہے کہ سامنے ہو تو کھانا کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ داڑھی کا جو طریق انبیاء اور راستہ بازوں نے اختیار کیا ہے وہ بہت پسندیدہ ہے۔ البتہ اگر بہت لمبی ہو جاوے تو کٹوا دینی چاہیئے۔ ایک مُشت رہے۔ خد نے یہ ایک امتیاز مرد اور عورت کے درمیان رکھ دیا ہے۔

ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب نے عرض کی کہ حضور آج کل ایک کتاب پبلنگ گائڈ چھپی ہے وہ کئی ڈاکٹروں کے پاس روانہ کی گئی اس میں ایک ہدایت ہے کہ ان طاہون کے ایام میں داڑھی ہرگز نہ منڈوانی چاہیئے کیونکہ اگر ذرا بھی زخم ہو۔ تو طاعونی مادہ

اس پر بہت جلد اثر کرتا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اُمتروں سے بھی بعض وقت زہر اور آتشک کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسلئے ہمیشہ اُمترے کے استعمال کرنے میں بہت احتیاط لازم ہے اور اُمترے کا استعمال مُنہ پر تو بہت خطرناک ہے۔ اُن غیر مناسب بال جیسا کہ بعض رضا پر ہوتے ہیں یا داڑھی کے زوائد وغیرہ کاٹ دینے چاہئیں نہ کہ منڈوانے۔

پیشگوئی کی تفہیم میں احتیاط

پھر حضرت اقدس نے عرب صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

رات کو جو آپ نے سوال کیا تھا وہ بیشک بہت ضروری تھا۔ کیونکہ ایسے ملکوں میں جہاں لوگ بہت ناواقف ہیں سمجھانے کے لئے ضرور علم چاہئے۔

پھر اس مضمون کا مختصر خلاصہ حضور نے اعادہ فرمایا کہ جو گذشتہ شب میں ہم درج کر چکے

ہیں اور اس پر یہ ایزادی فرمائی کہ

پیشگوئی کے بارے میں یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ وہ ایسی کھلی کھلی کھلی ہوں کہ نام لے لے کر بتلایا جاوے ورنہ پھر یہی سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو سکتا ہے اور ویسے ہی ثبوت کی ضرورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعاوی پر آپڑتی ہے۔ کیونکہ خدا نے توریت میں یہ تو ذکر کیا کہ آخری زمانہ میں ایک نبی ہوگا اور پھر یہ کہ تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔ مگر یہ تشریح نہ کی کہ یہ اسمعیل کی نسل سے ہوگا حالانکہ یہود کا یہی خیال رہا کہ نبی اسرائیل سے ہوگا۔ ورنہ کیا خدا تعالیٰ قادر نہ تھا کہ آپ کا نام آپ کے باپ کا نام آپ کے شہر کا نام سب کچھ بتلا دیتا اور کسی کو کوئی وجہ شک کی نہ رہتی۔ مگر ایسے الفاظ تھے کہ اُن سے اہل یہود نے قائلہ اُٹھایا۔ اور اُن کا ابھی تک یہی مذہب ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے مراد یہی

ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے ہوگا۔ دوسری جگہ جہاں اہل یہود نے ٹھوک رکھی وہ الیاس والا مقصد ہے کہ انہوں نے یوحنا کو الیاس نہ مانا۔ غرض اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام امور پر یکجائی نظر ڈالے اور مومن اور متقی آدمی ہو تو پھر اسے ثبوت ملتا ہے کہ ایک طرف تو قرآن اور حدیث اور سابقہ کتب ہمارے ساتھ ہیں اور ایک طرف صدائے نشان جو کہ ظاہر ہو چکے ہیں اور ان میں سے ایک سو چاس کا ذکر نزول المسیح میں ہے۔ غرض یہ سنت اللہ ہے کہ نشاۃں سے صادق شناخت کیا جاتا ہے۔

اور سچی بات یہی ہے کہ اگر وہ پھر اعتراض کریں تو حضرت عیسیٰ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور صداقت کا ثبوت پیش کریں۔ پھر اس سے جو کمی رہ جائے گی وہ ہم پوری کر دیں گے یہودیوں کو دوبار حیرت کا مقام پیش آیا۔ ایک تو مسیح کے وقت کہ جب انہوں نے پوچھا کہ تجھ سے پیشتر آنے والا الیاس کہاں ہے؟ تو جواب دیا کہ وہ یوحنا ہے چاہو تو قبول کرو چاہو قبول نہ کرو اور دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کہ آپ بنی اسرائیل میں سے ہوئے۔

اور مسیح کو بھی دیوانہ کہا گیا تھا چنانچہ ان کا نام منکروں نے بعل زبول رکھا تھا۔ بعل کے معنی رئیس اور زبول کے معنی مکھیاں جو کہ گندگی پر بیٹھتی ہیں یعنی کل گندگیوں کا سردار یہ ان کی سخت غلطی تھی اور مخالفت کی دہر سے اُسے کہتے تھے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر اور مجنون کہتے تھے۔

اس زمانہ کی خبر قرآن کریم سے

یل وہیہ کے ذکر پر فرمایا کہ

اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ہماری جماعت کو فائدہ پہنچایا ہے کہ سفر کا بہت آرام ہے ورنہ کہاں سے کہاں ٹھوکریں کھاتا ہوا انسان ایک دوسرے مقام پر پہنچتا تھا۔ مدراس جہاں سیٹھ عبدالرحمن صاحب ہیں۔ اگر کوئی جاتا تو گر میوں میں روانہ ہوتا اور سردیوں میں پہنچتا

تھا۔ اس زمانہ کی نسبت خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے وَإِذَا التُّفُؤُسُ زُرَّتْ جَبَّتْ کہ جب ایک اقلیم کے لوگ دوسرے اقلیم والوں کے ساتھ ملیں گے۔ *

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ یعنی اس وقت خط و کتابت کے ذریعے عام ہوں گے اور کتب کثرت سے دستیاب ہو سکیں گی۔ وَإِذَا الْبُشَارُ عُطِّلَتْ۔ اس وقت اوشنیاں بیکار ہوں گی۔ ایک زمانہ تھا کہ یہاں ہزار اؤنٹ آیا کرتے مگر اب نام و نشان بھی نہیں اور کہ میں بھی اب نہ رہیں گے۔ بیل کے جاری ہونے کی دیر ہے

کسوف و خسوف اور شق القمر

پھر عرب صاحب نے کسوف و خسوف رمضان کی نسبت دریافت کیا کہ اس کا ذکر

آپ کی کتب میں ہے کہ نہیں؟ فرمایا کہ

یہ ایک پرانا نشان چلا آتا تھا جو اس وقت پورا ہوا ہے۔ براہین احمدیہ میں اس کا ذکر استعارہ کے طور پر ہے۔ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا وَيَعْتَزُّوا يُسْتَعْرَضُ لَكُمْ۔ یہ میرا الہام بھی ہے اور بعض محدثین کا مذہب یہ بھی ہے کہ شق القمر بھی ایک قسم خسوف کا تھا۔

(مولوی محمد احسن صاحب اردو بی نے جواب دیا کہ عبداللہ ابن عباس کا یہی مذہب ہے)

اور شاہ عبدالعزیز بھی یہی کہتے ہیں اور ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ از قسم خسوف تھا۔ کیونکہ بڑے بڑے علماء اس طرف گئے ہیں۔

طوفان نوح

نوح علیہ السلام کے طوفان کی نسبت فرمایا کہ

قرآن شریف سے یہ ثابت نہیں ہے کہ کل زمین کی آبادی کو اس وقت تباہ کر دیا تھا۔ نوح (علیہ السلام) کی قوم پر تباہی آئی تھی۔

✽۔ البدیع جلد ۲ نمبر ۳ مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۱۰ء۔

ختم نبوت

ایک شخص نے سوال کیا کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب مسیح ناصری کے آنے سے ختم نبوت ٹوٹتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے ختم نبوت نہیں ٹوٹتی؟ فرمایا کہ

مسیح کا یہ دعویٰ کہاں ہے کہ جس طرح ہم اپنے آپ کو امت محمدیہ میں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں فنا شدہ کہتے ہیں۔ انہوں نے بھی کہا ہو؟ وہ تو حضرت موسیٰ کی شریعت پر عمل کرنے والے تھے اور مہلت کا سلسلہ چاہتا ہے کہ کوئی اور ہی آدے وہ نہ آویں۔ مہلت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بالکل اس کا عین ہو۔ جیسے کسی کو شیر کہیں تو اب اس کے لئے دم تجویز کریں۔ اور پھر گوشت کا کھانا بھی۔ خدا کے کلام میں استعارات ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً کسی کو کہا جائے کہ اس نے ایک رکابی چاولوں کی کھائی تو اس کے یہ معنی نہ ہونگے کہ وہ رکابی کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا گیا۔

مہلت میں صرف بعض پہلوؤں میں تشابہ ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شیلِ موسیٰ کہا کہ جیسے موسیٰ نے اپنی قوم کو فرعون سے چھڑایا۔ آنحضرت نے بھی اپنی قوم کو طاغوت اور بتوں سے رائی دلوائی۔ مشابہت میں ہو یہ عین نہیں ہوتا۔ ورنہ وہ تو پھر حقیقت ہوگی نہ کہ مشابہت۔

عرب صاحب نے ادھر ادھر غیر آبادی کو دیکھ کر عرض کی کہ یہ صرف حضور ہی کا دم ہے کہ جس کی خاطر اس قدر انبوہ ہے ورنہ اس غیر آباد جگہ میں کون اور کب آتا ہے۔ فرمایا کہ اس کی مثال مکہ کی ہے کہ وہاں بھی عرب لوگ دور دراز جگہوں سے جا کر مال وغیرہ لاتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

الضیْمِ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝ (آیۃ)

ۛ ۛ ۛ

ایک اعتراض کا جواب

لوگوں کے اس اعتراض پر کہ جو شخص لاوارث مر جاتا ہے اس کے وارث مرزا صاحب ہو جاتے ہیں اور اس طرح سے بہت سے بلک املاک جمع کرتے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ والد صاحب ایسے دنیاوی کاموں میں مجھے مامور کر دیا کرتے تھے اور ان کے حکم اور رضامندی کے لئے اکثر مجھے عدالتوں میں بھی جانا پڑتا تھا۔ جب سے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں کیا کسی نے دیکھا ہے کہ ہم نے ان باتوں میں کوئی حصہ لیا ہے۔ حالانکہ ہمیں حق پہنچتا ہے کہ اگر چاہیں تو لے لیوں۔

سیرت مسیح موعود کی چند باتیں

حضور نے نماز مغرب ادا کر کے مجلس کی اور ایک دو مختلف ذکر دوں کے بعد میاں احمد دین صاحب از گوجرانوالہ نے عرض کی کہ اگر جناب ٹھیک ٹھیک پتہ یہاں سے روانگی کا فرمادیں تو کچھ کھانے پینے کا انتظام کر کے گوجرانوالہ پر حاضر رہوں۔

خدا کے برگزیدہ نے فرمایا کہ

ہمیں تو خدا ہی نے لے جانا ہے۔ اسی کے حکم سے جانا ہے۔ ابھی کیا معلوم کس وقت روانہ ہونا ہے۔ انسان بہت عاجز اور بیچ ہے۔ خدا ہی کے ساتھ وہ جاتا ہے اور خدا ہی کے ساتھ آتا ہے۔

دیگر احباب نے عرض کی کہ ایک اور صاحب نے راستہ کی خوراک وغیرہ کا انتظام کر لیا ہے اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

دل میں جو اخلاص ہے اس کا ثواب آپ لیں گے۔ کیونکہ اب دعوت آپ کی طرف سے تو پیش ہو گئی۔

علاقت طبع پر فرمایا کہ

اب دو تین دن سیر ہند رہے گی۔ کیونکہ آجکل بارشیں نہیں ہوتیں۔ اس لئے راستہ میں خاک بہت اڑتی ہے اور اسی سے میں بیمار ہو گیا تھا۔
 ایک صاحب نے کہا کہ چونکہ لوگ حضور کے آگے چلتے ہیں۔ اس لئے خاک اڑ کر آپ پر پڑتی ہے۔ لیکن اس مجسمہ رحمت انسان نے جواب دیا کہ
 نہیں۔ بارش کے نہ ہونے سے یہ تکلیف ہے۔ (اللہ اللہ کیا رحم ہے اور حسن ظن ہے کہ اپنے اصحاب کو ہرگز ملزم نہیں ٹھہراتے)

تصنیفات کے ذکر پر فرمایا کہ
 خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ ہمارے مخالف ہزاروں ہی ہیں اور ان کے مقابل میں ہماری جماعت بہت قلیل ہے۔ مگر ہماری طرف سے جس قدر تازہ بتازہ کتابیں کثرت سے نکل رہی ہیں۔ ان کی طرف سے معدودے چند بھی نہیں نکلتیں اور کوئی نکلتی بھی ہے تو اس میں گالیاں ہی ہوتی ہیں جو ان کے لئے شرم کی جگہ ہے۔

یہود اور عیسائیوں کی نسبت فرمایا کہ
 وہ دو فوضدین ہیں۔ ایک نے بڑھا دیا ہے ایک نے گھٹا دیا ہے۔ ان کی مثال رافضیوں اور خارجیوں سے خوب ملتی ہے جیسے یہودی کے آگے عیسائی نہیں ٹھہرتا ایسے ہی خارجی کے آگے رافضی نہیں ٹھہرتا۔

(البتد، جلد ۲، نمبر ۲۶، صفحہ ۲۶، موضہ ۱۳، فروری ۱۹۰۳ء)

۸ جنوری ۱۹۰۳ء بروز پنجشنبہ

ناز مغرب کے بعد شیخ نور احمد صاحب پلیٹڈ لیبٹ آباد اور سید حامد علی شاہ صاحب

بدولٹی اور ایک اور صاحب نے بیعت کی۔

جماعت کیلئے ضروری انصاح اور ترقی مدارج کا طریق

بعد بیعت حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ اس پُر آشوب زمانہ میں جبکہ بہر طوت ضلالت، خفالت اور گمراہی کی ہوا چل رہی ہے تقویٰ اختیار کریں۔ دنیا کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی عظمت نہیں ہے۔ حقوق اور وصایا کی پروا نہیں ہے۔ دنیا اور اس کے کاموں میں حد سے زیادہ انہماک ہے۔ ذرا سا نقصان دنیا کا ہوتا دیکھ کر دین کے حصہ کو ترک کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ضائع کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ یہ سب باتیں مقدمہ ہازیوں اور شرکاء کے ساتھ تقسیم حصہ میں دیکھی جاتی ہیں۔ لالچ کی نیت سے ایک دوسرے سے پیش آتے ہیں۔ نفسانی جذبات کے مقابلہ میں بہت کمزور واقع ہوتے ہیں۔ اس وقت تک کہ خدا نے ان کو کمزور کر رکھا ہے گناہ کی جرأت نہیں کرتے مگر جب ذرا کمزوری رفع ہوئی اور گناہ کا موقع ملتا تو جمع اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آج اس زمانہ میں ہر ایک جگہ تلاش کرو۔ تو یہی پتہ ملیگا کہ گویا سچا تقویٰ اُٹھ گیا ہوا ہے اور سچا ایمان بالکل نہیں ہے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کی منظور ہے کہ اُن کے سچے تقویٰ اور ایمان کا تخم ہرگز ضائع نہ کرے جب دیکھتا ہے کہ اب فصل بالکل تباہ ہونے پر آتی ہے تو اور فصل پیدا کر دیتا ہے۔

وہی تازہ بیانہ قرآن موجود ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کہا تھا۔ اِنَّا نَحْنُ مُرْسِلُوْنَ اِلَیْکُمْ وَ اِنَّا کَانَ لِحٰظِکُمْ۔ بہت سا حصہ احادیث کا بھی موجود ہے اور برکات بھی ہیں مگر دلوں میں ایمان اور عملی حالت بالکل نہیں ہے خدا تعالیٰ نے مجھے اسی لئے مبعوث کیا ہے کہ یہ باتیں پھر پیدا ہوں۔ خدا نے جب دیکھا کہ میدان خالی ہے تو اس کی الوہیت کے تقاضے ہرگز پس نہ کیا کہ یہ میدان خالی رہے اور لوگ ایسے ہی دُور رہیں اس لئے اب اُن کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ ایک نئی قوم زندوں کی پیدا کرنا چاہتا ہے اور اسی لئے ہماری تبلیغ ہے کہ تقویٰ

کی زندگی حاصل ہو جاوے۔

اُدھی کئی قسم کے میں بعض ایسے کہ بدی کر کے پھر اس پر فخر کرتے ہیں۔ بھلا یہ کونسی صفت ہے جس کے اُد پر ناز کیا جاوے۔ شتر سے اس طرح پر ہمیز کرنا نیکی میں داخل نہیں ہے اور نہ اس کا نام حقیقی نیکی ہے کیونکہ اس طرح تو جانور بھی سیکھ سکتے ہیں۔ میاں حسین بیگ تاجر ایک شخص تھا اس کے پاس ایک کتا تھا وہ اسے کہہ جاتا کہ روٹی کو دیکھتا رہ تو وہ روٹی کی حفاظت کرتا۔ اسی طرح ایک بلی کو سنا ہے کہ اسے بھی ایسے ہی سکھایا ہوا تھا جب بعض لوگوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے امتحان کرنا چاہا اور ایک کو ٹھہری کے اندر حلوہ دودھ اور گوشت وغیرہ ایسی چیزیں رکھ کر جس پر بلی کو ضرور لالچ آوے اس بلی کو چھوڑ کر دروازہ کو بند کر دیا کہ دیکھیں اب وہ ان اشیاء میں سے کھاتی ہے کہ نہیں پھر جب ایک دو دن کے بعد کھول کر دیکھا تو ہر ایک شے اسی طرح پڑی تھی اور پٹی مری ہوئی تھی اور اس نے کسی شے کو بلایا تک بھی نہ تھا۔ اس لئے اب شرم کرنی چاہیے کہ انہوں نے حیوان ہو کر انسان کا حکم ایسا مانا اور یہ انسان ہو کر خدا تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانتا۔ نفس کو تنبیہ کرنے کے واسطے ایسی ہی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ اور بہت سے وفادار کتے بھی موجود ہیں مگر افسوس اُس کے لئے کہ جو کتے جتنا مرتبہ بھی نہیں رکھتا تو بتلا دے کہ پھر وہ خدا سے کیا مانگتا ہے؟ انسان کو تو خدا نے وہ قوی عطا کئے ہیں۔ کہ اور کسی مخلوق کو عطا نہیں کئے۔ شتر سے پرہیز کرنے میں تو بہائم بھی اس کے نزدیک ہیں۔ بعض گھوڑوں کو دیکھا ہے کہ چاباک آقا کے ہاتھ سے گر پڑی۔ تو مُنہ سے اُٹھا کر اُسے دیتے ہیں اور اس کے کہنے سے لیٹتے ہیں اور بیٹھتے ہیں اور اُٹھتے ہیں اور پوری اطاعت کرتے ہیں تو یہ انسان کا فخر نہیں ہو سکتا کہ چند گئے ہوئے گناہ ہاتھ پاؤں وغیرہ دیگر اعضا کے جو ہیں ان سے بچا رہے۔ جو لوگ ایسے گناہ کرتے ہیں وہ تو بہائم سیرت ہیں جیسے کتے بلیوں کا کام ہے کہ ذرا برتن ننگا دیکھا تو منہ ڈال لیا اور کوئی کھانے کی شے ننگی دیکھی تو کھالی۔ تو ایسے انسان کتے بلی کے سے ہی ہوتے

ہیں۔ انجیم کار کپڑے جاتے ہیں جینا لون میں جاتے ہیں۔ جا کر دیکھو تو ایسے مسلمانوں سے
زندگیاں بھرے ہوئے ہیں۔

حضرت انسان کہ حد مشترک را جامع است
مے تو اند شد میجامے تو اند شد خرمے

تو اب یہ موقع ہے اور خدا تعالیٰ کی لہروں کے دن ہیں یعنی جیسے بعض زمانہ
خدا کی رحمت کا ہوتا ہے اور اس میں لوگ قوت پاتے ہیں۔ ایسے ہی یہ وقت ہے۔ ہم
یہ نہیں کہتے کہ بالکل دنیا کے کاروبار چھوڑ دیوے بلکہ ہمارا منشا یہ ہے کہ حد اعتدال تک
کوشش کرے اور دنیا کو اس نیت سے کماوے کہ دین کی خادم ہو مگر یہ ہرگز روا نہیں
ہے کہ اس میں ایسا انہماک ہو جاوے کہ دین کا پہلو بھول ہی جاوے نہ روزہ کی خبر ہے
نہ نماز کی جیسے کہ آج کل لوگوں کی حالت دیکھی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر دتی کا جلسہ ہی
اب دیکھ لو جہاں کہتے ہیں کہ ہندو لاکھ آدمی جمع ہوا ہے۔ میرا تصور تو یہی ہے کہ سارے
ضیا پرست ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ خدا سے نفرت دلانے والے سلاطین
ہی ہیں کیونکہ یہ مثل ایک بڑی دیوی کے ہوتے ہیں جس قدر اُن کا قرب زیادہ ہوتا ہے۔
اتنا ہی قلب سخت ہوتا ہے۔ ہم کسی کو تجارت سے منع نہیں کرتے کہ وہ بالکل ترک کر
دیوے مگر یہ کہتے ہیں کہ وہ ذرا سوچیں اور دیکھیں کہ اُن کے باپ دادا کہاں ہیں؟ بڑے
بڑے عزیز انسان کے ہوا کرتے ہیں اور کس طرح وہ ان کے ہاتھوں میں ہی اٹھ جایا کرتے
ہیں اور موت کس طرح آپس میں تفرقہ ڈال دیتی ہے۔

سال دیگر را کہ مے داند حساب

تا کجا رفت آن کہ با ما بود یار

اب طاعون کی بلا سڑوں پر ہے کہتے ہیں کہ اس کی میعاد ستر برس ہوا کرتی ہے
اور اس کے آگے کوئی حیلہ پیش نہیں جاتا۔ سب (حیلے) فضول ہوا کرتے ہیں۔ اور اسی

لئے آتی ہے کہ خدا کے وجود کو منوا دیوے۔ سو اگس کا وجود برحق ہے۔ اور خدا کی بلا سے سوائے خدا کے کوئی بچا نہیں سکتا۔ سچا تقویٰ اختیار کر دو کہ خدا تعالیٰ تم سے راضی ہو جب شہر گھوڑے کی طرح انسان ہوتا ہے تو ماریں کھاتا ہے۔ اور جو خاص لوگ ہیں وہ اشارات سے چلتے ہیں جیسے سدھا ہوا گھوڑا اشارے سے چلتا ہے اور ان کو وحی اور الہام ہوتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ وحی کے معنی اشارہ کے بھی لکھے ہیں۔ مگر جب مار کھانے کا زمانہ گزر جاتا ہے تو پھر وحی کا زمانہ آتا ہے اور یہ بات ضروری ہے کہ یہ مرحلہ سہولت سے طے نہیں پاتا۔ کیونکہ تقویٰ ایسی شے نہیں جو کہ صرف مُنہ سے انسان کو حاصل ہو جاوے بلکہ یہ شیطانی گناہ کا کوئی حصہ دار ہے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے ذرا سی شہینہ رکھ دیں تو بے شمار چوڑیاں اس پر آجاتی ہیں۔ یہی حال شیطانی گناہوں کا ہے اور اسی سے انسانی کمزوری کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اگر خدا چاہتا تو ایسی کمزوری نہ رکھتا۔ مگر خدا تعالیٰ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا علم ہو کہ ہر ایک طاقت کا سرچشمہ خدا ہی کی ذات ہے۔ کسی نبی یا رسول کو یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنے پاس سے طاقت دے سکے اور یہی طاقت جب خدا کی طرف سے انسان کو ملتی ہے تو اس میں تبدیلی ہوتی ہے اس کے حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ دعا سے کام لیا جاوے اور نماز ہی ایک ایسی نیکی ہے جس کے بجالانے سے شیطانی کمزوری دور ہوتی ہے اور اسی کا نام دعا ہے شیطان چاہتا ہے کہ انسان اس میں کمزور رہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس قدر اصلاح اپنی کرے گا۔ وہ اسی ذریعہ سے کرے گا۔ پس اس کے واسطے پاک صاف ہونا شرط ہے جب تک گندگی انسان میں ہوتی ہے۔ اس وقت تک شیطان اس سے محبت کرتا ہے۔

۱۰۔ اٹکم میں یہ عبارت یوں ہے۔

تقویٰ ایسی شہی نہیں جو صرف مُنہ سے پورا ہو جاوے بلکہ شیطان بہکتا ہے۔

(اٹکم جلد ۴ نمبر ۳ ص ۱۱ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۰۳ء)

خدا تعالیٰ سے مانگنے کے واسطے ادب کا ہونا ضروری ہے اور عقلمند جب کوئی شے بادشاہ سے طلب کرتے ہیں تو ہمیشہ ادب کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اسی لئے سورہ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ کس طرح مانگا جاوے اور اس میں سکھایا ہے کہ الحمد للہ رب العالمین یعنی سب تعریف خدا کو ہی ہے جو رب ہے سارے جہان کا الرحمن یعنی بلا مانگے اور سوال کئے کے دینے والا۔ التَّحِيمة یعنی انسان کی سچی محنت پر ثمراتِ حسنہ مرتب کرنے والا ہے۔ مالکِ یومِ الدِّین۔ جتنا سزا اسی کے ہاتھ میں ہے چاہے رکھے چاہے مارے۔ اور جو سزا آخرت کی بھی اور اس دنیا کی بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے جب اس قدر تعریف انسان کرتا ہے تو اسے خیال آتا ہے کہ کتنا بڑا خدا ہے جو کہ رب ہے۔ رحمن ہے۔ رحیم ہے۔ اسے غائب مانتا چلا آ رہا ہے۔ اور پھر اسے حاضر ناظر جان کر پکارتا ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اهدنا الصراط المستقیم۔ یعنی ایسی راہ جو کہ بالکل سیدھی ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے ایک راہِ اذھوٰں کی ہوتی ہے کہ محنتیں کر کے تھک جاتے ہیں اور نتیجہ کچھ نہیں نکلتا اور ایک وہ راہ کہ محنت کرنے سے اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ پھر آگے صراطِ الذین انعمت علیہم یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا اور وہ وہی صراطِ مستقیم ہے جس پر چلنے سے انعام مرتب ہوتے ہیں۔ پھر غیبا المعضوب علیہم نہ ان لوگوں کی جن پر تیرا غضب ہوا۔ اور دلائل الضالین۔ اور نہ ان کی جو دُور جا پڑے ہیں۔ اهدنا الصراط المستقیم سے کل دنیا اور دین کے کاموں کی راہ مراد ہے۔ مثلاً ایک طبیب جب کسی کا علاج کرتا ہے۔ تو جب تک اُسے ایک صراطِ مستقیم ہاتھ نہ ملے۔ علاج نہیں کر سکتا۔ اسی طرح تمام دیکھو اور ہر پیشہ اور علم کی ایک صراطِ مستقیم ہے۔ کہ جب وہ ہاتھ آجاتی ہے تو پھر کام آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ انبیاء کو اس دعا کی کیوں ضرورت تھی وہ تو پیشتر ہی سے صراطِ مستقیم پر ہوتے

ہیں۔ تلمیذ الرحمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ
وہ یہ دعا ترقی مراتب اور درجات کے لئے کرتے ہیں بلکہ یہ اهدانا الصراط
المستقیمہ تو آخرت میں مومن بھی مانگیں گے کیونکہ جیسے اللہ تعالیٰ کی کوئی حد نہیں ہے
اسی طرح اس کے درجات اور مراتب کی ترقی کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔

(پھر اصل مضمون تقویٰ پڑھ لیا، کہ

متقی بننے کے واسطے یہ ضروری ہے۔ کہ بعد اس کے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری،
کلف حقوق، ریا، عجب، حقارت، بخل کے ترک میں پکا ہو تو اخلاقِ رزلیہ سے پرہیز
کے اُن کے بالمقابل اخلاقِ فاضلہ میں ترقی کرے۔ لوگوں سے مروت، خوش خلقی، ہمدردی
سے پیش آوے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔ خدمات کے مقام
محمود تلاش کرے۔ ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے اور جو لوگ ان باتوں کے جامع ہوتے
ہیں۔ وہی اصل متقی ہوتے ہیں (یعنی اگر ایک ایک خلق فرداً فرداً کسی میں ہوں تو اُسے متقی
نہ کہیں گے جب تک بحیثیت مجموعی اخلاقِ فاضلہ اس میں نہ ہوں) اور ایسے ہی شخصوں کے
لئے لَاحَدُوْثٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ہے۔ اور اس کے بعد ان کو کیا چاہیے۔ اللہ
تعالیٰ ایسوں کا متولی ہو جاتا ہے جیسے کہ وہ فرماتا ہے۔ دھو بیتولی الصالحین حدیث
شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں۔ اُن کی آنکھ
ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ اُن کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتے ہیں۔ اُن کے
پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتے ہیں۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ جو میرے دلی کی

لئے حکم میں یہ عبارت یوں ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ غیر محدود ہے اس کے فیضان و فضل بھی غیر منقطع ہیں۔ اس لئے وہ
ان غیر محدود فضلوں کے حاصل کرنے کے لئے اس دعا کو مانگتے تھے۔

(الحکم جلد ۲، نمبر ۳، ص ۱۲۰، ۲۲، جنوری ۱۹۰۳ء)

دشمنی کرتا ہے میں اس سے کہتا ہوں کہ میرے مقابلہ کے لئے تیار رہو۔ ایک جگہ فرمایا ہے کہ جب کوئی خدا کے ولی پر حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر ایسے چھیٹ کر آتا ہے جیسے ایک شیرنی سے کوئی اس کا پتھر چھینے تو وہ غضب سے چھیٹتی ہے۔

خدا کی رحمت کے مرتبہ سے فائدہ اٹھانے کا اصل قاعدہ یہی ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ خاصہ ہی کہ جیسے اس انسان کا قدم بڑھتا ہے ویسے ہی پھر خدا کا قدم بڑھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی خاص رحمتیں ہر ایک کے ساتھ نہیں ہوتیں۔ اور اسی لئے جن پر یہ ہوتی ہیں۔ ان کے لئے وہ نشان بولی جاتی ہیں۔ (اس کی نظیر دیکھ لو) کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے دشمنوں نے کیا کیا کوششیں آپ کی ناکامیابی کے واسطے کیں مگر ایک پیش نہ گئی حتیٰ کہ قتل کے منصوبے کئے۔ مگر آخر ناکامیاب ہی ہوئے۔ خدا تعالیٰ یہ تجویز پیش کرتا ہے (اس خاص رحمت کے حصول کے واسطے جو اخلاق وغیرہ حاصل کئے جاویں) ان امروں کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاوے نہ کہ ہمارے سامنے۔ اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا سلسلہ جاری رکھیں اور اس کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں ہے۔ کیونکہ روزے تو ایک سال کے بعد آتے ہیں۔ اور زکوٰۃ صاحب مال کو دینی پڑتی ہے۔ مگر نماز ہے کہ ہر ایک حیثیت کے آدمی کو پانچوں وقت ادا کرنی پڑتی ہے اسے ہرگز ضائع نہ کریں۔ اسے بار بار پڑھو اور اس خیال سے پڑھو کہ میں ایسی طاقت والے کے سامنے کھڑا ہوں کہ اگر اس کا ارادہ ہو تو ابھی قبول کر لیتے۔ اسی حالت میں بلکہ اسی ساعت میں بلکہ اسی سیکنڈ میں۔ کیونکہ دوسرے ذنبوی حاکم تو خزانوں کے محتاج ہیں۔ اور ان کو لگ رہتی ہے کہ خزانہ خالی نہ ہو جاوے اور ناداری کا ان کو نسر لگا رہتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا خزانہ ہر وقت بھرا ہوا ہے۔ جب اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو صرف یقین کی حاجت ہوتی ہے۔ اُسے اس امر پر یقین ہو کہ میں ایک صحیح عظیم اور خبیر اور عادل ہستی کے سامنے کھڑا ہوا ہوں اگر اُسے جہر آجاوے تو ابھی دیدارِ لوسے بڑی تضرع

سے دعا کرے۔ نا امید اور بدن بہرگز نہ ہووے اور اگر اسی طرح کرے تو (اس راحت کو) جلدی دیکھ لیگا۔ اور خدا تعالیٰ کے اور اور فضل بھی شامل حال ہوں گے اور خود خدا بھی ملیگا تو یہ طریق ہے جس پر کاربند ہونا چاہیے۔ مگر ظالم فاسق کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے لاپرواہ ہے۔ ایک بیٹا اگر باپ کی پروا نہ کرے اور ناخلف ہو تو باپ کو اس کی پروا نہیں ہوتی تو خدا کو کیوں ہو۔

ایک صاحب نے عرض کی کہ بلعم باعور کی دعا کیوں قبول ہوئی تھی؟ فرمایا۔ یہ ابتلا تھا دعائے تھی آخر وہ مارا ہی گیا۔ عبادہ ہوتی ہے جو خدا کے پیار سے کرتے ہیں ورنہ یوں تو خدا تعالیٰ بندوں کی بھی سنتا ہے اور بعض اُن کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ مگر ان کا نام ابتلا ہے دعا نہیں۔ مثلاً اگر خدا سے کوئی روٹی مانگے تو کیا نہ دے گا؟ اس کا وعدہ ہے۔ ما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقہا۔ کتنے بلی بھی تو اکثر پیٹ پالتے ہیں۔ کیزوں کوڑوں کو بھی رزق ملتا ہے مگر اصطفینا کا لفظ خاص مومنوں کے لئے ہے۔

یہاں تک تقریر حضرت اقدس نے مبائنین کے واسطے کی جن میں سے ایک تو شیخ نور احمد صاحب پلیٹڈ اور دوسرے حامد علی شاہ صاحب بدوٹی تھے۔ اس کے بعد حضور انور نے پھر ابو سعید عرب صاحب کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ نے جو ثبوت مسیحیت کے دعویٰ کے بارے میں پوچھا تھا۔ یہ بہت ضروری بات تھی اور اس کو خوب یاد رکھنا چاہیے۔ اگر آپ سے کوئی ان ممالک (ملک برما) میں پوچھے کہ ہماری صداقت کا کیا ثبوت ہے تو مختصر طور پر یہی جواب دینا چاہیے کہ وہی ثبوت ہے جو کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہونے کا ہے تمام انبیاء کی صداقت کے وہی ثبوت ہوتے ہیں۔ اقلی۔ کتب سابقہ میں ان کا ذکر گروہ استعارہ کے رنگ میں ضرور ہوتا ہے اور اس میں ایک پہلو ٹھوک کا بھی ہوتا ہے جیسے یہود

کو دھوکا لگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بنی اسرائیل میں سے آنا چاہیئے تھا۔ بنی اسمعیل میں سے کیوں ہوئے۔ اور پھر اسی طرح صلیح کے وقت الیاس کے منتظر رہے۔ ان معاملوں میں اب تک جھگڑتے ہیں یہ سب ان کی کجواں ہے۔

اسی طرح ہمارا ذکر کتب سابقہ میں ہے۔ اگر کوئی ہم سے بھی اسی طرح کجواں سے جھگڑا کرے تو انہیں میں سے ہوگا۔

دوسرا ثبوت نشانات ہیں جس سے بہت صحافی سے استنباط ہوتا ہے وہی ثبوت ہمارے ساتھ بھی ہیں اور جس قاعدہ سے خدا تعالیٰ نے یہ نشانات دکھائے ہیں اگر اسی طرح شمار کریں تو یہ میں لاکھ سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یا تو ان میں کلی پنج عمیق اور یا تیک من کل پنج عمیق کی تحت میں اگر ہر ایک شخص جو ہمارے پاس آتا ہے ہر ایک ہدیہ اور نذر ہو پیش ہوتی ہے ایک ایک نشان الگ الگ ہے مگر ہم نے صرف ایک سو پچاس نشان نزول المسیح میں درج کئے ہیں جن کے ہزار گواہ موجود ہیں۔ پھر دیکھو یہ کس وقت کی خبر ہے۔ قرآن کے نصوص، حدیث کی اخبار اور مکاشفات اور روایات وغیرہ سب ہماری تائید میں ہیں۔ پھر اس کے علاوہ خدا تعالیٰ کے نشانات۔ پھر زمانہ کی موجودہ ضرورت، یہ سب ثبوت پیش کرنے کے قابل ہیں۔ اس وقت خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ لوگوں کو غلطیوں سے نکالے اور تقویٰ پر قائم کرے۔ خدا تعالیٰ جس کو چاہے لگاتا جا دے گا۔ یہ اس کی طرف سے ایک دعوت ہے جو بلایا جاتا ہے۔ اُسے فرشتے کھینچ کھینچ کر لے آتے ہیں۔

(المبند جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۲۶ تا ۲۹ مؤرخہ ۱۳ فروری ۱۹۱۷ء)

۱۹۰۳ء

مولوی ثناء اللہ صاحب کا قادیان آنا

عصر کے وقت خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر ہوئی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری قادیان آئے ہوئے ہیں مگر آپ نے اس کے متعلق صرف یہی فرمایا کہ ہزاروں لوگ راہرو آتے ہیں ہمیں اس سے کیا؟

مغرب کی سناز باجماعت ادا کر کے جب حضرت اقدس دولت سرا کو تشریف لے چلے تو ایک شخص نے ہاتھ میں قلم و دوات لئے ہوئے حضرت اقدس کی خدمت میں کچھ کاغذات پیش کئے۔ اس قلم و دوات سے اس کی یہ غرض تھی کہ حضرت سے رقعہ کی رسید لے کر حضرت نے توجہ نہ کی اور اس کے وہ کاغذات لے کر تشریف لیگئے اور جب عشاء کی نماز کے واسطے تشریف لائے تو فرمایا کہ

ایک ہی مضمون کے دو رقعے مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے پہنچے ہیں۔ معلوم دو رقعوں کی کیا غرض تھی۔

اس وقت یہ عقیدہ صلی ہوا کہ غالباً دو ممبر رقعہ دستخط یعنی رسید رقعہ لینے کی غرض سے تھا۔ مگر قاصد کو رسید مانگنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ رقعہ اس وقت سید سرور شاہ صاحب کے حوالہ کیا گیا کہ وہ اسے پڑھ کر اہل مجلس کو سنا دیوں۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا۔

ہم تیار ہیں وہ ہفتہ عشرہ آرام سے سب باتیں سنئے اور اگر اس کا منشار مباحثہ کا ہو تو یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ اب مدت ہوئی کہ ہم مباحثات کو بند کر چکے ہیں۔ اگر اس کو طلب حق کی ضرورت ہے تو وہ رفیق اور آہستگی سے اپنی غلطی دور کروائے۔ طالب حق کے لئے ہملا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ ان جو شخص ایک منٹ رہ کر چلا جانا چاہتا ہے اور اسے قلع اور محکمت اور اراد و رحمت کا خیال ہے وہ مستفید نہیں ہو سکتا۔ بجز ایسے شخص

کے جو نیک نیت بن کر آدے ہم تو دوسرے کے ساتھ کام کرنا بھی تفسیح اوقات غیال کے تھے
ہیں۔ یہیں تعجب ہے کہ وہ کیوں گھما رہے ہیں جا کر اترے۔ چاہیے تھا کہ مستفیدوں کی طرح
آنا اور پہلے یہاں خانہ میں آتے۔

پھر فرمایا۔ ہم اس رقعہ کا صبح کو جواب دیں گے۔
اس کے بعد حضرت اقدس ناز سے فارغ ہو کر تشریف لے چلے تو شاد احمد صاحب کے
قاصد نے آواز دی کہ حضرت جی۔ مولوی شاد احمد صاحب کے رقعہ کا کیا جواب ہے
حضرت نے فرمایا کہ صبح کو دیا جائے گا۔
قاصد نے کہا کہ میں آکر جواب لے جاؤں یا آپ بذریعہ ڈاک روانہ کریں گے۔
حضرت اقدس نے فرمایا۔ خواہ تم آکر لے جاؤ خواہ شاد احمد آکر لے جاوے۔
پھر آپ نے قاصد کا نام پوچھا۔ اس نے کہا محمد صدیقی۔
(الہد جلد اول نمبر ۱۲ مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء)

۱۹۰۳ء بروز یکشنبہ مولوی شاد احمد کے رقعہ کا جواب

غیر کی نماز کو جب حضرت اقدس تشریف لائے تو قبل از نماز آپ نے وہ رقعہ جو مولوی
شاد احمد صاحب کے رقعہ کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ اجاب کو سنایا۔ وہ رقعہ یہ تھا
بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
از طرف حایز باسما اللہ محمد غلام احمد عاقلہ احمد و اید۔
بخدمت مولوی شاد احمد صاحب

آپ کا رقعہ پہنچا۔ اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو۔ کہ اپنے
شکوہ و شبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی

جو دعویٰ سے تعلق رکھتے ہوں، رفع کرا دیں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگرچہ میں کئی سال ہوئے کہ اپنی کتاب انجامِ اہتم میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہ کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بھگتگی گالیوں اور اہاشانہ کلمات سننے کے اور کچھ نہیں ہوا مگر میں ہمیشہ طالبِ حق کے شہادت دہ کر کے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اس دفعہ میں دعویٰ تو کر دیا ہے کہ طالبِ حق ہوں مگر مجھے تاہل ہے کہ اس دعویٰ پر آپ قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ایک بات کو کٹکٹاں کٹکٹاں بے ہودہ اور مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز نہیں کروں گا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے کے لئے اول یہ اقرار کریں کہ آپ منہاجِ نبوت سے باہر نہیں جائیں گے۔ اور دہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا حضرت عیسیٰؑ پر یا حضرت موسیٰؑ پر یا حضرت یونسؑ پر عائد نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن شریف کی پیشگوئیوں پر زدن ہو۔ دوسری شرط یہ ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے مجاز نہ ہوں گے صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لئے لمبا لکھنے کی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی، کہ ایک دن میں صرف ایک ہی آپ اعتراض پیش کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے۔ چوروں کی طرح آگئے۔ اور ہم ان دنوں باعثِ کم فرصتی اور کامِ طبع کتاب کے تین گھنٹہ سے زیادہ صرف نہیں کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ عوام کا اہتمام کے روبرو آپ واعظ کی طرح ہم سے گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا۔ جیسے مضمکم۔ یہ اس لئے کہ تا گفتگو

مہاشہ کے رنگ میں نہ ہو جاوے۔ اور صرف ایک پیشگوئی کی نسبت سوال کریں۔
 میں تین گھنٹہ تک اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ
 کو متنبہ کیا جاوے گا۔ کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور کچھ کر پیش کرو۔ آپ کا
 کام نہیں ہوگا کہ اس کو سناویں ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر
 سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ ہرج نہیں ہے کیونکہ آپ تو شبہات
 دور کرنے آئے ہیں۔ یہ طریق شبہات دور کرنے کا بہت عمدہ ہے۔ میں باوا
 بلند لوگوں کو سناؤں گا کہ اس پیشگوئی کی نسبت مولوی شہداء احمد صاحب کے
 دل میں یہ دوسرا پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اس طرح تمام دوسروں
 دور کر دیئے جائیں گے۔ لیکن اگر چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کا موقع
 دیا جاوے تو ہرگز نہ ہوگا۔ ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں۔ بعد
 میں ۱۴ جنوری کو ایک مقدمہ پر بہلم جاؤں گا۔ سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے۔
 لیکن ۱۴ جنوری تک آپ کے لئے تین گھنٹے تک فرج کر سکتا ہوں۔ اگر آپ
 لوگ کچھ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ
 ہوگا۔ ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے خود خدا تعالیٰ فیصلہ کریگا
 والسلام علی من اتبع الهدی۔ سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ بذریعہ قریب
 جو سطر دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جاویں گے
 اور میں وہ دوسرے دور کرتا جاؤں گا۔ ایسے ہی صد آدمی آتے ہیں اور دوسرے دور
 کرایتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا۔ اس
 کو دوسروں دور کرنے میں اور کچھ غرض نہیں۔ لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں
 ڈرتے ان کی توہمتیں ہی اور ہوتی ہیں۔“



اور فرمایا کہ

یہ طریق بہت امن کا ہے۔ اگر یہ نہ کیا جاوے تو بد امنی اور بد نتیجہ کا اندیشہ ہے۔

پھر فرمایا کہ

ابھی فجر کو میں نے ایک خواب دیکھا۔

رُویا

کہ میرے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے۔ اس کے ایک طرف کچھ اشتہار ہے اور دوسری طرف ہماری طرف سے کچھ لکھا ہوا ہے جس کا عنوان یہ ہے۔

بِقِیَّةِ الطَّاعُونَ

اس کے بعد فجر کی نماز ہوئی تو حضرت اقدس نے قلم دوات طلب فرمائی اور فرمایا کہ

تھوڑا سا اور اس رقعہ پر لکھنا ہے۔

اتنے میں مولوی شہار احمد صاحب کے ہاتھ پھر آ موجود ہوئے اور جواب طلب کیا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ابھی لکھ کر دیا جاتا ہے۔

پھر بقیہ حصہ آپ نے لکھ کر اپنے خدام کے حوالہ کیا کہ اس کی نقل کر کے روانہ

کردو۔ وہ حصہ رقعہ کا یہ ہے۔

”بالآخر اس غرض کے لئے اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان

سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جاویں۔

دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں (۱) اول چونکہ میں انجامِ آئتم میں خدا سے قطعی عہد

کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے قطعی بحث نہیں کروں گا۔ اس وقت پھر اسی عہد

کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنوں گا۔ صرف

آپ کو یہ موقع دیا جاوے گا کہ آپ اول ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب

سے بڑا اعتراض کسی پیشگوئی پر ہو ایک سطر یا دو سطر یا حد تین سطر تک لکھ کر پیش

کریں جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی اور منہاج نبوت کی دُوسرے قابل اعتراض ہے اور پھر چُپ رہیں اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دُوں گا جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں۔ پھر دُوسرے دن دوسری پیشگوئی اسی طرح لکھ کر پیش کریں۔ یہ تو میری طرف سے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤں گا اور کوئی زبانی بات نہیں سُنوں گا اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ کوئی لکھ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو بھی خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ پتے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جاویں اور ناحق فتنہ و فساد میں مُر بسر نہ کریں۔ اب ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں سے جو شخص امراض کسے گا اس پر خدا کی لعنت ہو اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔ آمین۔ سو میں دیکھوں گا کہ آپ سنت نبویہ کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلنے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اول آپ اس عہد موکد قسم کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیجیں اور پھر وقت مقرر کے مسجد میں جمع کیا جائے گا۔ اور آپ کو بتلایا جاوے گا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی دساؤں دور کر دیئے جاویں گے۔“

رقعہ دے کر آپ تشریف لے گئے اور اندر سے حضور نے کہا بھیجا کہ رقعہ دہاں اُن کو جا کر سنا دیا جاوے اور پھر اُن کے حوالہ کیا جاوے۔

چنانچہ یہ رقعہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو پہنچا دیا گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد پھر مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے جواب الجواب آیا۔

یہ نامعقول اور اصل بحث سے بالکل دُور جواب شکر حضرت اقدس کو بہت رنج

ہوا اور آپ نے فرمایا کہ

ہم نے جو اسے خدا کی قسم دی تھی اس سے فائدہ اٹھاتا یہ نظر نہیں آتا۔ اب خدا کی لعنت لے کر واپس جانا چاہتا ہے جس بات کو ہم بار بار لکھتے ہیں کہ ہم مباحثہ نہیں کرتے جیسا کہ ہم انجام آتھم میں اپنا عہد دنیا میں شائع کر چکے ہیں۔ تو اب اس کا منشا ہے کہ ہم خدا کے اس عہد کو توڑ دیں۔ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ اور پھر اس رقعہ میں کس قدر افترا سے کام لیا گیا ہے کیونکہ جب ہم اُسے اجازت دیتے ہیں کہ ہر ایک گھنٹہ کے بعد وہ دو تین سطریں بہاری تقریر پر اپنے شبہات کی لکھ دیوے تو اس طرح سے خواہ اس کی دن میں تیس سطور ہو جاویں ہم کب گریز کرتے ہیں اور خواہ ایک ہی پیشگوئی پر وہ ہم سے دس دن تک مستتار رہتا اور اپنے دساوس اس طرز سے پیش کرتا رہتا۔ اُسے اختیار تھا۔ پھر ایک دوسرا ٹھوٹ یہ بولا ہے۔ کہ لکھتا ہے کہ آپ مجمع پسند نہیں کرتے بھلا ہم نے کب لکھا ہے کہ ہم مجمع پسند نہیں کرتے بلکہ ہم تو عام جلسہ چاہتے ہیں۔ کہ تمام قادیان کے لوگ اور دوسرے بھی جس قدر ہوں جمع ہوں تاکہ ان لوگوں کی بے ایمانی کھلے کہ کس طرح یہ لوگوں کو فریب دے رہے ہیں۔ اگر اسے حق کی طلب ہوتی تو اسے ہمارے شرائط ماننے میں کیا عذر تھا مگر یہ بد نصیب واپس جاتا نظر آتا ہے۔

پھر مولوی محمد احسن صاحب کو حضور انور نے فرمایا کہ

آپ اس کا جواب لکھ دیں مجھے فرصت نہیں۔ میں کتاب لکھ رہا ہوں۔

یہ کہہ کر حضور تشریف لے گئے اور مولوی محمد احسن صاحب نے رقعہ کا جواب تحریر فرمایا

اس کے بعد کوئی جواب مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے نہ آیا۔ اور وہ قادیان

سے چلے گئے۔

(البدع جلد ۲ نمبر ۲۱ مورخہ ۲۳۔۲۴۔۲۵ جنوری ۱۹۰۳ء)

۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء بروز دو شنبہ

اللہ تعالیٰ کے راستے میں دینے کا ایک طریق

ظہر کے وقت ایک شخص نے حضرت اقدس سے عرض کی کہ میرے پاس کچھ زمین ہے۔
مگر ایک عرصہ سے اس کی آبادی کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوتی اس
لئے اب ارادہ ہے کہ اُسے خدا کے نام پر احمدیہ مشن کی خدمت میں وقف کر دوں۔
شاید اللہ تعالیٰ اس میں آبادی کر دے اور وہ دین کی راہ میں کام آوے حضرت اقدس
نے فرمایا کہ

آپ کی نیت کا ثواب تو خدا تعالیٰ آپ کو دے گا لیکن آپ خود وہاں جا کر آبادی
کریں اور اخراجات کاشت وغیرہ نکال کر پھر جو کچھ اس میں سے بچا کرے وہ اللہ کے نام
پر اس سلسلہ میں دے دیا کریں۔

(البتد جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۲۹ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۰۳ء)

۱۳ جنوری ۱۹۰۳ء بروز شنبہ

غاز فجر کے وقت

الہی جماعتوں سے مُرتد ہوتے رہے

ابوسعید عرب صاحب نے عرض کی کہ چونکہ جناب نے جمعرات کو روانہ ہونا ہے
اور آدمی زیادہ ہوں گے اس لئے ریلوے کراؤں کو ریزرو کروا لینے سے آرام ہوگا۔
حضرت صاحب نے فرمایا کہ

ہاں۔ یہ امر مناسب ہے کہ تکلیف نہ ہو۔

ٹاکسارڈیٹر نے مولوی جمال دین صاحب سید والہ کی طرف سے عرض کی کہ ایک محافظ
نے اُن کو بٹاکر بہت نامائز دھکیا دی ہیں۔ اور کچھ آدمی جو بیعت کرنا نکلے تھے ان کو بٹاکر

کہ جمعیت سے توبہ کروائی ہے۔ مولوی صاحب نے درخواست کی ہے کہ دعا کی جائے کہ خدا ان کو نچا دکھاوے۔

فہمایا۔ مرتد ہونا یہ بھی ایک سنتِ امد ہے۔ مولیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی مرتد ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی مرتد ہوئے اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کا تو ارتداد ہی عجیب ہے۔

خدا کا وعدہ ہے کہ اگر ایک جائے گا تو وہ اس کے بدلے میں ایک جماعت دے دیگا۔

چونکہ آج کل رات دن ایک عربی کتاب برائے تبلیغ زیر طبع ہے۔ پروف کی صحت اور اس کے پروف وغیرہ دیکھے جانے میں صوفیوں نے کمال احتیاط سے کام لیا جاتا ہے کہ فرقہ مولویوں نے اب ہر قسم کی بددیانتی غلط بیانی کو حضرت میرزا صاحب کے مقابلے میں جان بڑھا رہا ہے۔ پروف کی صحت پر فرمایا کہ ان لوگوں کو کیا علم ہے کہ ہم کس طرح راتوں کو کام کر کے کتابیں چھپواتے ہیں اور پھر اگر پریس بین کی ذرا سی غلطی رہ جاوے تو ان لوگوں کو اعتراض کا موقع مل جاتا ہے۔ حالانکہ خود محمد حسین نے میرے سامنے ایک دفعہ اشاعتِ اثنینہ کی چھپوائی پر اعتراض کیا کہ ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ لیکن ان لوگوں کی حالت مسخ شدہ ہے کہاں سے کہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔

مکرہ گرم کرنے کے متعلق ہدایت

حضرت اقدس نے ظہر کے وقت سید فضل شاہ صاحب کو یہ فرمایا کہ آپ کا مکرہ بہت تاریک رہتا ہے اور اس میں نم بھی بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

یعنی مواہب الرحمن۔ مرتب۔

آج کل دہائی دن ہیں۔ رعایت اسباب کے لحاظ سے ضروری ہے کہ وہاں آگ وغیرہ جلا کر مکان گرم کر لیا کریں۔

کتاب مواہب الرحمن

مغرب کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے تو کتاب زیر طبع کی نسبت فرمایا کہ امید ہے کہ یہ معجزہ کی طرح پھرے گی اور دلوں میں داخل ہوگی۔ اول و آخر کے سب مسائل اس میں آگئے ہیں۔ خدا کی قدرت ہے۔ دیر کا باعث ایک یہ ہو جاتا ہے کہ لغات جو دل میں آتے ہیں پھر ان کو کتب لغت میں دیکھنا پڑتا ہے۔ میرا دل اس وقت گواہی دیتا ہے کہ اندر فرشتہ بول رہا ہے۔ جب مولوی محمد علی صاحب کہتے ہوں گے تو ان کا بھی ایسا ہی حال ہوگا کیونکہ وہ بھی بہاری تائید میں ہی ہے۔ رات آدمی رات جب تک مضمون ختم نہ ہوئے۔ جاگتا رہوں گا

(البدیع جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۲۹ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۰۳ء)

۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء بروز چہار شنبہ

فجر کے وقت فرمایا کہ

میں کتاب تو ختم کر چکا ہوں۔ رات آدمی رات تک بیٹھا رہا۔ نیت تو ساری رات کی تھی مگر کام جلدی ہی ہو گیا۔ اس لئے سورا۔ اس کا نام مواہب الرحمن رکھا ہے۔

ایک سقہ کی وفات اور اس پر الہام کا انطباق

ایک سقہ جو کہ حضرت اقدس کے ان پانی بہا کرتا تھا وہ ایک ناگمانی موت سے مر گیا۔

۱۵۔ یعنی مواہب الرحمن۔ مرتب

اور اسی دن اس کی شادی تھی۔ اس کی موت پر آپ نے فرمایا کہ مجھے خیال آیا کہ
 قُتِلَ خَيْبَةَ وَرَيْدَ هَيْبَةَ جو وحی ہوئی تھی وہ اسی کی طرف اشارہ ہے
 (المبد جلد ۲ نمبر ۵ صفحہ ۳۲ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء)



۱۹۰۳ء
 ۱۵ جنوری
 خدا کے کام کے لئے جاگنا جہاد ہے

فجر کے وقت فرمایا کہ

رات تین بجے تک جاگنا تو کامیاب اور پروت صحیح ہوئے۔ مولوی عبدالکریم صاحب
 کی طبیعت طویل تھی وہ بھی جاگتے رہے۔ وہ اس وقت تشریف نہیں لاسکیں گے یہ بھی ایک
 جہاد ہی تھا۔ رات کو انسان کو ہانگنے کا اتفاق تو ہوا کرتا ہے مگر کیا خوش وہ وقت ہے جو خدا
 کے کام میں گزارے۔ ایک صحابی کا ذکر ہے کہ وہ جب مرنے لگے تو روتے تھے۔ اُن سے
 پوچھا گیا کہ کیا موت کے خوف سے روتے ہو تو کہا موت کا کوئی خوف نہیں مگر یہ افسوس
 ہے کہ یہ وقت جہاد کا نہیں ہے۔ جب میں جہاد کیا کرتا تھا۔ اگر اس وقت یہ موقع ہوتا۔ تو
 کیا خوب تھا۔

فرمایا کہ

میرے اعضاء تو بے شک شک جاتے ہیں مگر دل نہیں ٹھکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ
 کام کئے جاوے۔

*

مولوی شاد احمد کا ذکر

بابر شاہ دین صاحب نے شاد احمد کے آنے کا ذکر کیا تو فرمایا کہ

اگر حضرت لے کر چلا گیا اور جو منصوبہ وہ گھر کے لیا تھا۔ اس میں اسے کامیابی نہ ہوئی

ہم نے اس کا ذکر اور جواب وغیرہ اس عربی کتاب میں کر دیا ہے۔ اب جہلم سے واپس آ کر بشرط فرصت اردو میں لکھیں گے۔

(البتداء جلد ۲ نمبر ۵ صفحہ ۲۴ مؤرخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء)

۱۹۰۳ء کو

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوقت سیر مندرجہ ذیل تقریر فرمائی (ایڈیٹر محکم)

دعا اور اس کے آداب

دعا بڑی عجیب چیز ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرنے والے دعا کرنے والے آداب دعا سے واقف ہیں اور نہ اس زمانہ میں دعا کرنے والے ان طریقوں سے واقف ہیں جو قبولیت دعا کے

لے ایڈیٹر صاحب المحکم کو "۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء" کی تاریخ لکھنے میں سہو ہوا ہے یا کاتب کی غلطی سے یہ تاریخ لکھی گئی ہے۔ دراصل حضور علیہ السلام کی یہ تقریر جو حضور نے سیر کے دوران فرمائی کسی اور گذشتہ تاریخ کی ہے۔ "۱۵ جنوری" کی نہیں۔ "الحکم" اور "ابد" دونوں سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ۸ جنوری سے ۲۲ جنوری ۱۹۰۳ء تک سیر طتوی رہی۔ "الحکم" میں ۸ جنوری کی سیر کی جو ڈائری چھپی ہے۔ اس میں تو ذکر نہیں۔ لیکن ابد میں سیر کی ڈائری میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ "اب دو تین دن سیر بند رہے گی کیونکہ آج کل بادشیں نہیں ہوں گی۔ اس لئے راستہ میں خاک بہت اڑتی ہے اور اسی سے میں بیمار ہو گیا تھا" (البتداء جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۳۳ فروری ۱۹۰۳ء) اس کے بعد ۲۲ جنوری کو مغرب کے بعد جب حضور علیہ السلام مجلس میں تشریف فرما ہوئے۔ تو فرمایا "اب بادش ہونے کی وجہ سے گرد و خرابی ہو گیا ہے ایک دو دن خدا بہر ہو آویں" یعنی سیر کو چلایا کریں۔ (البتداء جلد دوم نمبر ۵ صفحہ ۳۶ مؤرخہ ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء) اس سے معلوم ہو گیا کہ اس عرصہ میں حضور علیہ السلام سیر کے لئے تشریف نہیں لے گئے اور جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ "الحکم" اور "ابد" دونوں میں اس عرصہ میں سیر کا کوئی ذکر نہیں اور نہ

ہوتے ہیں۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہو گئی ہے۔ بعض ایسے ہیں جو سرے سے دُعا کے منکر ہیں اور جو دُعا کے منکر تو نہیں مگر اُن کی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ چونکہ ان کی دعائیں بوجہ آداب دعا سے نواقضیت کے قبول نہیں ہوتی ہیں۔ کیونکہ دعا اپنے اصلی معنوں میں دعا ہوتی ہی نہیں۔ اس لئے وہ منکرین دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں۔ اُن کی عملی حالت نے دوسروں کو دہرتیت کے قریب پہنچا دیا ہے۔ دعا کے لئے سب سے اول اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ پر یہ سُو ظن نہ کر بیٹھے کہ اب کچھ بھی نہیں ہوگا۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اس قدر دعا کی گئی کہ جب مقصد کا شگوفہ سرسبز ہونے کے قریب ہوتا ہے۔ دعا کر نیوالے تھک گئے ہیں جس کا نتیجہ ناکامی اور نامرادی ہو گیا ہے۔ اور اس نامرادی نے یہاں تک بُرا اثر پہنچایا کہ دعا کی تاثیرات کا انکار شروع ہوا۔ اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ پھر خدا کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ اگر خدا ہوتا اور وہ دعاؤں

سیر کی کوئی ڈائری ہے۔ حالانکہ باقی اوقات کی ڈائریاں ان ایام کی موجود ہیں۔

نیز ان ایام میں حضور علیہ السلام کتاب "مواہب الرحمن" کی تصنیف میں بیحد مصروف تھے۔ ۱۱ جنوری کو فجر کی نماز کے وقت حضور نے فرمایا "میں کتاب تو ختم کر چکا ہوں۔ رات آدھی رات تک بیٹھا رہا۔" (البدیع جلد ۲ نمبر ۳۳) اور ۱۵ جنوری کو فجر کی نماز کے وقت تشریف لائے تو فرمایا "رات تین بجے تک جاگتا رہا تو کاپیاں اور پروٹ صحیح ہوئے۔ اور پھر فرمایا کہ "میرے اعصاب تو بیشک تھک جاتے ہیں مگر دل نہیں تھکتا۔" (البدیع جلد ۲ نمبر ۳۴) نیز (المجلد نمبر ۳۳) اور پھر ۱۵ جنوری روز ظہر کے وقت ظہر و عصر کی نمازیں جمع ادا فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قرآن بتاتے ہیں کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف نہیں لیکن یہ ڈائری یقیناً کسی گزشتہ تاریخ کی ہے جس پر سہ ماہہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۰ء کی تاریخ لکھی گئی ہے چونکہ طبع و تدوین پہلی تین جلدوں میں حضور کی یہ تقریر درج نہیں ہو سکی۔ لہذا اب اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ (حاکس مرتب)

کو قبول کرنے والا ہوتا تو اس قدر عرصہ دراز تک جو دعائیں کی گئی کیوں قبول نہ ہوئیں؟ مگر ایسا خیال کرنے والا اور ٹھوکر کھانے والا انسان اگر اپنے عدم استقلال اور تلذذ کو سوچے تو اُسے معلوم ہو جائے کہ ساری نامردیاں اس کی اپنی ہی جلد بازی اور شتاب کاری کا نتیجہ ہیں۔ جن پر خدا کی قوتوں اور طاقتوں کے متعلق بدظنی اور نامراد کرنے والی مایوسی بڑھ گئی۔ پس کبھی تنگنا نہیں چاہیئے۔

دعا کی ایسی ہی حالت ہے۔ جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بوتا ہے۔ اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اُس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے بوا دیا۔ اس وقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشوونما پا کر پھل لائے گا یا نہیں؟ دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اندھی اندھ زمین میں ایک پودا کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودا بننے لگتا ہے اور تیار ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کا سبزہ اوپر نکل آتا ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو وہ دانہ جس وقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا۔ دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی تیاری کرنے لگ گیا تھا۔ مگر ظاہر میں نگاہ اُس سے کوئی فہم نہیں رکھتی اور اب جبکہ اس کا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا۔ لیکن ایک نادان بچہ اس وقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو اپنے وقت پر پھل لے گا۔ وہ یہ چاہتا ہے۔ کیوں اسی وقت اس کو پھل نہیں لگتا۔ مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اس کے پھل کا کونسا موقع ہے۔ وہ صبر سے اس کی نگرانی کرتا اور غور و پرداخت کرتا رہتا ہے۔ اور اس طرح پردہ وقت آجاتا ہے کہ جب اس کو پھل لگتا ہے اور وہ پک بھی جاتا ہے یہی حال دعا کا ہے اور بعینہ اسی طرح دعا نشوونما پاتی اور ثمر بثمرت ہوتی ہے۔ جلد باز پہلے ہی شک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنے والے مال اندیش استقلال کے ساتھ گئے رہتے ہیں۔ اور اپنے مقصد کو پالیتے ہیں۔

یہ سچی بات ہے کہ دعا میں بڑے بڑے مراحل اور مراتب ہیں جن کی ناواقفیت کی وجہ سے دعا کرنے والے اپنے ہاتھ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کو ایک جلدی لگ جاتی ہے اور وہ صبر نہیں کر سکتے حالانکہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں ایک تدریج ہوتی ہے دیکھو یہ کبھی نہیں ہوتا کہ آج انسان شادی کرے تو کل کو اس کے گھر بچہ پیدا ہو جاوے حالانکہ وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے مگر جو قانون اور نظام اس نے مقرر کر دیا ہے وہ ضروری ہے۔ پہلے نباتات کی نشوونما کی طرح کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔ پھر ہمیں تنک کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا۔ پھر کچھ حرکت محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور پوری میعاد گزرنے پر بہت بڑی تکالیف برداشت کرنے کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بچہ کا پیدا ہونا ماں کا بھی ساتھ ہی پیدا ہونا ہوتا ہے۔ مرد شاید ان تکالیف اور مصائب کا اندازہ نہ کر سکیں جو اس مدت عمل کے درمیان عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ مگر یہ سچی بات ہے کہ عورت کی بھی ایک نئی زندگی ہوتی ہے۔ اب خود کرو کہ اولاد کے لئے پہلے ایک موت خود اس کو قبول کرنی پڑتی ہے تب کہیں جا کر وہ اس خوشی کو دیکھتی ہے۔ اسی طرح پر جھا کرنے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ تلون اور عجلت کو چھوڑ کر ساری تکلیفوں کو برداشت کرتا رہے۔ اور کبھی بھی یہ وہم نہ کرے کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ آخر آنے والا زمانہ آ جاتا ہے۔ دعا کے نتیجہ کے پیدا ہونے کا وقت پہنچ جاتا ہے جبکہ گویا مراد کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دعا کو پہلے ضروری ہے کہ اس مقام اور حد تک پہنچایا جاوے۔ جہاں پہنچ کر وہ نتیجہ نیز ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح پر آتش شیشے کے نیچے کپڑا رکھ دیتے ہیں اور سورج کی شعاعیں اس شیشہ پر اگر جمع ہوتی ہیں اور ان کی حرارت اور حدت اس مقام تک پہنچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلا دے۔ پھر یکایک وہ کپڑا جل اُٹھتا ہے۔ اس طرح پر ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہنچے۔ جہاں اس میں وہ قوت پیدا ہو جاوے کہ نامرادیوں کو جلا دے اور مقصد مراد کو پورا کرنے والی ثابت ہو جاوے

پیدا است نہارا کہ بلند است جنابت

مدت دراز تک انسان کو دعاؤں میں لگے رہنا پڑتا ہے۔ آخر خدا تعالیٰ ظاہر کر دیتا ہے۔ میں نے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے اور گذشتہ راستبازوں کا تجربہ بھی اس پر شہادت دیتا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے تو کامیابی کی امید ہوتی ہے لیکن جس امر میں جلد جواب مل جاتا ہے وہ ہونے والا نہیں ہوتا۔ عام طور پر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سائل جب کسی کے دروازہ پر مانگنے کے لئے جاتا ہے اور نہایت اضطراب اور عاجزی سے مانگتا ہے اور کچھ دیر تک چہرہ کیان کھا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلکتا۔ اور سوال کئے ہی جاتا ہے تو آخر اس کو بھی کچھ شرم آ ہی جاتی ہے۔ خواہ کتنا ہی خلیل کیوں نہ ہو پھر بھی کچھ نہ کچھ سائل کو دے ہی دیتا ہے۔ تو کیا دعا کرنے والے کا ایک معمولی سائل جتنا بھی استقلال نہیں ہونا چاہیئے؟ خدا تعالیٰ جو کریم ہے اور حیا رکھتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس کا عاجز بندہ ایک عرصہ سے اس کے آستانہ پر گرا ہوا ہے تو کبھی اس کا انجام بد نہیں کرتا۔ جیسے ایک ساحلہ عورت چار پانچ ماہ کے بعد کہے کہ اب بچہ پیدا کیوں نہیں ہوتا اور اس خواہش میں کوئی مسقط دوائی کھالے تو اس وقت کیا بچہ پیدا ہوگا۔ یا ایک مایوسی بخش حالت میں وہ خود مبتلا ہوگی؟ اسی طرح جو شخص قبل از وقت جلدی کرتا ہے وہ نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ اور نہ زرا نقصان بلکہ ایمان کو بھی صدمہ پہنچ جاتا ہے۔ لیکن ایسی حالت میں دہریہ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک سٹار تھا۔ اس کی عورت بیمار ہوئی اور آخر وہ مر گئی۔ اس نے کہا اگر خدا ہوتا تو میں نے اتنی دعائیں کیں تھیں وہ قبول ہو جاتیں اور میری عورت نہ مرتی۔ اس طرح پر وہ دہریہ ہو گیا۔ لیکن سعید اگر اپنے صدق اور اخلاص سے کام لے تو اس کا ایمان بڑھتا اور سب کچھ بوسہی جاتا ہے زمین کی دولتیں خدا تعالیٰ کے آگے کیا چیز ہیں۔ وہ ایک دم میں سب کچھ کر سکتا ہے کیا دیکھا نہیں۔ کہ اُس نے اس قوم کو کبھی نہ جانتا بھی نہ تھا بادشاہ بنا دیا۔ اور بڑی بڑی سلطنتوں کو

ان کا تابع فرمان بنا دیا۔ اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ انسان اگر تقویٰ اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ کا ہوجاوے تو دنیا میں اعلیٰ درجہ کی زندگی ہو۔ مگر شرط یہی ہے کہ صادق اور جواں مرد ہو کہ دکھائے۔ دل متزلزل نہ ہو اور اس میں کوئی آمیزش یا کاری و شرک کی نہ ہو۔ ابراہیم علیہ السلام میں وہ کیا بات تھی جس نے اس کو ابوالملک اور ابوالخفا و قرار دیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کو اس قدر عظیم الشان برکتیں دیں کہ شمار میں نہیں سسکتیں یہی صدق اور اخلاص تھا۔

دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے ایک دعا کی تھی کہ اس کی اولاد میں سے عرب میں ایک نبی ہو۔ پھر کیا وہ اسی وقت قبول ہو گئی؟ ابراہیم کے بعد ایک عرصہ دراز تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا کہ اس دعا کا کیا اثر ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں وہ دعا پوری ہوئی اور پھر کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

ظاہری نماز اور روزہ اگر اس کے ساتھ اخلاص اور صدق نہ ہو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جوگی اور سنیا سی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے ہاتھ تک شکھا دیتے ہیں اور بڑی بڑی شقتیں اٹھاتے اور اپنے آپ کو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں۔ لیکن یہ تکالیف ان کو کوئی نور نہیں بخشیں اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان ان کو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت ان کی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں۔ جس کو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے۔ اور کوئی اثر ان کی روحانیت پر نہیں پڑتا۔ اسی لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ لَنْ يَنْتَظِرَ اللَّهُ لَهُمْ وَلَا حَافِظًا وَلَا كُنْ بِنَالِهِ التَّقْوَىٰ مِنْكَ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے حقیقت میں خدا تعالیٰ پورے کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ منحرف ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اس طرح نماز روزہ اگر بوجہ کا ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت کیا ہے اس کا جواب یہی ہو کہ یہ بالکل بے بات ہے کہ جو لوگ حکیم

خدمت لینا چھوڑ دیتے ہیں اُن کو رُوح نہیں مانتی اور اس میں وہ نیا زندگی اور عبودیت پیدا
 نہیں ہو سکتی جو اصل مقصد ہے اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں رُوح کو اس میں شریک
 نہیں کرتے وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور یہ جوگی اسی قسم کے ہیں۔ رُوح اور جسم کا
 باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر رُوح پر پڑتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص
 تکلف سے رونا چاہے تو آخر اس کو رونا آ ہی جائے گا۔ اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے
 اُسے ہنسی آ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں۔ مثلاً کھڑا
 ہونا یا رکوع کرنا۔ اس کے ساتھ ہی رُوح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیا زندگی کی
 حالت دکھاتا ہے۔ اسی قدر رُوح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا نرے سجدہ کو قبول نہیں کرتا
 مگر سجدہ کو رُوح کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ اس لئے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے۔ جب
 انسان نیا زندگی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے۔ تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے
 جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ گتے بھی جب اپنے مالک سے محبت
 کرتے ہیں تو اگر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں۔ اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ
 کی صورت میں کرتے ہیں۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جسم کو رُوح کے ساتھ خاص تعلق ہے
 ایسا ہی رُوح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جب رُوح غمناک ہو تو جسم پر بھی
 اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور آنسو اور پر مردگی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر رُوح اور جسم کا باہم تعلق
 نہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ دوران خون بھی قلب کا ایک کام ہے مگر اس میں بھی شک نہیں
 کہ قلب آپاشی جسم کے لئے ایک انجن ہے۔ اس کے بسط اور قبض سے سب کچھ ہوتا ہے۔
 غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونوں برابر چلتے ہیں۔ رُوح میں جب عاجزی پیدا ہو جاتی ہے پھر جسم میں
 بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب رُوح میں واقع میں عاجزی اور نیا زندگی ہو تو جسم میں اس کے آثار خود بخود
 ظاہر ہو جاتے ہیں اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو رُوح بھی اس سے متاثر ہو جی
 جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہیے کہ

اپنے دہرد سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرو۔ اگرچہ اس وقت یہ ایک قسم کا نفاق ہوتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ اس کا اثر دائمی ہو جاتا ہے اور واقعی رُوح میں وہ نیاز مندی اور فروتنی پیدا ہونے لگتی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو شازوں میں لذت نہیں آتی۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ لذت اپنے اختیار میں نہیں ہے اور لذت کا معیار بھی الگ ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اشد درجہ کی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے مگر وہ اس تکلیف کو بھی لذت ہی سمجھ لیتا ہے۔ دیکھو ٹرانسوال میں جو لوگ لڑتے ہیں۔ باوجودیکہ ان میں جانیں ہاٹی ہیں۔ اور عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوتے ہیں۔ مگر قومی حیثیت اور پاسداری ان کو ایک لذت اور سرور کے ساتھ موت کے منہ میں لے جا رہی ہے۔

ان کو قومی حیثیت اور پاسداری موت کے منہ میں خوشی کے ساتھ لے جاتی ہے۔ اور قوم ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کی قدر کر رہی ہے۔ جبکہ اغراض قومی متحد ہیں۔ پھر ان کی محنتوں کی قدر کیوں ہوتی ہے؟ ان کے دکھ اور تکالیف کی دہر سے۔ ان کی محنت اور جانفشانی کے باعث۔

غرض ساری لذت اور راحت دکھ کے بعد آتی ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں یہ قاعدہ بتایا ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ اگر کسی راحت سے پہلے تکلیف نہیں تو وہ راحت راحت ہی نہیں رہتی۔ اسی طرح پرجو لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو عبادت میں لذت نہیں آتی۔ اُن کو پہلے اپنی جگہ سوچ لینا ضروری ہے کہ وہ عبادت کے لئے کس قدر دکھ اور تکالیف اٹھاتے ہیں۔ جس قدر دکھ اور تکالیف انسان اٹھائے گا۔ وہی تبدیل صورت کے بعد لذت ہو جاتا ہے۔ میری مراد اُن دکھوں سے نہیں کہ انسان اپنے آپ کو بیجا مشقتوں میں ڈالے

لے۔ اس وقت ٹرانسوال کی جنگ جاری تھی (ایڈیٹر انکم)

۱۵۔ انکم جلد ۶، نمبر ۳۵۱ صفحہ ۲۸، فروری ۱۹۰۳ء

اور بالایطاق تکالیف اٹھانے کا دعویٰ کرے۔

قرآن شریف میں لایکلف اللہ نفساً الا وسعها آیا ہے اور رہبانیت اسلام میں جہیں ہے جس میں پڑ کر لسان اپنا اتھ شکھالے یا اپنی دوسری قوتوں کو بیکار چھوڑ دے یا اور قسم قسم کی تکالیف شدیدہ میں اپنی جان کو ڈالے عبادت کے لئے دکھ اٹھانے سے ہمیشہ یہ مراد ہوتی ہے کہ انسان ان کاموں سے رُکے جو عبادت کی لذت کو دور کرنے والے ہیں اور اُن سے رُکنا بھی اولاً ایسی ضرورت تکلیف محسوس ہوگی۔ اور خدا تعالیٰ کی نارضا مندیوں سے پرہیز کرے مثلاً ایک چور ہے اس کو ضروری ہے کہ وہ چوری چھوڑے ہکار ہے تو ہکاری اور بد نظری چھوڑے۔ اسی طرح نشوں کا حادی ہے تو اُن سے پرہیز کرے۔ اب جب وہ اپنی محبوب اشیاء کو ترک کرے گا تو ضرور ہے کہ اول اول سخت تکلیف اٹھاوے مگر رفتہ رفتہ اگر استقلال سے وہ اس پر قائم رہے گا تو دیکھ لیگا کہ ان بدیوں کے چھوڑنے میں جو تکلیف اُس کو محسوس ہوتی ہے وہ تکلیف اب ایک لذت کا رنگ اختیار کرتی جاتی ہے۔ کیونکہ ان بدیوں کے بالمقابل بیکار آتی جائیں گی اور اُن کے نیک نتائج جو سکھ دینے والے ہیں وہ بھی ساتھ ہی آئیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہر قول و فعل میں جب خدا تعالیٰ ہی کی رضا کو مقدم کر لیگا اور اس کی ہر حرکت اور سکون اللہ ہی کے امر کے نیچے ہوگی تو صاف اور بین طور پر وہ دیکھے گا کہ پورے اطمینان اور سکینٹ کا مزالے سا ہے۔ یہ وہ حالت ہوتی ہے جب کہا جاتا ہے کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ اسی مقام پر اللہ تعالیٰ کی ولایت میں آنا ہے اور ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آ جاتا ہے۔

یاد رکھو کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے اپنی محبوب چیزوں کو جو خدا کی نظر میں مکروہ اور اس کے منشاء کے مخالف ہوتی ہیں چھوڑ کر اپنے آپ کو تکالیف میں ڈالتا ہے تو ایسی تکالیف اٹھانے والے جسم کا اثر روح پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی اس سے متاثر

ہو کر ساتھ ہی ساتھ اپنی تبدیلی میں لگتی ہے یہاں تک کہ کامل نیاز مندی کے ساتھ آستانہ اولویت پر بے اختیار ہو کر گر پڑتی ہے یہ طریق ہے عبادت میں لذت حاصل کرنے کا۔
 تم نے دیکھا ہو گا کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنی عبادت میں لذت کا یہ طریق سمجھتے ہیں کہ کچھ گیت گائے یا باجے بجلائے اور یہی اس کی عبادت ہوگی۔ اس سے دھوکا مت کھاؤ۔ یہ باتیں نفس کی لذت کا باعث ہوں تو ہوں مگر رُوح کے لئے ان میں لذت کی کوئی چیز نہیں۔ ان سے رُوح میں فروتنی اور انکساری کے جوہر پیدا نہیں ہوتے اور عبادت کا اصل منشا گم ہو جاتا ہے۔ طوائف کی محفلوں میں بھی ایک آدمی ایسا مزاج حاصل کرتا ہے تو کیا وہ عبادت کی لذت سمجھی جاتی ہے؟ یہ باریک بات ہے جس کو دوسری قومیں سمجھ ہی نہیں سکتی ہیں کیونکہ انہوں نے عبادت کی اصل غرض اور غائت کو سمجھا ہی نہیں۔

قرآن شریف سے پہلے دو قومیں تھیں۔ ایک براہمہ کہلاتی تھی جو رہبانیت کو پسند کرتی تھی اور اپنی زندگی کا اصل منشا یہی سمجھ بیٹھے ہوئے تھے۔ عیسائی قوم میں بھی ایسے لوگ تھے جو لادنب ہونا پسند کرتے تھے اور ہوتے تھے رومن کیتھولک۔ عیسائیوں میں اب تک ایسے لوگ موجود ہیں اور یہ طریق ان میں جاری ہے کہ وہ ماہانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ مگر اب ان کی رہبانیت اس حد تک ہی ہے کہ وہ شادی نہیں کرتے در نہ ہر طرح عیش عشرت اور آرام کے ساتھ کونٹھیوں میں رہتے اور مکلف لباس پہنتے اور عمدہ کھانے کھاتے ہیں اور جس قسم کی زندگی وہ بسر کرتے ہیں عام لوگ مہانتے ہیں۔ مگر میری مراد رہبانیت سے اس وقت یہی ہے کہ وہ فرقہ جو اپنے آپ کو تعذیب بدن میں ڈالتا تھا اور دوسرا فرقہ ان کے مقابلہ میں تھا جو اباحت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اسلام جب آیا تو اس نے ان دونوں کو ترک کیا اور صراطِ مستقیم کو اختیار کیا۔ اس نے بتایا کہ انسان نہ رہبانیت اختیار کرے جس سے وہ نفس کش ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں کو بالکل بیکار چھوڑ دے اور اس طرح پر ان اخلاقِ فاضلہ کے حصول سے محروم ہو جاوے۔ جو ان قوتوں کے اندر ولایت کئے گئے ہیں

کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ جس قدر تو تین انسان کو دی گئی ہیں یہ سب کی سب دراصل اخلاقی قوتیں ہیں۔ غلط استعمال کی وجہ سے یہ اخلاق بد اخلاقیوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے ربانیت سے منع کیا اور فرمایا کہ لا دھبانیۃ فی الاسلام۔ اسلام چونکہ انسان کی کامل تربیت چاہتا ہے اور اس کی ساری قوتوں کا نشوونما اس کا مقصد ہے۔ اس لئے اُس نے جائز نہیں رکھا کہ وہ طریق اختیار کیا جاوے جو انسان کی بے حرمتی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی توہین کرنے والا ٹھہر جاوے اور پھر اسلام کا منشا یہ ہے کہ وہ انسان کو افراط و تفریط کی راہوں سے اس اعتدال کی راہ پر چلاوے جو صراطِ مستقیم ہے۔ اس لئے اس نے اباحت کے مسئلہ کی بھی تردید کی جو دوسرا فرقہ تھا جو قرآن شریف سے پہلے موجود تھا۔ وہ سب کچھ جائز سمجھتا تھا اور آزاد اور بے قیدی میں اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ ساری راستوں اور لذتوں کی معراج سمجھتا تھا۔ مگر اسلام نے اس کو رد کیا اور انسان کو بے قید بنانا نہ چاہا کہ وہ نماز کی ضرورت سمجھے نہ روزہ کی۔ غرض کسی پابندی کے نیچے ہی نہ رہے۔ اور ایک وحشی جانور کی طرح مارا مانا پھرے۔ اب تک بھی یہ لوگ موجود ہیں۔ وہ دہودی مذہب جو بد قسمتی سے پھیلا ہوا ہے دراصل ایک اباحتی فرقہ ہے اور نماز روزہ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا اور ممنوعات اور محرمات سے پرہیز نہیں کرتا۔ اسی لئے اسلام نے یہ بھی جائز نہ رکھا۔

ربانیت اور اباحت انسان کو اس صدق اور وفا سے دور رکھتے تھے جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے ان سے الگ رکھ کر اطاعتِ الہی کا حکم دے کر صدق اور وفا کی تعلیم دی جو ساری روحانی لذتوں کی جاذب ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص کسی سہارے پر چلتا ہے۔ وہ سست الوجود اور کاہل ہوتا ہے جیسے بچے اپنے والدین کی سرپرستی کے نیچے اپنی فکر معاش یا ضرورت کے پیدا کرنے سے کاہل اور لاپرواہ ہوتے ہیں۔ یا عیسائی لوگ جس طرح پر اعمال میں مستعد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کفارہ

کا مسئلہ جب ان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ مسیح نے ان کے سارے گناہ اٹھائے پر ہم میں ہیں
 اتنا کہ وہ کونسی چیز ہو سکتی ہے جو ان کو اعمال کی طرف متوجہ کرے۔ اعمال کا مدعا تو نجات
 اور یہ ان کو بلا مشقت محنت صرف خونِ مسیح پر اتنا ایمان رکھنے سے کہ وہ بہار لے کر گیا۔
 ہمارے گناہوں کے بدلہ لعنتی ہوں مل جاتی ہے تو اب نجات کے سوا اور کیا چاہیے پھر ان کو
 اعمالِ حسنہ کی ضرورت کیا باقی رہی۔ اگر گناہ پر ایمان لا کر بھی نجات کا خطرہ اور لذت شرافت ہے
 یہ اور دیکر ہے کہ اعمال کئے جائیں لیکن اگر نجات خونِ مسیح کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ تو
 کوئی متعلقہ نہیں مان سکتا کہ پھر ضرورت اعمال کی کیا باقی ہے۔

روافض بھی سہارے ہی پر چلتے ہیں اور اپنی جگہ عیسائیوں کی طرح امام حسین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے خون کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر اعمال کی ضرورت ہے
 تو فقط اتنی کہ ان کے مصائب کو یاد کر کے آنکھوں سے آنسو گرا لے یا کوئی سینہ کوئی کرلی۔
 سارے اعمالِ حسنہ کی روح ہی اشکِ باری اور سینہ کوئی ہے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ اس کو
 نجات سے کیا تعلق؟

اس لئے میں یہ تعلیم کبھی دینا نہیں چاہتا اور نہ اسلام نے دی کہ تم اپنے گناہوں
 کی گھڑی کسی دوسرے کی گردن پر لا دو اور خود اہانت کی زندگی بسر کرو۔ قرآن شریف
 نے صاف فیصلہ کر دیا ہے لَا تَبْذُرُوا دِيَارَكُمْ قَرْبَرًا أُخْرَىٰ۔ ایک دوسرے کا بوجھ نہیں
 اٹھا سکتا اور نہ دنیا میں اس کی کوئی نظیر خدا تعالیٰ کے عام قانونِ قدرت میں ملتی ہے۔
 کبھی نہیں دیکھا جانا کہ زید مثلاً سنکھیا کھالیوے اور اسی سنکھیا کا اثر بکر پر ہو جاوے
 اور وہ خر جاوے۔ یا ایک مریض ہو اور دوسرے آدمی کو دکھا لینے سے وہ اچھا ہو جاوے
 بلکہ ہر ایک بھائے خود متاثر ہوگا۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص ساری عمر گناہ کرتا ہے
 اور دوسری کے ساتھ خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا رہے اور لکھ دے کہ میرے
 گناہوں کا بدلہ دوسرے شخص کی گردن پر ہے جو شخص ایسی امید کرتا ہے وہ سے

دماغ بہیدہ پخت و خیال باطل بست

کا مصداق ہے۔

پس اسلام کسی سہارے پر رکھنا نہیں چاہتا کیونکہ سہارے پر رکھنے سے ابطالِ اعمال لازم آجاتا ہے۔ لیکن جب انسان سہارے کے بغیر زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے اس وقت اس کو اعمال کی ضرورت پڑتی ہے اور کچھ کرنا پڑتا ہے اسی لئے قرآن شریف نے فرمایا ہے قَدْ آفَلَمَ مَنْ ذَلَّهَا فَلَاحَ وَهِيَ پاتا ہے جو اپنا تزکیہ کرتا ہے خود اگر انسان ہاتھ پاؤں نہ بلائے توبت نہیں بنتی۔

شفاعت کا فلسفہ

مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ شفاعت کوئی چیز نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ شفاعت حق ہے۔ اور اس پر یہ نص صریح ہے وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ۔ یہ شفاعت کا فلسفہ ہے یعنی جو گناہوں میں نفسانیت کا جوش ہے وہ ٹھنڈا پڑ جائے شفاعت کا نتیجہ یہ بتایا ہے کہ گناہوں کی زندگی پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور نفسانی جوشوں اور جذبات میں ایک برودت آجاتی ہے جس سے گناہوں کا صدور بند ہو کر ان کے بالمقابل نیکیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ پس شفاعت کے مسئلہ نے اعمال کو بریکار نہیں کیا بلکہ اعمالِ حسنہ کی تحریک کی ہے۔

شفاعت اور کفارہ میں فرق

شفاعت کے مسئلہ کے فلسفہ کو نہ سمجھ کر احمقوں نے اعتراض کیا ہے اور شفاعت اور کفارہ کو ایک قرار دیا۔ حالانکہ یہ ایک نہیں ہو سکتے۔ کفارہ اعمالِ حسنہ سے مستغنی کرتا ہے اور شفاعت اعمالِ حسنہ کی تحریک۔ جو چیز اپنے اندر فلسفہ نہیں رکھتی ہے۔ وہ صحیح ہے۔ ہمارا یہ دعوٰی ہے کہ اسلامی اصول اور عقائد اور اس کی ہر تعلیم اپنے اندر ایک فلسفہ رکھتی ہے اور علمی پیرایہ اس کے ساتھ موجود ہے جو دوسرے مذاہب کے عقائد میں نہیں

تفریط کی راہوں کو چھوڑ کر وہ صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ نہ یہ چاہا کہ تعذیبِ جسم کے اصولوں کو اختیار کر دو اور اپنے آپ کو شکلات میں ڈالو نہ یہ کہ سارا دن کھیل اور کودا اور تاشو اور شکار میں گزار دیا ناول خوانی میں بسر کر دو اور رات کو سو کر یا عیاشی میں*۔

خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اس کی وجہ یہ تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

وَابْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى ۱۰

ابراہیمؑ وہ ابراہیمؑ ہے جس نے وفاداری دکھائی خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت چاہتا ہے جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے۔ اور ہر ذلت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو۔ یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بُت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی دوزخ یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے۔ وہ بُت ہے اور اس قدر بُت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں بُت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جب تک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اس کی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا۔ یہ بڑی ہی مل گیا تھا وہ نہیں۔ اِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى کی آواز اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے۔ اور عملِ ذمہ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لئے ذمہ اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو ذمہ میں بھی نہیں ڈالتا۔ دیکھو۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے اپنے بیٹے کو قربان کر دینا چاہا اور پوری تیاری کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کو چھوڑ لیا۔

* حکم جلد ۷ نمبر ۹ صفحہ ۳۱۰ مؤلف ۱۰ مارچ ۱۹۵۲ء

وہ آگ میں ڈالے گئے لیکن آگ اُن پر کوئی اثر نہ کر سکی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ تکالیف سے بچا لیتا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں جسم تو ہے رُوح نہیں ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ رُوح کا تعلق جسم سے ہے اور جسمانی امور کا اثر رُوح پر ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کبھی خیال نہ کرنا چاہیے کہ جسم سے رُوح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جس قدر اعمال انسان سے ہوتے ہیں۔ وہ اسی مرکب صورت سے ہوتے ہیں الگ جسم یا کیلی رُوح کوئی نیک یا بد عمل نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں سزا میں بھی دونوں کے متعلقات کا لحاظ رکھا گیا ہے یعنی لوگ اسی راز کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ مسلمانوں کا بہشت جسمانی ہے۔ حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے جب اعمال کے صدور میں جسم ساتھ تھا تو حوا کے وقت الگ کیوں کیا جاوے؟ غرض یہ ہے کہ اسلام نے ان دونوں باتوں کو جو افراط اور تفریط کے ہیں چھوڑ کر اعتدال کی راہ بتائی ہے۔ یہ دونوں خطا تک باتیں ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مجر و تعذیب جسم سے کچھ نہیں بنتا اور محض آرام طلبی سے بھی کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔

ولایت کسے حاصل ہوتی ہے

ایک مرتبہ ایک شخص میرے پاس نور محمد نام ٹانڈہ سے آیا تھا۔ اس نے کہا کہ غلام محبوب سبحانی نے ولی ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا ہے۔ اب ولایت کا معیار یہی رہ گیا ہے کہ غلام محبوب سبحانی یا کسی نے سرٹیفکیٹ دے دیا۔ حالانکہ ولایت طہتی نہیں جب تک انسان خدا کے لئے موت اختیار کرنے کے لئے تیار نہ ہو جاوے۔ دنیا میں بہت سے لوگ اس قسم کے ہیں جن کو کچھ بھی معلوم نہیں کہ وہ دنیا میں کیوں آئے ہیں حالانکہ یہی پہلا سوال ہے جس کو اسے حل کرنا چاہیے۔ خود شناسی کے بعد خدا شناسی پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنے فرائض کو سمجھتا ہے اور مقاصد زندگی پر غور کرتا ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ میری زندگی کی غرض خدا شناسی ہے اور اس پر ایمان لانا اور اس کی عبادت کرتا ہے۔ تب وہ فرائض کو ادا کرتا

اور نوافل کو شناخت کرتا ہے۔ وہ رُوحانیت جو ایمان کے بعد پیدا ہوتی ہے اب اسے تلاش کر دے کہ کہاں ہے؟ نہ مولویوں میں ہے نہ راگ سنیے والے صوفیوں میں۔ یہ گویا صورتِ پسِ روحانیت سے بے خبر ہو کر ہزار سال تک بھی اگر مغز مارتے رہیں تو کچھ نہیں بنتا۔ یہ طوم اور دمار میں تقویٰ نہیں۔ پھر طوم اور دمار اللہ تعالیٰ کو کیسے پہنچ سکتا ہے۔

رُوح و جسم کا تعلق ابدی ہے

دہریہ رُوح کا ہی انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ حشرِ جسد کوئی چیز نہیں۔ یہاں روح تعلیم پا کر اُٹنہ کیا کرے گی۔ یہ خیالی باتیں ہیں۔ ان میں معقولیت نہیں ہے۔ اگر رُوح کوئی چیز نہیں ہے تو پھر یہ کیا بات ہے کہ جسم پر جو فعل واقع ہوتے ہیں اُن کا اثر اندرونی قوتوں پر بھی پڑتا ہے۔ مثلاً اگر مقدم المراس پر چوٹ لگ سہائے تو اس فساد کے ساتھ انسان مجنون ہو جاتا ہے یا حافظہ جاتا رہتا ہے۔ مجنوںوں کی روح تو وہی ہے نفس تو جسم میں ہے۔ جسم کا اگر اچھا انتظام نہ رہے تو روح بیکار ہو جاتی ہے وہ بدوں جسم کسی کام نہیں ہے اس لئے ہمیشہ جسم کی محتاج ہے جس کا انتظام عمدہ ہو روحانی حالت بھی اچھی ہوگی۔ چھوٹے بچہ میں کیوں اتنی سمجھ نہیں ہوتی کہ وہ عواقب الامور کو سمجھ سکے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اُن میں ایسی قوی کا نشوونما کا بل نہیں ہوا ہوتا۔

اسی طرح پیٹ میں جو لطفہ جاتا ہے کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ رُوح اس کے ساتھ کہاں سے چلی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی دراصل ایک مخفی قوت چلی جاتی ہے جو انبساط اور نشاط کا باعث ہوتی ہے۔ اسی طرح اناج میں بھی وہی کیفیت چلی آتی ہے۔ اسی کی طرف مولوی روی نے اشارہ کر کے کہا ہے۔

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

ہچو سبزہ باراً رؤیدہ ام

ناہم اور کوز مغز لوگوں نے اس شعر کو تباہی پر حمل کر لیا ہے اور کہتے ہیں اس سے

تساخ ثابت ہوتا ہے مگر ان کو معلوم نہیں کہ یہ دراصل تغیراتِ نطفہ کی طرف رہا ہے۔ یعنی جن تغیرات سے نطفہ تیار ہوتا ہے۔ اس کو اس شعر میں ظاہر کیا گیا ہے۔ شائد بہت تقوڑے آدمی ایسے ہوں گے جن کو یہ معلوم ہو کہ نطفہ بہت سے تغیرات سے بنتا ہے۔ جس اناج سے نطفہ بنا ہے۔ نطفہ کی حالت میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت سے تغیرات میں ڈالا ہے اور پھر اس کو محفوظ رکھا ہے کیونکہ وہ درحقیقت نطفہ ہے اپنے وقت پر وہ پیسا بھی جاتا ہے اور اس سے روٹی بھی تیار کی جاتی ہے۔ لیکن وہ محفوظ کا محفوظ چلا آتا ہے۔ ابجکل نطفہ کے متعلق جو تحقیقات ہوئی ہے تو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس میں کبڑے ہوتے ہیں یہ ایک الگ امر ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اصل میں وہ ایک قوت ہے جو برابر محفوظ چلی آتی ہے ممکن ہے کہ جو کچھ ڈاکٹروں نے سمجھا ہو وہ اسی قوت کو سمجھا ہو۔ ہر اناج کے ساتھ انسانیت کا خاصہ نہیں بلکہ وہ جو ہر قابل الگ ہی ہے اور اس کو وہی کھاتا ہے جس کے لئے وہ مقدر ہوتا ہے اور وہ اسی دن کے لئے مقدر ہوتا ہے۔ وہ نطفہ جس میں روحانیت کی جڑ ہے بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ مغضہ علقہ وغیرہ چھ حالتوں میں سے گذرتا ہے اور ان چھ تغیرات کے بعد ثمر انشانہ خلقاً آخر کا وقت آتا ہے اب اس آخری تبدیلی کو نشاۃ آخری کہا ہے یہ نہیں کہا ثمر انزلنا فیہ روحاً آخر اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ باہر سے کوئی چیز نہیں آتی۔ اب اس کو خوب غور سے سوچو تو معلوم ہوگا کہ روح کا جسم کے ساتھ کیسا ابدی تعلق ہے۔ پھر یہ کیسی بے ہودگی ہے جو کہا جاوے کہ جسم کا روح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ کس قدر زبردست ثبوت روح کی ہستی کا ہے۔ اس کو کوئی معمولی نگاہ سے دیکھے تو ادربات ہے لیکن مقبولیت اور فلسفہ سے سوچے تو اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

اسی طرح ایک ادربات بھی قابل غور ہے کہ دنیا میں کبھی کوئی شخص کامیاب نہیں ہوا جو جسم اور روح دونوں سے کام نہ لے۔ اگر روح کوئی چیز نہیں۔ تو ایک مردہ جسم سے

کوئی کام کیوں نہیں ہو سکتا؟ کیا اس کے سارے قویٰ اور اعضاء موجود نہیں ہوتے۔
اب یہ بات کیسی صفائی کے ساتھ سمجھ میں آتی ہے کہ رُوح اور جسم کا تعلق جبکہ ابھی
ہے۔ پھر کیوں کسی ایک کو بیکار قرار دیا جاوے۔

دعا کے لئے بھی یہی حق نون ہے کہ جسم تکالیف اٹھاوے اور رُوح گداز ہو اور
پھر صبر اور استقلال سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لا کر حُسنِ ظن سے کام لیا جاوے
دعا کے زمانہ میں بھی ابتلاآتے میں

ہر ایک کام کے لئے زمانہ ہوتا ہے اور سعید اس کا انتظار کرتے ہیں۔ جو انتظار
نہیں کرتا اور چشمِ زدن میں چاہتا ہے کہ اس کا نتیجہ نکل آوے وہ جلد باز ہوتا ہے۔ اور
بامراد نہیں ہو سکتا۔ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے اور ہوتا ہے کہ دعا کے زمانہ میں
ابتلا کے طور پر اور بھی ابتلا آجاتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی
اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آئے تو ان کو پہلے مصر میں فرعون
نے یہ کام دیا ہوا تھا۔ کہ وہ آوہادن اینٹیں پانتھا کریں اور آوہادن اپنا کام کیا کریں۔
لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو نجات دلانے کی کوشش کی۔ تو پھر
شہیروں کی شہادت سے بنی اسرائیل کا کام بڑھا دیا گیا اور انہیں حکم ملا کہ آدھا
دن تو تم اینٹیں پانتھا کرو اور آوہادن گھاس لایا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
جب یہ حکم ملا اور انہوں نے بنی اسرائیل کو سنایا تو وہ بڑے ناراض ہوئے۔ اور کہا
کہ موسیٰ۔ خدا تم کو وہ دکھ دے جو ہم کو بلا ہے اور بھی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام
کو بد دعائیں دیں مگر موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو یہی کہا کہ تم صبر کرو۔ تو رات میں یہ
سارا قصہ لکھا ہے کہ نوحوں نوحوں موسیٰ علیہ السلام انہیں تسلی دیتے تھے وہ اور بھی برا فرود
ہوتے تھے۔ آخر یہ ہوا کہ مصر سے بھاگ نکلنے کی تجویز کی گئی اور مصر والوں کے کپڑے

اور برتن وغیرہ جو لئے تھے وہ ساتھ ہی لے آئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر نکل آئے تو فرعون نے اپنے لشکر کو لے کر ان کا تعاقب کیا۔ بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ فرعونوں کا لشکر ان کے قریب ہے تو وہ بڑے ہی مضطرب ہوئے چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے۔ کہ اس وقت وہ چلائے اور کہا

إِنَّا لَمُذْرِكُونَ لَه

اے مونسے۔ ہم تو پکڑے گئے مگر موسیٰ علیہ السلام نے جو نبوت کی آنکھ سے

انجام کو دیکھتے تھے۔ انہیں یہی جواب دیا

كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ لَه

ہرگز نہیں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے

تورات میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ کیا مصر میں بہا سے لئے قبروں نہ تھیں۔ اور یہ اضطراب اس وجہ سے پیدا ہوا کہ پیچھے فرعون کا لشکر اور آگے دریائے نیل تھا وہ دیکھتے تھے کہ نہ پیچھے جا کر بچ سکتے ہیں اور نہ آگے جا کر مگر اللہ تعالیٰ ق در مقتدر خلب ہے۔ دریائے نیل میں سے انہیں راستہ مل گیا اور سارے بنی اسرائیل آرام کے کے ساتھ پار ہو گئے۔ مگر فرعونوں کا لشکر غرق ہو گیا۔ سید احمد خاں صاحب اس موقع پر لکھتے ہیں کہ یہ جو ار بھانا تھا۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ کچھ ہو اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ عظیم الشان معجزہ تھا جو ایسے وقت ہمارا اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راہ پیدا کر دی۔ اور یہی تنبیہ کے ساتھ ہونا ہے کہ ہر ضیق سے اُسے نجات اور راہ ملتی ہے۔ یجعل لہ مخرجاً لہ

غرض ایسا ہوتا ہے کہ دُعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلا پر ابتلا آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلا بھی آجاتے ہیں جو کر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایت

کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک بستر پہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔ کیونکہ جس جس قدر اضطراب اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی۔ اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں۔ پس کبھی گھبراتا نہیں چاہیے۔ اور بے صبری اور ہتقراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کبھی بھی خیال کرنا نہ چاہیے کہ میری دعا قبول نہ ہوگی یا نہیں ہوتی۔ ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہو جانا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرماتے والا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک امر کے لئے دعا کرتا ہے۔ مگر وہ دعا اس کی اپنی نادانگی اور نادانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یعنی ایسا امر خدا تعالیٰ سے چاہتا ہے جو اس کے لئے کسی صورت سے مفید اور نافع نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو تو رد نہیں کرتا۔ لیکن کسی اور صورت میں پورا کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک زمیندار جس کو ہل چلانے کے لئے بیل کی ضرورت ہے۔ وہ بادشاہ سے جا کر ایک اونٹ کا سوال کرے اور بادشاہ جانتا ہے کہ اس کو دراصل بیل دینا مفید ہوگا۔ اور وہ حکم دیدے کہ اس کو ایک بیل دے دو وہ زمیندار اپنی بیوقوفی سے کہہ دے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی۔ تو اس کی حماقت اور نادانی ہے لیکن اگر وہ غور کرے تو اس کے لئے یہی بہتر تھا۔ اس طرح ہر اگر ایک بچہ آگ کے نرخ انکار سے دیکھ کر ماں سے مانگے تو کیا مہربان اور شفیق ماں یہ پسند کرے گی کہ اس کو آگ کے انکار سے دیدے۔ غرض بعض اوقات دعا کی قبولیت کے متعلق ایسے امور بھی پیش آتے ہیں۔ جو لوگ بے صبری اور بدظنی سے کام لیتے ہیں وہ اپنی دعا کو رد کر لیتے ہیں۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی قبولیت کے زمانہ میں اور بھی درازی ہو جاتی ہے۔ بنی اسرائیل اسی وجہ سے چالیس برس تک ارض مقدس میں داخل ہونے سے

مخردم ہو گئے کہ ذرا ذرا سی بات پر شونیوں سے کام لیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جس طرح بنی اسرائیل سے غلامی کے دنوں میں وعدے کئے گئے تھے۔ اسی طرح پر اس امت کے لئے بھی ایک مماثلت ہے۔ ان پر بھی ایک غلامی کا زمانہ آنے والا تھا۔ اور اب وہی حالت غلامی کی ہے کیونکہ ہر پہلو اور ہر رنگ میں مسلمانوں کی حالت متنزل میں ہے۔ اسی مماثلت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کی تبلیغ کا زمانہ چالیس سال تک رکھا ہے۔ جس طرح پر موسیٰ علیہ السلام نے وہ زمین نہ پائی تھی بلکہ یثوع بن نون نے گیا اسی طرح پر قبولیت کی ارض مقدس ان مولویوں کے نصیب معلوم نہیں ہوتی جو آئے دن مخالفت اور شرارت میں بڑھتے جاتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ ان کو کیا کہا گیا تھا۔ کیا تعلیم ملی تھی اور اب انہوں نے اس پر کس حد تک عمل کیا ہے۔

مسلمان ہو کر قرآن شریف سے فیصلہ نہیں کرتے

مجھے بڑی حیرت اور بڑا ہی تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں۔ یہ قرآن شریف کو پڑھتے ہیں۔ یہ احادیث کے درس دیتے اور مسلمانوں کے لیڈر اور سرگروہ پختے ہیں۔ دین کے اصول سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے مدعی ہیں مگر میرے معاملہ میں ان ساری باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور کچھ پروا نہیں کرتے کہ قرآن شریف کے نصوص کی بنا پر میرے دعوے کو سوجھیں اور میری نسبت کوئی رائے دیتے ہوئے اس بات کا لحاظ رکھیں کہ ہم جو کہتے ہیں خدا تعالیٰ کے خون سے کہتے ہیں۔ یا اپنے نفسانی اغراض اور جوشوں کو درمیان رکھ کر کہتے ہیں۔ اگر خدا ترسی اور تقویٰ سے کام لیتے تو لا تقف ما لیس لك بہ علمہ پر عمل کرتے اور جہتک میری کتابوں کو پورے طور پر نہ پڑھ لیتے اور میرے پاس رہ کر میرے طرز عمل کو نہ دیکھ لیتے کوئی سائے نہ دیتے۔ مگر انہوں نے قبل از مرگ داویلا شروع کر دیا اور خدا تعالیٰ کے کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ ان سب کو پس پشت ڈال دیا۔ کم از کم تقویٰ کا طریق تو یہ تھا

کہ وہ میرے دعویٰ کو سن کر فسک کرتے اور جھٹ پٹ اٹھانہ کر دیتے کیونکہ میں نے اُن کو یہ کہا تھا کہ

دعویٰ ماموریت | خدانے مجھے مامور کیا ہے۔ خدانے مجھے بھیجا

ہے۔ وہ دیکھتے کہ کیا جس شخص نے اپنا آنا خدا کے حکم سے بتایا ہے۔ وہ خدا کی نصرت اور تائیدیں بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے یا نہیں۔ مگر انہوں نے نشان پر نشان دیکھے اور کہا کہ جھوٹے ہیں۔ انہوں نے نصرت پر نصرت اور تائید پر تائید دیکھی لیکن کہہ دیا کہ سحر ہے۔ میں ان لوگوں سے کیا امید رکھوں جو خدا تعالیٰ کے کلام کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ خدا کے کلام کے ادب کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کا نام سنتے ہی یہ ہتھیار ڈال دیتے مگر یہ اور بھی شہرات میں بڑھے۔ اب خود دیکھ لیں گے کہ انجام کس کے ہاتھ ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے بلانے کے دراصل یہی لوگ محرک ہوئے ہیں اور میری بعثت کے اسباب میں سے یہ بڑا سبب ہیں۔

مسلمانوں کے عیسائی ہونے کا باعث مولوی ہیں

کیونکہ جس قدر لوگ نصرانی اور بے دین ہوئے ہیں وہ دراصل مولویوں کا قصور ہے۔ جب کسی نے اُن سے سوال کیا اور کوئی بات اُن سے پوچھی تو انہوں نے جھٹ پٹ یہی فتویٰ دے دیا کہ یہ واجب القتل ہے، کافر ہو گیا۔ بے دین ہو گیا۔ اس کو مار ڈالو۔ اعتراض کرنے والوں نے جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے یہی سمجھا کہ اسلام کے عقائد فی الحقیقت ایسے ہی کمزور اور بودے ہیں کہ وہ معقولیت کے آگے نہیں ٹھہر سکتے۔ پس انہوں نے یہی بہتر سمجھا کہ ایسے دین کو چھوڑ دیں۔ ہزاروں ہزار لوگ پائے جاتے ہیں جن کے مرتد ہونے کی وجہ یہی مولوی ہو گئے ہیں۔ یہ بات کہ وہ سوال کیوں کرتے ہیں بڑی سہل ہے۔ یہ لوگ تیرہ سو برس کے بعد چونکہ پیدا ہوئے ہیں۔ اس قدر بعد زمانہ کی وجہ سے گویا یہ تاریکی کا زمانہ کہنا چاہیئے۔ اس لئے ان کو حق

حاصل ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے پوچھیں لیکن سوال کرنے پر انہوں نے اُن کو گمراہ کر دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اُن کو معذور اور واجب الرحم سمجھ کر نرمی سے پیش آتے۔ اور اُن کو سمجھاتے مگر انشا انہوں نے اُن کو اسلام سے بہرہ دار کر دیا۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اسلام کی تعلیم کی خوبیاں ظاہر کروں اور پھر ان خوبیوں کا عملی ثبوت اور اس کی تاثیروں کو دکھاؤں۔

مسح موعود کے دو کام

پس اس وقت ہمارے دو کام ہیں۔

اول یہ کہ اُن نشانوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ دکھا رہا ہے یہ ثابت کیا جاوے کہ عجیب اور ناطق خدا ہمارا ہی ہے جو ہماری دعاؤں کو سنتا اور اُن کے جواب دیتا ہے اور دوسرے مذاہب کے لوگ جو خدا پیش کرتے ہیں وہ اَلَّا يَزُجِعُ اِلَيْهِمْ تَقْوَاهُ کا مصداق ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بوجہ اُن کے کفر اور بے دینی کے اُن کی دعائیں مَا دُعَاةَ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ كٰبِرَةٍ کی مصداق ہو گئی ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو سب کا ایک ہی ہے۔ مگر ان لوگوں نے اس کی صفات کو سمجھا ہی نہیں۔

پس یاد رکھو کہ ہمارا خدا ناطق خدا ہے۔ وہ ہماری دعائیں سنتا ہے۔

جماعت کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیے

ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیے۔ اور ان کو شکر کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے اُن کو یونہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدرا نشان دکھائے ہیں۔ کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا ہو اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔

ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا
تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ
اگر سستی ہو۔ تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے پھر جائینگے وہ تہجد پڑھے
اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو۔ تو پھر
ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔

تعلیم کے موافق عمل کرنے کی نصیحت

ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا
ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا
کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا۔ وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک
خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں ہے۔
محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آ
جائے گا کہ وہ الگ ہو جائے گا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم
کے ماتحت کر دیا جاتی ہے۔ اعمال پرموں کی طرح ہیں۔ بغیر اعمال کے انسان روحانی
مارج کے لئے پرمواز نہیں کر سکتا۔ اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان
کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ پرموں میں فہم ہوتا ہے۔ اگر وہ اس فہم سے
کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں نہ ہو سکیں۔ مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم
نہ ہو تو وہ شہد نہیں نکال سکتی اور اسی طرح نامہ بر کو ترو جوتے ہیں۔ ان کو اپنے
فہم سے کس قدر کام لینا پڑتا ہے۔ کس قدر درواز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں۔
اور خطوط کو پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح پرموں سے عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں۔
پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے اور سوچے کہ جو کام میں کرنے
لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے اور اس کی رضا کے لئے ہے یا نہیں۔

جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر باتوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے
سستی اور غفلت نہ کرے۔ ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو۔ کبھی ایسا
بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے۔ لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی
دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکا میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے
خالی الذہن ہو کر تحقیق کرنی چاہیئے۔

قرآنی قسموں کا فلسفہ

مثلاً میں نے دیکھا ہے کہ آریہ اور عیسائی اعتراض کر دیتے ہیں کہ قرآن
شریف میں قسمیں کیوں کھائی ہیں۔ اور پھر اپنی طرف سے حاشیہ چڑھا کر اُس
کو عجیب عجیب اعتراضوں کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ذرا بھی نیک
نیتی اور فہم سے کام لیا جاوے تو ایسا اعتراض بیہودہ اور بیسود معلوم دیتا ہے۔
کیونکہ قسموں کے متعلق یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ قسم کھانے کا اصل مفہوم اور
مقصد کیا ہوتا ہے۔ جب اس کی فلاسفی پر غور کر لیا جاوے تو پھر یہ خود بخود سوال
حل ہو جاتا ہے اور زیادہ رنج اٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ عام طور پر یہ دیکھا
جاتا ہے کہ قسم کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ قسم بطور قائم مقام گواہ کے ہوتی ہے۔ اور یہ
مسلم بات ہے کہ عدالت جب گواہ پر فیصلہ کرتی ہے تو کیا اس سے مراد یہ ہوتی
ہے کہ وہ جھوٹ پر فیصلہ کرتی ہے۔ یا قسم کھانے والے کی قسم کو ایک شاہد
صادق تصور کرتی ہے۔ یہ روزمرہ کی بات ہے۔

جہالت یا تعصب سے اعتراض کرنا اور بات ہے لیکن حقیقت کو مد نظر رکھ
کر کوئی بات کہنا اور۔

اب جب کہ یہ عام طریق ہے کہ قسم بطور گواہ کے ہوتی ہے۔ پھر یہ کیسی
سیدھی بات ہے کہ اسی اصول پر قرآن شریف کی قسموں کو دیکھ لیا جاوے۔

کہ وہاں اس سے کیا مطلب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں کوئی قسم کھائی ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ نظری امور کے اثبات کے لئے برہمی کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ جیسے فرمایا

وَالسَّمَاءَ ذَاتِ الرَّجْعِ • وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ • إِنَّهُ لَكَقَوْلٌ فَصْلٌ • ۱۰

اب یہ بھی ایک قسم کا صل ہے۔ نادان قرآن شریف کے حقائق سے ناواقف اور نابلد۔ اپنی جہالت سے یہ اعتراض کر دیتا ہے کہ دیکھو زمین کی یا آسمان کی قسم کھائی۔ لیکن اس کو نہیں معلوم کہ اس قسم کے نیچے کیسے کیسے معارف موجود ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحی الہی کے دلائل اور قرآن شریف کی حقیقت کی شہادت پیش کرنی چاہتا ہے اور اس کو اس طرز پر پیش کیا ہے۔*

اب اس قسم کی قسم پر اعتراض کرنا بجز ناپاک فطرت یا بلبید الطبع انسان کے دوسرے کا کام نہیں۔ کیونکہ اس میں تو عظیم الشان صداقت موجود ہے۔ صحیفہ فطرت کی عام شہادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کلام الہی اور نزول وحی کی حقیقت بتانا چاہتا ہے۔ سارے کے معنی بادل کے بھی ہیں۔ جس سے مینہہ برستا ہے۔ آسمان اور زمین میں ایسے تعلقات ہیں جیسے زرمادہ میں ہوتے ہیں۔ زمین میں بھی کنوئیں ہوتے ہیں لیکن زمین پھر بھی آسمانی پانی کی محتاج رہتی ہے۔ جب تک آسمان سے بارش نہ ہو زمین مردہ بھی جاتی ہے اور اس کی زندگی اس پانی پر منحصر ہے جو آسمان سے آتا ہے۔ اسی واسطے فرمایا ہے۔

إِعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُنزِلُ الْآرْضَ بِمَاءٍ مَّوْتِمَاتٍ

اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب آسمان سے پانی برسنے میں دیر ہو اور اساک باران

﴿الحکمہ جلد ۱۱ نمبر ۱۱ صفحہ ۲۴۱ مؤرخہ ۲۴ مارچ ۱۹۵۲ء﴾

جو تو کنوؤں کا پانی بھی خشک ہونے لگتا ہے۔ اور ان ایام میں دیکھا گیا ہے کہ پانی اُتر جاتا ہے۔ لیکن جب برسات کے دن ہوں اور مینہ برسے شروع ہوں تو کنوؤں کا پانی بھی بوشش مار کر چڑھتا ہے کیونکہ اوپر کے پانی میں قوتِ جاذبہ ہوتی ہے اب براہوں سوچیں کہ اگر آسمانی پانی نازل ہونا چھوڑ دے تو سب کنوئیں خشک ہو جائیں اسی طرح پر ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نُورِ قلب ہر انسان کو دیا ہے۔ اور اس کے دماغ میں عقل رکھی ہے۔ جس سے وہ بٹے بھٹے میں تمیز کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن اگر نبوت کا نُورِ آسمان سے نازل نہ ہو اور یہ سلسلہ بند ہو جاوے تو دماغی عقول کا سلسلہ جاتا رہے اور نُورِ قلب پر تاریکی پیدا ہو جاوے اور وہ بالکل کام دینے کے قابل نہ رہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ اسی نُورِ نبوت سے روشنی پاتا ہے۔ جیسے بارش ہونے پر زمین کی روئیدگیاں نکلتی شروع ہو جاتی ہیں۔ اور ہر تخم پیدا ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح پر نورِ نبوت کے نزول پر دماغی اور ذہنی عقولوں میں ایک صفائی اور نُورِ فراست میں ایک روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ عملی قدر مراتب ہوتی ہے اور استعداد کے موافق ہر شخص فائدہ اٹھاتا ہے۔ خواہ وہ اس امر کو محسوس کرے یا نہ کرے لیکن یہ سب کچھ ہوتا اسی نُورِ نبوت کے طفیل ہے۔

اشباتِ ضرورتِ نزولِ وحی

غرض اس قسم میں نزولِ وحی کی ضرورت کو ایک عام مشاہدہ کی رو سے ثابت کیا ہے کہ جیسے آسمانی پانی کے نہ برسنے کی وجہ سے زمین مرجاتی اور کنوؤں کا پانی خشک ہونے لگتا ہے۔ یہی قانونِ نزولِ وحی کے متعلق ہے۔

رجحِ پانی کو کہتے ہیں۔ حالانکہ پانی زمین پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن آسمان کو ذاتِ الرجح کہا ہے۔ اس میں یہ فلسفہ بتایا ہے کہ اصلی آسمانی پانی ہی ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش در یخ نیست
 در باغ لاله رویدد در شوره بوم خس
 جو کیفیت باوش کے وقت ہوتی ہے۔ وہی نزولِ وحی کے وقت ہوتی ہے
 دو قسم کی طبیعتیں موجود ہوتی ہیں۔ ایک تو مستعد ہوتی ہیں اور دوسری بلیید
 مستعد طبیعت والے فوراً سمجھ لیتے ہیں۔ اور صادق کا ساتھ دے دیتے
 ہیں۔ لیکن بلیید الطبع نہیں سمجھ سکتے اور وہ مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔
 دیکھو مکہ معظمہ میں جب وحی کا نزول ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
 خدا تعالیٰ کا کلام اُترنے لگا۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ابو جہل ایک ہی سر زمین
 کے دو شخص تھے۔ ابو بکر نے تو کوئی نشان بھی نہ مانگا اور مجرد دعویٰ سنتے ہی آمنا
 کہہ کر ساتھ ہو لیا۔ مگر ابو جہل نے نشان پر نشان دیکھے مگر تکذیب سے باز نہ آیا اور
 ہمزہ خدا تعالیٰ کے قر کے نیچے آکر ذلت کے ساتھ ہلاک ہوا۔

نزولِ وحی کا زمانہ موسم بہار کی طرح ہوتا ہے

غرض خدا تعالیٰ کی وحی ہر قسم کی طبیعتوں کو باہر نکال دیتی ہے طیب اور
 خبیث میں امتیاز کر کے دکھا دیتی ہے۔ وہ بہار کا موسم ہوتا ہے۔ اس وقت ممکن
 نہیں کہ کوئی تخم شکنگی کے لئے نہ بکھے۔ لیکن جو کچھ ہوگا وہی برآمد ہوگا۔ نیک اور
 سعید اضطرت اپنی جگہ پر نمودار ہوتے ہیں۔ اور خبیث الگ۔ اور اس سے پہلے وہ
 بے جگہ ہوئے ہوتے ہیں جیسے گندم اور بھگاٹ کے دانے ملے ہوئے تو رہتے ہیں
 لیکن جب زمین سے نکلنے میں تو دونوں الگ نظر آتے ہیں۔ مالک گندم کی حفاظت
 کرتا اور بھگاٹ کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے۔ پس نزولِ وحی کے ثبوت کے لئے
 اللہ تعالیٰ نے یہ مشاہدہ پیش کیا ہے۔ جس کو نادان اپنی نادانی اور جہالت سے
 اعتراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے حالانکہ اس میں ایک عظیم الشان فلسفہ رکھا ہوا

ہے۔ اسی لئے وَالسَّامِعُ ذَاتَ الرَّجْعِ ۚ وَالْأَنبِئِينَ ذَاتِ الصَّدَاحِ کہہ کر فرمایا إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ ۖ جو کلام الہی کے لئے بولا گیا ہے۔ یہ ایک نظری امر تھا۔ اس کے ثبوت کے لئے بدیہی امر کو پیش کیا ہے۔ جیسے امساک باران کے وقت ضرورت ہوتی ہے مینبہ کی۔ اسی طرح پر اس وقت لوگ رُوہانی پانی کو چاہتے ہیں۔ زمین بالکل مر چکی ہے۔ یہ زمانہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا صدق ہو گیا ہے جنگل اور سمندر بگڑ چکے ہیں۔ جنگل سے مراد مشرک لوگ اور بحر سے مراد اہل کتاب ہیں۔ ہمالیہ عالم بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ غرض انسانوں کے ہر طبقہ میں فساد واقع ہو گیا ہے جس پہلو اور جس رنگ میں دیکھو۔ دنیا کی حالت بدل گئی ہے۔ رُوہانیت باقی نہیں رہی اور ناس کی تاثیریں نظر آتی ہیں۔ اخلاقی اور عملی کمزوریوں میں ہر چھوٹا بڑا مبتلا ہے۔ خدا پرستی اور خدا شناسی کا نام و نشان مٹا ہوا نظر آتا ہے۔ اس لئے اس وقت ضرورت ہے کہ آسمانی پانی اور نُورِ نبوت کا نزول ہو اور مستعد دلوں کو روشنی بخشے۔ خدا تعالیٰ کا شکر کرو۔ اس نے اپنے فضل سے اس نُور کو نازل کیا ہے مگر تقوڑے ہیں جو اس نُور سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سلسلہ احمدیہ کی پیش کردہ اسلامی تعلیم کو عقلمند قبول کریں گے

میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی بنا پر دلائل عقلیہ اور نشانات یتیمہ سے اس سلسلہ کی صداقت کو ظاہر کر رہا ہے۔ تعلیم کو اگر انسان دیکھے۔ تو صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ سچی تعلیم یہی تعلیم ہے جس کو عقلمند قبول کریں گے۔ اسلامی تعلیم ہی ایک ایسی تعلیم ہے کہ جس کو عدل کہتے ہیں۔ اس تعلیم میں ایک کشمش موجود ہے۔

عیسائی مذہب اور اسلام میں خدا کا جدا گانہ تصور

سورہ فاتحہ میں جس خدا کو پیش کیا ہے دنیا کا کوئی مذہب اُسے پیش نہیں کرتا۔ عیسائیوں

نے جو خدا دکھایا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہم کہتے ہیں۔ کَمَّيْلَةٌ دَلَمَّ يُوَلَّدَتْ
 ہے اں اگر مریم کے پیٹ میں واقعی خدا آگیا تھا تو چاہیے تھا کہ وہ پیٹ ہی
 میں مریم کو دغظ کرتے اور ایک لمبا لیکچر دیتے جس کو دوسرے لوگ بھی سن لیتے تو
 اس خالق عادت لیکچر کو سن کر سانسے شہوات دور ہو جاتے اور خواہ مخواہ ماننا پڑتا
 بلکہ اور بھی خدائی کا ثبوت ملتا۔ اگر پیٹ ہی میں معجزے دکھانے شروع کر دیتے تو
 اور بھی معاملہ صاف ہو جاتا اور خواہ مخواہ ماننا پڑتا۔ مگر بجائے اس کے کہ اس کی
 اہمیت کی کوئی عظمت ثابت ہوتی۔ ہر پہلو سے اس کا نقص اور کمزوری ہی ثابت
 ہوتی ہے۔

مریم کے نکاح سے تین قسمیں توڑی گئیں

مریم کا نکاح محل میں کیا گیا جو شرعاً جائز نہ تھا۔ اور ایک نکاح سے تین قسمیں
 توڑی گئیں یعنی ماں نے عہد کیا تھا کہ نکاح نہ کروں گی اور خود مریم نے بھی عہد کیا
 ہوا تھا۔ اور ان ساری باتوں کے علاوہ ایک اور اعتراض ہے جس کا جواب عیسائی
 نہیں دے سکتے۔ عیسائی مذہب میں دوسری شادی منع ہے۔ لیکن یوسف کی پہلی
 بیوی تھی۔ اور بھی اس قسم کے اعتراض ہیں۔ یہودیوں کی کتابوں کو پڑھو وہ کیا حقیقت
 بیان کرتے ہیں اور ہم کو تو ایسے اعتراض کرتے ہوئے بھی انسوس اور حیا مانع
 ہوتے ہیں۔ پادری عماد الدین نے اپنی کتابوں میں راجاب، تتر اور بنت سبیح
 کی بابت لکھا ہے کہ وہ اچھے چال چلن کی عورتیں نہ تھیں۔ وہ کہتا ہے کہ خداوند
 نے یہ کیا کیا کہ ایسے خاندان میں جنم لیا۔ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ وہ ایسا کریم
 ہے کہ ایسے لوگوں میں بھی جنم لینے سے دریغ نہیں کیا۔ مگر ایک دانشمند غور کرے
 کہ یہ کیسی وسعت اخلاق ہے۔

لیکن ہمارا خدا کَمَّيْلَةٌ ہے اور کس قدر خوشی کا اور شکر کا مقام ہے کہ جس

خدا کو ہم نے مانا اور اسلام نے پیش کیا ہے وہ ہر طرح کا بل اور قدوس ہے اور کوئی نقص اس میں نہیں۔ دُعوئیاں کامل طور پر اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں۔ اور ساری صفات اُن کو بیان کرتی ہیں۔ چنانچہ اول یہ کہ اس میں ذاتی حُسن ہے۔ اور اس کے متعلق لیس کمثلہ شئیٰ قُربایا۔ قل هو اللہ احدٌ فرمایا۔ اور کہا کہ وہ الصمد ہے، بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ نہ اس کا کوئی ہمتا اور ہمسر ہے۔

قرآن شریف کو غور سے پڑھو تو معلوم ہوگا کہ جا بجا اس کا حُسن دکھایا گیا ہے پھر دوسری کشش احسان کی ہے۔ عیسائیوں نے خدا کے احسان کا کیا نمونہ دکھایا یہی کہ اپنے بچے کو پھانسی دے دیا۔ مولوی صاحب ذکر کیا کرتے ہیں۔ کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو کہہ رہا تھا کہ خدا نے اس جہان کو کیسے پیار کیا کہ اپنا بیٹا پھانسی دے دیا۔ لاکا یہ سُنکر ڈر گیا۔ اور بھاگ گیا۔ اور جب اس سے ڈرنے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے یہی کہا کہ جب خدا نے یہ حرکت کی تو تجھ سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ انسان خدا سے محبت کرتا ہے تو پھر اس کو سب سے مقدم کر لیتا ہے۔ ہزاروں بھیڑ بکریاں موجود ہیں۔ اگر محبت کا یہی نشان ہے اور مارنے والے عزیز ہوتے ہیں تو کیا یہ چیزیں خدا کو انسان سے عزیز ترین ہوتی ہیں؟ مگر ایسا نہیں۔ لاکھوں چیزیں انسان کے لئے وہ ہلاک کرتا ہے۔ پانی میں کیڑے رکھتے ہوتے ہیں۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کیونکہ بسط چیزیں ہلاک کر دیتی ہیں۔

غرض یہ اصل صحیح نہیں ہے جو سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ جس سے پیار کرتا ہے اس کو ہلاک کرتا ہے۔ سچا خدا جس سے پیار کرتا ہے۔ اس کی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ خدا فرماتا ہے۔ کَتَبَ اللّٰهُ لَآخِلَابِیْنَ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ عیسائی اپنے خدا کی

حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ (مرتب)

نسبت ایسا نمونہ پیش نہیں کرتے اور حقیقت میں نہیں ہے۔ کیونکہ مسیح کا اپنا نمونہ یہ ہے کہ دشمنوں کے ہاتھوں میں سخت ذلیل ہوئے اور اُس وقت وہ اگر خدا تھے یا خدا کے بیٹے تھے تو دشمنوں کو خطرناک ذلت پہنچانی چاہیے تھی مگر بظاہر دشمن کامیاب ہو گئے اور انہوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا ہی دیا۔ لیکن ہمارا خدا ایسا نہیں ہے اس نے اپنے رسولوں کی ہر میدان میں نصرت کی اور کامیاب کیا۔ اب دوسرے مذہب اس کا نمونہ کہاں سے لائیں۔ یہ یاد رکھو کہ ہمارا خدا کسی کو پھانسی دینا نہیں چاہتا جس قدر کام کریں گے اس میں عزت پائیں گے۔ اس نے ہمارے قوی کو بیکار نہیں رکھا۔

بقول سعدیؒ

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است

رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

خدا نے چاہا ہے کہ تم زمانہ سیرت نہ بنو بلکہ مرد بنو۔ اب کیسی بات ہے کیسے احسان کئے ہیں کہ ہم پر حقائق و معارف کے خوانے کھولے ہیں۔ کسی کے سامنے اس نے ہم کو شرمندہ نہیں کیا۔ عیسائی کیسے شرمندہ ہوتے ہیں۔ آئیوں کو کیسے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ کیا کوئی عیسائی فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے خداوند کی تین دایاں نانیاں بدکار تھیں۔

القرض انسان یا حسن کا گردیدہ ہوتا ہے یا احسان کا۔ کامل طور پر یہ اسلام نے اللہ تعالیٰ کی نسبت بیان کئے ہیں۔ سورۃ فاتحہ میں پہلے حسن و احسان ہی کو دکھایا ہے۔ اگر ان سے انسان اس کی طرف رجوع نہیں کرتا تو پھر تیسری صورت غضب کی بھی ہے۔ اسی لئے غیر المعضوب علیہم ولا الضالین کہہ کر ڈرایا ہے لیکن مبارک وہی شخص ہے جو اس کے حسن و احسان سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اُس کے احکام کی پیروی کرتا ہے۔ اس سے خدا قریب ہو جاتا ہے اور دعاؤں کو سنتا ہے۔

عقل کا صفائی رُوح سے تعلق ہوتا ہے

یاد رکھو کہ عقل رُوح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے۔ جس قدر انسان رُوح کی صفائی کرتا ہے اسی قدر عقل میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور فرشتہ سامنے کھڑا ہو کر اس کی مدد کرتا ہے۔ مگر ناسقانہ زندگی والے کے دماغ میں روشنی نہیں آسکتی۔ تقویٰ اختیار کرو کہ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ صادق کے ساتھ رہو کہ تقویٰ کی حقیقت تم پر کھلے اور تمہیں توفیق ملے۔ یہی ہمارا منشا رہے اور اسی کو ہم دنیا میں قائل و کاتب ہیں۔

(الحکمہ جلد ۱۶ نمبر ۱۲ صفحہ ۳۲۱ مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء)

— ﴿﴾ —

۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء

رات آپ نے لاہور قیام فرمایا۔ جہلم جانے کے لئے صبح کو حضور علیہ السلام پایادہ سٹیشن کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں مولوی محمد احسن صاحب کے استفسار پر فرمایا کہ رات کو کثرت سے بار بار یہ الہام ہوا ہے۔

أُرِيكَ بَوَاكِيَّ مِنْ كُلِّ طَرَفٍ

یعنی میں ہر ایک جانب سے تجھے اپنی برکتیں دکھاؤں گا۔

(البدار جلد ۲ نمبر ۲۱ اور ۲ مورخہ ۲۳، ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء)

— ﴿﴾ —



Published by Mubarak A. Saqi, Additional Nazir Isha'at,
16, Gressenhall Road, London SW18 5QL

Printed by Unwin Brothers Limited, The Gresham Press, Old Woking, Surrey